اِمدادُ الکرم

قرآنِ مجید کی آسان اور عام فہم تفسیر

جلد پنجم

النجم تا الناس

محمد امداد حسین پیرزادہ

الکرم پبلی کیشنز یو کے

ISBN : 0-9533999-5-8

سن طباعت : 2013

تیسرا ایڈیشن : 1000

ناشر : الکرم پبلی کیشنز، یوکے

Al-Karam Publications, UK

Eaton Hall, Retford, Notts. DN22 OPR

England

Tel : 01777 706441

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مطالب
(جلد پنجم)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النجم (۵۳)

یہ سورت مکی ہے۔ اس کا نام ''نجم'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

یہ پہلی سورت ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم شریف میں اس کو پڑھ کر سنایا اور مشرکین اس کو سن رہے تھے۔ اور یہی سب سے پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی) اس موقع کی عجیب بات یہ تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ صرف مسلمان بلکہ کفار و مشرکین بھی سجدہ میں گر گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ اس وقت وہاں پر جتنے بھی لوگ موجود تھے سب نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے۔ اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی اٹھا کر اپنے چہرے کی طرف بلند کی اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

(بخاری: ۱۰۷۰: کتاب سجود القرآن: باب ۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن و انس نے بھی سجدہ کیا۔ (بخاری: ۱۰۷۱: کتاب سجود القرآن: باب ۵)

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں کفار کے ان الزامات کی تردید کی گئی ہے جو وہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ دادا کے مذہب سے بھٹک گئے ہیں، خود کلام بنا کر لاتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر پوری تاکید کے ساتھ ان الزامات کی تردید کی یعنی میرے نبی نے کبھی راہ راست کو گم نہیں کیا اور نہ ہی وہ اپنی خواہش سے بات کرتا ہے بلکہ جو بھی کہتا ہے وہ میری طرف سے وحی ہوتی ہے۔

☆ اس کے بعد معراج کا ذکر کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بالا کی سیر کرائی اور اپنا دیدار کرایا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آ کر جو کچھ لوگوں کو بتایا وہ سنی سنائی باتیں نہیں ہیں بلکہ ان کی مقدس آنکھوں کا مشاہدہ ہے۔

☆ اس میں کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم اپنے باپ دادا اور اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہو، تمہارے پاس اس کفر و شرک کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اب جبکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے تو تم اپنے وہم و گمان کو چھوڑ کر اس ہدایت کی پیروی کرو۔

میرا نبی کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا بلکہ یہ وہی دین ہے جو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے، اور جن قوموں

نے ان کی تکذیب کی انہیں تباہ کر دیا گیا۔ لہٰذا تم غفلت میں وقت ضائع نہ کرو اور اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اگر تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو پہلی قوموں کی طرح تمہارا حشر بھی برا ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ ا جامعہ الکرم انگلستان

بعد از عصر بروز اتوار ۱۵ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ ررمضان ۱۴۳۱ھ

ایاتھا ۶۲ ۵۳ سورۃ النجم مکیۃ ۲۳ رکوعاتھا ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ﴿۱﴾	۱۔ قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (معراج سے) نیچے اترے۔[۱]
مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ﴿۲﴾	۲۔ تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ کبھی راہ حق سے ہٹے اور نہ کبھی راہ حق گم کی۔[۲]
وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ﴿۳﴾	۳۔ اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔
اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿۴﴾	۴۔ ان کا کلام صرف وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔[۳]

[۱] مفسرین نے روشن ستارے کے متعدد معانی بیان کئے ہیں۔ مثلاً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس سے مراد ثریا (چند ستاروں کا مجموعہ) ہے جب وہ نیچے اترے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں: اس سے مراد قرآن مجید ہے جب وہ بتدریج نازل ہوا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت امام جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روشن ستارے سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں، جب آپ ﷺ معراج کی رات آسمان سے نیچے تشریف لائے۔ (تفسیر قرطبی) اس فقیر نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اسی قول کے مطابق آیت کا ترجمہ کیا ہے اور یہ معنی زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ بعد والی آیات میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی قرب، خصوصی بلاواسطہ وحی اور خصوصی دیدار کا ذکر ہے جن کا تعلق شب معراج سے ہے۔

[۲] کفار مکہ کا ایک الزام یہ تھا کہ حضرت محمد ﷺ اپنی قوم کا مذہب چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: میرا نبی ہمیشہ سے راہ راست پر گامزن ہے اور وہ کبھی گمراہ نہیں ہوا۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہارا ساتھی ہے، اس کے شب و روز تمہارے ساتھ گزرے ہیں۔ اس نے دنیا کے معاملات میں ہمیشہ تمہاری صحیح رہنمائی کی ہے اور اب دین کے معاملہ میں بھی وہ تمہاری خیر خواہی چاہتا ہے، لہٰذا وہ تمہیں جس راستہ کی طرف بلا رہا ہے وہی صراط مستقیم ہے، اگر تم نجات چاہتے ہو تو باپ دادا کی گمراہی چھوڑ کر اس کی پیروی کرو۔

[۳] یعنی نبی کریم ﷺ اپنی خواہش سے کلام ہی نہیں کرتے بلکہ وہی کلام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے، لہٰذا

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ — ۵۔ ان کو علم سکھایا زبردست قوتوں والے نے۔[۴]

ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝۶ — ۶۔ بڑے دانا نے، پھر اس (رسول ﷺ) نے (بلندیوں کا) قصد کیا۔

آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے لکھنا بند کر دیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (دارمی: مقدمۃ: باب ۴۳)

[۴] آیت نمبر ۵ سے ۱۸ تک یعنی ان ۱۴ آیات میں نبی کریم ﷺ کے معجزہ معراج کے اس حصہ کا ذکر ہے جس کا تعلق سدرۃ المنتہٰی اور لامکان سے ہے۔

مفسرین کا اختلاف

ان آیات میں دو ہستیوں کا ذکر ہے۔ وہ دو ہستیاں کون ہیں؟ ان کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے۔ مفسرین کے ایک گروہ کے مطابق ان آیات میں جبریل امین علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کا ذکر ہے۔ یعنی معراج کی رات عالم بالا میں نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ جبریل امین سے ملاقات ہوئی ہے۔

اور دوسرے گروہ کے مطابق ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ یعنی معراج کی رات نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی۔ ان آیات سے یہ دونوں مفہوم اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس فقیر نے دوسرے گروہ کا نکتہ نظر اختیار کیا ہے یعنی ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ اور تفسیر کو زیب رقم کیا گیا ہے۔

ان آیات کا مختصر مفہوم

زبردست قوتوں والے اور بڑے دانا و حکیم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید کا علم سکھایا۔ جیسا کہ سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ رحمٰن ہی ہے جس نے (حضرت محمد ﷺ کو) قرآن کا علم سکھایا۔ (قرآن: ۵۵: ۱۔۲)

سفر معراج میں جب نبی کریم ﷺ کائنات کے سب سے اونچے کنارے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے مزید بلندیوں کا قصد فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اتنے زیادہ قرب سے نوازا یہاں تک کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ قرب کے اس خاص مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے حضرت محمد ﷺ سے براہ راست جو چاہا کلام

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ﴿۷﴾ ۷۔ اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھے۔

فرمایا۔ وہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور دل نے اس دیدار کی تصدیق کی یعنی یہ کوئی خواب کی بات نہیں تھی بلکہ جسم، روح، آنکھیں اور دل سب اس دیدار میں لطف اندوز ہوئے۔ کیا تم اس بات پر جھگڑتے ہو کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حالانکہ انہوں نے صرف ایک بار نہیں بلکہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوسری بار بھی دیکھا ہے۔ اس وقت نورِ حق تعالیٰ نے سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپ رکھا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے نور کو پورے اطمینان سے دیکھا، موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش نہیں ہوئے بلکہ آپ کی آنکھیں دیدارِ حق تعالیٰ میں اتنی مگن تھیں کہ بس صرف اسی کو دیکھ رہی تھیں کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوئیں۔ اس سفرِ معراج میں نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں کا مشاہدہ کیا۔

۱۔ واقعہ معراج میں جبریل امین کا کردار

واقعہ معراج میں جبریل امین علیہ السلام مکہ مکرمہ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک ایک خادم اور قاصد کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے تو جبریل امین علیہ السلام آئے۔ آپ کو خواب سے بیدار کیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہ کیا۔۔۔ سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی وہاں وہ قدم رکھتا تھا۔ (بخاری: ۳۸۸۷: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۲) جب نبی کریم ﷺ بیت المقدس پہنچے۔۔۔ جہاں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو جمع کیا گیا تھا۔ جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو امامت کے لئے آگے بڑھایا اور آپ نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔ (نسائی: کتاب الصلاۃ: باب ۱) بیت المقدس سے آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ (ہر آسمان پر جبریل امین دستک دیتے اور ایک خادم کی طرح راستہ بتاتے) مختلف آسمانوں پر مختلف انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ (بخاری: حدیث نمبر ۳۸۸۷: کتاب مناقب الانصار: باب ۴۲) سدرۃ المنتہیٰ پر جبریل امین علیہ السلام رک گئے اور عرض کیا: اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی یہاں سے اوپر گیا تو جل جاؤں گا۔ (تفسیر روح البیان: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱) نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل و میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (کنز العمال: حدیث نمبر ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

☆ مذکورہ روایات پڑھنے کے بعد یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کو اتنے اہتمام کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر اس لئے لے جائیں تاکہ انہیں اپنی اصلی شکل و صورت دکھائیں اور اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم (یعنی وحی) ان تک پہنچائیں۔ حالانکہ جبریل امین علیہ السلام پہلے ہی زمین پر نبی کریم ﷺ کو وحی پہنچا رہے تھے اور اپنی اصلی شکل و صورت بھی دکھا چکے تھے۔ جیسا کہ وحی رک جانے کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غارِ حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر (اپنی اصلی شکل و صورت میں) بیٹھا ہوا تھا۔ (بخاری: ۴: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ ٨۔ پھر وہ قریب ہوا، پھر وہ اور زیادہ قریب ہوا۔[۵]

۲۔ پانچ نمازیں

معراج کی رات قرب خاص میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر پانچ نمازیں فرض کیں۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا میری طرف وحی فرمائی اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اتر کر موسیٰ ﷤ کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا: آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں۔ موسیٰ ﷤ نے کہا: اپنے رب تعالیٰ کی طرف واپس جائیں اور ان میں تخفیف کی التجا کریں۔ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ چنانچہ میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف لوٹا اور عرض کیا: اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرما! پس اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔۔۔ چنانچہ میں بار بار اپنے رب تعالیٰ اور موسیٰ ﷤ کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! رات اور دن کی یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا اجر ہے، پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی۔۔۔ اس کے بعد میں اتر کر موسیٰ ﷤ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: پھر اپنے رب تعالیٰ کی طرف واپس جائیں اور ان میں بھی تخفیف کی التجا کریں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کئی بار اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، اب (مزید تخفیف کے لئے) مجھے شرم آتی ہے۔ (مسلم: ۴۱۱: کتاب الایمان: باب ۷۴)

☆ اب اگر یہاں پر اللہ تعالیٰ کی جگہ جبریل امین کو مانا جائے تو کیا نمازیں جبریل امین نے فرض کی تھیں؟ کیا موسیٰ ﷤ نے نبی کریم ﷺ کو جبریل امین کے پاس واپس جانے کو کہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ شب معراج نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے خود براہ راست وحی فرمائی جس میں پچاس نمازیں بھی تھیں۔ پھر واپسی پر موسیٰ ﷤ نے بھی نبی کریم ﷺ سے یہی کہا کہ آپ واپس اپنے رب تعالیٰ کے پاس جا کر ان نمازوں میں تخفیف کرائیں۔

[۵] نبی کریم ﷺ جب کائنات اور جبریل امین کو پیچھے چھوڑ کر لامکان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا قرب عطا فرمایا کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک ﷛ سے مروی ہے کہ جبار رب العزت قریب ہوا۔ پس زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔ (بخاری: ۷۵۱۷: کتاب التوحید: باب ۳۷) اس قرب سے مراد مکان اور جگہ کا قرب نہیں ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کی عظمت و شرافت کا قرب بتانا مقصود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خصوصی توجہ سے مشرف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ جب وہ کسی کو قرب عطا فرماتا ہے یا کسی جگہ نزول فرماتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث میں قرب اور نزول سے مراد خصوصی توجہ ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ جیسا میرے بارے میں گمان رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے اجتماع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۞

۹۔ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۞

۱۰۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی۔ [۶]

اسے یاد کرتا ہوں۔ اور جو ایک بالشت میرے قریب ہو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دو گز اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(بخاری: ۷۴۰۵: کتاب التوحید: باب ۱۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

[۶] قرب خاص میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو اپنا دیدار کرایا اور براہ راست وحی کی۔ اگر پہلے گروہ کی تفسیر کو تسلیم کیا جائے یعنی ان آیات میں جبریل امین ﷣ اور نبی کریم ﷺ کا ذکر ہے تو پھر اس آیت کی تفسیر میں مشکل پیش آ جائے گی کیونکہ حضرت محمد ﷺ جبریل امین کے بندے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لئے ہی ان کو معراج کرائی گئی تھی۔

دیدار الٰہی

۱۔ حضرت ابن عباس ﷛ نے عرفات میں حضرت کعب ﷛ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا۔۔۔ تو حضرت کعب ﷛ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ ﷣ کے درمیان تقسیم کر دیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ﷣ سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

(ترمذی: ۳۲۷۸: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۳: سورہ نجم)

۲۔ حضرت عبداللہ بن شقیق ﷛ نے حضرت ابوذر ﷛ سے پوچھا: اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو میں ان سے ضرور سوال کرتا۔ حضرت ابوذر ﷛ نے کہا: تو رسول اللہ ﷺ سے کس چیز کے بارے میں سوال کرتا؟ اس نے کہا: میں آپ ﷺ سے سوال کرتا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ حضرت ابوذر ﷛ نے کہا: میں نے پوچھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے نور (یعنی اپنے رب) کو دیکھا۔

(مسلم: ۴۴۴: کتاب الایمان: باب ۷۸)

۳۔ حضرت عکرمہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ﷛ نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا؟ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کو محیط ہے۔ (قرآن:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ ۱۱۔ انہوں (رسول مکرم ﷺ) نے جو دیکھا (ان کے) دل نے اس کی تکذیب نہیں کی۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ ۱۲۔ کیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو جو انہوں نے دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ ۱۳۔ اور بے شک انہوں نے تو اس کو دوسری بار بھی دیکھا۔[۷]

۶: ۱۰۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے (یعنی غیر متناہی نور)۔ اور بے شک نبی ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

(ترمذی: ۳۲۷۹: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۳)

۴۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نور ہے۔ میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔

(مسلم: ۴۴۳: کتاب الایمان: باب ۷۸)

۵۔ علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں: ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، آپ نے کہا: حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سارے شاگرد، کعب احبار، زہری اور معمر وغیرہم رحمہم اللہ کہا کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری: جلد ۱۹: ص ۱۹۸)

۶۔ حضرت امام احمد بن حنبل سے جب دریافت کیا جاتا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو آپ جواب میں فرماتے: راٰہ راٰہ حتی ینقطع نفسہ۔ ہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، ہاں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ یہ جملہ اتنی بار دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۸)

۷۔ علامہ سید محمود آلوسی دیدار الٰہی کے لئے اپنی ذاتی رائے اس طرح بیان کرتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوئے اور آپ کو قرب الٰہی نصیب ہوا، لیکن اس طرح جیسے اس کی شان کبریائی کے لائق ہے۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۸)

راز و نیاز کی باتیں

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی (قرآن: ۵۳: ۱۰) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے (خاص) بندہ کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ (سیرۃ النبی: جلد ۳: ص ۴۲۳)

[۷] اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: یہاں دوبار سے مراد بار بار دیکھنا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى ⑭ ۱۴۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔[۸]

عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى ؕ⑮ ۱۵۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔[۹]

اِذۡ يَغۡشَى السِّدۡرَةَ مَا يَغۡشٰى ۙ⑯ ۱۶۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔[۱۰]

مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ ۱۷۔ ان کی آنکھ نہ منحرف ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔[۱۱]

درخواست پر نمازیں کم کرانے کے لئے نبی کریم ﷺ بار بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے۔ (تفسیر نور العرفان)

[۸] سدرہ، بیری کا ایک درخت ہے۔ اس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔ سدرہ ساتویں آسمان اور اس سے اوپر والوں کے درمیان برزخ ہے۔ نیچے سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں وہ سدرہ سے اوپر نہیں جاسکتیں اور اوپر سے جو چیزیں نیچے اترتی ہیں وہ سدرہ سے نیچے نہیں جاسکتیں۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا: نیچے کی تمام چیزوں کی انتہا اس درخت پر ہوتی ہے اور اوپر کی تمام چیزوں کی انتہا بھی اسی درخت پر ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی) مگر ہمارے پیارے نبی ﷺ شب معراج جاتے ہوئے سدرہ سے اوپر گئے اور واپسی پر سدرہ سے نیچے بھی آئے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: شب معراج سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے اور قطعی ہے لہٰذا معراج سماوی کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (تفسیر مظہری: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۴)

[۹] اس سے معلوم ہوا کہ جنت الماویٰ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اسی جنت میں قیام پذیر تھے جہاں سے انہیں زمین پر اتارا گیا۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۰] اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی بیان کرتے ہیں:

☆ حضرت حسن بصری نے کہا: رب العالمین کے نور نے سدرہ کو ڈھانپ لیا، پس وہ روشن ہوگئی۔

☆ حضرت ربیع بن انس نے کہا: رب تعالیٰ کے نور نے سدرہ کو ڈھانپ لیا اور سدرہ پر فرشتے اس طرح ہیں جیسے درخت پر پرندے ہوتے ہیں۔

☆ ایک قول یہ ہے: سدرہ کو اللہ تعالیٰ کے نور نے ڈھانپ لیا حتیٰ کہ کوئی اس کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۶)

[۱۱] یعنی نبی کریم ﷺ کی آنکھیں صرف اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مستغرق رہیں کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوئیں۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا کیونکہ اگر آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ "ان کا دل

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱	۱۸۔ بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔
اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ⑲	۱۹۔ (اے مشرکو!) کیا تم نے کبھی لات اور عزیٰ (دیویوں) کے بارے میں غور کیا؟
وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ⑳	۲۰۔ اور اس تیسری ایک اور (دیوی یعنی) منات کے (بارے میں غور کیا)؟[۱۲]
اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ㉑	۲۱۔ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ہیں؟

نہ منحرف ہوا اور نہ حد سے بڑھا۔''

بقلی نے کہا: اس آیت میں دوسری بار دیکھنے کا ذکر ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہ تھا اس لئے وہاں یہ نہیں فرمایا: ''ان کی آنکھ نہ منحرف ہوئی اور نہ حد سے بڑھی'' (قرآن: ۵۳:۱۷) بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھنے میں مستغرق رہی اور جب دوسری بار واپسی پر اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ کے سامنے جنت اور دیگر عجیب وغریب نشانیاں بھی تھیں لیکن آپ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھنے میں مشغول رہے۔ (تفسیر روح البیان: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۱۷)

[۱۲] مشرکین عرب اگرچہ بے شمار بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ تین سو ساٹھ بت تو صرف کعبہ میں تھے مگر یہاں صرف تین بتوں (دیویوں) کا نام لیا گیا ہے کیونکہ یہ بت سارے عرب میں سب سے زیادہ مشہور تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کو تنبیہ کی ہے کہ تم نے کبھی لات، عزیٰ اور منات کی حقیقت میں غور کیا ہے۔ تم خود ان کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو، خود ہی ان کے نام تجویز کرتے ہو اور اگر تم ان کو نہ بناؤ تو یہ خود بخود نہیں بن سکتے۔ پھر یہ اس اللہ تعالیٰ کے شریک کیسے بن سکتے ہیں جو زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے۔

غرانیق علی

بعض تفاسیر میں یہاں ایک روایت درج ہوگئی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم شریف میں مشرکین مکہ کے سامنے یہ سورت تلاوت کی تو اس آیت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا۔ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترجی (یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں جن کی شفاعت متوقع ہے) العیاذ باللہ۔ دراصل یہ جملہ کسی مشرک کا ہے جو غلطی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگیا ہے۔ کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ کلام الٰہی کی تبلیغ میں نبی ہر طرح سے معصوم ہوتا ہے اور اس میں بھول کر بھی غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو احکام، آیات اور سارا دین مشکوک ہو جاتا۔

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

۲۲۔ تب تو یہ تقسیم بڑی ظالمانہ ہے۔[۱۳]

اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾

۲۳۔ یہ تو صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی، وہ صرف اپنے گمان اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں[۱۴] حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔[۱۵]

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾

۲۴۔ کیا انسان کو وہ سب مل جاتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔[۱۶]

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ پس اللہ تعالیٰ ہی آخرت اور دنیا کا مالک ہے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِىْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی شفاعت کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچاسکتی سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اور پسند فرماتا ہے اس کے لئے (شفاعت کی) اجازت دے دیتا ہے۔[۱۷]

[۱۳] مشرکین اپنے لئے بیٹیاں پسند نہیں کرتے تھے مگر بتوں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے لیکن بفرض محال اگر اس کی اولاد ہوتی تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ تم اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہو۔

[۱۴] یعنی جن چیزوں کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے معبود بنا رکھا ہے، یہ صرف تمہارا وہم وگمان ہے یا تمہاری نفسانی خواہشات کی پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

[۱۵] اب جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید نازل ہو چکا ہے اور نبی کریم ﷺ نے ہدایت اور گمراہی کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ وہم وگمان اور نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر حق وصداقت کا راستہ اختیار کریں۔

[۱۶] مشرک لوگ یہ خواہش اور تمنا رکھتے ہیں کہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ بت ان کی سفارش کریں گے اور انہیں کہیں ناکامی نہیں ہوگی۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ انسان جس چیز کی تمنا رکھتا ہے ضروری نہیں کہ وہ اسے مل جائے کیونکہ دنیا و آخرت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے فیصلے کسی کی تمنا کے مطابق نہیں بلکہ اس کی اپنی حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔

[۱۷] مشرکین کا خیال یہ تھا کہ اگر بالفرض قیامت قائم ہوئی تو بھی ان کے بت ان کی شفاعت کریں گے اور انہیں عذاب جہنم سے

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۷﴾

۲۷۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں۔

وَ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ﴿ۚ۲۸﴾

۲۸۔ حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں، [۱۸] وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿ؕ۲۹﴾

۲۹۔ پس آپ اس سے اعراض کریں جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اور صرف دنیاوی زندگی کا ارادہ کرے۔

ذٰلِکَ مَبۡلَغُہُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۙ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اہۡتَدٰی ﴿۳۰﴾

۳۰۔ یہی ان کے علم کی انتہا ہے۔ [۱۹] بے شک آپ کا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور اسے بھی خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی۔ [۲۰]

وَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۙ

۳۱۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور

بچا لیں گے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے بھی صرف ان لوگوں کی شفاعت کر سکیں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں اجازت عطا فرمائے گا۔ وہاں ان بے جان بتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

[۱۸] مشرکین قیامت کے منکر تھے اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اس لئے ان کے نام عورتوں جیسے مؤنث رکھتے تھے حالانکہ ان کے پاس اس کا کوئی علم اور ثبوت نہیں ہے کہ فرشتے واقعی مؤنث ہیں۔ دراصل یہ صرف ان کا وہم و گمان ہے جس کی وجہ سے انہوں نے فرض کر لیا ہے کہ فرشتے مؤنث ہیں مگر حقیقت اور یقینی علم کے مقابلے میں وہم و گمان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

[۱۹] ہمارے پیارے نبی! جو شخص آپ کی تبلیغ کی پرواہ نہیں کرتا اور صرف دنیاوی زندگی کی لذات میں مگن رہتا ہے آپ اس کے بارے میں زیادہ فکرمند نہ ہوں اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں وہ ایمان لانے والا نہیں ہے کیونکہ اس کا مبلغ علم اور گمان صرف یہی ہے کہ دنیا ہی سب کچھ ہے اس کے بعد کچھ نہیں۔

[۲۰] مشرکین کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ راہ راست پر ہیں اور مسلمان گمراہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ مگر اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کرے گا کہ کون گمراہ ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے۔

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴿٣١﴾

جو کچھ زمین میں ہے، تا کہ برے لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیک لوگوں کو اچھا اجر دے۔[۲۱]

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ

۳۲۔ جو لوگ چھوٹے گناہوں کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب وسیع بخشش والا ہے۔[۲۲] وہ (اس وقت سے) تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

[۲۱] زمین و آسمان کی سب چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں کا اور بدکاروں کو ان کی برائیوں کا بدلہ دے گا۔

[۲۲] جو لوگ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کریں اور فرائض و واجبات ادا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھوٹے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (قرآن: ۱۱: ۱۱۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے! یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۶)

☆ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص: ۱۷۹)

گناہ کی تعریف

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے۔ جس گناہ پر حد مقرر ہو یا اُس پر آخرت میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہو اُسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

کبیرہ گناہ

کبیرہ گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً شرک، قتل ناحق، خود کشی، بدکاری، لواطت، پاکباز عورت پر بہتان،

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۟	پس تم اپنے آپ کو بڑا پاک وصاف نہ بتایا کرو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ پرہیز گار کون ہے۔[۲۳]
اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۟	۳۳۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے روگردانی کی؟
وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۟	۳۴۔ اور اس نے تھوڑا سا مال دیا اور (پھر ہاتھ) روک لیا۔[۲۴]

والدین کی نافرمانی، یتیم کا مال کھانا، فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) کا ترک کرنا، قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا، جادو کا عمل کرنا، شراب پینا، جھوٹی گواہی دینا، حیوان کو جلانا، صحابہ کرام کو گالیاں دینا، علمائے کرام کی توہین کرنا، بلاعذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا وغیرہ۔

صغیرہ گناہ

صغیرہ گناہوں کی بھی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً اجنبی عورت کو دیکھنا، اس کے ساتھ خلوت کرنا، فاسقوں سے دوستی رکھنا، قبلہ رُخ رفع حاجت کرنا، واجبات کا ترک کرنا وغیرہ۔

چھوٹے گناہوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان پر اصرار اور دوام ان کو بڑے گناہ بنا دیتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے گناہ کی مثال کچھ اس طرح سمجھی جاسکتی ہے۔ جیسے آگ کا بڑا انگارا اور چھوٹی چنگاری کہ انسان ان دونوں میں سے کسی ایک کی تکلیف بھی برداشت نہیں کرسکتا اور ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی (آگ کا انگارا یا چنگاری) پورے گھر کو جلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انگارا جلدی جلاسکتا ہے اور چنگاری سے اگر کچھ دیر لاپرواہی برتی جائے تو وہ بھی پورے گھر کو جلاسکتی ہے۔

[۲۳] اس آیت میں انسان کو خودستائی اور اظہار پارسائی سے منع کیا گیا ہے یعنی تم اپنے آپ کو بڑا نیک اور پاک نہ بتایا کرو کیونکہ تمہیں کیا خبر کہ تمہاری کوئی نیکی قبول بھی ہے یا نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارے باپ حضرت آدم ﷤ کی مٹی سے تخلیق اور ماں کے پیٹ میں نطفہ سے تمہاری تخلیق سب کو خوب جانتا ہے۔ اور وہی فیصلہ کرے گا کہ کون پرہیزگار ہے اور کون بدکار ہے۔

[۲۴] مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نبی ﷺ کے پاس آیا، ان کا وعظ سن کر اس کا دل متاثر ہوا اور قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیتا، ایک مشرک نے اس کو عار دلائی اور کہا: تو نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا اور ان کو گمراہ قرار دیا اور تو نے گمان کیا کہ وہ دوزخ میں ہوں گے۔ ولید نے کہا: مجھے اللہ کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اس مشرک نے کہا: اگر تو مجھے اپنے مال سے کچھ دے تو میں تیرا عذاب برداشت کروں گا۔ اس وعدہ پر ولید اپنے شرک پر برقرار رہا، جتنا مال دینے کا وعدہ کیا تھا اس میں

أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ۝ ۳۵

۳۵۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے؟[۲۵]

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۝ ۳۶

۳۶۔ کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں تھیں؟[۲۶]

وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۝ ۳۷

۳۷۔ اور ابراہیم علیہ السلام (کے صحیفوں میں تھیں)[۲۷] جنہوں نے (اطاعت میں پوری) وفا کی۔[۲۸]

أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝ ۳۸

۳۸۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

سے کچھ مال دیا مگر بعد میں بخل کیا اور باقی مال دینے سے رک گیا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲۵] ولید بن مغیرہ نے اسلام اس لئے قبول نہ کیا کیونکہ اس کے مشرک ساتھی نے اسے کہا تھا کہ قیامت کے دن اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اگر ولید کے لئے عذاب کا فیصلہ کیا گیا تو وہ عذاب کو اپنے سر لے کر ولید کو بچالے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کیا ولید کو علم غیب حاصل تھا جس سے اس نے دیکھ لیا کہ قیامت کے دن کوئی دوسرا آدمی اس کا عذاب اپنے سر لے کر اسے بچالے گا؟ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے مگر نامعلوم ولید نے کس بنیاد پر اس کو تسلیم کرلیا۔

[۲۶] آنے والی آیات میں ان تعلیمات کا ذکر کیا جارہا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں نازل ہوئی تھیں۔ یہودی مکہ میں آتے رہتے تھے اور ان کی زبانی مشرکین مکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اسی لئے ان آیات میں ولید کو تنبیہ کی جارہی ہے جس نے یہ گمان کرلیا تھا کہ اس کے گناہ کوئی اور شخص اپنے سر رکھ لے گا۔ کیا اس تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیمات نہیں پہنچیں کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اور جب وہ شخص اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا تو اس کی زندگی کے سارے اعمال اسے دکھا دیئے جائیں گے۔

[۲۷] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں سے مراد تورات ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کا یہود و نصاریٰ کی کسی کتاب میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی بعض تعلیمات کو بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔

[۲۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ توحید کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کیا۔ مشکل ترین حالات میں بھی آپ نے توحید کا ساتھ نہیں چھوڑا حتیٰ کہ آتش نمرود میں جانا قبول کرلیا مگر توحید کی وفاداری سے دست بردار نہیں ہوئے۔

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ ۳۹۔ اور یہ کہ انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔[۲۹]

[۲۹] اس آیت کی تفسیر میں عکرمہ نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے لئے اصول یہ تھا کہ ہر انسان کو صرف اس کے عمل کا بدلہ ملتا تھا۔ مگر امت مسلمہ کے لئے اصول یہ ہے کہ انہیں اپنے عمل کا اجر بھی ملتا ہے اور دوسروں کے عمل کا اجر بھی ملتا ہے، اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میرا باپ فوت ہوگیا ہے اور اس نے حج نہیں کیا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے فوت شدہ باپ کی طرف سے حج کرو۔
(زادالمسیر: سورہ نجم (۵۳): زیر آیت نمبر ۳۹)

عبادات کی تین قسمیں ہیں

۱۔ خالص بدنی عبادات جیسے نماز، روزہ اور تلاوت قرآن مجید وغیرہ
۲۔ خالص مالی عبادات جیسے زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ
۳۔ مالی اور بدنی عبادات کا مرکب جیسے حج اور عمرہ وغیرہ

امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا، البتہ عبادات کی دوسری دو قسموں کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔ لیکن احناف کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے خواہ اس نیک عمل کا تعلق عبادت کی کسی بھی قسم سے ہو یعنی نماز، روزہ، تلاوت قرآن مجید، ذکر، صدقہ، حج اور عمرہ وغیرہ جو نیک عمل بھی وہ کرے گا اس کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر سکتا ہے کہ یا الٰہی! اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا۔
(تفسیر ضیاء القرآن: جلد ۵: ص ۷ ۳)

مرنے والوں کے لئے دعائے مغفرت

چند آیات

۱۔ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (قرآن: ۵۹:۱۰)
۲۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مؤمنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (قرآن: ۱۴:۴۱)
۳۔ اے میرے رب! ان دونوں (یعنی میرے والدین) پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔
(قرآن: ۱۷:۲۴)
۴۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہو اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بھی بخش دے۔ (قرآن: ۷۱:۲۸)

چند احادیث

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ

آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے، اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجۃ: ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کے استغفار سے اس کے باپ کا جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ جو مسلمان فقہ حنفی کے مطابق پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور آخری تشہد میں ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام اہل ایمان کو جس دن حساب ہوگا) پڑھتا ہے تو چونکہ سنت غیر مؤکدہ کی چار رکعتوں میں دو دفعہ یہ دعا پڑھی جاتی ہے، اس طرح ایک دن میں وہ انیس دفعہ نماز کے اندر اپنے باپ کے لئے استغفار کرتا ہے جس کی وجہ سے جنت میں روزانہ اس کے باپ کے انیس درجے بلند ہوتے ہیں، لہٰذا ہر باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو نمازی بنائے۔ اس طرح اولاد کی تربیت کا حق بھی ادا ہو جائے گا اور جنت میں درجات کی بلندی کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں مردے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ڈوبتے ہوئے مدد کے لئے پکار رہا ہو۔ اسے ماں، باپ، بھائی یا دوست سے دعا کا انتظار ہوتا ہے اور جب دعا کا ثمرہ اس تک پہنچتا ہے تو یہ تحفہ اس کے لئے دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل قبور پر زمین والوں کی دعا کے سبب اتنی بے بہا نعمتیں نازل فرماتا ہے جو اپنی کثرت کی وجہ سے پہاڑوں جیسی معلوم ہوتی ہیں۔ اور زندہ لوگوں کا مردوں کے لئے تحفہ یہ ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: باب الاستغفار)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: میری امت ایسی امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلتے ہیں تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعاہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۲۹)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص سے دعا کرو۔ (ابوداؤد: ۳۱۹۹: کتاب الجنائز: باب ۶۰)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مؤمن کے لئے چالیس اہل ایمان شفاعت کریں اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۱۴۸۱: ابواب الجنائز: باب ۱۹)

۶۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مریض یا میت کے پاس حاضر ہو تو اچھی بات کہو کیونکہ تم جو کچھ بھی کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دعا پڑھو: اے اللہ! مجھے بخش دے اور ابوسلمہ کو بخش دے، اور ان کے بعد میرے لئے ان سے اچھا شخص مقرر کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کر دیا۔

(مسلم: ۲۱۲۹: کتاب الجنائز: باب ۳)

ایصال ثواب کے متعلق چند احادیث

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی۔ پس اب اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری: ۱۳۸۸: کتاب الجنائز: باب ۹۵)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری: ۴۳۹۹: کتاب المغازی: باب ۷۸)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جس کے ہاتھ، پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ سو وہ مینڈھا لایا گیا تا کہ آپ اس کی قربانی کریں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ۔ پھر فرمایا: اس کو پتھر پر تیز کرو۔ میں نے اس کو تیز کیا۔ پھر آپ ﷺ نے چھری پکڑ کر مینڈھے کو گرایا اور اس کو ذبح کرنے لگے پھر دعا کی: اللہ کے نام سے۔ اے اللہ! اس کو محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما! پھر اس کی قربانی کی۔ (مسلم: ۵۰۹۱: کتاب الاضاحی: باب ۳)

۴۔ حضرت حنش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں۔ سو میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد: ۲۷۹۰: کتاب الضحایا: باب ۱)

۵۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک سعد کی ماں فوت ہوگئی ہے۔ پس کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی۔ سو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا: یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔

(ابوداؤد: ۱۶۸۱: کتاب الزکوٰۃ: باب ۴۱)

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ تین طرح سے اس کے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم: ۴۲۲۳: کتاب الوصیۃ: باب ۳) پہلے دو کام تو ایسے ہیں جن میں مرنے والے کا بھی عمل دخل ہے لیکن لڑکے کی دعا تو لڑکے کا اپنا فعل ہے اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۷۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے فوت شدہ احباب کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں، ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کے بلئے دعا کرتے ہیں۔ کیا یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں اور وہ یہ تحفہ پا کر اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے وہ شخص خوش ہوتا ہے جسے (تحائف سے بھرا ہوا) ہدیے کا تھال دیا جائے۔ (ردالمحتار: باب الحج عن الغیر، جلد ۲، ص ۵۹۹)

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جب کسی گھرانے کا کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اس کی موت کے بعد وہ اپنے اس عزیز کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو ان کے اس صدقے کو جبریل امین نور کے تھال میں رکھ کر اسے بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں، پھر اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر کہتے ہیں: اے قبر کے مکین! یہ تیرے اہل خانہ کی طرف سے تیرے لئے ہدیہ ہے، اسے قبول کر۔ وہ ہدیہ اسے قبر میں دے دیا جاتا ہے جس سے اس کو بہت خوشی ہوتی ہے اور اس کے پڑوسی جن کو اس قسم کا ہدیہ نہیں ملتا وہ غمگین ہوتے ہیں۔

(المعجم الأوسط للطبرانی ۶۵۰۲: جلد ۷: ص ۲۶۱)

۹۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا: میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر ثابت ہوگیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں واپس لوٹا دی۔ اس عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے تھے۔ کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے پھر عرض کیا: میری ماں نے حج بھی نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس کی طرف سے حج کر۔ (مسلم: ۲۶۹۷: کتاب الصیام: باب ۲۷)

۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہوجائے اور اس پر کچھ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (مسلم: ۲۶۹۲: کتاب الصیام: باب ۲۷)

۱۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ کیا میں یہ روزے اس کی طرف سے ادا کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کی طرف سے ادا کرتا؟ اس نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حقدار ہے کہ وہ ادا کیا جائے۔ (مسلم: ۲۶۹۴: کتاب الصیام: باب ۲۷)

میت اور قبر کے پاس تلاوت قرآن

۱۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سورہ یاسین کو اپنے مُردوں کے پاس پڑھا کرو۔

(ابن ماجہ: ۱۴۴۸: ابواب الجنائز: باب ۴)

۲۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت کے پاس سورہ یاسین کو پڑھا جائے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورہ یاسین)

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اور ان کے پاس سورہ یاسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کے بدلے میں ان کی مغفرت فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورہ یاسین)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ یاسین پڑھے (اور اس کا ثواب اہل قبور کو پیش کرے) تو اللہ تعالیٰ اس دن تمام اہل قبور کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا اور پڑھنے والے کو سورہ یاسین کے حروف کے برابر (یعنی تین ہزار نیکیوں کا) اجر عطا فرمائے گا۔

(کنز العمال: ۴۲۵۹۶۸: جلد ۱۶: ص ۶۸۴، تفسیر قرطبی: تعارف سورہ یاسین)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر خود ہی فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، پھر آپ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (بخاری: ۲۱۶: کتاب الوضوء: باب ۵۵) اگر سبز ٹہنیوں کی تسبیح سے اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے تو ان کی قبور پر تر و تازہ پھول رکھنے اور تلاوت قرآن کرنے سے انہیں فائدہ کیوں نہیں پہنچے گا۔

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر اس کا ثواب فوت شدہ لوگوں کی ارواح کو پہنچائے، اس شخص کو اللہ تعالیٰ اتنا اجر عطا فرمائے گا جتنی فوت شدہ لوگوں کی تعداد ہے۔ (کنز العمال: ۴۲۵۹۶: جلد ۱۵: ص ۶۵۵، جمع الجوامع: حدیث نمبر ۲۳۱۵۲) علامہ عینی لکھتے ہیں! تلاوت قرآن کے ایصال ثواب میں لوگ اختلاف کرتے ہیں مگر امام ابو حنیفہ اور امام احمد اس حدیث کی روشنی میں تلاوت قرآن کے ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری: جلد ۳: ص ۱۱۸: زیر حدیث نمبر ۲۱۶)

۲۔ ابو القاسم سعد بن علی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو، پھر سورہ فاتحہ، قل شریف اور الھاکم التکاثر پڑھے، پھر یہ کہے کہ الٰہی! میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا ہے اس کا ثواب اس مقبرہ کے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بخشتا ہوں، تو وہ اہل قبور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی شفاعت کریں گے۔ (تفسیر مظہری: سورہ نجم: زیر آیت نمبر ۳۹)

۳۔ شرح اللباب میں ہے: جتنا پڑھ سکے قرآن حکیم پڑھے مثلاً سورہ فاتحہ پڑھے، سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات المفلحون تک پڑھے، سورہ اخلاص پڑھے سات بار یا تین بار، پھر ان الفاظ میں دعا کرے: اے اللہ تعالیٰ! جو قرآن حکیم ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں میت کو یا ان سب کو پہنچا۔

(رد المحتار: باب صلاۃ الجنازۃ: مطلب فی زیارۃ القبور: جلد ۲: ص ۲۴۳)

وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰیﭪ ۴۰۔ اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دکھادی جائے گی۔[۳۰]

۴۔ شیخ محمد قاسم نانوتوی تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہوگیا، آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے ایک لاکھ پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا، یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے، اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی، مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے، آپ نے پھر سبب پوچھا: اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں، سو آپ نے اس پر یہ فرمایا: اس جوان کی کشف کی صحت تو مجھ کو اس حدیث سے معلوم ہوئی اور اس حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ نجم: زیر آیت نمبر ۳۹)

۵۔ حضرت شاہ عبدالعزیز اپنے فتاویٰ عزیزیہ میں لکھتے ہیں: اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں ـــــ اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے ـ ـ ـ وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن: سورہ نحل: زیر آیت نمبر ۱۱۵)

۶۔ شاہ اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں لکھا ہے: طالب کو چاہیے کہ وضو کرے اور نماز کے طریقہ پر دوزانو بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھے اور پھر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکلات کی دعا کر کے دوضربی ذکر شروع کرے۔ (تفسیر ضیاء القرآن: سورہ نحل: زیر آیت نمبر ۱۱۵)

[۳۰] دنیا میں خواہ انسان چھپ کر عمل کرے یا اعلانیہ، آخرت میں اس کے سارے اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے جن کو سب لوگ دیکھ لیں گے اور پھر ان اعمال کے مطابق ہر انسان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

روزِ محشر اعمال دکھانے میں کیا حکمت ہے؟

آج عدالت میں اگر کسی ملزم کے خلاف کوئی تحریر یا گواہ پیش کیا جائے تو ملزم اس تحریر اور گواہی کو جھوٹا قرار دے سکتا ہے لیکن اگر عدالت میں ویڈیو فلم دکھادی جائے جس میں وہ جرم کرتا ہوا نظر آجائے تو پھر کوئی ملزم اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح قیامت کے دن اگر کوئی ملزم اعمال نامہ کی تحریر اور ہاتھ پاؤں کی گواہی کو مسترد کردے تو حجت قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی ویڈیو فلم چلادے گا جس میں اس کے سارے کرتوت سب کو نظر آجائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(قرآن: ۹۹: ۷۔۸)

دنیا کا ویڈیو کیمرہ روشنی اور بیٹری کا محتاج ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ویڈیو کیمرہ اتنا طاقتور اور باریک بین ہے کہ وہ

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾	۴۱۔ پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔
وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾	۴۲۔ اور یہ کہ (بالآخر سب کو) آپ کے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے۔
وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾	۴۳۔ اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔[۳۱]
وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾	۴۴۔ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔
وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾	۴۵۔ اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ دو قسموں کو پیدا کیا۔
مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾	۴۶۔ نطفہ سے جب وہ (رحم مادہ میں) ٹپکایا جاتا ہے۔[۳۲]
وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾	۴۷۔ اور یہ کہ دوسری بار پیدا کرنا اسی کے ذمہ ہے۔
وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾	۴۸۔ اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور مفلس بناتا ہے۔[۳۳]
وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾	۴۹۔ اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔[۳۴]

روشنی اور بیٹری کا محتاج نہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری اعمال نہیں بلکہ دل کے ارادوں کی بھی فلم بنا رہا ہے اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو قدرت کا یہ ویڈیو کیمرہ انسانی زندگی کے سارے احوال کی فلم چلا دے گا۔

[۳۱] بالآخر سب لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کے پاس پہنچنا ہے کوئی شخص کہیں چھپ نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نعمت دے کر ہنساتا ہے اور جس کو چاہتا ہے آزمائش میں مبتلا کر کے رلاتا ہے۔ یعنی خوشی ہو یا غمی، زندگی ہو یا موت، سب کے اسباب کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ سو جو پہلی بار انسان اور اس کے اسباب کو پیدا کر سکتا ہے وہ دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

[۳۲] جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے ایک معمولی سے قطرے سے عظیم الشان انسان کو پیدا فرمایا اور پھر اسی قطرہ سے بعض کو نر اور بعض کو مادہ بنایا، اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اس جیسے انسان کو قیامت کے دن دوبارہ پیدا کر دے۔

[۳۳] اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق اور ان کے خزانوں کا مالک ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فقیر بنا دیتا ہے، مگر اس کے پس منظر میں کیا حکمت ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ وہ سب سے بڑا حکیم ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

[۳۴] اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام ستاروں کا رب ہے مگر شعریٰ (ستارے) کا نام اس لئے ذکر کیا کیونکہ عرب کے بعض قبائل اس کی پرستش کرتے

وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَا ۨالۡاُوۡلٰى ۙ﴿۵۰﴾

۵۰۔ اور یہ کہ اسی نے عاد اول کو ہلاک کیا۔

وَثَمُوۡدَا۟ فَمَاۤ اَبۡقٰى ۙ﴿۵۱﴾

۵۱۔ اور ثمود میں سے بھی کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

وَقَوۡمَ نُوۡحٍ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا هُمۡ اَظۡلَمَ وَاَطۡغٰى ؕ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو (بھی ہلاک کیا)، بے شک وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔ [۳۵]

وَالۡمُؤۡتَفِكَةَ اَهۡوٰى ۙ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور (قوم لوط کی) الٹی ہوئی بستی کو بھی اسی نے نیچے پٹخ دیا۔ [۳۶]

فَغَشّٰٮهَا مَا غَشّٰى ۚ﴿۵۴﴾

۵۴۔ پھر ان پر چھا گیا جو چھا گیا۔

فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پس (اے انسان!) تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرے گا۔ [۳۷]

هٰذَا نَذِيۡرٌ مِّنَ النُّذُرِ الۡاُوۡلٰى ﴿۵۶﴾

۵۶۔ یہ (رسول مکرم ﷺ بھی) پہلے ڈرسنانے والوں کی طرح ایک ڈرسنانے والے ہیں۔ [۳۸]

تھے۔ ان مشرکین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ دیگر ستاروں کی طرح شعریٰ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لہٰذا وہ عبادت کے قابل نہیں ہے۔

[۳۵] جو قومیں سرکشی اور زیادتی کی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح کو تباہ و برباد کر دیا۔

[۳۶] حضرت جبریل امین علیہ السلام نے قوم لوط کی بستی کو فضا میں بلند کیا اور الٹا کر کے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ پھر ان پر پتھروں کی بارش برسائی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

[۳۷] انسان چاروں اطراف سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں گھرا ہوا ہے اور ہر نعمت میں اس کی قدرت کی اتنی نشانیاں جلوہ گر ہیں کہ انسان اگر ان میں غور و فکر کرے تو وہ کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتا، بلکہ اس کا دل پکار اٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ واقعی بہت بڑا مہربان ہے جس نے انسان کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ انسان ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ (قرآن: ۱۴:۳۴)

[۳۸] کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مبعوث ہونا اور قرآن مجید کا نازل ہونا یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ جس

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾

۵۷۔ آنے والی (قیامت کی گھڑی) قریب آگئی ہے۔

لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾

۵۸۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی ظاہر کرنے والا نہیں ہے۔[۳۹]

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو۔

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔[۴۰]

وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ اور تم کھیل کود میں پڑے ہو۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ۩

۶۲۔ پس اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور (اس کی) عبادت کرو۔[۴۱]

طرح پہلے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قوموں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لئے تشریف لائے اسی طرح اب آخری نبی کی حیثیت سے حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں، ان کی پیروی کر کے اپنے رب تعالیٰ کو راضی کر لو وگرنہ اس کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔

[۳۹] قیامت کو ظاہر کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جب چاہے گا قیامت کو قائم کر دے گا البتہ ہر لمحہ قیامت کی گھڑی قریب آتی جا رہی ہے۔ دراصل موت بھی ایک قیامت ہے جو ہر سانس کے ساتھ قریب سے قریب تر ہو رہی ہے، نامعلوم کس لمحے اچانک زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔ لہٰذا اس مہلت سے بھرپور استفادہ کرو تاکہ کل کو پچھتانا نہ پڑے۔

[۴۰] کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت معجزہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اپنی گمراہی پر اشک ندامت بہاتے اور قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کر لیتے مگر تم ہنستے ہو، اس کا مذاق اڑاتے ہو اور کھیل کود میں شور مچاتے ہو تاکہ لوگ قرآن مجید کا معجزانہ کلام نہ سن سکیں۔

[۴۱] آخر میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ مشرکین اگر اپنی حماقت اور جہالت کے باعث قرآن مجید کا مذاق اڑاتے ہیں تو تم ان کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے معبود حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سجدہ کیا تو اس مجلس میں موجود کفار نے بھی سجدہ کر دیا۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس آیت کو تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ اس وقت وہاں پر جتنے بھی لوگ موجود تھے سب نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے۔ اس نے کچھ کنکریاں یا مٹی اٹھا کر اپنے چہرے کی طرف

بلند کی اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

(بخاری: ۱۰۷۰: کتاب سجود القرآن: باب ۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کا سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ (بخاری: ۱۰۷۱: کتاب سجود القرآن: باب ۵)

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز پیر ۲۳ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۵ تا ۲۳ راگست یعنی صرف آٹھ دنوں میں سورہ نجم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القمر (۵۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قمر'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین کا خلاصہ

☆ اس سورت کے آغاز میں شق قمر کے معجزہ کا ذکر ہے جس کو دیکھنے کے بعد بھی کفار مکہ نے اسلام قبول نہ کیا اور کہنے لگے! یہ تو بڑا زبردست جادوگر ہے۔ صرف زمین نہیں اس کا اثر تو آسمان تک بھی پہنچ گیا ہے۔

☆ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح چاند کا کرہ پھٹ سکتا ہے اسی طرح وہ دن بھی قریب آرہا ہے جس میں زمین و آسمان بھی پھٹ جائیں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

☆ کسی چیز کے مشاہدہ کے بعد اگرچہ اس کا انکار مشکل ہو جاتا ہے مگر یہ لوگ اپنی خواہشات میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ شق قمر کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب وہ قبروں سے اٹھیں گے اور روز قیامت کی ہولناکی میں پریشان ہوں گے۔

☆ اس میں چند گزشتہ اقوام کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور پھر انہیں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑا، لہٰذا کفار مکہ کو چاہیے کہ وہ گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کریں اور قرآن مجید کی نصیحت قبول کریں ورنہ وہ بھی دردناک عذاب کا شکار ہو سکتے ہیں۔

فقیر! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز بدھ ۲۵ اگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ رمضان ۱۴۳۱ھ

اٰیاتھا ۵۵ — ۵۴ سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۳۷ — رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① — ۱۔ قیامت قریب آ گئی [۱] اور چاند شق ہو گیا۔ [۲]

[۱] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ قیامت آئے گی، لہٰذا پہلی امتوں کی بہ نسبت اب قیامت زیادہ قریب ہے۔ ویسے بھی ہر آنے والی چیز ہر لحہ قریب سے قریب تر ہوتی ہے۔ درج ذیل احادیث بھی قربِ قیامت کی نشاندہی کرتی ہیں:

☆ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری بعثت اور قیامت یوں ملی ہوئی ہیں اور آپ نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۳۱۱)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مدت اتنی ہے جیسے عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے۔ (المعجم الاوسط: ۴۹۸: جلد اول: ص ۳۰۴) اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور جو باقی ہے وہ تھوڑا ہے۔

[۲] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ اکٹھے ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: اگر میں نے ایسا کر دیا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، اور وہ چاند کی چودھویں رات تھی، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ کفار نے جس معجزہ کا مطالبہ کیا ہے اسے ظاہر کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کا ایک نصف ابوقبیس پہاڑ پر تھا اور دوسرا نصف قُعَیقعان پہاڑ پر تھا حتیٰ کہ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان انہوں نے حرا پہاڑ کو دیکھا۔ نبی کریم ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے کر فرما رہے تھے: اے فلاں! اے فلاں! اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور گواہ ہو جاؤ کہ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔ اس پر مشرکین کہنے لگے: محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا ہے لیکن وہ سب لوگوں پر جادو نہیں کر سکتا۔ ابوجہل نے کہا: صبر کرو ہم مسافروں اور دیہات والوں کا انتظار کرتے ہیں، اگر انہوں نے بھی شق قمر کی تصدیق کی تو پھر محمد (ﷺ) کی بات صحیح ہے ورنہ اس نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ جب مسافر اور دیہاتی لوگوں نے مکہ میں آ کر شق قمر کو دیکھنے کی گواہی دی تو ابوجہل اور مشرکین کہنے لگے: یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدائی دو آیات نازل فرمائیں۔ (تفسیر قرطبی، صفوۃ التفاسیر، دلائل النبوۃ: الاصبہانی: حدیث نمبر ۲۰۹: جلد اول: ص ۳۶۸) اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح چاند کا کرہ پھٹ سکتا ہے اسی طرح وہ دن بھی قریب آ رہا ہے جس میں زمین و آسمان بھی پھٹ جائیں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾

۲۔ اور اگر (کفار) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو بڑا زبردست جادو ہے۔ [۳]

وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

۳۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ [۴]

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾

۴۔ اور بے شک ان کے پاس (پہلی قوموں کی) ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں بڑی عبرت ہے۔ [۵]

شق قمر کا معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ اس کے متعلق چند احادیث ملاحظہ کریں:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری: ۳۶۳۶: کتاب المناقب: باب ۲۷)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو پھر آپ نے انہیں شق قمر کا معجزہ دکھایا۔ (بخاری: ۳۶۳۷: کتاب المناقب: باب ۲۷)

☆ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا حتیٰ کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کی ایک طرف تھا اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کی دوسری طرف تھا۔ لوگوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادو کر دیا، پھر ان میں سے بعض نے کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے۔

(ترمذی: ۳۲۸۹: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۴)

[۳] کفار مکہ کی ہٹ دھرمی کا اندازہ کریں کہ انہوں نے خود ہی شق قمر کا مطالبہ کیا اور وعدہ کیا کہ اگر شق قمر ہو گیا تو وہ ایمان لے آئیں گے لیکن جب یہ معجزہ رونما ہو گیا تو وہ اپنے وعدہ سے منحرف ہو گئے اور کہنے لگے: یہ تو بڑا زبردست جادو ہے۔ اس کا اثر تو آسمان تک پہنچ گیا ہے، مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح کے جادو پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے اور جس طرح پہلے جادوگر گزر گئے ہیں اسی طرح ایک دن یہ بھی گزر جائیں گے اور پھر قصہ پارینہ بن جائیں گے۔

[۴] شق قمر کا عظیم معجزہ دیکھنے کے بعد بھی مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور قیامت کی تکذیب کی۔ اس تکذیب کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ان کی ہٹ دھرمی اور خواہش پرستی ہے جو قبول حق کے راستہ میں رکاوٹ ہے۔ اس آیت میں مشرکین کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور انہیں اس تکذیب کی سزا ملے گی مگر اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ گیا تو پھر ان کو کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔

[۵] مشرکین مکہ کے پاس گزشتہ قوموں کی ایسی خبریں آ چکی ہیں کہ جب انہوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کی

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵

۵۔ (وہ خبریں) سراسر حکمت ہیں، لیکن ڈرانے نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔[٦]

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶

٦۔ سو آپ ان سے رخ انور پھیر لیں، جس دن بلانے والا (فرشتہ انہیں) ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔[۷]

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝۷

۷۔ وہ اپنی آنکھیں جھکائے ہوئے قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا کہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔[۸]

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸

۸۔ وہ بلانے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے، کفار کہتے ہوں گے: یہ بڑا سخت دن ہے۔[۹]

تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ ان خبروں میں بڑی عبرت اور نصیحت کی باتیں ہیں جو انہیں سختی سے منع کرتی ہیں کہ وہ تباہی و بربادی کے راستہ کو چھوڑ دیں۔

[٦] قرآن مجید نے پہلی قوموں کی جو ہلاکت انگیز خبریں بیان کی ہیں ان میں بڑی حکمت اور دانائی ہے۔ اگر مشرکین مکہ عقل سے کام لیں اور ان میں غور و فکر کریں تو وہ اپنے برے انجام سے بچ سکتے ہیں لیکن چونکہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں اندھے ہو چکے ہیں اور قرآن مجید کا پیغام غور سے نہیں سنتے اس لئے ڈرانے نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

[۷] اے میرے پیارے نبی! جو لوگ شق قمر کا معجزہ دیکھنے اور آپ کی علم و حکمت سے لبریز تبلیغ کے باوجود ایمان نہیں لائے اور اپنی ہٹ دھرمی سے چمٹے ہوئے ہیں آپ ان کے بارے میں کبیدہ خاطر نہ ہوں، ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ ان کو ہوش اس وقت آئے گا جب وہ قبروں سے اٹھیں گے اور اپنی آنکھوں سے قیامت کو دیکھ لیں گے۔ قیامت ان کے لئے انتہائی مکروہ اور ناگوار ہوگی کیونکہ ایک تو وہ قیامت کے منکر تھے اور دوسرا اب انہیں قیامت کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

[۸] جب ٹڈیوں کا لشکر کسی علاقہ میں جاتا ہے تو وہاں کی صاف زمین اور فصلوں پر ہر طرف ٹڈیاں ہی نظر آتی ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن زمین بالکل صاف اور خالی ہوگی مگر جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو ٹڈیوں کی طرح ہر طرف انسان ہی انسان نظر آئیں گے اور قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

[۹] انسان جب قبروں سے نکلیں گے تو ان پر وحشت طاری ہوگی اور وہ پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے، پھر جونہی انہیں میزان عدل کی طرف بلایا جائے گا تو وہ گھبراہٹ کے عالم میں بلانے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے۔ اس دن کفار گھبرا کر کہیں گے: یہ تو بڑا سخت اور ہولناک دن ہے۔ کاش! وہ دنیا میں سمجھ لیتے کہ وہ خوفناک دن ضرور آئے گا تو اس دن انہیں پچھتانا نہ پڑتا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ⑨

۹۔ ان سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی، یعنی انہوں نے ہمارے بندے (نوح علیہ السلام) کو جھٹلایا اور کہا: یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکا بھی گیا۔[۱۰]

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ⑩

۱۰۔ سو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں عاجز آ گیا ہوں، پس تو (ان سے) انتقام لے۔[۱۱]

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ⑪

۱۱۔ پھر ہم نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیئے۔

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑫

۱۲۔ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے، پھر (زمین و آسمان کا) پانی ایک ہی مقصد کے لئے جمع ہو گیا جو پہلے سے مقرر ہو چکا تھا۔[۱۲]

---

[۱۰] آنے والی آیات میں گزشتہ اقوام کی سرکشی اور ان کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے۔ان واقعات میں ایک طرف مشرکین کے لئے درس عبرت ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے یعنی اے میرے پیارے نبی! مشرکین مکہ کی مخالفت کوئی نئی چیز نہیں ہے، ان سے پہلے قوم نوح نے ہمارے پیارے بندے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور انہیں صرف دیوانہ ہی نہیں کہا بلکہ انہیں جھڑکا اور دھمکیاں بھی دیں، جیسا کہ سورہ شعراء میں ہے: {انہوں نے کہا: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں ضرور سنگسار کر دیا جائے گا} (قرآن: ۲۶:۱۱۶)

[۱۱] قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہاں مجاہد کا ایک قول نقل کیا ہے: بعض اوقات کچھ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کو پکڑ کر ان کا گلا گھونٹ دیتے یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے، پھر جب انہیں ہوش آتا تو اپنی قوم کے لئے اس طرح دعا کرتے: یا اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے وہ ناواقف ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۹) ساڑھے نو سو سال قوم کی ایذاؤں کا جواب دعاؤں سے دیتے رہے مگر جب انہوں نے آپ کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں تو آپ علیہ السلام نے دعا کی جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: {سو نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں عاجز آ گیا ہوں، پس تو (ان سے) انتقام لے۔} (قرآن: ۵۴:۱۰) اور دوسری جگہ اس دعا کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: {اور نوح علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو رہنے والا باقی نہ چھوڑ، بے شک اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ صرف بدکار کافروں کو ہی جنم دیں گے}
(قرآن: ۷۱:۲۶-۲۷)

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے لئے پانی کا عذاب مقدر کر رکھا تھا۔ چنانچہ جب انہیں سزا دینے کا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور ہم نے نوح علیہ السلام کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔

تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، [۱۳] یہ انتقام تھا اس شخص (نوح علیہ السلام) کی خاطر جس کا انکار کیا گیا تھا۔ [۱۴]

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور بے شک ہم نے اس (واقعہ) کو بطور نشانی باقی رکھا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ [۱۵]

فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ [۱۶]

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

۱۷۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا

آسمان سے موسلا دھار بارش شروع کر دی جو رکنے کا نام نہیں لیتی تھی اور زمین سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے حتیٰ کہ آگ کے تنوروں سے بھی پانی ابلنے لگا، پھر آسمان و زمین کے پانی نے مل کر اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا جو قوم نوح کے لئے مقرر ہو چکا تھا یعنی اس پانی نے طوفان بن کر ان کو غرق کر دیا۔

[۱۳] حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تختوں اور کیلوں سے جو کشتی بنائی تھی آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس میں سوار ہو گئے۔ طوفان نوح اتنا شدید تھا کہ اس میں ہر چیز غرق ہوتی جا رہی تھی مگر یہ کشتی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں اپنی منزل کی طرف چل رہی تھی اور اس کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔

[۱۴] اس طوفان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا انکار کیا، ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا اور ان کو جسمانی اذیت پہنچائی حتیٰ کہ انہیں سنگسار کرنے کی دھمکی دی۔

[۱۵] طوفان نوح میں سب لوگوں کا غرق ہو جانا اور کشتی کے ذریعہ صرف چند لوگوں کا بچ جانا انسانی تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ تھا، اس لئے جو لوگ بچ گئے تھے وہ نسل در نسل اس طوفان اور کشتی کا واقعہ بیان کرتے رہے جو آج تک باقی ہے، بلکہ وہ کشتی بھی عرصہ دراز تک باقی رہی تاکہ لوگ اس طوفان اور کشتی کے واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی نصیحت کو قبول کریں۔

[۱۶] یعنی میرے رسول تمہیں جس عذاب سے ڈراتے تھے وہ اپنے وقت مقرر پر ضرور آتا ہے، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو کیسے پانی میں غرق کر دیا اور فرمانبرداروں کو کیسے کشتی کے ذریعہ بچا لیا۔

مُدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۱۷]

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ عاد نے بھی (اپنے نبی ﷺ کو) جھٹلایا تھا، سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بے شک ہم نے ایک دائمی نحوست کے دن میں ان پر ایک تند و تیز آندھی بھیجی۔[۱۸]

[۱۷] نصیحت حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید بہت آسان ہے۔ اس میں اچھے کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا کو بڑی آسان مثالوں سے بیان کیا گیا ہے، معمولی عقل والا آدمی بھی اگر ان مثالوں میں غور کرے تو آسانی سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ابھی طوفان کی مثال گزری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اچھے لوگوں کو بچا لیا اور برے لوگوں کو غرق کر دیا۔

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید سے احکام کا استنباط بھی آسان ہے بلکہ وہ ایک مستقل اور مشکل فن ہے، اس کے لئے بہت علم اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔

اس آیت کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ عالم اسلام کے ہر کونے میں ہزاروں حافظ آج بھی موجود ہیں حتیٰ کہ دس سال سے کم عمر کے بچے بھی پورا قرآن مجید اس طرح حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں آتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ پنڈت رام چند حضرت صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے تمہارے ''قرآن'' کے چودہ پارے حفظ ہیں، تم بتاؤ تمہیں ہمارا ''وید'' کتنا حفظ ہے؟ حضرت نے کہا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا ورنہ بہت ذلیل ہو گے۔ اس نے کہا: تم باتیں نہ بناؤ، اگر ''وید'' یاد ہے تو سناؤ۔ حضرت نے فرمایا: یہ تو میرے ''قرآن'' کا کمال اور اعجاز ہے کہ دشمن کے سینہ میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے ''وید'' کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی ''وید'' اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں ''قرآن'' حفظ ہے۔ یہ جواب سن کر پنڈت مبہوت ہو کر چلا گیا۔ اسی طرح تورات، زبور اور انجیل آسمانی کتابیں ہیں لیکن دنیا میں ان میں سے کسی آسمانی کتاب کا کوئی حافظ نہیں ہے اور یہ صرف قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اس کے بے شمار حافظ موجود ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن؛ جلد ۱۱: ص ۵۸۵)

[۱۸] حضرت ہود ﷺ نے اپنی قوم عاد کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا مگر انہوں نے حضرت ہود ﷺ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تند و تیز آندھی کا عذاب بھیجا۔ علامہ خازن لکھتے ہیں: وہ بدھ کا دن تھا۔ (تفسیر الخازن) جو ان کے حق میں مسلسل نحوست والا دن ثابت ہوا۔

کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ اس آیت میں منحوس دن سے مراد یہ ہے کہ اس میں چونکہ قوم عاد پر

تَنۡزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ مُّنۡقَعِرٍ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ جو لوگوں کو اٹھا کر اس طرح پٹختی تھی جیسے وہ جڑ سے کٹے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔ [۱۹]

فَكَيۡفَ كَانَ عَذَابِىۡ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟

وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ [۲۰]

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ ثمود نے بھی ڈر سنانے والوں (یعنی رسولوں) کو جھٹلایا۔

فَقَالُوۡۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِىۡ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور کہنے لگے: ایک اکیلا بشر جو ہم ہی میں سے ہے کیا ہم اس کی پیروی کریں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ [۲۱]

عذاب نازل ہوا تھا اس بنا پر وہ دن ان کے حق میں منحوس تھا، اور عذاب کی وجہ دن نہیں تھا بلکہ ان کی سرکشی اور نافرمانی تھی۔ اگر وہ دن بذات خود منحوس ہوتا تو اس دن میں قوم عاد کے علاوہ دوسری قوموں پر بھی عذاب نازل ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا، اور قوم عاد پر ہر بدھ کو ہفتہ وار عذاب نازل ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔

[۱۹] قوم عاد کے لوگ بڑے دراز قد اور طاقتور تھے، اس لئے وہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ عقل کے ناخن لو، جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں طاقتور بنایا ہے وہ خود تم سے زیادہ طاقتور ہے، لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مسلسل انکار کرتے رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت آندھی بھیجی جو انہیں فضا میں بلند کر کے اس زور سے زمین پر پٹخ دیتی کہ ان کے سر ان کے جسم سے الگ ہو جاتے یہاں تک کہ ان کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔

[۲۰] یہ آیت گزر چکی ہے، لہٰذا حاشیہ نمبر ۱۷ میں اس کی تفسیر ملاحظہ کر لیں۔

[۲۱] قوم ثمود نے بھی اپنے نبی یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ ہماری طرح بشر ہے، اور پھر اکیلا ہے اس کے ساتھ کوئی جماعت بھی نہیں ہے۔ اب اگر ہم اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر ایک ایسے شخص کی پیروی اختیار کریں جس کو حسب و نسب اور کسی اعتبار سے بھی ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے تو پھر ہم صرف گمراہ ہی نہیں بلکہ دیوانہ قرار پائیں گے کیونکہ ہماری قوم کا کوئی عقل مند انسان ہمارے اس اقدام کی تصدیق نہیں کرے گا۔

ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر وحی اتاری گئی ہے؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا (اور) متکبر ہے۔[۲۲]

سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ عنقریب کل انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا (اور) متکبر ہے؟[۲۳]

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ بے شک ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں، پس (اے صالح علیہ السلام!) آپ ان (کے انجام) کا انتظار کریں اور صبر کریں۔[۲۴]

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ ۚ کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اور انہیں آگاہ کر دیں کہ ان کے (اور اونٹنی کے) درمیان پانی تقسیم کر دیا گیا ہے، ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہوگا۔[۲۵]

[۲۲] پھر حقارت اور مذاق کے طور پر کہنے لگے: کیا ہم میں سے صرف یہی اس قابل تھا کہ اس پر وحی نازل کی جاتی حالانکہ ہمارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو اس سے بہتر ہیں اور وحی کے زیادہ مستحق ہیں۔ دراصل اس پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ جھوٹا ہے اور اس دعویٰ کے ذریعہ ہم میں بڑا بننا چاہتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

[۲۳] آج تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی کو جھوٹا اور متکبر کہتے ہیں مگر عنقریب کل یعنی موت کے وقت یا قیامت کے دن جب انہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب دکھائی دے گا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور متکبر ہے؟ یعنی اس وقت انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ خود ہی جھوٹے اور متکبر تھے اور پچھتائیں گے کہ کاش! وہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی تکذیب نہ کرتے مگر اس وقت کا پچھتانا انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

[۲۴] قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا: اگر آپ اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے صالح علیہ السلام! ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں، پس آپ ان کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور انتظار کریں کہ وہ آپ کے اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں یا نہیں لاتے۔

[۲۵] حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کو آگاہ کر دیا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن قوم ثمود یعنی ہر ایک فریق اپنی باری والے دن پانی پیئے گا اور دوسرے کی باری میں مداخلت نہیں کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس دن ثمود پانی پیتے تھے اس دن اونٹنی بالکل نہیں پیتی تھی بلکہ ان کو اپنا دودھ پلاتی

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ پھر انہوں نے اپنے ایک ساتھی (قدار بن سالف) کو بلایا تو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔[۲۶]

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک چیخ بھیجی تو وہ روندی ہوئی باڑ کی طرح (ہلاک) ہو گئے۔[۲۷]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۲۸]

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ قوم لوط نے بھی ڈر سنانے والوں (یعنی رسولوں) کو جھٹلایا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی آندھی بھیجی سوائے آل لوط کے، ہم نے ان کو سحری کے وقت بچا لیا۔[۲۹]

تھی (جس سے سارے لوگ سیر ہو جاتے تھے) اور وہ بہت عیش و آرام میں تھے اور جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تھی تو وہ سارا پانی پی جاتی تھی اور ان کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں چھوڑتی تھی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۲۸)

[۲۶] یہ اونٹنی ان کے لئے بڑی نعمت تھی۔ وہ ایک دن پانی پیتے اور دوسرے دن مفت میں اس اونٹنی کا دودھ پیتے مگر انہوں نے اس نعمت کی ناقدری کی، اور ایک دن اپنے ایک احمق ساتھی کو تیار کیا تاکہ وہ اس اونٹنی کو مار ڈالے، اور اس نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔

[۲۷] حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تھا کہ اگر تم نے اس اونٹنی کو تکلیف پہنچائی تو تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا تو ان پر ہولناک چیخ کا عذاب آیا کہ وہ روندی ہوئی باڑ اور گھاس کی طرح اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔

[۲۸] اس آیت کی تفسیر حاشیہ نمبر ۱۷ میں بلاحظہ فرمائیں۔

[۲۹] قوم لوط نے بھی اپنے نبی یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اس کی سزا کے طور پر قوم لوط کی ساری بستیاں تہ و بالا کر دی گئیں،

نِعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ یہ ہماری طرف سے خاص انعام تھا، اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں جو شکر کرتا ہے۔

وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ اور بے شک لوط علیہ السلام نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا تو انہوں نے ان کے ڈرانے میں شک کیا تھا۔[۳۰]

وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ اور بے شک انہوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو چھین لینے کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں، [۳۱] پس اب تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

پھر ان پر سخت پتھروں کی ایسی لگاتار بارش برسائی گئی کہ سارے کافر ہلاک ہو گئے، البتہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان گھر والوں کو اللہ تعالیٰ نے رات کے پچھلے حصہ میں وہاں سے نکال لیا تھا، اور اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں پر اسی طرح خاص فضل وکرم فرماتا ہے۔

[۳۰] حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت سے ڈرایا تھا مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ اس میں شک کیا اور حضرت لوط علیہ السلام سے جھگڑنے لگے۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے چند فرشتوں کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ ان حسین لڑکوں کی خبر سنتے ہی ان کی قوم کے فاسق لوگ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئے اور کہا کہ یہ خوبصورت مہمان لڑکے ان کے حوالے کر دو تاکہ وہ ان سے بدکاری کر سکیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں، میں ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا، اور جب آپ نے محسوس کیا کہ ان پر ان کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو آپ نے اپنے مہمانوں کی حفاظت کے لئے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔

جب حضرت لوط علیہ السلام کی گھبراہٹ اور قوم لوط کی سرکشی کی انتہا ہو گئی تو مہمان کہنے لگے: اے لوط علیہ السلام! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہمیں ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، لہٰذا آپ گھبرائیں نہیں، یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور دروازہ کھول دو ہم خود ان سے نپٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تو سارے کافر اندھے ہو کر پکار اٹھے: یہاں سے بھاگو، لوط علیہ السلام کے مہمان تو سب سے بڑے جادوگر ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۸۱)

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اور بے شک صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آپہنچا۔[۳۲]

فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ پس اب تم میرے عذاب اور میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۳۳]

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ اور بے شک قوم فرعون کے پاس بھی ڈر سنانے والے (یعنی رسول) آئے۔

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا، پھر ہم نے ان کو زبردست قدرت والے کی طرح پکڑ لیا۔[۳۴]

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ (اے کفار مکہ!) کیا تمہارے کافر ان (پہلے کافروں) سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں نجات لکھی ہوئی ہے؟[۳۵]

---

[۳۲] قوم لوط کی بدکرداری کے باعث اللہ تعالیٰ نے پہلے رات کے وقت انہیں ایک چھوٹے عذاب کا مزہ چکھایا کہ وہ اندھے کر دیئے گئے اور صبح سویرے ایک بڑے عذاب کا مزہ چکھایا کہ ان کی بستیوں کو الٹا کر دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسا کر انہیں ہمیشہ کے لئے ہلاک کر دیا۔

[۳۳] اس آیت کی تفسیر حاشیہ نمبر ۱۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۳۴] اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور قادر مطلق ہے۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون اور ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور اپنی صداقت کے لئے معجزات دکھائے مگر جب فرعونیوں نے سب معجزات کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور سب فرعونیوں کو پکڑ کر سمندر میں غرق کر دیا۔

[۳۵] ان آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ابھی گزشتہ آیات میں تمہیں بتایا جا چکا ہے کہ تم سے پہلے جن قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا ان پر عذاب نازل ہوا۔ اس کے باوجود تم ان کی پیروی کیوں کر رہے ہو؟ کیا تم مال و دولت اور قوت و شوکت میں ان سے بہتر ہو، یا کسی آسمانی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ تم کچھ بھی کرو تم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا، یا تمہاری تعداد اور جماعت اتنی بڑی ہے کہ تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا حالانکہ تم کسی لحاظ سے بھی ان سے بہتر نہیں ہو تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟

اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم غالب رہنے والی جماعت ہیں۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔[۳۶]

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ بلکہ ان کے وعدہ کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی تلخ ہے۔[۳۷]

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ بے شک مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ جس دن وہ اپنے منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا:) اب آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔[۳۸]

---

[۳۶] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ کفار مکہ عنقریب شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ یہ قرآن مجید کی وہ پیش گوئی ہے جو صرف سات سال بعد ظاہر ہوگئی یعنی ہجرت سے پانچ سال پہلے یہ سورت نازل ہوئی اور ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر میں کفار مکہ کو اس شکست سے دوچار ہونا پڑا جس میں کفار مکہ کے بہت سے سردار مارے گئے اور باقی پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یعنی: {عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔} (قرآن: ۵۴:۴۵) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کون سی جماعت ہے جو شکست کھائے گی؟ حتیٰ کہ جنگ بدر کے دن میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ زرہ پہنے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور یہی آیت تلاوت کر رہے تھے۔ اس دن مجھے اس آیت کی تاویل سمجھ آئی کہ شکست کھانے والی جماعت سے مراد کفار مکہ ہیں۔

(تفسیر در منثور: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۴۵)

اس جیسی ایک اور روایت نقل کرنے کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ پیش گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی اور پھر ایسا ہی واقع ہوا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۴۵)

[۳۷] یعنی جنگ بدر کی شکست ہی ان کی آخری سزا نہیں ہے بلکہ ان کی سزا کا اصل وعدہ تو قیامت کے دن پورا ہوگا جہاں انہیں بڑی سخت اور بڑی تلخ سزا دی جائے گی۔

[۳۸] آج کفار جنون کی حد تک گمراہی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور ان کو ہوش اس وقت آئے گا جب وہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ ۴۹۔ بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے۔[۳۹]

جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا: اب اپنے جرائم کی سزا کے لئے آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔

[۳۹] ہر چیز پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے علم اور لوح محفوظ میں مقدر ہے اور اپنے وقت پر اسی کے مطابق معرض وجود میں آتی ہے۔ اکثر مفسرین نے اس آیت میں اندازے (قدر) سے تقدیر مراد لی ہے۔ اگرچہ تقدیر کے موضوع پر سورہ بقرہ کے حاشیہ نمبر ۱۰ میں اور سورہ انعام کے حاشیہ نمبر ۳۶ میں مختلف باتیں بیان ہو چکی ہیں مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر میں ان تمام باتوں کو یہاں اکٹھا بیان کرتا ہوں تاکہ قارئین کو تقدیر کا مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو:

تقدیر کا مسئلہ

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی پیدائش سے پہلے ہر نیکی اور بدی اپنے ازلی علم کے ساتھ لکھ دی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور ہر انسان اپنی مرضی اور خوشی سے جو کچھ کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی علم کے مطابق اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا اس کا نام تقدیر یا قضاء ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے ویسا ہی ہمیں کرنا پڑتا ہے اور ہم ویسا کرنے پر مجبور ہیں بلکہ جیسا کام ہم اپنے ارادہ سے کرنے والے تھے ویسا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا یہی تقدیر ہے۔ اس مشکل مسئلہ کو آسان کرنے کے لئے میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں:

حضرت محمود غزنوی (متوفی: ۴۲۱ھ)

حضرت محمود غزنوی کے متعلق یہ بات مشہور ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمود غزنوی کو اتنی بصیرت اور فراست عطا فرمائی ہے کہ وہ دوسرے انسان کے دل کی بات معلوم کر لیتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' (ترمذی: تفسیر القرآن: سورۃ الحجر) اس دور کے دو نوجوانوں نے اس کرامت کی تصدیق کرنے کے لئے یہ پروگرام بنایا کہ کل عصر کی نماز کے بعد حضرت محمود غزنوی کے باغ میں ان سے ملاقات کریں گے۔ اس باغ کے اردگرد اونچی دیوار ہے اور آنے جانے کے لئے مختلف اطراف سے چار دروازے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے کہ ہم کون سے دروازے سے باہر نکلیں گے؟ وہ کوئی نہ کوئی دروازہ ہی بتائے گا مگر ہم مغربی کونے میں موجود درخت پر چڑھ کر دیوار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر باہر آجائیں گے اور اس طرح اس کی یہ کرامت غلط ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دونوں دوست دوسرے دن حضرت محمود غزنوی کے پاس اس کے باغ میں حاضر ہوئے۔ محمود غزنوی اپنے وزیروں کے ساتھ باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ ان دو دوستوں نے حضرت محمود غزنوی سے پوچھا: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہم کون سے دروازے سے باہر جائیں گے؟ حضرت محمود غزنوی نے کہا اگر میں تمہیں کہوں کہ تم شمالی دروازے سے نکلو گے تو چونکہ تم میری مخالفت کا پروگرام بنا کے آئے ہو لہٰذا تم جنوبی دروازہ سے نکل کر میری تکذیب کی کوشش کرو گے، البتہ میں کاغذ پر لکھتا ہوں کہ تم کہاں سے باہر جاؤ گے۔ وہ کاغذ میں تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ آپ وہ کاغذ اپنے پاس

رکھ کر باہر جائیں اور وہاں جا کر کھولیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے اور ہم بھی وہیں آ جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمود غزنوی نے لکھا کہ تم کسی دروازہ سے نہیں بلکہ مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر جاؤ گے اور کاغذ لپیٹ کر ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ وہ پہلے سے اپنے طے شدہ منصوبہ کے مطابق مغربی کونے میں موجود درخت کے ذریعہ باہر نکل گئے اور جب کاغذ کھول کر دیکھا تو اس میں بھی یہی لکھا تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس کاغذ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ درخت کے ذریعہ باہر چھلانگ لگائیں یا وہ اپنی مرضی سے اپنے منصوبہ کے مطابق خود درخت کے ذریعہ باہر گئے۔ ظاہر ہے وہ اپنی مرضی سے درخت کے ذریعہ باہر گئے اس میں کاغذ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مستقبل کے متعلق اپنے کامل علم کے ذریعہ ہر بندے کی تقدیر لکھ دی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے فلاں وقت میں فلاں کام کرے گا اس میں تقدیر کی طرف سے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ بندے کا اپنا فیصلہ ہے اور وہ خود اس کی جزا و سزا کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو صرف اپنے ازلی علم کے ذریعہ اسے پہلے سے قلم بند کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم اتنا کامل ہے کہ اس میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

تقدیر کا اظہار

قرآن مجید میں بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا اظہار کر دیا ہے جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے مگر وہاں بھی انسان اپنی مرضی سے کام کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کام کی نسبت اپنی طرف کر کے قبل از وقت اس کی تقدیر کا اظہار کر دیا ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیات نمبر چھ اور سات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان لوگوں کے لئے برابر ہے چاہے آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔'' (قرآن: ۲: ۶۔۷)

یہاں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور اسلام نہ لانے کا حکم صادر کر دیا تو اب وہ کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ جب ڈاکٹر نے کسی مریض کے لاعلاج ہونے کا اعلان کیا تو کیا مریض ڈاکٹر کے اس اعلان کی وجہ سے لاعلاج ہوا یا اس سے پہلے اس کی بیماری آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی؟ جواب بالکل واضح ہے کہ مریض اپنی بیماری کی وجہ سے پہلے ہی لاعلاج ہو چکا تھا ڈاکٹر نے تو صرف اطلاع دی ہے۔ اسی طرح یہ مخصوص کفار اپنے تعصب کی وجہ سے اسلام نہ لانے کا فیصلہ کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے تو صرف ان کے عزائم کی خبر دی ہے۔

سورہ لہب

اسی طرح سورہ لہب میں ابولہب کے برے انجام اور کفر پر مرنے کی تقدیر کا اظہار کر دیا گیا یعنی ''ابولہب عنقریب شعلوں والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔'' (قرآن: ۱۱۱: ۳۔۵) اس سورت نے اعلان کر دیا کہ ابولہب کفر پر مرے گا اور جہنم کی آگ میں جلے گا حالانکہ وہ حضور

اکرم ﷺ کے پاس آکر اسلام قبول کر سکتا تھا اگرچہ دکھلاوے کے لئے ہی سہی اور بعد میں قرآن کی پیش گوئی کو چیلنج کر سکتا تھا دیکھ لو میں تو مسلمان ہو گیا ہوں، لہٰذا قرآن کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن نے خاص طور پر ابولہب اور اس کی بیوی کا ذکر کیا ہے۔ خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ بعد میں مسلمان ہو جائیں گے، گویا اس سورت نے ابولہب کو چیلنج کیا کہ وہ اپنے غلط راستے کو تبدیل نہیں کرے گا اور یہ کوئی ایسا چیلنج نہیں تھا جس میں ابولہب کے عمل اور فیصلے کا اختیار نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ابولہب کفر پر ہی مرے گا اور دکھلاوے کے لئے وقتی طور پر بھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ (امام الشعراوی: معجزات الرسول: ص ۳۰)

تقدیر کے متعلق افراط و تفریط

تقدیر کا مسئلہ جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک اور پیچیدہ بھی ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے تقدیر کے بارے میں بحث و تکرار سے منع فرمایا۔ اس کے باوجود بعض لوگوں نے اس کی گہرائی میں جانے کی کوشش کی اور افراط و تفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے۔ ان کے دو مشہور مذہب ہیں جن کو جبریہ اور قدریہ کہا جاتا ہے۔

۱۔ جبریہ

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، وہ اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بس جو بھی نیکی یا برائی اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دی ہے انسان وہی کرنے پر مجبور ہے۔ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور برائی کرنے کا اختیار دے رکھا ہے، اگر انسان کے پاس نیکی کرنے کا اختیار نہ ہوتا تو انبیائے کرام علیہم السلام کو نیکی کی تبلیغ کے لئے مبعوث کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نیکی اور بدی کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ حضرت مولانا روم نے درج ذیل مثال سے اس عقیدہ کی تردید کی ہے:

جبریہ عقیدے کا حامل ایک مسافر کسی باغ کے پاس سے گزر رہا تھا، اسے بھوک لگی تو باغ میں داخل ہو کر انگور کھانے شروع کر دیئے۔ باغ کے مالک نے پکڑ لیا اور پوچھا: ''میری اجازت کے بغیر آپ نے یہ جرأت کیوں کی؟'' وہ کہنے لگا: خدا کی اجازت کے بغیر پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ خدا کا باغ، خدا کا بندہ، خدا کے حکم سے کھا رہا ہے۔ میرا تو کوئی اختیار نہیں خدا سے پوچھ وہ مجھے کیوں کھلا رہا ہے؟ باغ کے مالک نے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر ڈنڈے مارنے شروع کر دیئے، وہ چیخ و پکار کرنے لگا تم ظلم کر رہے ہو۔ مالک نے کہا: میں تو تیری طرح مجبور محض ہوں۔ خدا کے ڈنڈے، خدا کے حکم سے تم پر برس رہے ہیں۔ اس کارروائی کے بعد اس نے اپنے اس غلط عقیدہ سے توبہ کر لی۔

اس واقعہ کو لکھنے کے بعد حضرت مولانا روم فرماتے ہیں: اے انسان! اگر تو کتے کو پتھر مارے تو کتا پتھر کو نہیں کاٹتا بلکہ تجھے کاٹتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ پتھر مجبور محض ہے اور تو مختار ہے۔ ارے کم عقل! کتا تجھ میں اور پتھر میں فرق کرتا ہے، اگر تو اس فرق کو نہ سمجھے تو تو پھر کتے سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝۵۰

۵۰۔ اور ہمارا حکم تو بس آنکھ جھپکنے کی طرح ایک ہی لحہ میں واقع ہو جاتا ہے۔[۴۰]

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۵۱

۵۱۔ اور بے شک ہم تم جیسے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟[۴۱]

۲۔ قدریہ

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مختار کل ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ہے کیونکہ مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے درج ذیل مثال سے اس عقیدہ کی تردید کی ہے:

ایک دفعہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب ؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ انسان مختار کل ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ایک ٹانگ اوپر اٹھاؤ، اس نے اٹھالی، آپ نے فرمایا: اس ٹانگ کو اوپر رہنے دو اور اب دوسری ٹانگ بھی اوپر اٹھالو۔ وہ کہنے لگا: اس طرح تو میں گر جاؤں گا تو آپ نے فرمایا: بس اتنا ہی اختیار انسان کے پاس ہے کہ وہ ایک ٹانگ اٹھا سکتا ہے، اگر مختار کل ہوتا تو دونوں اٹھالیتا۔ (اسلامی عقائد: تالیف محمد امداد حسین پیرزادہ)

تقدیر کے متعلق صحیح موقف

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مذکورہ دونوں نظریات اسلام کے خلاف ہیں، دراصل انسان نہ تو پتھر کی طرح مجبور محض ہے اور نہ خدا کی طرح مختار کل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھے اور برے دونوں کام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور تمیز بھی عطا کی ہے اور اسی لئے اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تا کہ اچھے اور برے کو پہچان سکے۔ اب انسان اپنی مرضی سے اچھا کام کرسکتا ہے جس کا اسے ثواب ملے گا اور اپنی مرضی سے برائی بھی کرسکتا ہے جس کی اسے سزا ملے گی، البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں انسان بے بس ہے مثلاً زندگی و موت، کہاں پیدا ہوگا، کہاں مرے گا، شکل کیسی ہوگی وغیرہ مگر ان چیزوں کے متعلق انسان سے باز پرس بھی نہ ہوگی۔

[۴۰] اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو بھی فیصلہ فرماتا ہے آنکھ جھپکنے کی طرح ایک ہی لحہ میں بلکہ اس سے بھی پہلے اس پر عمل ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ قیامت برپا ہونے کا معاملہ ایسا ہے جیسے آنکھ جھپکنا یا اس سے بھی جلد۔ (قرآن: ۱۶:۷۷)

☆ پس جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اس سے صرف یہ کہتا ہے "کن" (ہوجا) تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ (قرآن: ۴۰:۶۸)

[۴۱] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ گزشتہ امتوں میں جن لوگوں نے تمہاری طرح کفر کیا ہم نے انہیں ہلاک کردیا ہے۔ اور اگر تم نے ان سے عبرت حاصل نہ کی تو تمہیں بھی ہلاک کردیا جائے گا، لہٰذا تم قرآن مجید کی نصیحت کو قبول کرو اور

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾

۵۲۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب نامۂ اعمال میں درج ہے۔

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔ [۴۲]

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ بے شک پرہیزگار لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ سچی عزت کی جگہ میں صاحب اقتدار بادشاہ کے پاس (بیٹھے) ہوں گے۔ [۴۳]

شرک سے باز آ جاؤ۔

[۴۲] جو کچھ پہلی قوموں نے کیا اور جو کچھ قیامت تک آنے والے لوگ کرتے رہیں گے ان کا ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ اور اعمال ناموں میں لکھا ہوا ہے اور اس کے مطابق ہی ان کی جزا وسزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

[۴۳] گزشتہ آیات میں کفار کے انجام کا ذکر کیا گیا یعنی مجرمین کو منہ کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا۔ اب آخری دو آیات میں ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، وہ نہروں والی جنتوں میں ہوں گے جو سچی عزت کی جگہ ہے اور قادر مطلق اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خصوصی قرب سے نوازے گا۔

حضرت امام جعفر صادق ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے متقین کے مقام کو صدق کی جگہ قرار دیا ہے، لہٰذا اس میں صرف اہل صدق ہی بیٹھ سکیں گے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پورے فرمائے گا اور انہیں اجازت عطا فرمائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں۔ (روح المعانی: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۵۵)

فقیر! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز پیر ۳۰ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۶ تا ۳۰ راگست یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ قمر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الرحمٰن (۵۵)

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، اس سورت کا پہلا لفظ الرحمٰن ہے اور یہی اس سورت کا نام ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اول سے آخر تک سورہ رحمٰن پڑھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات میری جنات سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کے سامنے یہ سورت پڑھی۔ انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا۔ میں جب بھی یہ آیت پڑھتا: {فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ} پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی، کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ (ترمذی: ۳۲۹۱: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۵: سورہ رحمٰن)

☆ اس سورت میں جنات اور انسان دونوں کو براہ راست خطاب کیا گیا ہے اور انہیں بار بار اللہ تعالٰی کی نعمتیں یاد کرا کے تنبیہ کی گئی ہے کہ جن وانس میں سے جو سرکشی کریں گے وہ آخرت میں اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے اور جو اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری کریں گے وہ رنگارنگ نعمتوں میں ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت جن وانس دونوں کے لئے ہے اور دونوں اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں کیونکہ دونوں کی تخلیق اللہ تعالٰی کی عبادت کے لئے کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: {اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔} (قرآن: ۵۱:۵۶)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کی ایک دلہن ہے اور قرآن کی دلہن سورہ رحمٰن ہے۔ (تفسیر قرطبی)

فقیر ۱ محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز بدھ یکم ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۱ رمضان ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۷۸ ۵۵ سورۃ الرحمٰن مدنیۃ ۹۷ رکوعاتہا ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ ۱۔ وہ رحمٰن ہی ہے۔[۱]

عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ ۲۔ جس نے (محمد ﷺ کو) قرآن سکھایا۔[۲]

[۱] اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام صرف ایک ہے اور وہ ہے ''اللہ'' البتہ اس کے صفاتی نام بہت سے ہیں، ان میں سے ایک ''الرحمٰن'' ہے۔ یہ مبالغے کا صیغہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اتنا بڑا مہربان ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اللہ کہنا جائز نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رحمٰن کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ کسی کا نام عبدالرحمٰن رکھنا بڑا پسندیدہ ہے مگر اس کو صرف رحمٰن کے نام سے پکارنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا پورا نام عبدالرحمٰن پکارنا چاہیے۔

[۲] اہل مکہ نے جب یہ کہا کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) کو کوئی انسان سکھاتا ہے تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں یعنی وہ رحمٰن ہی ہے جس نے محمد ﷺ کو قرآن کا علم سکھایا۔ (تفسیر الخازن)

اس آیت کی تفسیر میں کلبی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو قرآن کا علم سکھایا اور پھر حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کو اس کا علم سکھایا۔ (تفسیر فتح القدیر، تفسیر زاد المسیر)

اس سے معلوم ہوا قرآن مجید کا سب سے پہلا معلم اللہ تعالیٰ ہے اور سب سے پہلے طالب علم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے قرآن مجید کا علم سکھانے کے لئے سب سے پہلے دار ارقم میں جز وقتی مدرسہ قائم کیا اور مدینہ منورہ میں تشریف لا کر مسجد نبوی کے ساتھ کل وقتی دار العلوم قائم کیا جس میں تین سے چار سو تک طالب علم موجود رہتے تھے جن کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ یہ خوش نصیب مسجد نبوی میں رہائش پذیر تھے اور دین کا ہر کام کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جنگ کا اعلان ہوتا تو یہ صف اول میں ہوتے۔ امن کا زمانہ ہوتا تو یہ علم دین حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔ دینی خدمات میں اس قدر مصروف رہتے کہ انہیں اپنی معاش پیدا کرنے کی فرصت نہ ملتی، اس لئے اہل مدینہ اپنے صدقات اور عطیات سے ان کے خورد و نوش کا انتظام کرتے اور انہیں کھانا کھلانے کے لئے اپنے گھروں میں لے جاتے۔

جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم (مسجد نبوی کے طالب علم) فقیر لوگ تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم میں سے تیسرا (طالب علم) لے جائے اور اگر چار کا کھانا ہو تو پانچواں لے جائے یا چھٹا بھی لے جائے۔ اس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین (طالب علموں)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾	۳۔ اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا۔
عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾	۴۔ اسی نے اس (انسان کامل) کو بیان سکھایا۔[۳]
اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ﴿۵﴾	۵۔ سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں۔[۴]

کو لے گئے اور نبی کریم ﷺ دس (طالب علموں) کو لے گئے۔۔۔(بخاری: ۶۰۲: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۴۲)

اس دور سے لے کر آج تک نبی کریم ﷺ اور اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی یہ سنت چلی آرہی ہے کہ بڑی مساجد کے ساتھ دار العلوم قائم کیے جاتے ہیں جہاں آنے والی نسلوں کے لئے امام وخطیب تیار کئے جاتے ہیں اور شہر والے ان طالب علموں کے اخراجات برداشت کرتے ہیں۔

[۳] علامہ خازن نے ایک قول نقل کیا ہے کہ ان آیات میں انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ماکان وما یکون ہے۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ نے سب کا علم حضرت محمد ﷺ کو سکھا دیا ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ اولین اور آخرین کی خبریں دیتے ہیں۔ (تفسیر الخازن)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ (قرآن: ۸۹:۱۶)

۲۔ کوئی تر اور خشک چیز نہیں مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔ (قرآن: ۵۹:۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر چیز کا علم نازل فرمایا اور اس میں ہمارے لئے ہر چیز کو بیان فرمایا لیکن ہمارا علم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ (روح المعانی: سورۃ الرحمٰن: زیر آیت نمبر ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تلاش کرلوں گا۔ (روح المعانی: سورۃ الرحمٰن: زیر آیت نمبر ۲)

گزشتہ آیات وروایات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم اور بیان نبی کریم ﷺ کو سکھا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا فرما دیا ہے۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو ایک مخصوص دائرہ اور وقت کا پابند کر رکھا ہے جس کی وجہ سے لیل ونہار گھٹتے بڑھتے ہیں اور موسم بدلتے ہیں۔ اس طرح انسان مختلف موسموں اور گرمی سردی کے مختلف پھلوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶

۶۔ اور ستارے اور درخت دونوں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) سجدہ ریز ہیں۔[۵]

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷

۷۔ اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے میزان (عدل) قائم کی۔[۶]

اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝۸

۸۔ تاکہ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹

۹۔ اور انصاف کے ساتھ صحیح وزن کرو اور تول میں کمی نہ کرو۔

---

[۵] نحاس نے کہا: لغت میں سجدہ کرنے کا اصل معنی اطاعت وفرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کر دینا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶)

لغوی معنی کے اعتبار سے ستاروں اور درختوں کے سجدے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور ان کے لئے جو ضابطہ بنا دیا گیا ہے وہ اس سے تجاوز نہیں کرتے یعنی ستارے میں یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ سورج کی جگہ لے لے اور نہ ہی آم کے پیڑ میں یہ صلاحیت ہے کہ اس پر کھجوروں کا پھل آ جائے۔

اور اگر سجدے کا اصطلاحی معنی مراد لیا جائے جیسے ہم سجدہ کرتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے اپنے انداز کے مطابق سجدہ کرتے ہیں لیکن ہم ان کے سجدہ کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتے، جیسے زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔

[۶] اکثر مفسرین نے میزان سے عدل وانصاف مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی بلندی سے لے کر زمین کی پستی تک اس سارے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ اگر اس میں عدل وتوازن کو قائم نہ کیا گیا ہوتا تو کائنات کا یہ سارا نظام کب کا درہم برہم ہو گیا ہوتا، لہٰذا تم بھی اگر معاشرہ کی بقا چاہتے ہو تو اپنے معاملات میں نظامِ عدل قائم کرو اور ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو ورنہ تمہارا معاشرہ بھی فساد اور بربادی کا شکار ہو جائے گا۔

بعض مفسرین نے یہاں میزان سے آخرت کی میزان مراد لی ہے جس میں نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ اس نے آخرت میں عدل وانصاف کا ترازو قائم کر رکھا ہے جس میں ہر انسان کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، لہٰذا تم عدل وانصاف سے کام لو اور ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو ورنہ آخرت کی میزانِ عدل پر تمہارا سارا پول کھل جائے گا اور پھر تم اس کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰

۱۰۔ اور اسی نے زمین کو مخلوق کے لئے بچھا دیا۔[۷]

فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱

۱۱۔ اس میں پھل ہیں اور خوشوں والی کھجوریں ہیں۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲

۱۲۔ اور بھوسے والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳

۱۳۔ پس (اے جن و انس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[۸]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴

۱۴۔ اسی نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والے خشک گارے سے پیدا کیا۔[۹]

---

[۷] آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان انعامات اور قدرت کے نشانات کا ذکر ہو رہا ہے جن سے انسان اور جنات دونوں فیضیاب ہو رہے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس طرح بچھا دیا ہے کہ اس پر تمام مخلوق آرام سے زندگی بسر کر سکتی ہے۔ نیز اس زمین سے پھلوں، کھجوروں اور خوشبودار پھولوں کے علاوہ ایسا اناج بھی پیدا ہوتا ہے جس کے دانے انسان کھاتے ہیں اور اس کا بھوسہ جانور کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی، ہر چیز میں کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔

[۸] اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں اور نشانیاں بیان کر کے جنات اور انسانوں سے پوچھا ہے کہ تم ان بے شمار نعمتوں اور نشانیوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اول سے آخر تک سورہ رحمٰن پڑھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات میری جنات سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کے سامنے یہ سورت پڑھی۔ انہوں نے تم سے اچھا جواب دیا تھا۔ میں جب بھی یہ آیت پڑھتا: [فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ] پس (اے جن و انس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلائیں گے، پس ساری تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔

(ترمذی: ۳۲۹۱: ابواب تفسیر القرآن: باب ۵۵: سورہ رحمٰن)

یہ آیت اس سورت میں ۳۱ دفعہ ذکر کی گئی ہے تاکہ جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس کریں اور ان کی ناشکری کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کریں۔

[۹] اس آیت میں انسان سے مراد پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی، پھر ان کی پسلی سے عورت کو پیدا کر کے ان دونوں کے ذریعہ نسل انسانی کی افزائش کا سلسلہ شروع کیا۔

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔[۱۰]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[۱۱]

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ وہی دونوں مشرقوں کا رب ہے اور وہی دونوں مغربوں کا رب ہے۔[۱۲]

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لئے تمام روئے زمین سے مٹی لی گئی، پھر اس مٹی کو زمین پر ڈال دیا گیا حتیٰ کہ وہ چپٹنے والی مٹی ہوگئی، پھر اس کو چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ بدبودار گارا ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے چالیس دنوں میں آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا حتیٰ کہ وہ خشک ہوگیا اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی خشک مٹی ہوگیا کہ جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھن کھن کی آواز نکلے۔

(تفسیر در منثور: سورۃ الحجر (۱۵): زیر آیت نمبر ۲۶)

[۱۰] اس سے مراد پہلا جن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خالص آگ کے شعلے سے پیدا فرمایا جس میں دھوئیں کا نام ونشان نہیں تھا، اور انسانوں کی طرح جنات میں افزائش نسل کا سلسلہ جاری فرمایا۔

[۱۱] یعنی اے انسانو! ہم نے تمہارے پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اس کے ذریعہ تمہیں ساری زمین میں پھیلایا اور تمہیں ایسی عقل وخرد سے نوازا کہ آج تم ساری زمین اور اس میں بسنے والی مخلوق پر حکومت کر رہے ہو۔

اور اے جنو! ہم نے تمہارے پہلے جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا اور پھر اس کے ذریعہ تمہاری نسل کو پھیلایا اور تمہیں ایسی قوت عطا فرمائی کہ تم حیران کن کام کر سکتے ہو اور کسی کو نظر بھی نہیں آتے ہو، تو اے جنو! اور اے انسانو! آج جو کارہائے نمایاں تم کر سکتے ہو مٹی اور آگ میں وہ صلاحیت نہیں ہے یہ تم پر محض اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہے تو کیا تم اپنے رب کے ان بے شمار احسانات کا انکار کر سکتے ہو؟

[۱۲] سورج نکلنے کی جگہ کو مشرق اور سورج غروب ہونے کی جگہ کو مغرب کہتے ہیں۔ سورج ہر روز نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور نئی جگہ میں غروب ہوتا ہے۔ اس طرح سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کی ۳۶۰ جگہیں بنتی ہیں، لیکن گرمیوں میں سورج پہلے طلوع ہوتا ہے اور دیر سے غروب ہوتا ہے اور سردیوں میں سورج دیر سے طلوع ہوتا ہے اور جلدی غروب ہوجاتا ہے۔ اسی لئے گرمیوں میں دن بڑا اور سردیوں میں دن چھوٹا ہوتا ہے۔ اس آیت میں گرمیوں اور سردیوں کے اعتبار سے دو مشرق اور دو مغرب کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو سب مشارق اور مغارب کا رب ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ [۱۳]

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اسی نے دو سمندر جاری کیے جو آپس میں مل جاتے ہیں۔ [۱۴]

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ [۱۵]

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ ان دونوں (سمندروں) سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ [۱۶]

---

[۱۳] اگر سارا سال ایک ہی مشرق اور ایک ہی مغرب ہوتا تو نہ موسم بدلتے اور نہ ہی پیداوار میں تنوع پیدا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو مشرق اور دو مغرب کے ذریعہ مختلف موسم اور مختلف قسم کے پھلوں اور اناج سے نوازا ہے تو پھر تم اس کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے۔

[۱۴] اس دنیا کا تین چوتھائی حصہ سمندروں پر مشتمل ہے جن کا پانی نمکین اور کڑوا ہے اور اس دنیا کا ایک چوتھائی خشکی پر مشتمل ہے جس میں بہنے والے چشموں، نہروں اور دریاؤں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہے اور جب یہ میٹھے پانی کے دریا سمندر میں جا کر گرتے ہیں تو کئی میلوں تک ایک طرف دریا کا میٹھا پانی اور دوسری طرف سمندر کا کڑوا پانی ایک ساتھ چلتے ہیں مگر ایسے لگتا ہے جیسے قدرت نے ان کے درمیان ایک حد فاصل قائم کر دی ہے جس کی وجہ سے وہ پانی آپس میں نہیں ملتے حالانکہ فطری طور پر دو پانی فوراً آپس میں رل مل جاتے ہیں۔ اسی طرح دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک اس کا پانی سمندر کے پانی میں جذب نہیں ہوتا بلکہ اپنے رنگ اور ذائقہ میں منفرد رہتا ہے۔ نیز ہماری زمین کے نیچے جو پانی ہے وہ بھی دو طرح کا ہے بعض دفعہ ایک جگہ نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی میٹھا نکلتا ہے اور چند میٹر کے فاصلے پر دوسرا نلکا یا ٹیوب ویل لگایا جائے تو پانی نمکین اور کھاری نکلتا ہے۔

[۱۵] اگر سمندر کا پانی کڑوا نہ ہوتا تو اس میں مرنے والے جانوروں سے ایسا تعفن پیدا ہوتا کہ اس کو برداشت کرنا مشکل ہو جاتا، اور اگر دریاؤں اور چشموں کا پانی میٹھا نہ ہوتا تو فصلیں اور جانور مشکلات کا شکار ہو جاتے، لہٰذا اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔

[۱۶] دریاؤں کا میٹھا پانی سمندر میں جا کر بالآخر سمندر کے پانی کا حصہ بن جاتا ہے مگر حقیقت میں چونکہ وہ دو مختلف پانی تھے اس

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰٔتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ اور سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند نظر آنے والے جہاز بھی اسی کے (اختیار میں) ہیں۔[۱۷]
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾	۲۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾	۲۶۔ جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے۔
وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ	۲۷۔ اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو عظمت

لئے قرآن مجید نے ان کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کو دو سمندر کہا ہے۔ بہر حال ان دونوں پانیوں کے سمندر میں اللہ تعالیٰ نے موتی اور مرجان (یہ بھی موتیوں کی ایک قسم ہے) رکھ دیئے ہیں جن کو تم نکالتے ہو اور اپنے زیورات کی زینت بناتے ہو۔ اے جنو اور انسانو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جس طرح زمین میں نعمتوں کا جال پھیلا رکھا ہے اسی طرح اس نے سمندر میں بھی تمہارے لئے موتیوں اور مچھلیوں کو پھیلا دیا ہے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔

یہاں پر سید محمود آلوسی نے ایک بڑی ایمان افروز روایت نقل کی ہے۔ آپ بھی اس کو پڑھیں اور اہل بیت کی محبت سے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پانیوں کے آپس میں ملنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (کا نکاح) مراد ہے، اور درمیان میں آڑ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں (یعنی نکاح سے پہلے ان دونوں کے ملنے کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت آڑ تھی) اور ان پانیوں سے جو موتی اور مرجان نکلتے ہیں وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ (روح المعانی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۷] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت سمندر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گہرے پانی کو اس طرح کھڑا کر دیا ہے کہ اس میں اونچے بادبان والی کشتیاں اور پہاڑوں کی طرح بلند جہاز آسانی سے تیر سکتے ہیں۔ تلاش رزق کے لئے تم خود بھی ان کشتیوں اور جہازوں میں سفر کرتے ہو اور اپنا تجارتی سامان بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ سمندر کی سطح سخت کر دیتا یا اس میں ہر وقت سخت طغیانی کا سلسلہ جاری کر دیتا تو کشتیوں اور جہازوں کا چلنا مشکل ہو جاتا۔ آخر تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ (۳۵)

۳۵۔ تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں بھیجا جائے گا اور تم دونوں اپنا بچاؤ نہ کر سکو گے۔[۲۳]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۳۶)

۳۶۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ (۳۷)

۳۷۔ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔[۲۴]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۳۸)

۳۸۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ (۳۹)

۳۹۔ سو اس دن کسی انسان اور جن سے اس (یعنی کسی دوسرے) کے گناہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔[۲۵]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۴۰)

۴۰۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

---

[۲۳] اس دن اگر تم نے میدان حشر سے بھاگنے کی کوشش کی تو تم پر آگ اور دھوئیں کا عذاب بھیجا جائے گا اور اس سے بچنے کے لئے نہ تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے اور نہ کوئی اور تمہاری مدد کر سکے گا بلکہ تم بے بس ہو کر اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے میدان حشر میں تمہاری بے بسی بیان کر کے تمہیں متنبہ کیا ہے تاکہ تم اس دن سے ڈرو اور اپنی اصلاح کر لو۔ کیا یہ اس کا احسان نہیں ہے؟ تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟

[۲۴] ابو عبیدہ نے کہا ہے: اس دن آسمان آتش دوزخ کی شدت سے چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) جس آگ کی تپش آسمان تک پہنچ جائے گی اور اسے سرخ کر دے گی تو جو مجرم لوگ اس آگ کے اندر ڈالے جائیں گے ان کا کیا حشر ہوگا۔ آگ کی تپش کا یہ بیان بھی غلط کاروں کے لئے نعمت ہے تاکہ وہ اس عذاب کی شدت کو محسوس کریں اور اپنی اصلاح کر لیں، تو پھر تم کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟

[۲۵] ابو العالیہ نے کہا ہے: اس دن کسی غیر مجرم سے مجرم کے گناہوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) یعنی کسی غیر کے گناہوں کا وبال اس پر نہیں ڈالا جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے ہی اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ یہ آیت نیکوکاروں کے لئے نعمت ہے کہ

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ (قیامت کے دن) مجرم لوگ اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے، پھر انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیا جائے گا۔[۲۶]

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ یہی وہ جہنم ہے جسے مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ وہ اس (جہنم) اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں۔[۲۷]

وہ کسی اور کے گناہوں کے جوابدہ نہیں ہوں گے بلکہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے، اور یہ غلط کاروں کے لئے بھی نعمت ہے کہ انہیں قبل از وقت آگاہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے کرتوتوں کی سزا تمہیں ہی بھگتنا پڑے گی، لہٰذا اس سزا کا احساس کرو اور غلط کاری سے باز آ جاؤ۔ تو پھر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

[۲۶] ان آیات میں جہنم کے احوال بیان کر کے مجرم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے تا کہ وہ نافرمانی سے باز آ جائیں یعنی قیامت کے دن مجرموں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کو پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ کی طرف گھسیٹا جائے گا اور جب وہ جہنم کے کنارے پر پہنچیں گے تو فرشتے انہیں کہیں گے: یہی وہ جہنم ہے جس کا تم انکار کرتے تھے، پھر انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا جہاں آگ ان کے جسم کو جلائے گی اور جب وہ پانی مانگیں گے تو انہیں کھولتا ہوا سخت گرم پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں کٹ کر باہر آ جائیں گی اور یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہے گا۔

[۲۷] گزشتہ آیات میں مجرم لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے تا کہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں اور آنے والی آیات میں نیک لوگوں کے اجرِ عظیم کا ذکر ہے تا کہ وہ نیکیوں میں آگے بڑھتے رہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ۴۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ ۴۸۔ وہ دونوں باغ سرسبز شاخوں والے ہیں۔

جو لوگ اس جگہ سے ڈرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا اور اس کے خوف سے گناہوں کو ترک کر دیتے ہیں ان کے لئے جنت میں دو باغ ہوں گے۔ ایک باغ میں ان کا رہائشی محل ہوگا جہاں وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہیں گے اور دوسرے باغ میں ان کا مہمان خانہ ہوگا جہاں وہ اپنے دوست احباب کی خاطر تواضع کریں گے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ وہ تمہارے ایک عمل کے بدلے میں تمہیں دو باغ عطا فرمائے گا تو پھر تم اس کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

خوف خدا سے گناہ ترک کرنے پر دو جنتیں

یحییٰ بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جو اکثر مسجد میں رہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ اس نوجوان کا باپ بوڑھا تھا وہ عشاء کی نماز کے بعد اپنے باپ کے پاس لوٹ آتا تھا۔ اس نوجوان کے راستہ میں ایک عورت کا گھر تھا۔ وہ اس نوجوان پر فریفتہ ہوگئی تھی۔ وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی۔ ایک رات وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا، جب وہ نوجوان اس کے گھر میں داخل ہونے لگا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا ڈر غالب آ گیا، اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر قرآن مجید کی ایک آیت جاری ہوگئی جس کا ترجمہ یہ ہے: {بے شک جو لوگ متقی ہیں جب شیطان کی طرف سے انہیں کوئی برا خیال آتا ہے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں اور فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں} (قرآن: ۷:۲۰۱)

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ جب وہ نوجوان دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اس کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ اس کا بیٹا دروازے پر بے ہوش پڑا ہے۔ باپ نے اہل خانہ کو بلایا اور اس کو اٹھا کر گھر لے گئے، کافی دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو باپ نے پوچھا: پیارے بیٹے! تیرے ساتھ کیا ہوا؟ تو اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔ باپ نے پوچھا: تو نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے دوبارہ وہی آیت پڑھنا شروع کر دی اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے حرکت دی تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسے غسل دیا اور قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے باپ کے پاس گئے، نوجوان کی وفات پر تعزیت کی اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی؟ اس کے باپ نے کہا: اے امیر المؤمنین رات کا وقت تھا اس لئے آپ کو تکلیف نہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر کی طرف گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ ۴۹۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ ۵۰۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہیں۔ [۲۸]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ ۵۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ ۵۲۔ ان دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔

نوجوان کو مخاطب کر کے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: {جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں} (قرآن: ۵۵:۴۶) تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! ''مجھے میرے رب تعالیٰ نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔'' (کنز العمال: جلد دوم: ص ۵۱۶: حدیث نمبر ۴۶۳۴) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گناہ کو چھوڑ دینا دو جنتوں کے حصول کا سبب ہے۔ نیز کسی فوت شدہ مسلمان کے گھر جا کر اس کے اہل خانہ سے تعزیت کرنا اور اس کی قبر پر جانا حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی کی صفائی کرنے والی عورت کی قبر پر تشریف لے گئے۔ (مسلم: کتاب الجنائز: باب ۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کی قبر پر جاتا ہے، اس کو سلام کہتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو قبر والا اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب تک وہ اس کے پاس بیٹھا رہتا ہے قبر والا اس سے اطمینان پاتا ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۵: ص ۶۵۶: حدیث نمبر ۴۲۶۰۱)

[۲۸] ان دونوں باغوں میں اوپر درختوں کی سرسبز شاخیں اپنی بہار دکھا رہی ہوں گی اور نیچے دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ عطیہ نے کہا: ان میں سے ایک پانی کا چشمہ ہوگا اور دوسرا شراب طہور کا جس سے اہل جنت لطف اندوز ہوں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۰)

شراب طہور اور دنیا کی شراب میں فرق

دنیا کی شراب بدمزہ ہوتی ہے۔ اس کے پینے سے عقل جاتی رہتی ہے حتیٰ کہ شرابی اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کر سکتا اور بعض دفعہ ایسی غلط باتیں بھی کہہ جاتا ہے جن پر وہ ہمیشہ شرمندہ رہتا ہے، مگر جنت کی شراب طہور ان ساری خرابیوں سے پاک ہوگی۔ جنت میں اس کا چشمہ جاری ہوگا، اس کا رنگ سفید، اس کا ذائقہ لذیذ اور اس کے پینے سے انسان کے جسم اور عقل پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ الغرض دنیا کی شراب حرام اور جنت کی شراب طہور کے درمیان نام کے علاوہ اور کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

۵۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾

۵۴۔ وہ ایسے بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے اَستر دبیز ریشم کے ہوں گے، اور ان دونوں باغوں کے پھل جھکے ہوئے قریب ہوں گے۔ [۲۹]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

۵۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾

۵۶۔ اور ان باغوں میں نیچی نگاہ رکھنے والی (حوریں) ہوں گی جن کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ [۳۰]

ذرا اندازہ کریں یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اوپر سرسبز درختوں کی بہار، نیچے پانی اور شراب طہور کے چشمے، کیا پھر بھی تم اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو؟

[۲۹] لحاف یا گدے کے اندر اور نیچے والے کپڑے کو اَستر کہتے ہیں جو عام طور پر سادہ اور معمولی کپڑے کا ہوتا ہے اور اس کے باہر اور اوپر والے کپڑے کو اَبری کہتے ہیں جو عام طور پر عمدہ اور قیمتی کپڑے کا ہوتا ہے۔ جنت کے بستروں کا جب استر نفیس اور قیمتی ریشم کا ہوگا تو اس کی اَبری کی شان کیا ہوگی۔ اہل جنت ان آرام دہ اور قیمتی بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کے چاروں طرف درختوں پر دونوں قسم کے یعنی تازہ اور خشک میوے لٹک رہے ہوں گے اور جب بھی وہ ان کو کھانے کا ارادہ کریں گے تو وہ پھل جھک کر ان کے قریب آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لئے قیمتی بستر اور ہر قسم کے تازہ وخشک میوے مہیا کر رکھے ہیں، سو تم اس کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟

[۳۰] اہل جنت کو بیویوں کے علاوہ حوریں بھی دی جائیں گی جو یاقوت اور مرجان کی طرح خوبصورت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں ایسی خوبصورت حوریں عطا فرمائے گا کہ کوئی انسان اس دنیا میں ان جیسی عورتوں کا تصور بھی نہیں کرسکتا تو پھر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

جنت کیا ہے؟

جنت سے مراد وہ مخصوص باغ ہے جس میں قیامت کے دن نیک لوگ داخل ہوں گے، اس میں نہریں بہتی ہوں گی، اس کے پھلوں کی ظاہری شکل وصورت تو دنیاوی پھلوں سے ملتی جلتی ہوگی مگر ان کی خوشبو اور ذائقہ بدرجہا بہتر ہوگا اور ان باغات

میں مردوں کے لیے پاکیزہ بیویاں اور عورتوں کے لئے خوبصورت شوہر ہوں گے۔

جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی ہے۔ اس کا سیمنٹ بہت عمدہ مشک ہے، اس کی بجری موتی اور یاقوت ہے اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ خوشحال رہے گا کبھی محتاج نہیں ہوگا، وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اس کو کبھی موت نہیں آئے گی، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی اس کا شباب ختم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۲۶: ابواب الجنۃ: باب ۱)

جنت کی نعمتیں کیسی ہوں گی؟

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔

(مسلم: ۷۱۳۲: کتاب الجنۃ: باب ۱)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مؤمن جنت میں بچے کی خواہش کرے گا تو اس کی خواہش کے مطابق لمحہ بھر میں بچہ پیدا ہو جائے گا۔ اس کا حمل، پیدائش اور عمر سب کچھ ایک لمحہ میں ہی ہو جائے گا۔

(ترمذی: ۲۵۶۳: ابواب الجنۃ: باب ۲۳)

☆ امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جنت کے اندر پرندوں کو دیکھ کر (ان کا گوشت کھانے کی) جونہی خواہش کرو گے فوراً تمہارے سامنے بھنے ہوئے پرندے پڑے ہوں گے۔

(تفسیر مظہری: سورہ حٰم السجدۃ: زیر آیت نمبر ۳۲)

جنت کی سب سے بڑی نعمت کیا ہوگی؟

جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے بڑی نعمت ہوگا جیسا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔

(مسلم: حدیث نمبر ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا۔ (ترمذی نمبر ۲۵۵۳: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۱۷)

جنت میں عمریں کیا ہوں گی؟

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں اہل جنت اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے چہروں اور جسموں پر بال نہیں ہوں گے اور ان کی عمریں تیس یا تینتیس (33/30) سال ہوں گی۔

(ترمذی: ۲۵۴۵: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۱۲)

جنت کی زبان کیا ہوگی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور (ان کے سامنے) اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا ہوا) ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے افسوس! اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے اور نہ بڑا مگر سب کا احاطہ کرلیا ہے اور جو عمل انہوں نے کئے تھے سب کو اپنے سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ فرمائے گا۔} (قرآن: ۱۸: ۴۹)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کوئی شخص بے پڑھا نہ ہوگا۔ سب پڑھ سکیں گے اور سب عربی سے واقف ہوں گے کیونکہ اعمال نامہ کی تحریر عربی میں ہوگی۔ بلکہ مرتے ہی سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے کیونکہ قبر میں سوالات عربی میں ہوتے ہیں اور سارے لوگ عربی میں جواب دیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

جنت کی زبان عربی ہوگی جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین وجوہ سے اہل عرب سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ (مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸)

جنت کے لئے دعا

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔ (قرآن: ۲۶: ۸۵)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے دعا کی: اور میں تجھ سے جنت کے بلند درجات کا سوال کرتا ہوں۔ آمین

(المعجم الکبیر للطبرانی: روایت نمبر ۱۷: جلد ۲۳: ص ۳۱۷)

۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔

(ترمذی: ۲۵۳۱: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۴)

جنت میں حوروں کی شان کیا ہے؟

حوریں جنت کی مخلوق ہیں اور وہ موتیوں کی طرح خوبصورت ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {گویا وہ (حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں} (قرآن: ۵۵: ۵۸) اور وہ اتنی پاکدامن ہیں کہ انہیں اپنے ان جنتی شوہروں سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنت ہی میں پیدا کی گئی ہیں اور وہاں کسی برائی کا وجود نہیں ہے۔

حوروں کا اہل جنت سے نکاح کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم انہیں بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے} (قرآن: ۴۴: ۵۴) حوریں اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں گی اور وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کو دیکھنا پسند نہیں کریں گی کیونکہ ان کو اپنے شوہر ہی سب سے زیادہ خوبصورت اور اچھے لگیں گے۔

☆ حضرت انس ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شب معراج میں جنت کے اندر ایک ایسی نہر کے پاس سے گزرا جس کے کناروں پر مرجان کے خیمے تھے، ان کے اندر سے السلام علیک یا رسول اللہ! کی آواز آئی تو میں نے جبریل امین سے پوچھا: یہ مجھے سلام کہنے والے کون ہیں؟ جبریل امین نے کہا: یہ بڑی آنکھوں والی خوبصورت حوریں ہیں۔ انہوں نے اپنے رب سے آپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دیدی، پھر حوریں کہنے لگیں: ہم ہمیشہ (اپنے شوہروں سے) راضی رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۷۲)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں (یعنی حوروں) میں سے ایک عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلوں کے پار سے نظر آئے گی حتیٰ کہ اس کی پنڈلی کا مغز بھی نظر آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {گویا وہ (حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں} (قرآن: ۵۵: ۵۶) اور یاقوت وہ موتی ہے حتیٰ کہ اگر تم اس میں ایک دھاگا داخل کرو، پھر تم اس کو صاف کرو تو وہ تم کو اس کے پیچھے سے نظر آئے گا۔ (ترمذی: ۲۵۳۳: ابواب صفۃ الجنۃ: باب ۵)

☆ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حوروں کو مٹی سے نہیں بلکہ مشک، کافور اور زعفران سے بنایا ہے۔

(تفسیر مظہری: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۷۲)

☆ حوروں کی پیدائش جنت میں ہوئی ہے، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان (غلمان) کو جنت میں اس طرح پیدا فرمایا ہے جس طرح بڑی آنکھوں والی حوروں کو جنت میں پیدا فرمایا ہے۔ نہ وہ مریں گے اور نہ وہ بوڑھے ہوں گے۔

(تفسیر درمنثور: سورۃ الواقعۃ: جلد ۸: ص ۱۴)

اور وہ آج بھی جنت میں موجود ہیں، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذا پہنچاتی ہے تو بڑی آنکھوں والی حور جو جنت میں اس کی بیوی ہوگی، وہ اس عورت سے کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے، تو اس کو ایذا نہ پہنچا۔ یہ شخص دنیا میں تیرے پاس عارضی طور پر ہے اور عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہماری طرف آئے گا۔ (ترمذی: ۱۱۷۴: ابواب الرضاع: باب ۱۹)

جنت میں عورتوں کی شان کیا ہوگی؟

☆ حضرت انس بن مالک ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اگر جنت کی ایک عورت اہل زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان اور زمین کے درمیان کا سارا حصہ چمک اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ اتنا قیمتی ہوگا کہ وہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ (بخاری: ۲۷۹۶: کتاب الجہاد: باب ۶)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا کی عورتیں حوروں سے اس قدر افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے (اور اُبری، اُستر سے) افضل ہوتا ہے اور اس فضیلت کا سبب ان کے روزے اور نمازیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور پیدا کردے گا، ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، ان کا رنگ گورا اور زیور سنہرا ہوگا، وہ ہمیشہ خوش رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۳۶۸)

جنت میں مردوں کو کیا ملے گا؟

جنت میں مردوں کو بیویوں کے علاوہ حوریں بھی دی جائیں گی۔ حوروں کی جنس انسانوں سے مختلف ہے۔ اس دنیا میں انسان کا نکاح کسی غیر جنس یعنی فرشتے، جانور یا جنات کے ساتھ جائز نہیں ہے مگر جنت میں اہل ایمان کا نکاح حوروں سے ہوسکے گا۔

جنت میں عورتوں کو کیا ملے گا؟

اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر دلکشی اور حسن رکھا ہے اور حسن کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو چاہنے والا ہو۔ اسی لیے ہر عورت کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی محبت کرنے والا خاوند مل جائے اور جنت میں ہر عورت کا خاوند ایسا حسین ہوگا جس کو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہوجائے گا کیونکہ وہ خاوند اس کے خوابوں کی تعبیر اور اس کے دل کی خواہش کا مظہر اتم ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جنت میں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو تمہارا جی چاہے گا اور جو تم مانگو گے} (قرآن: ۴۱: ۳۱) لہٰذا جنت میں جس طرح ہر مرد کی بیوی اس کی پسند کا مظہر اتم ہوگی اسی طرح ہر عورت کا خاوند بھی اس کے خوابوں کی تعبیر ہوگا اور دونوں ایک دوسرے سے دلی محبت کریں گے۔

جنت میں حوریں اور غلمان بھی ہوں گے جو میاں بیوی کے لئے ایک ثانوی اور اضافی سکون کا باعث ہوں گے مگر یہ دونوں انسانی جنس سے نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی خوشبو سے پیدا فرمائے گا اور وہ جنتی میاں بیوی کی خدمت میں سرگرم رہیں گے۔ حوریں جوان ہوں گی اور ان کا مرد سے نکاح کردیا جائے گا تاکہ مرد کا غیر محرم عورت کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور غلمان نوعمر لڑکے ہوں گے تاکہ عورت کا غیر محرم بالغ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔

جنت میں انبیائے کرام اور خاص مقربین کے علاوہ ہر انسان کی انسانی جنس سے صرف ایک ہی بیوی ہوگی اور خاوند کے دل میں جو محبت اور رغبت اپنی بیوی کی ہوگی حوریں وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی عورتیں حوروں سے اس قدر افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے (اور اُبری، اُستر سے) افضل ہوتا ہے اور اس فضیلت کا سبب ان کے روزے اور نمازیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور پیدا کردے گا، ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، ان کا رنگ گورا اور زیور سنہرا ہوگا، وہ ہمیشہ خوش رہیں گی اور کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۳۶۸) اس دنیا میں عورت کے حیض، نفاس اور حمل کے ایام میں اگر مرد صبر نہ کرسکے یا بیوی کسی بیماری یا حادثہ کی وجہ سے مرد کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوجائے تو مرد کو دوسری بیوی کی ضرورت پڑسکتی ہے مگر جنت میں کسی عورت کو ایسا کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوگا لہٰذا ہر مرد ہمیشہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی خوش اور خرم رہے گا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۵۷ ۵۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ۝۵۸ ۵۸۔ گویا وہ (حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں۔

جس عورت کا دنیاوی خاوند جنت میں گیا تو وہ ایک نئی محبت اور رغبت کے ساتھ اس کا خاوند بنے گا۔ دنیا میں خاوند کے مزاج اور کردار میں جو خامیاں تھیں وہ جنت میں ان خامیوں سے پاک ہوگا اور اگر کسی عورت کا دنیاوی خاوند اپنے مظالم کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکا یا عورت شادی کے بغیر فوت ہوگئی تو کوئی جنتی نوجوان جو بغیر شادی کے فوت ہوگیا وہ اس عورت کا خاوند بنے گا اور یہ عورت اس کو دل سے پسند کرے گی۔ اسی طرح جو بچے اور بچیاں، بچپن میں فوت ہوگئے وہ جنت میں جوان ہوں گے اور ان کی آپس میں شادیاں کردی جائیں گی۔

جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں اور ہر خاوند نے اس کو طلاق دے دی ہو اور جب وہ فوت ہو تو کسی خاوند کے نکاح میں نہ ہو تو جنت میں اس عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ جس خاوند کے اخلاق دنیا میں سب سے اچھے تھے وہ اس کو اختیار کرلے کیونکہ دنیا و آخرت کی بھلائی اچھے اخلاق کے ساتھ وابستہ ہے۔ (معجم کبیر: جلد ۲۳: ص ۳۶۸) لیکن جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں اور آخری خاوند نے اس کو طلاق نہ دی ہو اور وہ اس کے نکاح میں فوت ہوئی تو وہ جنت میں آخری خاوند کے نکاح میں ہوگی۔ (تبیان القرآن: جلد اول: ص ۳۳۸)

المختصر جنت میں میاں بیوی دونوں جوان ہوں گے، ان کے پسینے سے مشک جیسی خوشبو آئے گی، وہ آپس میں ایک دوسرے کو سب سے زیادہ چاہنے والے ہوں گے اور ہمیشہ خوش رہیں گے۔

جنت میں غلمان سے کیا مراد ہے؟

اہل جنت کو نوعمر خدام بھی دیئے جائیں گے جو ان کی خدمت کے لئے ان کے گرد گھوم رہے ہوں گے اور وہ ان موتیوں کی طرح خوبصورت اور صاف ستھرے ہوں گے جن کو چھپا کر رکھا گیا ہو تا کہ ان پر گرد و غبار نہ پڑے۔

☆ امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ہر شخص کی خدمت میں ایک ہزار غلام ہوں گے اور ہر غلام اپنے مالک کے حکم پر عمل کرنے کے لئے کمر بستہ ہوگا۔

(تفسیر بغوی: سورۃ الطور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۴)

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا نبی اللہ! جب خادم اتنا حسین ہوگا تو مخدوم کا کیا عالم ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خادم پر مخدوم کی فضیلت ایسی ہوگی جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔

(تفسیر معالم التنزیل: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۴)

☆ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں اس طرح پیدا فرمایا ہے جس طرح بڑی آنکھوں والی

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

۵۹۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾

۶۰۔ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔[۳۱]

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

۶۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

حوروں کو جنت میں پیدا فرمایا ہے۔ نہ وہ مریں گے اور نہ وہ بوڑھے ہوں گے۔

(تفسیر در منثور: سورۃ الواقعۃ: جلد ۸: ص ۴۱)

غلمان کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ مشرکین کے فوت ہونے والے نابالغ بچے ہوں گے، جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مشرکین کے جو نابالغ بچے فوت ہو جاتے ہیں وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۱۷)

[۳۱] جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے اس کا صلہ اسے یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کو رنگا رنگ نعمتوں سے نوازے گا۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں ہے کہ اس نے تمہاری نیکیوں کے بدلے میں تمہیں جنت کی خوش خبری سنائی تاکہ تم زیادہ نیکیاں کرو، تو پھر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یعنی احسان کا بدلہ احسان ہی ہے) پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس کو میں نے توحید کی نعمت سے سرفراز فرمایا اس کی جزا جنت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس جبریل امین آئے اور پوچھا: ایمان کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، (آخرت میں) اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھو، اس کے بعد جبریل امین نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر جبریل امین نے پوچھا: احسان کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہ دیکھ سکو (تو یہ یقین رکھو) کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (بخاری: ۵۰: کتاب الایمان: باب ۳۸)

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾	۶۲۔ اوران دو باغوں کے علاوہ دو اور باغ بھی ہیں۔[۳۲]
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾	۶۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾	۶۴۔ وہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہیں۔[۳۳]
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾	۶۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾	۶۶۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں جو خوب چھلک رہے ہوں گے۔

اس حدیث میں پہلے ایمان کی تعلیم دی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے عقائد کی دل سے تصدیق کی جائے، پھر اسلام کی تعلیم دی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام پر عمل کیا جائے۔ اس کے بعد احسان کی تعلیم دی گئی ہے یعنی ان عقائد اور اعمال کو اپنی عملی زندگی کا ایسا حصہ بنایا جائے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا تصور غالب رہے اور ایسے محسوس ہو گویا وہ میرے سامنے ہے لیکن چونکہ ایسی ذات کا تصور آسان نہیں جس کی کوئی مثال نہیں اس لئے کم از کم یہ تصور تو رہنا ہی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ ہر وقت میرے احوال کا نگران ہے۔

[۳۲] گزشتہ آیات میں جن دو باغوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ متقی اور مقرب لوگوں کے لئے تھے، اور اب جن دو باغوں کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ ان سے کم درجہ ہوں گے اور عام مؤمنین کو دیئے جائیں گے۔ اگر چہ یہ باغ پہلے دو باغوں سے کم درجہ ہوں گے مگر پھر بھی جنت کے باغ ہیں، ان کی آسائشیں بھی اتنی اعلیٰ ہوں گی کہ انسانی ذہن ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا، پھر تم اس کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟

ابن زید نے کہا: یہ دونوں باغ پہلے باغوں کے مقابلہ میں کم درجہ کے ہوں گے۔ پہلے دونوں باغ مقربین کے لئے ہیں جن کے استعمال کی چیزیں سونے کی ہوں گی اور دوسرے دونوں باغ اصحاب یمین کے لئے ہیں جن کے استعمال کی چیزیں چاندی کی ہوں گی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۶۲) اصحاب یمین سے مراد وہ جنتی ہیں جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور ان کو حساب کے بعد جنت میں بھیجا جائے گا، البتہ ان کا درجہ سابقین اور مقربین سے کم ہوگا کیونکہ ان کو بغیر حساب کے جنت میں بھیجا جائے گا۔

[۳۳] یہ دونوں باغ بھی بڑے سرسبز و شاداب ہوں گے، ان کے چشموں سے پانی خوب چھلک رہا ہوگا، پھر تم ان نعمتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ ان دونوں باغوں میں پھل اور کھجوریں اور انار ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾

۷۰۔ ان باغوں میں خوب سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی۔[۳۴]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

۷۱۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾

۷۲۔ وہ حوریں خیموں میں پردہ نشین ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾

۷۳۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾

۷۴۔ ان کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔

[۳۴] ان باغوں میں خوبصورت اور خوب سیرت ایسی حوریں بھی ہوں گی جو موتیوں کے خیموں میں پردہ نشین ہوں گی اور ان کو کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں ہوگا، تو اتنی خوبصورت حوروں کے بعد بھی آخر تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ خیمہ ایک کھوکھلے موتی کا ہوگا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۷۲) جس طرح آج کل امیر لوگ گھر سے باہر پکنک منانے جاتے ہیں اور کھلی جگہوں پر موبائیل گھروں میں ٹھہرتے ہیں۔ شاید اسی طرح جنت کے باغوں میں بھی موتیوں کے خیمے موجود ہوں گے اور جب بھی جنتی باغ کی سیر پر جائیں گے تو ان خیموں میں حوریں ان کی منتظر ہوتی ہوں گی۔

[۳۵] جنت والے جن خوبصورت اور نادر بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے نیچے سبز رنگ کے قالین ہوں گے۔ گزشتہ آیات میں کئی عزتوں اور عظمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو آخرت میں اہل ایمان کو دی جائیں گی، تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾

۷۵۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھلاؤ گے؟

مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾

۷۶۔ وہ (اہل جنت) سبز قالینوں اور نادر وخوبصورت بستروں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔[۳۵]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾

۷۷۔ پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھلاؤ گے؟

تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ﴿۷۸﴾

۷۸۔ آپ کے رب کا نام بڑا بابرکت ہے جو بڑی عظمت اور عزت والا ہے۔[۳۶]

کا انکار کر سکتے ہو؟

[۳۶] اللہ تعالیٰ کا نام خیر وبرکت والا ہے، جو بھی اس کے نام کا ورد کرتا ہے وہ خیرات وبرکات کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جس کا نام برکت والا ہے اس کی ذات کتنی بابرکت ہو گی۔

فقیر! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز پیر ۶ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۶ رمضان ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یکم تا چھ ستمبر یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ رحمٰن کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الواقعۃ (۵۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''واقعہ'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مضامین

کفار مکہ بنیادی طور پر آخرت، توحید اور قرآن کے منکر تھے اس لئے مکی سورتوں میں عام طور پر ان تین مضامین کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

آخرت

اس سورت کے پہلے حصہ میں وقوع قیامت کا ذکر ہے یعنی آج تو بہت سے لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں لیکن جب یہ واقعہ پیش آ گیا تو اس وقت اس کو جھٹلانے والا کوئی بھی نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت زمین لرز رہی ہوگی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح بکھر جائیں گے۔

قیامت کے دن اولین اور آخرین سب میدان حشر میں جمع ہوں گے اور انہیں تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا:

۱۔ ایک گروہ دائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور وہ حساب وکتاب کے بعد جنت میں جائیں گے۔

۲۔ دوسرا گروہ بائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور ان کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

۳۔ تیسرا گروہ ان سابقین کا ہوگا جو نیک کاموں میں سبقت لے جاتے تھے، وہ بغیر حساب کے اعلیٰ قسم کی جنت میں جائیں گے اور دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے۔

توحید

اس سورت کے دوسرے حصہ میں توحید کے دلائل بیان کئے گئے ہیں یعنی کیا تم نے کبھی غور کیا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تم خود تو اپنے خالق نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی نے تمہاری موت کا وقت مقرر کیا ہے۔ وہی آسمان سے میٹھا پانی اتارتا ہے اور وہی تمہارے رزق کے لئے فصلیں اگاتا ہے تو پھر تم اس کے وجود کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

قرآن

اس سورت کے تیسرے حصہ میں قرآن مجید کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر تاکید فرمائی کہ قرآن مجید بڑا عزت والا کلام ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اس کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

موت

اس سورت کے چوتھے اور آخری حصہ میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب موت کا فرشتہ آئے گا تو کوئی اسے روک نہیں سکے

گا۔ جس طرح تو موت کو نہیں روک سکتا اسی طرح تو وقوع قیامت اور جزاوسزا کو بھی نہیں روک سکے گا اور ہر شخص کو اپنے اعمال کے مطابق جزاوسزا سے واسطہ پڑے گا۔

سورہ واقعہ کی فضیلت

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھتا ہے اسے فاقہ کبھی نہیں آئے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: تعارف سورۃ الواقعۃ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ واقعہ خوشحالی کی سورت ہے۔ اسے خود بھی پڑھا کرو اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تعلیم دیا کرو۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورۃ الواقعۃ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو سورہ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ خوشحالی کی سورت ہے۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورۃ الواقعۃ)

☆ حضرت ابو ظبیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب آخری مرتبہ بیمار ہوئے جس میں ان کی موت واقع ہوگئی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کو کیا بیماری ہے؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اپنے گناہوں کی بیماری ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ہم آپ کے لئے کوئی طبیب بلائیں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: طبیب نے ہی مجھے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا میں آپ کو کچھ عطیہ دینے کا حکم دوں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ عطیہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کو خطرہ ہے کہ میری وفات کے بعد میری بیٹیاں افلاس کا شکار ہوں گی؟ ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھا کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھتا ہے اسے فاقہ سے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: تعارف سورۃ الواقعۃ)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

لیلۃ القدر بعد از عشاء بروز پیر ۶ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۶ رمضان ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۹۶ | ۵۶ سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۴۶ | رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١	۱۔ جب قیامت واقع ہو جائے گی۔[۱]
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢	۲۔ (اور جب) یہ واقع ہو گئی تو کوئی (اسے) جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔[۲]
خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣	۳۔ وہ (کسی کو) پست کرنے والی (اور کسی کو) بلند کرنے والی ہوگی۔[۳]
إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝٤	۴۔ جب زمین لرزنے لگے گی۔
وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥	۵۔ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔[۴]
فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝٦	۶۔ پھر غبار بن کر منتشر ہو جائیں گے۔

---

[۱] امام ابن کثیر لکھتے ہیں: قیامت کے مختلف ناموں میں سے ایک واقعہ ہے، اور اس کا نام واقعہ اس لئے ہے کہ یہ ضرور واقع ہو کر رہے گی اور کوئی اس کو روک نہیں سکے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۱)

[۲] جب قیامت قائم ہو گئی تو سب کو مشاہدہ ہو جائے گا اور کوئی بھی اس کو جھٹلا نہیں سکے گا۔

[۳] جب قیامت قائم ہو گی تو جعلی اور ظاہری پردے دور کر دیئے جائیں گے، اصلی اور باطنی احوال ظاہر ہو جائیں گے۔ جس کے نتیجہ میں غلط کار لوگ اپنے کرتوتوں کی دلدل میں ذلیل و رسوا ہوں گے اور نیکوکار لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سر بلند ہوں گے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو دوزخ میں پست کرے گی اور اولیاء اللہ کو جنت میں بلند کرے گی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۳)

[۴] جب قیامت آئے گی تو زمین اس قدر لرزنے لگے گی کہ اس پر موجود ساری عمارتیں زمین بوس ہو جائیں گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر خاک کے ذروں کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷	۷۔ اور تم لوگ تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔[۵]
فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸	۸۔ پس (ایک گروہ) دائیں طرف والے، کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے۔
وَاَصْحٰبُ الْمَشْــَٔـمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْــَٔـمَةِ ۝۹	۹۔ اور (دوسرا گروہ) بائیں طرف والے، کیسے ہی برے ہیں بائیں طرف والے۔
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰	۱۰۔ اور (تیسرا گروہ نیکیوں میں) سبقت لے جانے والے، (وہ جنت کے درجات میں بھی سب سے) آگے آگے ہوں گے۔
اُولٰۗىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱	۱۱۔ وہی لوگ (اللہ تعالیٰ کے) مقرب ہوں گے۔
فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲	۱۲۔ (وہ) نعمت والے باغوں میں ہوں گے۔
ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳	۱۳۔ ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہوگی۔[۶]

---

[۵] قیامت کے دن تم سب یعنی پوری نوع انسانی کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا:

۱۔ ایک گروہ دائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور وہ حساب و کتاب کے بعد جنت میں جائیں گے۔

۲۔ دوسرا گروہ بائیں طرف والوں کا جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور ان کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

۳۔ تیسرا گروہ ان سابقین کا ہوگا جو نیک کاموں میں سبقت لے جاتے تھے، وہ بغیر حساب کے اعلیٰ قسم کی جنت میں جائیں گے اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی قرب سے نوازے گا۔

[۶] نبی کریم ﷺ کی امت سب سے افضل ہے اور جنت میں بھی نبی کریم ﷺ کی امت کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوگی، لہٰذا سابقین کی بڑی جماعت سے مراد نبی کریم ﷺ کی امت کے سابقین ہیں، جیسا کہ سید محمود آلوسی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں جماعتیں اس امت یعنی میری امت سے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی) حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی امت کے ابتدائی دور کے لوگوں میں سابقین (خصوصی مقربین) کی تعداد زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والوں میں سابقین کی تعداد کم ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ حضرت عمران بن حصین ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم (امت مسلمہ) میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے (یعنی دور صحابہ ﷺ)، پھر ان کا جو ان سے متصل ہوں گے (یعنی تابعین ﷺ)، پھر ان کا جو ان سے متصل ہوں گے (یعنی تبع تابعین ﷺ)، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو شہادت طلب کئے بغیر گواہیاں دیں گے، وہ خیانت کریں گے اور انہیں امین نہیں بنایا جائے گا، وہ نذر مانیں گے مگر ان کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔ (بخاری: ۳۶۵۰: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب ۱) یعنی وہ مال و دولت جمع کرنے میں حلال و حرام کی تمیز نہیں کریں گے۔ لیکن اگر کوئی آدمی فطری طور پر موٹا ہو تو وہ مذموم نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ﷺ وہ خوش نصیب ہیں جو سابقین کے پہلے گروہ میں شامل ہیں۔ آج اگر کوئی شخص ان کی شان میں زبان طعن دراز کرے تو اسے اپنے ایمان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

صحابہ کرام ﷺ کے فضائل

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو (ایمان کی نظر سے) دیکھا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۵۸: ابواب المناقب: باب ۵٦)

☆ حضرت ابن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو: تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸٦٦: ابواب المناقب: باب ۵)

☆ حضرت ابو سعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: ۳٦۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

☆ حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے جو شخص کسی علاقہ میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن وہ شخص اس علاقہ والوں کے لئے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔

(ترمذی: ۳۸٦۵: ابواب المناقب: باب ۵۸)

☆ حضرت عبد اللہ بن مغفل ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، پس جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کے باعث ایسا کرتا ہے، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۸٦۲: ابواب المناقب: باب ۵۸)

☆ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کا لباس حیا ہے، اس کی زینت وفا ہے، اس کی مروت عمل صالح ہے، اس کا ستون تقویٰ ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت ہے۔ (کنز العمال: ۳۲۵۲۳: جلد ۱۱: ص ۵۳۹)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ---- بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے اور میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے اور ایک ملت کے سوا باقی تمام فرقے جہنم میں ہوں گے۔ مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ملت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: وہ جو اس راستے پر چلیں جس پر میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔

(ترمذی: ۲۶۴۱: ابواب الایمان: باب ۱۸)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ (مشہور محدث) عمر بن حبیب ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہاں ایک مسئلہ پر گرما گرم بحث شروع ہو گئی۔ ایک شخص نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پیش کی۔ دوسرے فریق نے اس حدیث کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا اور کہا: ہم ابو ہریرہ کی روایات کو نہیں مانتے کیونکہ وہ متہم (مشکوک) ہیں۔ عمر بن حبیب کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید بھی انہی کی طرف مائل ہیں اور ان کی بات کی تائید کرنے لگے۔ میں نے کہا: یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایتِ احادیث میں ثقہ اور صادق ہیں۔ ہارون الرشید نے غضبناک نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں وہاں سے اٹھ کر گھر چلا آیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ کا قاصد دروازے پر کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے کہا: فوراً امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو تجھے قتل کیا جائے گا، لہٰذا کفن بھی پہن لو اور خوشبو بھی لگا لو۔ میں نے یہ سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا دفاع کیا ہے اور اس طرح تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند کیا ہے۔ اے میرے اللہ! تو مجھے ہارون کے شر سے بچا۔ یہ دعا مانگی اور ہارون کی طرف روانہ ہوا۔ وہ سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس کے سامنے چمڑے کا ٹکڑا بچھا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر بولا: اے عمر! میری بات کو آج تک ایسی گستاخی سے کسی نے رد نہیں کیا جس طرح تو نے کیا ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے صرف اس بات کی تردید کی ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر حرف آتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی توہین ہوتی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جھوٹ بولا کرتے تھے تو شریعت باطل ہو جائے گی۔ نماز، روزہ، طلاق، نکاح اور حدود کے بارے میں جتنے احکام ہیں سب مردود اور غیر مقبول قرار پائیں گے۔ میری یہ بات سن کر وہ اپنی ذات کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے عمر بن حبیب! تو نے مجھے از سر نو زندہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے، اور دس ہزار درہم بطور انعام مجھے دینے کا حکم دیا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ عویم بن ساعدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور پھر میرے لئے اصحاب کا انتخاب فرمایا۔ ان میں سے میرے لئے وزیر، داماد اور سسر بنائے، پس جس نے ان کو برا بھلا کہا،

وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۴	۱۴۔ اور قلیل تعداد پچھلے لوگوں سے ہوگی۔
عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵	۱۵۔ وہ سونے سے مرصع تختوں پر ہوں گے۔
مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶	۱۶۔ وہ ان تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔[۷]
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝۱۷	۱۷۔ ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہنے والے نوخیز لڑکے ان کے اردگرد گھومتے ہوں گے۔
بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۱۸	۱۸۔ (ہاتھوں میں) پیالے، آفتابے اور شراب طہور کے چھلکتے جام لئے ہوئے۔[۸]
لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝۱۹	۱۹۔ جس (کے پینے) سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا۔
وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝۲۰	۲۰۔ اور میوے بھی جو وہ (جنتی) پسند کریں گے۔[۹]

اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے کوئی معاوضہ اور کوئی بدلہ قبول نہ کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ ؓ سارے کے سارے عادل ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے منتخب کردہ ہیں اور اس کی مخلوق میں اس کے انبیاء و رسل کے بعد سب سے بہتر ہیں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ فتح (۴۸): زیر آیت نمبر ۲۹)

[۷] وہ سونے اور موتیوں سے جڑے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے اور نوخیز لڑکے خدمت کے لئے ان کے اردگرد گھوم رہے ہوں گے۔ یہ خدام ہمیشہ نوخیز ہی رہیں گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔

[۸] نوخیز خدام جو اہل جنت کی خدمت پر مامور ہوں گے وہ شراب طہور کے لبریز جام پیش کریں گے۔ یہ پاکیزہ شراب ہوگی جس کے پینے سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ ہی وہ مدہوش ہوں گے۔

[۹] اور یہ خدام اہل جنت کی پسند کے میوے پیش کریں گے اور اگر جنتی چاہیں گے تو پھل خود بخود جھک کر ان کے قریب آجائیں گے، جیسا کہ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ اگر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے کسی پھل کی خواہش کریں گے تو وہ درخت جھک کر اپنا پھل ان کے قریب کردے گا اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے توڑ لیں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۴)

وَلَحۡمِ طَيۡرٍ مِّمَّا يَشۡتَهُونَ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے۔[۱۰]
وَحُورٌ عِينٌ ﴿۲۲﴾	۲۲۔ اور حوریں خوبصورت آنکھوں والی۔[۱۱]
كَأَمۡثَالِ اللُّؤۡلُؤِ الۡمَكۡنُونِ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ ان موتیوں کی طرح (حسین) جو چھپا کر رکھے ہوئے ہوں۔
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعۡمَلُونَ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ یہ جزا ہوگی ان (نیک) اعمال کی جو وہ کرتے تھے۔
لَا يَسۡمَعُونَ فِيهَا لَغۡوًا وَلَا تَأۡثِيمًا ﴿۲۵﴾	۲۵۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات۔[۱۲]
إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿۲۶﴾	۲۶۔ مگر ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔
وَأَصۡحَابُ الۡيَمِينِ مَا أَصۡحَابُ الۡيَمِينِ ﴿۲۷﴾	۲۷۔ اور دائیں طرف والے، کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے۔[۱۳]

[۱۰] اور وہ خدام اہل جنت کو پرندوں کا گوشت بھی پیش کریں گے اور اگر جنتی چاہیں گے تو بھنا ہوا پرندہ خود بخود ان کے سامنے آگرے گا، جیسا کہ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرو گے تو وہ بھنا ہوا پرندہ تمہارے سامنے آگرے گا۔ (تفسیر روح البیان: سورۃ الطور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۱] اہل جنت کو جو بڑی آنکھوں والی حوریں دی جائیں گی وہ ان موتیوں کی طرح خوبصورت اور صاف ستھری ہوں گی جن کو گرد و غبار سے چھپا کر رکھا گیا ہو۔

[۱۲] جنت کا ماحول بڑا خوشگوار اور معاشرہ بڑا پرامن ہوگا۔ وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات ہوگی اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا بلکہ ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی یعنی وہ آپس میں ملیں گے تو بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور جب فرشتے سامنے آئیں گے تو وہ بھی اہل جنت کو سلام ہی کریں گے۔

[۱۳] گزشتہ آیات میں سابقین یعنی خصوصی مقربین کا ذکر تھا۔ اب دائیں طرف والوں یعنی عام مؤمنین کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان کو بھی جنت کے جو باغ دیئے جائیں گے ان میں لذیذ پھلوں والی ایسی بیریاں ہوں گی جن پر کانٹے نہیں ہوں گے۔ کیلوں کے گچھے لٹک رہے ہوں گے، لمبے لمبے سائے والے خوبصورت درخت ہوں گے، ان میں پانی رواں ہوگا، ان میں پھلوں کی بہتات ہوگی اور وہ پھل ہر موسم میں موجود ہوں گے اور ان کے حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہوگی۔ بعض دفعہ درخت اونچا ہوتا ہے یا اس پر کانٹے ہوتے ہیں جو پھل حاصل کرنے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں مگر جنت کے درختوں پر

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ — ۲۸۔ وہ بے خار بیریوں میں۔

وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ — ۲۹۔ اور تہ بہ تہ کیلوں میں۔

وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ — ۳۰۔ اور لمبے لمبے سایوں میں۔

وَّ مَآءٍ مَّسْکُوْبٍ ﴿۳۱﴾ — ۳۱۔ اور بہتے ہوئے پانی میں۔

وَّ فَاکِهَةٍ کَثِیْرَةٍ ﴿۳۲﴾ — ۳۲۔ اور بہ کثرت پھلوں میں۔

لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ — ۳۳۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان (کو حاصل کرنے) میں کوئی رکاوٹ ہوگی۔

وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ — ۳۴۔ اور وہ اونچے فرشوں پر ہوں گے۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ — ۳۵۔ بے شک ہم نے ان (حوروں) کو خاص طور پر بنایا ہے۔[۱۴]

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْکَارًا ﴿۳۶﴾ — ۳۶۔ ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے۔

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ — ۳۷۔ وہ محبت کرنے والیاں (اور اپنے ازواج کی) ہم عمر ہیں۔

لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۳۸﴾ ع — ۳۸۔ (یہ حوریں) دائیں طرف والوں کے لئے ہیں۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۹﴾ — ۳۹۔ ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں سے ہوگی۔[۱۵]

کانٹے نہیں ہوں گے اور جب ان کا جی چاہے گا وہ پھل جھک کر ان کے قریب آجائیں گے۔

[۱۴] دائیں طرف والے یہ عام مؤمنین بھی اونچے فرشوں پر جلوہ گر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خصوصی اور کنواریاں حوریں پیدا کر رکھی ہیں جو ان کی ہم عمر ہوں گی اور ان سے محبت کرنے والی ہوں گی۔

[۱۵] ان آیات میں اصحاب یمین (دائیں طرف والوں) کی دو جماعتوں کا ذکر ہے یعنی اس امت کے ابتدائی دور کے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والوں میں سابقین کی تعداد اگرچہ کم ہوگی مگر عام مؤمنین کی تعداد زیادہ ہوگی،

وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ ۴۰۔ اور ایک بڑی جماعت پچھلے لوگوں سے ہوگی۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ ۴۱۔ اور بائیں طرف والے، کیسے ہی برے ہیں بائیں طرف والے۔[۱۶]

جیسا کہ ان آیات کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں گروہ میری امت سے ہوں گے۔(تفسیر قرطبی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۳۹) علامہ خازن لکھتے ہیں: اس سورت کی آیات نمبر تیرہ اور چودہ میں سابقین کی دو جماعتوں کا ذکر ہے۔(کیونکہ وہ ابتدائی دور میں زیادہ اور بعد میں کم ہوں گے) اور یہاں اصحاب یمین (سابقین اور عام مؤمنین) دو جماعتوں کا ذکر ہے۔

(تفسیر الخازن: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۹)

امت محمدیہ کی تعداد زیادہ ہوگی

☆ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور ان میں سے ۸۰ صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔

(ترمذی: ۲۵۴۶: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۱۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں علیہم السلام کے ساتھ دس سے کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے اور کسی نبی علیہ السلام کے ساتھ کوئی ایک امتی بھی نہ تھا، پھر مجھے ایک عظیم جماعت دکھائی گئی، میں نے خیال کیا شاید یہ میری امت ہو، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، البتہ آپ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھیں، میں نے اس طرف دیکھا تو وہ بھی ایک عظیم جماعت تھی، پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہوں گے۔ (مسلم: حدیث نمبر ۳۷۴: کتاب الایمان: باب ۹۴)

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جلوہ گر رہے گا، جو ان کو نا کام کرنا چاہے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا (یعنی وہ حق پر ثابت قدم رہیں گے) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر (اعلان قیامت) آجائے گا اور وہ اسی طرح (حق پر قائم) ہوں گے۔ (مسلم: ۴۹۵۰: کتاب الامارۃ: باب ۵۳)

[۱۶] بائیں طرف والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور فرشتے ان کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیں گے جہاں گرم ہوا ان کے جسم کو جلائے گی اور کھولتا ہوا پانی ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ اس عذاب سے گھبرا کر وہ ایک سائے کی طرف دوڑیں گے لیکن جب وہاں پہنچیں گے تو معلوم ہوگا یہ سایہ نہیں بلکہ جہنم کی آگ کا سخت سیاہ دھواں ہے۔ اس میں کوئی ٹھنڈ اور راحت نہیں بلکہ عذاب ہی عذاب ہے۔

فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ وہ گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔

لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِیْمٍ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ بے شک وہ لوگ اس سے پہلے بڑے خوشحال تھے۔[۱۷]

وَ كَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ اور وہ گناہ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔

وَ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۙ۬ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اور وہ کہتے تھے: کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم (پھر زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے؟[۱۸]

اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی (زندہ کیا جائے گا؟)

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ آپ فرمادیں: بے شک اگلوں کو بھی اور پچھلوں کو بھی۔[۱۹]

لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾

۵۰۔ ایک مقرر دن کے مقرر وقت پر سب کو جمع کیا جائے گا۔

---

[۱۷] ان آیات میں اہل جہنم کے عذاب کی چند وجوہات بیان کی جارہی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انہیں خوشحال بنایا تھا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی اور مال و دولت کے گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور کفر و شرک جیسے عظیم گناہوں میں مبتلا رہے۔

[۱۸] وہ اسلام کا مذاق اڑاتے اور کہتے: بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں تو پھر ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو زندہ کیا جائے گا؟

[۱۹] پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرمادیں: قیامت کا دن اپنے وقت مقرر پر ضرور آئے گا جس میں سب اگلوں اور پچھلوں کو حساب و کتاب کے لئے جمع کیا جائے گا۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝۵۱

۵۱۔ پھر یقیناً تم اے گمراہو! اے جھٹلانے والو! [۲۰]

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝۵۲

۵۲۔ تم ضرور زقوم کے درخت سے کھانے والے ہو۔

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝۵۳

۵۳۔ پس تم اس سے اپنے پیٹوں کو بھرنے والے ہو۔

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝۵۴

۵۴۔ پھر اس پر سخت کھولتا پانی پینے والے ہو۔

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝۵۵

۵۵۔ پس تم سخت پیاسے اونٹ کی طرح پینے والے ہو۔

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۵۶

۵۶۔ یہ قیامت کے دن ان کی ضیافت ہوگی۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝۵۷

۵۷۔ ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ [۲۱]

---

[۲۰] ان آیات میں آخرت اور توحید کے منکر گمراہ لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم اپنی گمراہی سے باز نہ آئے تو جہنم میں تمہیں زقوم کے درخت سے اپنے پیٹوں کو بھرنا پڑے گا اور تمہیں پیاسے اونٹ کی طرح سخت کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا اور یہی ہمیشہ کے لئے تمہاری ضیافت ہوگی۔

زقوم کیسا درخت ہے؟

جہنم کے ایک درخت کا نام زقوم ہے جو سخت کڑوا، بدبودار اور کانٹے دار ہوگا۔ جہنم میں اہل جہنم کی خوراک یہی درخت ہوگا۔ جب انہیں زقوم کھلایا جائے گا تو وہ ان کے پیٹوں میں اس طرح جوش مارے گا جس طرح پگھلا ہوا تانبا اور کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام لوگوں کی زندگیوں کو خراب کر دے گا، پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔

(ترمذی: ۲۵۸۵: ابواب صفۃ جہنم: باب ۴)

[۲۱] آنے والی آیات میں توحید اور آخرت کے عام فہم دلائل بیان کئے گئے ہیں، یعنی تمہیں علم ہے کہ ہم نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ اگر ہم سب سے پہلے انسان کو مٹی سے پیدا کر سکتے ہیں تو اسی انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے، پھر تم پہلے تجربہ پر غور کر کے دوبارہ تخلیق کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟

أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾

۵۸۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو نطفہ تم (رحم میں) ٹپکاتے ہو۔ [۲۲]

ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾

۵۹۔ تو کیا اس سے (انسان کو) تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾

۶۰۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو مقرر کیا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ [۲۳]

عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

۶۱۔ کہ ہم تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

۶۲۔ اور بے شک تم پہلی پیدائش کو خوب جانتے ہو، پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟ [۲۴]

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾

۶۳۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو کچھ تم کاشت کرتے ہو۔

[۲۲] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے حالانکہ تم نے تو صرف اپنا نطفہ اپنی بیوی کے رحم تک پہنچایا ہے اور تمہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ تمہارے اس نطفہ سے حمل قرار پائے گا یا نہیں؟ اور اگر حمل قرار پا جائے تو پھر اس پانی کے قطرے سے خون، گوشت، ہڈیاں، دل، دماغ، آنکھ اور کان جیسے انمول اعضاء کس نے بنائے جن کے حسین مرکب سے ایک ایسا انسان بن گیا جو آج روئے زمین کی تمام چیزوں پر حکومت کر رہا ہے۔ کیا پانی کے ایک قطرے میں یہ ساری خوبیاں تم نے پیدا کی ہیں یا خود بخود پیدا ہو گئی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بے جان پانی کے قطرے سے چلنے پھرنے والا انسان خود بخود نہیں بن سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے انسان کو حسین شکل وصورت میں پیدا فرمایا اور وہی اس کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ فرمائے گا۔

[۲۳] ہم نے اپنی حکمت کے مطابق تمہاری موت کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ کوئی بچپن میں، کوئی جوانی میں اور کوئی بڑھاپے میں فوت ہوتا ہے اور ہم کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا کہ وہ موت سے بھاگ جائے یا اس کے وقت کو بدل دے۔ نیز ہم قادر مطلق ہیں، ہم جب چاہیں تمہیں فنا کر کے تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں اور جب چاہیں تمہارے مرنے کے بعد تمہاری شکل وصورت تبدیل کر دیں، جیسا کہ قیامت کے دن مؤمن کا چہرہ سفید اور منکر کا چہرہ سیاہ ہوگا جس کا ابھی ہر شخص کو علم نہیں کہ اس کا چہرہ کیسا ہوگا؟

[۲۴] تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہیں پہلی بار اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے کہ جس نے تمہیں پہلی بار

ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ﴿۶۴﴾

۶۴۔ کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم (اسے) اگانے والے ہیں؟[۲۵]

لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنٰهُ حُطَامًا فَظَلۡتُمۡ تَفَكَّهُوۡنَ ﴿۶۵﴾

۶۵۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔[۲٦]

اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾

۶۶۔ کہ ہم پر تاوان پڑ گیا۔

بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ﴿۶۷﴾

۶۷۔ بلکہ ہم تو محروم رہ گئے۔

اَفَرَءَيۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِىۡ تَشۡرَبُوۡنَ ﴿۶۸﴾

۶۸۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو۔

ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ﴿۶۹﴾

۶۹۔ کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟[۲۷]

پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے حالانکہ دوسری بار تخلیق تو پہلی تخلیق سے آسان ہوتی ہے۔

[۲۵] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ جو بیج تم کاشت کرتے ہو، اس کو زمین سے کون اگاتا ہے؟ ایک بے جان دانہ کیسے زمین کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے اور سرسبز و شاداب پودے کی صورت اختیار کر لیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جس طرح زمین میں دفن ایک خشک اور مردہ دانہ کو تازہ اور سرسبز پودا بنا کے نکالتا ہے اسی طرح وہ زمین میں دفن مردہ انسان کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

[۲٦] اور جب فصل پکنے کے قریب ہوتی ہے تو اگر ہم چاہیں تو اسے خشک کر کے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم تو ہلاک ہو گئے، ہماری محنت و کاوش گویا ہمارے لئے تاوان اور عذاب بن گئی، ہم بیج سے بھی محروم ہو گئے اور ہماری محنت کا بھی کوئی صلہ نہ ملا۔

[۲۷] جب بارش برستی ہے تو اس کا کچھ پانی دریاؤں میں بہنے لگتا ہے مگر اس کا اکثر حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور زمین کے نیچے پانی کے ذخائر میں جمع ہو جاتا ہے، پھر ہم اس پانی کو ٹیوب ویل اور دیگر ذرائع سے نکالتے ہیں۔ الغرض ہر قسم کے میٹھے پانی کا اصل سرچشمہ بارش ہے۔ کیا تم نے کبھی سوچا کہ یہ میٹھا پانی بادل سے کون اتارتا ہے؟ ظاہر ہے یہ پانی تم نے نازل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو نازل کرنے والا ہے، اور اگر وہ میٹھا پانی نازل نہ کرتا تو تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جاتی، تو ایسے مہربان خدا کا انکار کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ۝٧٠

۷۰۔ اگر ہم چاہیں تو اس (پانی) کو کھاری بنا دیں، پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟[۲۸]

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝٧١

۷۱۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو۔

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ۝٧٢

۷۲۔ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم (اسے) پیدا کرنے والے ہیں؟[۲۹]

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝٧٣

۷۳۔ ہم نے ہی اس (درخت کی آگ) کو نصیحت اور مسافروں کے لئے فائدہ کی چیز بنایا۔[۳۰]

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝٧٤

۷۴۔ پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے۔[۳۱]

[۲۸] سمندر کا پانی کڑوا ہوتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ بخارات کے ذریعہ اس پانی کو اٹھا کر بادل بناتا ہے تو اس کی کڑواہٹ کو سمندر میں چھوڑ دیتا ہے اور خالص میٹھا پانی تم پر اتارتا ہے۔ اگر وہ کڑوا پانی نازل کرتا تو ساری زمین شور ہو جاتی اور تمہارا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا تو پھر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے۔

[۲۹] آگ اور اس کی ترقی یافتہ صورت یعنی بجلی اور گیس کو انسانی معاشرہ کی ضروریات پورا کرنے میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ کیا تم نے کبھی سوچا کہ جو درخت تمہارے لئے آگ کا ذریعہ بنتے ہیں ان کو کس نے پیدا کیا؟ اگر اللہ تعالیٰ ان درختوں کو پیدا نہ کرتا تو تمہاری زندگی مشکلات کا شکار ہو جاتی، پھر تم اس کی مہربانی اور قدرت کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

[۳۰] مسافر لوگ جب جنگل میں پیدل سفر کرتے ہیں تو انہیں رات کے وقت کھانا پکانے اور سردی کے موسم میں سردی سے بچاؤ کے لئے آگ کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیز آگ کی تپش میں ایک نصیحت اور عبرت بھی ہے کہ اگر انسان دنیا کی آگ میں گر جائے تو اس کا جسم جل جاتا ہے تو انسان کو آخرت کی آگ سے ڈرنا چاہیے جو اس سے بہت زیادہ سخت ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنی آدم جلاتے ہیں، دوزخ کی آگ سے ستر درجہ کم ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر دوزخ کی آگ دنیا کی آگ جتنی ہوتی تو وہ بھی کافی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ ہے اور اس کا ہر درجہ دنیا کی آگ جتنا ہے۔

(مسلم: ۷۱۶۵: کتاب الجنۃ: باب ۱۲)

[۳۱] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا حق بنتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اس کے نام کی تسبیح کرے اور اس کے ساتھ کسی

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾	۷۵۔ پس میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں۔
وَ اِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ﴿۷۶﴾	۷۶۔ اور اگر تم سمجھو تو بے شک یہ بہت بڑی قسم ہے۔
اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ ﴿۷۷﴾	۷۷۔ بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے۔[۳۲]
فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ ﴿۷۸﴾	۷۸۔ جو ایک محفوظ کتاب میں (درج) ہے۔
لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾	۷۹۔ اس (قرآن) کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔[۳۳]
تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۰﴾	۸۰۔ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔
اَفَبِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡہِنُوۡنَ ﴿۸۱﴾	۸۱۔ کیا تم اس قرآن کو معمولی سمجھتے ہو۔

کو شریک نہ بنائیے۔

حضرت عقبہ بن عامر ﷜ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: {فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ} (پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے: قرآن: ۵۶: ۷۴) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو۔ (یعنی رکوع میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ پڑھا کرو) اور جب سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت نازل ہوئی: {سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی} (آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو سب سے برتر ہے: قرآن: ۸۷: ۱) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو تم اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (یعنی سجدہ میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی پڑھا کرو)۔

(ابو داؤد: ۸۶۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۶)

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے مواقع نجوم کی قسم اٹھا کر تاکید فرمائی کہ قرآن مجید کوئی معمولی کلام نہیں بلکہ بڑا معزز اور مکرم کلام ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ لوح محفوظ میں پہلے سے درج ہے۔

[۳۳] سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت میں پاک لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدث اصغر (یعنی بے وضو ہونا) اور حدث اکبر (یعنی جنابت اور حیض و نفاس) سے پاک ہوں اور اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ صرف طاہر لوگوں کو ہی قرآن مجید کو ہاتھ لگانا چاہیے۔

(تفسیر روح المعانی: سورۃ الواقعۃ (۵۶): زیر آیت نمبر ۷۹)

فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جنبی اور حیض و نفاس والی عورت نہ قرآن مجید کو چھو سکتی ہے اور نہ اسے پڑھ سکتی ہے۔ اور کوئی بے وضو شخص اس کو پڑھ تو سکتا ہے لیکن مصحف کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اگر اس کے اوپر غلاف ہو تو پھر ہاتھ لگا سکتا ہے۔

وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۸۲﴾

۸۲۔ اور تم نے اپنا حصہ بھی بنا لیا ہے کہ تم اس (قرآن) کو جھٹلاتے ہو۔[۳۴]

فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ﴿۸۳﴾

۸۳۔ پس جب روح حلق تک پہنچ جاتی ہے تو تم اس کو لوٹا کیوں نہیں لیتے؟[۳۵]

وَاَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۸۴﴾

۸۴۔ حالانکہ تم اس وقت (روح کو نکلتے) دیکھ رہے ہوتے ہو۔

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾

۸۵۔ اور ہم (اس وقت بھی) تمہاری بہ نسبت اس (مرنے والے) کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔[۳۶]

فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ ﴿۸۶﴾

۸۶۔ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو۔

تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۸۷﴾

۸۷۔ تو تم اس (روح) کو کیوں نہیں لوٹا لیتے اگر تم سچے ہو۔[۳۷]

---

[۳۴] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ قرآن مجید تمام جہانوں کے رب تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اس سے ہدایت حاصل کرتے مگر تمہاری بدقسمتی کی انتہا ہے کہ تم اس قرآن کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اس کی تکذیب کو ہی اپنا نصیب اور مقصود سمجھ بیٹھے ہو۔

[۳۵] جس مال و دولت اور قوت و برادری کے نشہ میں تم قرآن مجید کو کوئی اہمیت نہیں دیتے یہ دنیاوی طاقتیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکیں گی، اور اس کا تجربہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی پیارا مرنے لگے اور اس کی روح اس کے حلق تک پہنچ جائے اور تم اس کے پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کہ اس کی روح پرواز کر رہی ہے مگر تم میں سے کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اس روح کو جسم میں واپس بھجوا سکے؟ جس طرح تم کسی مرنے والے کی روح کو واپس نہیں کر سکتے اسی طرح قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمہارے مردہ جسموں میں روح پھونکے گا تو تم اس کو بھی نہیں روک سکو گے اور پھر جب تکذیب قرآن کی وجہ سے تمہیں سزا دی جائے گی تو تم اس سے بھی ہرگز نہ بچ سکو گے۔

[۳۶] ہم اس مرنے والے آدمی کی حالت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں اور ہمارے فرشتے تمہاری بہ نسبت مرنے والے کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

[۳۷] اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تمہارا کوئی مالک نہیں ہے اور کوئی قیامت کا دن نہیں ہے جس میں تمہاری جزا و سزا کا عمل

فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۸۸﴾

۸۸۔ پس اگر وہ (مرنے والا اللہ تعالیٰ کے) مقرب بندوں میں سے تھا۔[۳۸]

فَرَوۡحٌ وَّرَيۡحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيۡمٍ ﴿۸۹﴾

۸۹۔ تو (اس کے لئے) راحت، خوشبودار غذائیں اور نعمتوں والی جنت ہے۔

وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿۹۰﴾

۹۰۔ اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں میں سے تھا۔[۳۹]

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿۹۱﴾

۹۱۔ تو (اے دائیں طرف والے!) تجھ پر سلام ہو کیونکہ تو دائیں طرف والوں میں سے ہے۔

وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُكَذِّبِيۡنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿۹۲﴾

۹۲۔ اور اگر وہ (مرنے والا) جھٹلانے والے گمراہوں میں سے تھا۔[۴۰]

فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ ﴿۹۳﴾

۹۳۔ تو (اس کے لئے) کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے۔

وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ ﴿۹۴﴾

۹۴۔ اور دوزخ میں داخل ہونا ہے۔

وقوع پذیر ہو تو تم اس مرنے والے کی روح کو لوٹا کیوں نہیں لیتے تاکہ نہ یہ مرے اور نہ ہی حساب وکتاب کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے، مگر تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے، تمہیں بہر صورت ایک دن مرنا ہے، اور جو مارتا ہے وہی تمہیں قیامت کے دن زندہ بھی کرے گا۔

[۳۸] اس سورت کے آغاز میں لوگوں کی جن تین قسموں کا بیان ہوا ہے آخر میں پھر ان کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، یعنی مرنے والوں میں سے جو سابقین اور خصوصی مقربین ہیں وہ راحت، خوشبودار غذائیں اور نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔

[۳۹] اور مرنے والوں میں سے جو اصحاب یمین ہیں یعنی ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا انہیں خوش خبری دی جائے گی کہ تم ہمیشہ سلامتی کے گھر میں آ گئے ہو یہاں کوئی پریشانی اور تکلیف نہیں ہوگی۔

[۴۰] اور مرنے والوں میں سے جو گمراہ اور حق کو جھٹلانے والے ہوں گے انہیں جہنم میں داخل ہونا پڑے گا جہاں کھولتے ہوئے پانی سے ان کی ضیافت کی جائے گی، اور یہ جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے یہ قطعی حق ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾

۹۵۔ بے شک (جو بیان ہوا) یہ قطعی حق ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

۹۶۔ پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے۔[۴۱]

[۴۱] تسبیح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی جائے یعنی وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، مگر یہاں حکم یہ ہو رہا ہے کہ اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے اسی طرح اس کے خوبصورت نام بھی ہر عیب اور نقص سے پاک ہیں، لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کا نام عزت کے ساتھ لینا چاہیے اور کسی ایسی جگہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لینا چاہیے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا نام بڑا بابرکت ہے اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے تا کہ اس کے نام کی برکت اس کام میں شامل ہو جائے۔

سگرٹ پینا

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ سگرٹ کے متعلق اسلام کا کیا حکم ہے؟ وہ کہنے لگے: کیا تم نے کسی کو سگرٹ پینے سے پہلے بسم اللہ کہتے ہوئے سنا ہے؟ وہ کہنے لگا: نہیں، تو وہ بزرگ کہنے لگے: میں کوئی عالم نہیں ہوں لیکن اتنی بات تو واضح ہے کہ یہ کوئی برکت والا کام نہیں ہے ورنہ سگرٹ پینے والا پہلے بسم اللہ ضرور پڑھتا۔

تسبیح کے حوالے سے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کو جس حدیث پاک پر ختم کیا ہے یہ فقیر بھی سورہ واقعہ کی تفسیر کو اسی حدیث پر ختم کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ

(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از چاشت بروز اتوار ۱۲ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۶ تا ۱۲ ستمبر یعنی صرف چھ دنوں میں سورہ واقعہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحدید (۵۷)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام "حدید" ہے جو اس کی آیت نمبر ۲۵ سے ماخوذ ہے۔

مضامین

☆ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی قدرت اور وسعت علم کا بیان ہے، یعنی وہ زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے، زمین و آسمان کی سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، لہٰذا اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اس نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ وہ تمہیں گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لے آئے۔

☆ یہ سورت اس دور میں نازل ہوئی جب صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دیگر قبائل عرب بھی مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کریں، اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اس مال کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ چاہے تو تم سے چھین کر کسی اور کو دے سکتا ہے اور تمہیں اس کا اجر نہیں ملے گا۔ ہاں اگر تم اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ ایسا ہے جیسے تم اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہے ہو اور وہ تمہیں اس کا بہت بڑا اجر و ثواب عطا فرمائے گا، اور قیامت کے دن جب تم اٹھو گے تو اس ایثار کی وجہ سے تمہارے آگے اور دائیں طرف نور ہی نور ہوگا اور تمہیں جنت کی خوش خبری دی جائے گی۔

☆ اس میں منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے نفاق کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہوں گے اور اہل ایمان سے درخواست کریں گے: ہم دنیا میں تمہارے ساتھ تھے آج ہماری مدد کرو اور اپنے نور سے کچھ روشنی ہمیں بھی عطا کر دو، تو انہیں جواب ملے گا: تم دل سے مسلمان نہیں تھے، نفس و شیطان نے تمہیں دھوکہ میں مبتلا کر رکھا تھا، لہٰذا آج تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

☆ اس میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ تم ان گزشتہ قوموں کی طرح نہ ہو جانا جن پر کتاب نازل کی گئی تھی مگر بعد میں ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے اور انہوں نے آسمانی کتاب سے روگردانی کر لی۔

☆ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا کھیل تماشا، زیب و زینت اور دھوکے کا سامان ہے۔ اگر تم اسی دنیا میں گم ہو گئے تو آخرت میں سخت عذاب سے واسطہ پڑے گا، اور اگر تم اپنے رب کی رضا اور مغفرت کے حصول میں سرگرم رہے تو تمہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

☆ اس سورت کے آخر میں رسولوں کو بھیجنے کی حکمت بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ لوگ عدل و انصاف قائم کریں اور کسی کے ساتھ بے انصافی اور زیادتی نہ کریں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز پیر ۱۳ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾

۱۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۱]

[۱] زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، لیکن چونکہ ہم اس کی زبان نہیں جانتے یا اس کی آواز نہیں سنتے اس لئے ہم اس کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔} (قرآن: ۱۷: ۴۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز میں اتنا حسن اور اثر رکھا تھا کہ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو پرندے ہوا میں ٹھہر جاتے اور ان کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے حتیٰ کہ پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو (داؤد علیہ السلام کے ساتھ) تسبیح کرتے تھے۔}
(قرآن: ۲۱: ۷۹)

اسی طرح بعض فرشتے ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں مگر ہم ان کی شکل دیکھنے اور ان کا کلام سننے سے قاصر ہیں اس لئے ہم ان کی تسبیح بھی نہیں سن سکتے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے معجزات کے باعث اور اولیائے کرام اپنی کرامات کے باعث ان تسبیحات کو سن سکتے ہیں جیسا کہ

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ جس وقت کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔
(بخاری: ۳:۵۷۹؛ کتاب المناقب: باب ۲۵)

☆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ میں اس پتھر کو میں آج بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے سلام کہتا تھا۔ (مسلم: ۷: ۲۲۷؛ کتاب الفضائل: باب ۱)

زبان کے بغیر تسبیح کرنا

تسبیح کرنے کے لئے ہماری طرح مخصوص زبان کا ہونا ضروری نہیں ہے، جیسے پلاسٹک کے بنے ہوئے ٹی وی، ریڈیو اور کمپیوٹر کی ہماری طرح کوئی زبان نہیں ہے مگر جب ان کو اون کیا جائے تو وہ ہمیں لوگوں کی آوازیں سناتے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھ، پاؤں اور کان وغیرہ کو حکم دے گا تو اگرچہ ان کی ہماری طرح زبان نہیں اس کے باوجود وہ سب کچھ بیان کر دیں گے جو کچھ انہوں نے دیکھا سنا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ②

۲۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۲]

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③

۳۔ وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۳]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ

۴۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا، [۴] وہ جانتا ہے

☆ {آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔} (قرآن: ۳۶:۶۵)

☆ {تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے} (قرآن: ۴۱:۲۰)

[۲] جس طرح زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح ان کا حکمران بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز کی زندگی اور موت کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۳] اول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ہے اس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔

آخر سے مراد یہ ہے کہ وہ سب سے آخر ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

ظاہر سے مراد یہ ہے کہ وہ سب پر غالب ہے اور اس کی قدرت کے دلائل اتنے واضح ہیں کہ سورج سے بھی زیادہ ظاہر ہیں۔ اور باطن سے مراد یہ ہے کہ وہ کائنات کی ساری پوشیدہ چیزوں کو خوب جانتا ہے مگر خود اتنا مخفی ہے کہ انسانی حواس اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتے۔

ان الفاظ کی بہترین تفسیر وہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے خود درج ذیل دعا میں بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (اللہ کے حضور) عرض کیا: ۔۔۔اے اللہ تعالیٰ! تو اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، اور تو آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے، اور تو ظاہر ہے، تجھ سے (زیادہ ظاہر اور) برتر کوئی چیز نہیں ہے، اور تو باطن ہے، تجھ سے زیادہ مخفی کوئی چیز نہیں ہے، تو ہمارا قرض ادا کر دے اور ہم کو فقر و افلاس سے غنی کر دے۔ (مسلم: ۶۸۸۹: کتاب الذکر والدعاء: باب ۱۷)

[۴] یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے میں چھ دن کیوں صرف کئے؟ جبکہ وہ قادر مطلق ہے

مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④

جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے، [۵] اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ (اسے) خوب دیکھنے والا ہے۔ [۶]

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ⑤

۵۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، اور سب امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ [۷]

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑥

۶۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور وہ سینوں کی (پوشیدہ) باتیں خوب جاننے والا ہے۔ [۸]

اور صرف لفظ کن سے ایک لحہ میں ساری کائنات پیدا کر سکتا ہے، اور پھر دن سے کتنا وقت مراد ہے؟ کیونکہ سورج ابھی پیدا ہی نہیں ہوا جس کے طلوع وغروب سے دن کا تعین ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے عرش پر جلوہ گر ہونے سے کیا مراد ہے؟ جبکہ وہ مکان سے پاک ہے۔ دراصل ان ساری باتوں کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی کام کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو بھی بغیر کسی تردد کے اس پر ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔

[۵] زمین میں جو پانی اور بیج وغیرہ داخل ہوتے ہیں، زمین سے جو نباتات اور معدنیات وغیرہ باہر نکلتی ہیں، آسمان سے جو بارش کا پانی اور فرشتے وغیرہ نازل ہوتے ہیں اور زمین سے جو دعائیں اور بخارات وغیرہ اوپر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو خوب جانتا ہے اور اسی کی رحمت سے یہ نظام کائنات چل رہا ہے۔

[۶] یعنی تم رات کی تاریکی میں ہو یا دن کے اجالے میں، تم بند کمرے میں ہو یا کھلے میدان کے اجتماع میں، تم اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو، وہ تمہاری ہر حرکت کو خوب دیکھتا ہے اور اس کی جزا وسزا پر پوری طرح قادر ہے۔

[۷] زمین وآسمان کا حقیقی حکمران اللہ تعالیٰ ہے، کوئی شخص اس کی حکومت سے نکل کر باہر نہیں جا سکتا اور آخر کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں اس کے جملہ امور کا حساب لیا جائے گا۔

[۸] اس سے مراد موسمی تغیرات ہیں یعنی کبھی رات اتنی لمبی ہوتی ہے کہ دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو جاتا ہے اور کبھی دن اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ دن میں شامل ہو جاتا ہے اس طرح انسان مختلف موسموں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اگر ہمیشہ ایک ہی موسم رہتا تو انسان اُکتا جاتا اور زمینی پیداوار میں بھی تنوع پیدا نہ ہوتا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

۷۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے، پس تم میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ [۹]

کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمہاری ظاہری حرکتوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے سینوں میں چھپی ہوئی نیتوں کو بھی جانتا ہے اور وہ تمہارے اعمال اور تمہاری نیتوں کے مطابق تمہاری جزاوسزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۹] یعنی آج جو مال تمہارے پاس ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس نے تمہیں اپنے نائب کی حیثیت سے اس میں تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے، لیکن کتنا ناشکرا ہے وہ شخص جو مال کے اصل مالک کے کہنے پر خرچ نہ کرے۔ نیز یہ مکان اور زمین وغیرہ ہمیشہ سے تمہارے پاس نہیں ہیں، بلکہ یہ تمہارے اکابر کے پاس تھے، آج تمہارے پاس ہیں اور تمہارے مرنے کے بعد ان کا وارث کوئی اور بن جائے گا، لہٰذا اپنی جانشینی کے دور میں اگر تم اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اس کا بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور جس انسان کے دل میں یہ یقین پختہ ہو جائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جو قارون کی طرح ان نعمتوں کو ذاتی کمال سمجھتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (قرآن: ۲۸:۷۶ تا ۸۱)

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (اگر اس مال میں سے تم نے خرچ نہ کیا اور تمہارے مرنے کے بعد) اگر تمہارے وارث نے اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا تو وہ تم سے زیادہ سعادت حاصل کرلے گا اور اگر تمہارے وارث نے اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کیا، تو (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تم نے گویا گناہ میں اس کی معاونت کی کوشش کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۷)

سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۹۶ کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز ؒ اپنی اولاد کے لئے کچھ مال جمع نہیں کرتے تھے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی: {بے شک میرا حامی اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک لوگوں کی حمایت کرتا ہے: قرآن: ۷:۱۹۶} اور فرمایا: اگر میری اولاد نیک ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہوگا اور جس کا اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو اس کو میرے مال کی ضرورت نہیں ہے، اور خدانخواستہ اگر میری اولاد مجرم ہوئی تو میں اپنے مال سے اس کی مدد نہیں کرنا چاہتا اور سورہ قصص کی آیت نمبر ۱۷ تلاوت فرمائی جس میں {حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر احسان فرمایا اب میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔} (قرآن: ۲۸:۱۷)۔

وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾

۸۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول ﷺ تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک اللہ تعالیٰ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ [۱۰]

صدقہ کرنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے لئے اس کے مال سے صرف تین نصیب ہیں۔ ایک وہ جو اس نے کھا کر فنا کر دیا۔ دوسرا وہ جو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا اور تیسرا وہ جو اس نے صدقہ کر کے (آخرت کے لئے) ذخیرہ کر لیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم: ۷۴۲۲: کتاب الزہد: باب ۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست بخیل ہو، تو فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہو اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو، اور اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جان نکلنے لگے اور تو کہے کہ فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور فلاں کے لئے اتنا مال ہے حالانکہ وہ مال تو فلاں کا ہو چکا ہے۔ (بخاری: ۱۴۱۹: کتاب الزکوٰۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی (اور اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کیا)۔ نبی ﷺ نے پوچھا: بکری کے گوشت سے کیا بچا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: ایک شانے کے سوا کچھ نہیں بچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شانے کے سوا ساری بکری بچ گئی ہے۔ (ترمذی: ۲۴۷۰: صفۃ القیامۃ: باب ۳۳) یعنی جو کچھ خدا کی راہ میں تقسیم ہوا وہی تو آخرت میں ہمارے لئے محفوظ ہو گیا ہے اور یہ شانے کا گوشت تو ہم کھائیں گے اور فنا ہو جائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جس کو اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال ہی زیادہ محبوب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اس کا مال وہی ہے جو اس نے (آخرت کے لئے) آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری: ۶۴۴۲: کتاب الرقاق: باب ۱۲)

[۱۰] یعنی نبی ﷺ تمہیں توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور انہوں نے تمہارے سامنے توحید کے دلائل بھی بیان کر دیئے ہیں اس کے باوجود تمہاری عقل و خرد کو کیا ہو گیا ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے؟ واضح دلائل اور معجزات کے بعد تمہارے پاس ایمان نہ لانے کا کیا عذر ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے تمہاری روحوں سے بھی عہد لیا تھا جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ یعنی پوری نسل انسانی کی روحوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

۹۔ وہی ہے جو اپنے (محبوب) بندے پر واضح آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ وہ تمہیں (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لائے، اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نہایت شفقت فرمانے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۱۱]

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ

۱۰۔ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا وارث تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، [۱۲] تم میں سے کوئی بھی ان کے

پشت سے نکالا اور عرفات پہاڑ کے متصل وادیٔ نعمان میں جمع کیا۔ ان کو وجود، شعور اور قوت گویائی عطا فرما کر ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی لی، اس کو میثاقِ الست کہا جاتا ہے، یعنی ان سے پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیا: کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں تم پر زمین و آسمان اور تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس میثاق کا علم نہیں تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی میرے سوا کوئی دوسرا رب ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجوں گا جو تم کو میرے اس عہد و میثاق کی یاد دہانی کرائیں گے۔۔۔۔'' (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۳۵)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب آپ کے گرد آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت موجود تھی یہ فرمایا: تم مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے کسی پر بہتان نہیں باندھو گے اور کسی نیک کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور جس نے ان گناہوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا اور اسے اس دنیا میں سزا دی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جس نے ان گناہوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو اسے سزا دے، پھر ہم نے ان (سب باتوں) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔

(بخاری: ۱۸: کتاب الایمان: باب ۱۱)

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح معجزات عطا فرمائے تاکہ تم ان کی نبوت کو تسلیم کرو اور ان پر قرآن مجید کی واضح آیات نازل فرمائیں تاکہ وہ تمہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کے اجالے میں لے آئیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے۔

[۱۲] زمین و آسمان کے سارے خزانوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اپنے کچھ مال کا تمہیں عارضی مالک بنایا ہے اور پھر

مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ

برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کیا اور قتال کیا، ان کا درجہ ان مسلمانوں سے بہت بڑا ہے جنہوں نے اس (فتح مکہ) کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا، [۱۳] اور اللہ تعالیٰ نے سب سے

اس میں سے کچھ خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کتنی بڑی احسان فراموشی ہے کہ تم اس کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اگر تم اس مال کو یونہی چھوڑ کر مر گئے تو تمہیں اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور اگر تم نے اس کو اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں خرچ کر دیا تو آخرت میں تمہیں اس کا اجر عظیم ملے گا۔

[۱۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے جنگ لڑی، اور دوسرا وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور کفار سے جنگ لڑی، اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہ نسبت بہت بڑا ہے، کیونکہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کی تعداد کم اور مالی حالت کمزور تھی اس لئے پہلے دور میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اور قتال میں حصہ لینا بہت مشکل تھا جبکہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور مالی حالت بھی بہتر ہوگئی اس لئے دوسرے دور میں یہ دونوں کام پہلے کے بہ نسبت آسان تھے۔

اس سے معلوم ہوا جس عبادت میں جتنی زیادہ مشکلات ہوں اس کا اجر و ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، اور جو لوگ مشکل حالات میں اسلام کے لئے قربانیاں دیتے ہیں ان کا مقام و مرتبہ دیگر مسلمانوں سے بلند ہوتا ہے۔ اسی لئے اہل سنت کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہے کیونکہ مردوں میں انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور انتہائی مشکل حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، اپنا مال بھی خرچ کیا اور کفار سے مقابلہ بھی کیا۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں امام بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ان کے درجہ میں رکھا کرو۔

(ابوداؤد: ۲: ۴۸۴۲: کتاب الاذان: باب ۲۰)

☆ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابودرداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔ (السیرة الحلبیة: جلد ۲: ص ۵۶)

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے اور ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، سب سے پہلے اللہ

تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا اور سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا۔ (صفوة التفاسیر، تفسیر قرطبی)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال کیا اس کا درجہ ان سے بلند ہے جنہوں نے یہ دونوں کام فتح مکہ کے بعد کئے، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے لئے نمایاں خرچ کرنے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور اسلام کے لئے نمایاں قتال کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کے ذکر کو قتال کرنے والے کے ذکر پر مقدم کیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ نیز خرچ کرنا باب رحمت سے ہے اور قتال کرنا باب غضب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے، لہٰذا خرچ کرنے والا قتال کرنے والے سے آگے ہے۔ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے مگر ان کا خرچ کرنا اسی وقت ثابت ہوگا جب انہوں نے بڑے بڑے مواقع پر نمایاں مال خرچ کیا ہو جبکہ یہ چیز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے اور انہوں نے ہی اسلام کے لئے سب سے پہلے قتال کیا کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اور اس وقت وہ قتال کرنے والے نہیں تھے جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت سب سے آگے بڑھ کر اسلام کا دفاع کرتے تھے حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ لڑتے لڑتے موت کے قریب تک پہنچے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی گروہ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور پھر کوئی اور ان کی امامت کرائے۔ (ترمذی: ۳۶۷۳: ابواب المناقب: باب ۴۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی ہم پر کوئی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے، کیونکہ ان کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ ان کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا، اور کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا۔ اگر مجھے کوئی خلیل بنانا ہوتا تو میں یقیناً ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا مگر غور سے سن لو! تمہارا صاحب اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

(ترمذی: ۳۶۶۱: ابواب المناقب: باب ۳۴)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں مجھے فرمایا: میرے لئے اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں (ان کے لئے) ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میں ہی (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو مسترد کر دیں گے۔ (مسلم: ۶۱۸۱: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی تو آپ ﷺ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے،[۱۴] اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: ابوبکر ﷛ بہت نرم دل ہیں، جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ رو پڑیں گے اور وہ قرآن نہیں پڑھ سکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ﷛ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر پہلے کی طرح عرض کیا: آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم یوسف ﷤ کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ ابوبکر ﷛ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں، پس ابوبکر ﷛ نے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ نبی ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے باہر نکلے اور میں آپ کو دیکھ رہی تھی، آپ ﷺ پیر گھسیٹ کر چل رہے تھے جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے۔ جب ابوبکر ﷛ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر ابوبکر ﷛ پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ ابوبکر ﷛ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر ﷛ نمازیوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔

(بخاری: ۷۱۲: کتاب الاذان: باب ۶۷)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا، حضرت ابوبکر ﷛ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے جبہ پہنا ہوا تھا جس کو کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا تھا۔ اس اثناء میں جبریل امین ﷤ آئے اور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پڑھ سنایا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکر ﷛ نے ایسا جبہ پہنا ہوا ہے جس کو کانٹوں سے جوڑا گیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے جبریل! ابوبکر ﷛ نے فتح سے پہلے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ جبریل ﷤ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر ﷛ کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں اور ان سے پوچھیں: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ سو نبی کریم ﷺ ابوبکر ﷛ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر ﷛! یہ جبریل امین ﷤ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں اور تیرا رب تجھ کو فرماتا ہے: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت ابوبکر ﷛ نے کہا: میں اپنے رب پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر ﷛! اللہ تعالیٰ تجھے فرماتا ہے: بے شک میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں جس طرح تو مجھ سے راضی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر ﷛ رو پڑے۔ جبریل امین ﷤ نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! جب سے آپ کے یار نے جبہ پہنا ہے حاملین عرش بھی اسی قسم کے جبے پہنے ہوئے ہیں۔

(تفسیر منیر، تفسیر قرطبی، سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۱۴] جس طرح نفس نبوت میں سب نبی برابر ہیں لیکن کمالات و مراتب کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح صحابی ہونے میں سب صحابہ ﷡ برابر ہیں لیکن کمالات و مراتب کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں کو بعد والوں پر فضیلت دی ہے مگر بھلائی یعنی مغفرت اور جنت کا وعدہ سب صحابہ ﷡ کے ساتھ ہے خواہ ان کا تعلق پہلے طبقہ سے ہو یا دوسرے طبقہ سے کیونکہ ان سب نے اپنی اپنی استطاعت کے

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس (قرض) کو کئی گنا بڑھاتا رہے، [۱۵] اور اس کے لئے (اس کے علاوہ بھی) عظیم الشان اجر ہے۔

یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ جس دن آپ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا (اور ان سے کہا جائے گا:) آج تمہیں ان باغوں کی بشارت ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، تم ہمیشہ ان میں رہو گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [۱۶]

مطابق اسلام کو پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور امت کے درمیان ایسا واسطہ ہیں جن کے بغیر امت کو قرآن وسنت پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اسی لئے ان کا زمانہ سب سے بہتر ہے اور ان کی معمولی نیکی کے ثواب کو ہماری بڑی نیکیاں بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلوگرام بلکہ آدھا کلوگرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری: ۳۶۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

[۱۵] قرض حسن سے مراد وہ قرض ہے جو ایک مالدار شخص کسی ضرورت مند کو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیتا ہے اور اس پر سود نہیں لیتا۔ مثال کے طور پر اگر ایک انسان کسی حاجت مند کو ایک ہزار پونڈ قرض حسن دے تو مقروض پر لازم ہے کہ وہ وقت مقررہ پر ایک ہزار پونڈ قرضدار کو واپس کرے۔ اب ذرا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا اندازہ کریں کہ وہ بے نیاز ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے، وہ خود انسان کو مال عطا کرتا ہے اور پھر اسے فرماتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ اپنے لئے رکھ لے مگر اس کا کچھ حصہ دوسرے انسانوں کی بہتری پر خرچ کردے۔ اس سے فائدہ تو بنی نوع انسان اٹھائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ وہ اس کو اپنے ذمہ قرض حسن قرار دے رہا ہے اور وہ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا کر اس وقت واپس کرے گا جب انسان کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔

[۱۶] جب لوگ میزان عدل سے فارغ ہو کر پل صراط کی طرف جائیں گے تو وہاں تاریکی ہوگی، اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے دائیں ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ چمک رہا ہوگا اور ان کے سامنے ان کے ایمان اور عمل صالح کا نور چمک رہا ہوگا مگر یہ نور صرف اہل ایمان کے راستے کو روشن کرے گا۔ جس طرح سرنگ، کان اور اندھیرے میں کام کرنے والا شخص اپنی

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ﴿۱۳﴾

۱۳۔ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ذرا ہماری طرف بھی توجہ کرو تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں سے) نور تلاش کرو، پھر ان کے (اور اہل ایمان کے) درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندر کی جانب رحمت ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا۔[۱۷]

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ وہ (منافق) ان (مومنوں) کو پکار کر کہیں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، لیکن تم نے اپنے آپ کو (منافقت کے) فتنہ میں ڈال دیا تھا، اور تم (ہماری تباہی کا) انتظار کرتے رہے اور (دین میں) شک کرتے رہے اور جھوٹی امیدوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (موت) آ پہنچا اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دغاباز (شیطان) دھوکہ دیتا رہا۔[۱۸]

پیشانی پر ایک ٹارچ باندھ لیتا ہے، لہٰذا وہ ٹارچ صرف اسی کا راستہ روشن کرتی ہے کسی دوسرے کا راستہ روشن نہیں کرتی۔ اسی طرح اہل ایمان کا چہرہ ٹارچ کی طرح انہیں تو اپنا راستہ دکھائے گا لیکن کسی اور کا راستہ روشن نہیں کرے گا۔ اہل ایمان جب اس نور کی روشنی میں پل صراط کو عبور کر لیں گے تو فرشتے انہیں نہروں والی دائمی جنت کی بشارت سنائیں گے اور قیامت کے دن جس کو جنت مل گئی یوں سمجھو کہ اسے بہت بڑی کامیابی مل گئی۔

[۱۷] اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں تاریکی میں بھٹک رہے ہوں گے اور اہل ایمان کو درخواست کریں گے کہ ذرا ہماری طرف بھی توجہ کرو تا کہ تمہارے چہرے کی روشنی سے ہم بھی اپنا راستہ تلاش کر سکیں۔ اہل ایمان جواب دیں گے: تم واپس جاؤ اور جہاں سے ہمیں یہ نور ملا ہے تم بھی وہاں جا کر تلاش کرو۔ جونہی وہ پیچھے توجہ کریں گے تو ان کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ یہ دیوار جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگی، اس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر کی جانب جنت ہوگی جس میں رحمت ہی رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب دوزخ ہوگا جس میں عذاب ہی عذاب ہوگا۔

[۱۸] جب منافقین اور ایمان والوں کے درمیان دیوار حائل ہو جائے گی اور منافقین اس طرف رہ جائیں گے جہاں تاریکی اور

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑮

۱۵۔ پس (اے منافقو!) آج کے دن نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان سے جنہوں نے کفر کیا، تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔[۱۹]

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ

۱۶۔ کیا ابھی تک ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے اور اس حق کے لئے نرم ہو جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی،

جہنم کی آگ ہوگی تو وہ ایمان والوں کو پکار کر کہیں گے: ہم دنیا میں تمہارے گروہ میں شامل تھے، ہم تمہارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، آج تم ہمیں اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھتے؟ اور ہمیں تاریکی میں کیوں چھوڑ دیا ہے؟ ایمان والے جواب دیں گے: ٹھیک ہے تم ہمارے ساتھ رہتے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے مگر تمہارے اندر درج ذیل خرابیاں تھیں جس کی وجہ سے آج تمہیں ہم سے جدا کر دیا گیا ہے:

۱۔ تم نے اپنے آپ کو منافقت کے فتنہ میں ڈال رکھا تھا۔ دنیا کا کوئی انسان کسی منافق کو پسند نہیں کرتا مگر تمہاری منافقت کی انتہا تھی کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے ساتھ منافقت اختیار کر رکھی تھی، لہٰذا تمہارا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔

۲۔ تم بظاہر ہمارے ساتھ تھے لیکن اندر سے کفار کے ساتھ ملے ہوئے تھے تاکہ ان سے بھی رابطہ قائم رہے اور اس انتظار میں تھے کہ جو بھی گروہ غالب آ گیا تم اس کے ساتھ مل جاؤ گے۔

۳۔ تم دین اسلام میں شک کرتے تھے۔ اگر تمہیں یقین ہوتا کہ اسلام سچا مذہب ہے تو تم اس کو دل سے تسلیم کر لیتے مگر تم صرف زبان سے اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے۔

۴۔ تم رات دن مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے اور ان کی تباہی کے خواب دیکھنے میں سرگرم رہے حتیٰ کہ تمہیں موت آ گئی اور تمہاری کوئی تمنا پوری نہ ہوئی، لہٰذا تمہاری ان باطل امیدوں نے تمہیں آج اس تاریکی میں لا کھڑا کیا جہاں سے تمہاری نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

۵۔ شیطان نے تمہیں دھوکہ دیا اور تم اس کے دھوکے میں آ گئے، تم یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، لہٰذا اب تم اسی کے ساتھ ہمیشہ جہنم ہی میں رہو گے۔

[۱۹] کفار و منافقین کو جب یہ فیصلہ سنا دیا جائے گا کہ اب تمہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ہی رہنا ہے، اس وقت اگر تم دوزخ سے بچنے کے لئے کوئی معاوضہ دینا چاہو گے تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اول تو معاوضہ دینے کے لئے اس وقت تمہارے پاس کوئی چیز نہیں ہوگی اور بالفرض اگر کوئی چیز ہوتی تو بھی قبول نہ کی جاتی کیونکہ قیامت کا دن عمل کی جگہ نہیں بلکہ جزا و سزا کی جگہ ہے۔

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿۱۶﴾

پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان بن گئے۔ [۲۰]

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے، [۲۱] بے شک ہم نے تمہارے لئے (اپنی) نشانیاں واضح کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیا ان کے لئے (ان کا قرض حسن) کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے (اس کے علاوہ بھی) عظیم الشان اجر ہے۔ [۲۲]

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ

۱۹۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان

---

[۲۰] اس آیت میں غافل مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ زندگی کا کوئی علم نہیں، کسی گھڑی موت کا فرشتہ آئے گا اور زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا، لہٰذا اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دین حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جائیں جو اپنے دین پر عمل پیرا تھے مگر اپنے نبی کے جانے کے بعد جب طویل عرصہ گزر گیا تو انہوں نے اپنی کتاب کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور مسلسل غفلت سے ان میں سے اکثر کے دل اس حد تک سخت ہو گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بن گئے۔

[۲۱] جس طرح ایک خشک اور مردہ زمین پر جب باران رحمت برستی ہے تو وہ تر و تازہ اور زندہ ہو جاتی ہے، اسی طرح جب غافل دل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی شمع روشن ہوتی ہے تو اس کے دل سے غفلت کا زنگ اتر جاتا ہے اور وہ یاد خداوندی سے زندہ ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کو صاف کرنے اور چمکانے کے لئے ایک آلہ ہوتا ہے اور دلوں کو صاف کرنے اور چمکانے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (شعب الایمان: بیہقی: ۵۲۲: جلد اول: ص ۳۹۶)

☆ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری: ۶۴۰۷: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

[۲۲] اس آیت کی تفسیر کے لئے حاشیہ نمبر ۱۵ ملاحظہ فرمائیں۔

الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ۗ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾

لائے وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، [۲۳] ان کے لئے ان کا (خصوصی) اجر بھی ہے اور (خصوصی) نور بھی ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ۗ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۗ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ۗ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ خوب جان لو! دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیب و زینت ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے، اس کی مثال بارش کی سی ہے جس کی پیداوار کسانوں کو اچھی لگتی ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تو اس کو زرد رنگ کی دیکھتا ہے، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، اور آخرت میں (طالب دنیا کے لئے) سخت عذاب ہوگا اور (طالب آخرت کے لئے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی ہوگی، اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔ [۲۴]

---

[۲۳] صدیق اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ سچا ہو یا توحید و رسالت کی تصدیق کرنے والا ہو، اور شہید اسے کہا جاتا ہے جو توحید و رسالت کی گواہی دینے والا ہو یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے۔ اس آیت میں چونکہ ہر مومن کو صدیق اور شہید کہا گیا ہے، لہٰذا یہاں صدیق کا معنی ہوگا: توحید و رسالت کی تصدیق کرنے والا اور شہید کا معنی ہوگا: توحید و رسالت کی گواہی دینے والا، اور یہ معنی ہر مومن پر صادق آتا ہے۔

[۲۴] یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اسی لئے اللہ والے اس سے آخرت کے لئے نیکیوں کے ذخیرے تیار کرتے ہیں، مگر جو لوگ اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان کے لئے یہ دنیا محض ایک سراب اور دھوکے کا سامان ہے۔ ان کا بچپن کھیل تماشے کی نذر ہو جاتا ہے، ان کی جوانی زیب و زینت اور ایک دوسرے پر فخر کرنے میں گزر جاتی ہے اور بڑھاپے میں مال و اولاد کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ ان کی مثال بارش کی سی ہے جس کے ذریعہ زمین میں فصلیں لہلہانے لگتی ہیں، کسان ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں مگر چند دنوں کے بعد وہ ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زردی مائل ہو جاتی ہے، پھر یا تو کسان اسے کاٹ لیتا ہے یا کوئی آفت اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے اور پھر اس کھیت میں سبزے کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہی حال اس دنیا کی زندگی اور اس کے مال و متاع کا ہے۔ یہ سب کچھ فانی اور دھوکے کا سامان ہے۔ جو شخص اس عارضی دنیا کے عیش و عشرت میں گم رہتا ہے

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی چوڑائی کے برابر ہے، وہ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔[۲۵]

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ کوئی مصیبت نہ تو زمین پر آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں پر مگر اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے بالکل آسان ہے۔[۲۶]

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ

۲۳۔ تا کہ تم اس چیز پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی

آخرت میں اس کے لئے سخت عذاب ہوگا اور جو شخص اس دنیا میں اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں بخش دیتا ہے اور اسے اپنی خوشنودی سے سرفراز فرماتا ہے۔

[۲۵] یہ دنیا اور اس کا مال و متاع عارضی اور دھوکے کا سامان ہے، لہٰذا تم اس میں گم ہو کر اپنی آخرت کو برباد نہ کرو بلکہ اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم پہلے نافرمان رہے ہو تو توبہ کرنے میں جلدی کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں بخش دے اور تمہیں اپنے فضل و کرم سے اس وسیع و عریض جنت میں داخل فرمائے جو اس نے اپنے مومن بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ جس جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے اس کی لمبائی کا عالم کیا ہوگا؟

[۲۶] جو بھی اجتماعی یا انفرادی مصیبت تم پر آتی ہے وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ کسی چیز کے واقع ہونے سے پہلے اس کو لوح محفوظ میں لکھ دینا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ اس کا علم قیامت تک واقع ہونے والی ہر چیز کو محیط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تمام مخلوق کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔

(مسلم: ۶۷۴۸: کتاب القدر: باب ۲)

تقدیر کے متعلق تفصیلی بیان سورہ قمر (۵۴) کی آیت نمبر ۴۹ کے حاشیہ نمبر ۳۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اٰتٰىكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ۝۲۳

رہی اور اس چیز پر نہ اتراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی، اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا۔[۲۷]

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۴

۲۴۔ جو لوگ خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں، اور جو شخص (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) روگردانی کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز (اور) قابل حمد ہے۔[۲۸]

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ

۲۵۔ بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزانِ (عدل) کو نازل فرمایا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں،[۲۹] اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت

---

[۲۷] جو مصیبت اور نعمت اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دی ہے وہ تمہیں مل کر رہے گی۔ مصیبت پر غمگین ہونا اور نعمت پر خوش ہونا ایک فطری امر ہے مگر ایسا غم جو انسان کو مایوسی اور بے صبری کی طرف لے جائے اور ایسی خوشی جو انسان کو ظلم اور تکبر کی طرف لے جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ مصیبت پر صبر کرے اور اس سے نجات کی کوشش میں لگا رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر دے، اور خوشی کے موقع پر انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی مخلوق کی ہمدردی کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کا سلسلہ جاری رکھے۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں مگر جو لوگ اس حکم کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں تو انہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا اور اگر وہ بخل کریں تو اس کا وبال انہی پر ہوگا، اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا کیونکہ وہ لوگوں کی عبادت اور ان کے اموال سے بے نیاز ہے، اس کے خزانے غیر محدود ہیں اور کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے وہ بہر حال قابل حمد و ستائش ہے۔

[۲۹] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے رسولوں کو بھیجا اور ان کی رسالت کو ثابت کرنے کے لئے انہیں معجزات عطا فرمائے اور انہیں کتاب عطا فرمائی جس میں صحیح عقائد اور نیک اعمال کو بیان کیا اور انہیں میزانِ عدل یعنی نظام شریعت بھی دیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کریں اور کسی کی حق تلفی نہ کریں، اور اگر کوئی میزان عدل

شَدِيدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

قوت ہے اور لوگوں کے لئے فوائد ہیں۔[۳۰] تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔[۳۱]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب مقرر فرما دی[۳۲] تو ان میں سے بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور ان میں سے اکثر نافرمان رہے۔[۳۳]

کی خلاف ورزی کرے تو اسے نظام شریعت کے مطابق سزا دی جائے۔

[۳۰] اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک لوہا بھی ہے جو بڑی سخت قسم کی دھات ہے، اس سے نہ صرف یہ کہ جنگی ہتھیار بنتے ہیں بلکہ جہاز، کاریں، مشینیں اور دیگر انسانی ضروریات کی بے شمار چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔

[۳۱] اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسولوں کو بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے، اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی حقیقت معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی حقیقت کو خوب جانتا ہے بلکہ اس لئے کہ لوگ مشاہدہ کر لیں کہ کون اس کے رسولوں کی بات پر ایمان لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اگر وہ چاہے تو لوگوں کی مدد کے بغیر ہی اپنے رسولوں کو غالب کر سکتا ہے مگر وہ لوگوں کو اپنے رسولوں کی مدد کا حکم اس لئے دیتا ہے تاکہ لوگ تعمیل حکم کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں اور جنت کے مستحق قرار پائیں۔

[۳۲] اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اعلان کر دیا کہ آئندہ جتنے انبیاء اور آسمانی کتابیں دنیا میں آئیں گی وہ سب ان ہی دو بزرگوں کی نسل میں ہوں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور بعد میں آنے والے سارے انبیاء و رسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور چاروں مشہور آسمانی کتابیں یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن بھی جن انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔

[۳۳] یہ انبیائے کرام علیہم السلام جن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ان میں سے بعض لوگ ایمان لائے اور اکثر نافرمان ہی رہے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۲۷

۲۷۔ پھر ہم نے ان کے بعد اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت پیدا کر دی، [۳۴] اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا مگر (انہوں نے رہبانیت کو) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (ایجاد کیا تھا)، پھر انہوں نے اس کی ایسی رعایت نہ کی جو اس کی رعایت کا حق تھا، پس ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے انہیں ان کا اجر عطا فرما دیا، اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ [۳۵]

[۳۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کو انجیل عطا فرمائی اور ان کے پیروکاروں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے شفقت اور رحمت کے جذبات پیدا کر دیئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛ وہ آپس میں رحمدل ہیں۔ (قرآن: ۴۸: ۲۹) اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنین کی آپس میں محبت، رحمت اور مہربانی کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی نیند ختم ہو جاتی ہے۔ (مسلم: ۶۵۸۶: کتاب البر: باب ۱۷)

[۳۵] رہبانیت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور سب لوگوں سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائے، ہر قسم کے دنیاوی کام کاج چھوڑ کر کسی تنہائی یا جنگل میں چلا جائے اور ساری زندگی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دے۔

عیسائیوں میں رہبانیت کی ابتدا کیسے ہوئی؟ ظاہر ہے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو نہیں ہو سکتا ورنہ بیوی سے جدائی کے بعد نسل انسانی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا اور آج زمین پر کوئی بھی عیسائی موجود نہ ہوتا۔ اس کے لئے ایک حدیث پاک ملاحظہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے! کیا تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت کو کیسے اختیار کیا؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور ان کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر جابر لوگ غالب آگئے اور انہوں نے فسق و فجور کا بازار گرم کر دیا۔ اہل ایمان نے ان کے خلاف جہاد کیا لیکن تین مرتبہ انہیں شکست ہوئی اور صرف چند لوگ زندہ بچے۔ انہوں نے آپس میں کہا: اگر ہم نے پھر ان کے ساتھ لڑائی کی تو وہ ہم سب کو فنا کر دیں گے اور ایک شخص بھی ایسا نہ بچے گا جو دین حق کی طرف لوگوں کو بلائے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ ہم زمین میں منتشر ہو جائیں یہاں

تک کہ وہ نبی مکرم تشریف لائے جس کی آمد کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا، پس وہ پہاڑوں کے غاروں میں منتشر ہو گئے اور انہوں نے رہبانیت کا آغاز کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ تو اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہے اور بعض نے کفر اختیار کر لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حدید کی یہی آیت نمبر ۲۷ تلاوت کی، پھر فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے! کیا تم جانتے ہو کہ میری امت کی رہبانیت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میری امت کی رہبانیت) ہجرت، نماز، جہاد، روزہ، حج، عمرہ اور بلند جگہ پر تکبیر کہنا ہے۔

(تفسیر الخازن: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۲۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رہبانیت کو فرض نہیں کیا تھا انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے اور رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مجبوراً اس کو اختیار کیا تھا جو اضطراری حالات کے مطابق بالکل درست اقدام تھا۔ اب بعد والوں کو چاہیے تھا کہ صرف مجبوری کے عالم میں رہبانیت کو اختیار کرتے اور جب حالات معمول پر آجاتے تو رہبانیت کو چھوڑ دیتے مگر انہوں نے اس مجبوری کی رہبانیت کا حق ادا نہ کیا اور اس کو عام حالات میں بھی عیسائیت کا حصہ بنا لیا جو کہ درست نہیں تھا۔

بہر حال ابتداء میں جن عیسائیوں نے اپنے رب تعالیٰ کی رضا کے لئے مجبوراً رہبانیت اختیار کی اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے گا اور بعد میں جن لوگوں نے کسی مجبوری کے بغیر رہبانیت اختیار کی وہ نافرمان ہیں اور انہیں رہبانیت کا کوئی اجر نہیں ملے گا، لیکن بعد والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اصل عیسائیت پر قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لا کر اجر عظیم کے مستحق قرار پائے۔

اسلام جہاں رہبانیت کے چند پہلوؤں یعنی اپنا دین بچانے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کو پسند کرتا ہے وہیں رہبانیت کی ناروا پابندیوں اور دنیا سے مکمل قطع تعلق سے برائت کا اظہار بھی کرتا ہے۔

☆ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئیں اور وہ خستہ حال تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے پوچھا: تیرا یہ کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا شوہر رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون کو ملے اور فرمایا: اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی۔ کیا تیرے لئے میں نمونہ نہیں ہوں؟ بخدا! میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ اس کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۲۲۶)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا معاملہ مشہور ہو گیا کہ انہوں نے عورتوں کو ترک کر دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا: اے عثمان! مجھے رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیا تو نے میری سنت سے روگردانی کر لی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری سنت یہ ہے کہ میں رات کو نماز

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے ایسا نور پیدا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۳۶]

بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزہ ترک بھی کرتا ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ ہم میں سے نہیں۔ اے عثمان! بے شک تیرے اہل خانہ کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (سنن دارمی: کتاب النکاح: باب ۳)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین اشخاص نبی کریم ﷺ کی ازواج رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں میں گئے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھا: جب انہیں آپ کی عبادت کے متعلق خبر دی گئی تو انہوں نے اسے کم گمان کیا اور کہا: ہماری نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے؟ ان کے تو اگلے اور پچھلے سارے خلاف اولیٰ کام بخشے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: بہر حال میں تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی ترک نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا، پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور فرمایا: تم لوگوں نے فلاں فلاں بات کہی ہے۔ سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں، میں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔ (بخاری: ۵۰۶۳: کتاب النکاح: باب ۱)

اسلام دنیا کو بالکل چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی عبادت کو چھوڑ کر صرف دنیاوی عیش و عشرت کو برداشت کرتا ہے۔ اسلام دنیا اور عبادت دونوں میں توازن کا درس دیتا ہے کیونکہ انسان کی کامیاب زندگی کے لئے دونوں ضروری ہیں۔

[۳۶] اس آیت میں اہل کتاب کو ترغیب دی جارہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے عطا فرمائے گا۔ ایک اپنے نبی پر ایمان لانے کا اور دوسرا حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا۔ نیز قیامت کے دن وہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسا نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم پل صراط کو عبور کر کے جنت میں داخل ہو سکو گے۔

☆ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کو دو گنا اجر ملے گا: ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور پھر حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا، دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؏ ۝۲۹ ع

۲۹۔ تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کچھ قدرت نہیں رکھتے اور بے شک فضل تو اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔[۳۷]

بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو، وہ اس کو خوب اچھا ادب سکھائے اور اس کو خوب اچھی تعلیم دے، پھر وہ اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

(بخاری: ۹۷: کتاب العلم: باب ۳۲)

[۳۷] جو اہل کتاب نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہ بخش دے گا اور انہیں جنت کا راستہ دکھانے کے لئے نور عطا فرمائے گا تو جو اہل کتاب نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لائے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کچھ قدرت نہیں رکھتے اور انہیں ایک اجر بھی نہیں ملے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ پر ایمان لانا فرض ہو گیا تھا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لا کر کفر اختیار کر لیا جس کی وجہ سے ان کا پہلا اجر بھی ضائع ہو گیا۔ اگر وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آتے تو ان کی پہلی نیکیاں بھی قبول کر لی جاتیں مگر ان کے انکار کے باعث ان کا سب کچھ ضائع ہو گیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو اس کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ اس پر فضل و کرم فرماتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز ہفتہ ۱۸ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۳ تا ۱۸ ستمبر یعنی صرف پانچ دنوں میں سورہ حدید کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

۳۱ جولائی کو ستائیسویں پارے کی تفسیر شروع کی تھی جو آج ایک ماہ اور ۱۸ دنوں میں مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة المجادلة (۵۸)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''مجادلہ'' ہے جو اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مجادلہ

مجادلہ کو اگر دال کی زبر سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے: ''بحث وتکرار'' اور اگر اس کو دال کی زیر سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے: ''بحث وتکرار کرنے والی عورت''۔ اس سورت کے نازل ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظہار کرلیا یعنی اسے کہا: تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، اور زمانہ جاہلیت میں اس جملہ کو طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت پریشان ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے شوہر کے بارے میں بحث وتکرار کرنے لگیں کہ طلاق سے تو میرا اور میرے بچوں کا مستقبل تباہ ہوجائے گا، لہٰذا آپ بتائیں کہ ظہار کے متعلق اسلام کا حکم کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگیں کہ میرے حال پر رحم فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور یہ سورت نازل فرمائی۔ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بحث وتکرار کی وجہ سے اس سورت کا نام مجادلہ رکھا گیا ہے۔

ظہار

اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ ''تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت ہے'' تو اس کو طلاق سمجھا جاتا اور وہ عورت اس پر حرام ہوجاتی کیونکہ اس نے بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دے دی ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی اور نہ اسے طلاق ہوتی ہے، البتہ اسلام نے ایسا کہنے سے منع کیا ہے اور اگر کوئی خاوند ایسی بات کہہ بیٹھے تو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ظہار کہا جاتا ہے۔

حدود اللہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو توڑتے ہیں انہیں پہلی قوموں کے انجام بد سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ قیامت کے دن جب ان سے باز پرس ہوگی تو وہ اس کا کیا جواز پیش کریں گے؟

منافقین

اس سورت کی ساتویں اور آٹھویں آیات میں منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم جو اسلام کے خلاف سازشیں اور خفیہ سرگوشیاں کرتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے۔ اگر تم ان سازشوں سے باز نہ آئے تو آخرت میں تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

مومنین

نویں اور دسویں آیات میں مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ منافقین کی سرگوشیاں تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکیں گی، لہٰذا تم جب تنہائی میں مل کر بیٹھو تو آپس میں گناہ اور زیادتی کی باتیں نہ کیا کرو بلکہ نیکی اور تقویٰ کی باتیں کیا کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، وہی تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔

آداب مجلس

اگر تم کسی مجلس میں بیٹھے ہو اور بعد میں کوئی اور آدمی آ جائے تو اس کے بیٹھنے کے لئے گنجائش نکالو اور اگر میزبان مجلس برخاست کرنے کی درخواست کرے تو خوشی سے چلے جاؤ اور میزبان کے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔

حزب اللہ اور حزب الشیطان

آخر میں انسانوں کے دو گروہوں کا بیان ہے۔ ایک حزب الشیطان ہے۔، وہ شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔ دوسرا حزب اللہ ہے، وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور وہی آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز اتوار ۱۹ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۲۲ ۵۸ سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۵ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ①

۱۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی بات سن رہا تھا، [۱] بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

---

[۱] اس آیت میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جن کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کر لیا تھا، اور ظہار کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو کہا: تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں اس جملہ کو طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت پریشان ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے شوہر کے بارے میں بحث و تکرار کرنے لگیں کہ طلاق سے تو میرا اور میرے بچوں کا مستقبل تباہ ہو جائے گا، لہٰذا آپ بتائیں کہ ظہار کے متعلق اسلام کا حکم کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگیں کہ میرے حال پر رحم فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور یہ آیات نازل فرمائیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بشارت دی اور یہ آیات ان کو پڑھ کر سنائیں۔ (تفسیر منیر) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاوند حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: تم ایک غلام یا ایک لونڈی آزاد کرو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس کوئی غلام یا لونڈی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ماہ کے لگاتار روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: اگر میں ایک دن میں تین دفعہ نہ کھاؤں تو میری بینائی جواب دینے لگتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس اس کی بھی طاقت نہیں ہے، البتہ آپ میری مدد فرما دیں تو ممکن ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدد فرمائی اور اس طرح اس کا کفارہ ادا ہو گیا۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ المجادلۃ (۵۸): زیر آیت نمبر ۱)

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے نہ صرف یہ کہ اس عورت کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی آواز سنی بلکہ اس کے جواب میں قرآن مجید کی آیات نازل فرمائیں۔ اس واقعہ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت اہم مقام حاصل تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے گزرے۔ آپ رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار تھے اور بہت سے لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت خولہ بنت ثعلبہ

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔىْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲

۲۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ دراصل ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے، اور بے شک وہ لوگ ایک ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں، [۲] اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳

۳۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر وہ اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیں تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، تمھیں اس بات کا حکم دیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ [۳]

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو روک لیا اور نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگیں: اے عمر! وہ دن تجھے یاد ہیں جب تمہیں عمیر (چھوٹا سا عمر) کہا جاتا تھا، پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا اور اب تمہیں لوگ امیر المومنین کہنے لگے ہیں، پس اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ جو شخص موت پر یقین رکھتا ہے اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی ضروری چیز رہ نہ جائے اور جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ آپ ﷺ بڑے صبر و تحمل سے کھڑے ان کی نصیحت کو سنتے رہے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! اس بڑھیا کے لئے آپ اتنی دیر کھڑے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بخدا! اگر یہ مجھے صبح سے شام تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا۔ صرف نماز کے اوقات میں رخصت لوں گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بوڑھی کون ہے۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے جس کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سنا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کی بات آسمانوں سے اوپر سنے اور میں اس کی بات زمین پر نہ سنوں؟ (تفسیر قرطبی: سورۃ المجادلۃ (۵۸): زیر آیت نمبر ۱)

[۲] اسلام سے پہلے عرب میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ "تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت ہے۔" تو اس کو طلاق سمجھا جاتا اور وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی کیونکہ اس نے بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دے دی ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی اور نہ اسے طلاق ہوتی ہے کیونکہ اصل ماں صرف وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔ اپنی بیوی کو ماں کہنا ایک تو بذات خود بڑی مکروہ بات ہے اور دوسرا یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ بیوی کبھی ماں نہیں بن سکتی، اور اگر کوئی خاوند ایسی بات کہہ بیٹھے تو اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ظہار کہا جاتا ہے۔

[۳] جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے اور پھر اپنی اس بات سے رجوع کرنا چاہے تو اس کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴

۴۔ پھر جس شخص کو (غلام) میسر نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے دو مہینوں کے لگاتار روزے رکھے، پھر جو شخص (روزوں کی بھی) طاقت نہ رکھے تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان قائم رکھو، اور یہ اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵

۵۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور بے شک ہم نے واضح آیات نازل کر دی ہیں، اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ [۴]

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶

۶۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو (زندہ کر کے) اٹھائے گا، پھر انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نے (ان کے) ہر عمل کو شمار کر رکھا ہے حالانکہ وہ اسے بھول چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔

بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے درج ذیل کفارہ ادا کرے یعنی وہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حدیں ہیں، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مقرر کردہ حدود پر ایمان رکھو اور ان کی خلاف ورزی نہ کرو۔

[۴] علامہ صاوی لکھتے ہیں کہ یہ آیت اہل مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ احزاب میں مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے چڑھ دوڑے تھے۔ (حاشیۃ الصاوی) مگر ذلیل و رسوا ہو کر واپس لوٹے اور فتح مکہ کے بعد تو ہمیشہ کے لئے شکست کھا گئے۔ علامہ قرطبی کے نقل کردہ ایک قول کے مطابق اس سے مراد منافقین مدینہ ہیں کہ جب ان کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا گیا تو وہ بھی ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا ہو گئے، اور آخرت میں تو تمام منکرین کے لئے رسوا کن عذاب ہو گا۔ نیز اللہ تعالیٰ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

۷۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے، تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان کا چوتھا ہوتا ہے، اور نہ پانچ آدمیوں میں (کوئی سرگوشی ہوتی ہے) مگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ (اللہ تعالیٰ) ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں، پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔[۵]

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا

۸۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا وہ پھر بھی وہی کام کرتے رہے جس سے انہیں روکا گیا تھا اور وہ گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے متعلق سرگوشی کرتے ہیں،[۶] اور جب وہ آپ کے

نے نبی کریم ﷺ کی صداقت کے لئے واضح معجزات نازل فرمائے، اس کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے قیامت کے دن وہ اگرچہ اپنے اکثر کرتوت بھول چکے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کا حساب رکھا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے ان کے کرتوت انہیں بتائے گا تو یہ ان کے لئے مزید ذلت ورسوائی کا باعث ہوگا۔

[۵] جہاں بھی چند منافق اکٹھے ہوتے وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے اور یہ گمان رکھتے کہ کسی کو ان کی سرگوشیوں کا علم نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ فرمائی ہے کہ تم تین ہو یا پانچ، اس سے کم ہو یا زیادہ الغرض تمہاری کوئی بھی تعداد ہو اور کیسی ہی خفیہ جگہ ہو تم اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہو سکتے، وہ ہر وقت اور ہر جگہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور قیامت کے دن تمہارے کرتوت تمہارے سامنے ظاہر کر دے گا اور ان کے مطابق تمہاری جزا وسزا کا فیصلہ کرے گا۔

[۶] مدینہ کے یہود اور منافقین جب کبھی اکٹھے ہوتے تو اسلام کے خلاف سازشیں کرتے اور جب کوئی مسلمان ان کے پاس سے گزرتا تو باہم سر جوڑ کر سرگوشی کی شکل بنا لیتے اور مسلمان کی طرف اشارے کرتے جس سے وہ مسلمان پریشان ہو جاتا کہ شاید وہ اس کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو جب ان کی اس حرکت کی شکایت کی گئی تو آپ ﷺ نے یہود و منافقین کو ایسی سرگوشی سے منع فرمایا، لیکن جب وہ ان سازشوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی اس نافرمانی کا ذکر فرمایا۔

جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧

پاس آتے ہیں تو آپ کو ایسے الفاظ سے سلام کرتے ہیں جن الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ رسول سچے ہیں تو) اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم (ان کے خلاف) کہتے ہیں؟ ان کے لئے دوزخ (کا عذاب) ہی کافی ہے، وہ اسی میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔[۷]

اسلام نے کسی بھی ایسی سرگوشی سے منع فرمایا ہے جس سے کسی تیسرے آدمی کی دل شکنی ہو، جیسا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس جگہ تم تین آدمی جمع ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں جب تک اس کے پاس دوسرے آدمی نہ آجائیں کیونکہ اس (علیحدگی) سے اس کی دل شکنی ہوگی۔ (بخاری: ۶۲۹۰: کتاب الاستئذان: باب ۴۶) البتہ تیسرے آدمی کی اجازت سے سرگوشی کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں تیسرے آدمی کو تشویش نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر تین سے زیادہ آدمی ہوں تو دو علیحدہ ہو کر سرگوشی کر سکتے ہیں۔

[۷] یہود و منافقین جب نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو سلام کہتے تو السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) کے بجائے السام علیکم (تم پر موت نازل ہو) کہتے کیونکہ سام کا معنیٰ موت ہے، اور اس انداز سے کہتے کہ مسلمانوں کو احساس نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، اور یہ توہین آمیز جملہ کہنے کے بعد وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ہمارے اس توہین آمیز جملے کے بدلے میں ہم پر عذاب نازل ہو جاتا، لہٰذا یہ سچے نبی نہیں ہیں۔

اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سازشوں سے خوب باخبر ہے، اگر اس نے کسی حکمت کے باعث تمہیں دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم سزا سے بچ جاؤ گے بلکہ تمہاری اس گستاخی کے بدلے میں تمہارے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر دیا گیا ہے اور تمہیں ایک دن اس میں ضرور داخل ہونا ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ یہودی لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: السام علیکم یا ابا القاسم! (اے ابو قاسم! آپ پر موت نازل ہو۔) آپ ﷺ نے فرمایا: وعلیکم (اور تم پر بھی وہی چیز نازل ہو جس کے نزول کی تم نے ہمارے لئے دعا کی ہے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہود کو کہا: تم پر موت اور ذلت ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم سخت کلامی نہ کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے ان کی طرف وہی چیز لوٹا نہیں دی جو انہوں نے کہی تھی؟ میں نے کہا: وعلیکم یعنی تم پر بھی وہی چیز نازل ہو۔ (مسلم: ۵۶۵۸: کتاب السلام: باب ۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨

۹۔ اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے متعلق سرگوشی نہ کیا کرو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کے متعلق سرگوشی کیا کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے۔[۸]

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩

۱۰۔ (بری) سرگوشی تو صرف شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے حالانکہ وہ (شیطان) اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ان (مومنوں) کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔[۹]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ

۱۱۔ اے ایمان والو! جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادہ ہو جایا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم کہو: وعلیکم یعنی تم پر بھی وہی چیز نازل ہو۔ (بخاری: ۶۲۵۸: کتاب الاستئذان: باب ۲۲) یہ یہود اور منافقین کی گستاخی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے لئے سلام کا لفظ استعمال کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وسلام علی المرسلین) اور تمام رسولوں پر سلام ہو۔ (قرآن: ۳۷: ۱۸۱)

[۸] اس آیت میں اہل ایمان کی تربیت کی جارہی ہے کہ وہ کسی ایسی خفیہ مجلس یا سرگوشی میں شریک نہ ہوں جس میں گناہ اور سرکشی کی منصوبہ بندی کی جارہی ہو بلکہ وہ ایسی سرگوشی میں شریک ہوا کریں جس میں نیکی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی باتیں ہوں کیونکہ بالآخر سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، جیسا کہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔} (قرآن: ۵: ۲)

[۹] یعنی یہ شیطان ہی ہے جو یہود و منافقین کو بری سرگوشیوں کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ایمان والے پریشان ہوں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دی ہے کہ بالفرض اگر وہ شیطان کے بہکانے پر تمہارے خلاف ہی کوئی سازش کر رہے ہیں تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا تم ان کی پرواہ نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھو۔

إِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۱﴾

لئے کشادگی فرمائے گا، اور جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو، [۱۰] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا، [۱۱] اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اے ایمان والو! جب تم رسول ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے، اور اگر تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ [۱۲]

[۱۰] اس آیت میں مسلمانوں کو آداب مجلس بتائے جا رہے ہیں کہ جب تم کسی مجلس میں بیٹھے ہو اور بعد میں کوئی اور آدمی آ جائے تو اس کے لئے کشادگی پیدا کرو، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے رزق اور اجر میں کشادگی فرمائے گا، اور اگر میزبان مجلس برخاست کرنے کی درخواست کرے تو خوشی سے چلے جاؤ اور میزبان کے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔

[۱۱] اس دنیا میں غیر مومن اور جاہل لوگ خواہ کتنے ہی بڑے دولت مند کیوں نہ ہوں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور آخرت میں اہل ایمان کا درجہ بلند ہوگا اور پھر ایمان والوں میں علماء کا درجہ بلند ہوگا۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائے گا اور طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں عالم کے لئے استغفار کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کی میراث نہیں چھوڑتے، وہ صرف علم کی میراث چھوڑتے ہیں، سو جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔ (ترمذی: ۲۶۸۲: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب پل صراط پر عالم اور عابد جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اپنی عبادت کی وجہ سے نعمتوں سے لطف اٹھاؤ اور عالم سے کہا جائے گا یہاں ٹھہرو اور جن سے تم محبت کرتے تھے ان کی شفاعت کرو۔ بے شک تم جس کی شفاعت کرو گے اس کے حق میں تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس وقت وہ انبیاء کا قائم مقام ہوگا۔ (الجامع الصغیر: ۳۵۲: جلد اول: ص ۲۷، جمع الجوامع: ۸۷۸: جلد اول: ص ۱۳۸، کنز العمال: ۲۸۶۸۸: جلد ۱۰: ص ۱۳۶)

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ایسا کرنا تمہارے لئے بہتر

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؑ ﴿۱۳﴾ ع

۱۳۔ کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے سے گھبرا گئے، پس جب تم نے (صدقہ) نہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے تم پر نظر کرم فرمائی [۱۳] تو اب تم نماز قائم رکھو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو، اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَ

۱۴۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے ایسی قوم کو دوست بنایا جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا، نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں [۱۴] اور

ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کیونکہ بعض مسلمان اتنے زیادہ سوال کرنے لگے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو اس سے مشقت ہونے لگی تھی، پس اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے تخفیف کا ارادہ فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو بہت سے مسلمان سوال کرنے سے رک گئے۔ (تفسیر قرطبی)

نیز دولت مند لوگ نبی کریم ﷺ سے بکثرت سوال کرتے اور مسکین لوگوں کو آپ سے سوال کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اکثر دولت مند لوگ سوال کرنے سے رک گئے اور مسکین لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے سوال کرنے کا موقع مل گیا۔ کیونکہ جس کے پاس صدقہ کرنے کو کچھ نہیں ہے وہ اگر صدقہ دینے کے بغیر بھی سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرمائے گا۔

[۱۳] یعنی جب تمہیں اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنا مشکل نظر آیا اور تم نے صدقہ نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گرفت نہیں فرمائی بلکہ تم پر نظر کرم فرمائی اور صدقہ دینے کا حکم جلد ہی منسوخ کر دیا، لہٰذا اب تم نماز اور زکوٰۃ کو قائم رکھو اور صدقہ دیئے بغیر ہی سوال کر لیا کرو۔

[۱۴] منافقین کیسے عجیب لوگ تھے، بظاہر تو وہ مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن حقیقت میں وہ مسلمان نہیں تھے۔ اسی طرح وہ یہودیوں کو بھی اپنی دوستی کا یقین دلاتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا لیکن حقیقت میں وہ یہودی بھی نہیں تھے، لہٰذا نہ تو وہ پوری طرح مسلمانوں میں شامل تھے اور نہ ہی پوری طرح یہودیوں میں داخل تھے، بس درمیان میں لٹکے ہوئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اس (کفر و ایمان) کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان (کافروں) کی طرف ہیں اور نہ پورے ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں۔ (قرآن: ۴: ۱۴۳)

يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾

جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ [۱۵]

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بے شک وہ بہت برے کام کیا کرتے تھے۔ [۱۶]

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ انہوں نے اپنی (جھوٹی) قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، سو ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ [۱۷]

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی نے ایک حدیث نقل کی ہے: یعنی منافق کی مثال اس بھیڑ کی سی ہے جو دو ریوڑوں میں سرگرداں پھر رہی ہے اور اسے یہ معلوم نہیں کہ اسے کس ریوڑ کے پیچھے جانا ہے۔

(تفسیر روح المعانی: سورۃ المجادلۃ (۵۸): زیر آیت نمبر ۱۴)

[۱۵] سدی اور مقاتل نے بیان کیا ہے: یہ آیت خصوصاً عبداللہ بن نبتل منافق کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھتا تھا، پھر آپ ﷺ کی باتیں یہودیوں تک پہنچاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے کسی حجرہ میں تشریف فرما تھے، چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جس کا دل بڑا ظالم ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن نبتل آ گیا جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور داڑھی پتلی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی کس وجہ سے مجھے گالیاں دیتے ہو؟ اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ نبی ﷺ نے اسے فرمایا: تم نے ایسا کیا ہے، پھر وہ وہاں سے گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا اور ان سب نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے آپ کو کبھی گالی نہیں دی۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے کیونکہ ایک تو وہ منافقت کرتے ہیں اور دوسرا جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور یہ دونوں کام بہت ہی برے ہیں۔

[۱۷] منافقین لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرتے تاکہ وہ اسلام قبول نہ کریں اور جب منافقین سے ان سازشوں کے بارے میں باز پرس کی جاتی تو وہ جھوٹی قسمیں کھاتے کہ وہ سچے مسلمان ہیں اور وہ اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے۔ اس طرح وہ جھوٹی قسموں کے ذریعہ اپنے آپ کو سزا سے بچا لیتے، لیکن انہیں علم ہونا چاہیے کہ جس اولاد کے تحفظ اور جس مال غنیمت کے لالچ میں وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں قیامت کے دن وہ مال و اولاد انہیں رسوا کن عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑰

۱۷۔ ان کے اموال اور ان کی اولاد انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہرگز نہ بچاسکیں گے، وہ اہل دوزخ ہیں، اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑱

۱۸۔ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو (زندہ کرکے) اٹھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ گمان کریں گے کہ وہ بھی کسی اچھی چیز پر ہیں، خبردار! بے شک وہ جھوٹے ہیں۔[۱۸]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰـىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑲

۱۹۔ شیطان ان پر غالب آگیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر انہیں بھلا دیا ہے، وہ شیطان کا گروہ ہیں، خوب سن لو! بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔[۱۹]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ⑳

۲۰۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔

[۱۸] منافقین کی حماقت کی انتہا تھی کہ قیامت کے دن جب حق و باطل بالکل واضح ہوجائیں گے وہ اس دن بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے۔(قرآن: ۶: ۲۳) اور وہ گمان کریں گے کہ جس طرح انہوں نے دنیا میں جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو سزا سے بچالیا تھا اسی طرح آج بھی انہیں یہ جھوٹی قسمیں فائدہ پہنچائیں گی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالیں گی، لیکن وہ غور سے سن لیں! اس دن جھوٹ کارگر نہیں ہوسکے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح اعلان کردیا جائے گا کہ وہ جھوٹے ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔

[۱۹] شیطان جن لوگوں پر غالب آجاتا ہے وہ ان کے دل و دماغ میں گناہوں کی محبت اس قدر راسخ کردیتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیتا ہے، پھر وہ اس قدر غافل ہوجاتے ہیں کہ انہیں کبھی خیال ہی نہیں آتا کہ ان کا کوئی رب بھی ہے اور وہ انہیں سزا بھی دے سکتا ہے، بلکہ وہ شیطان کے گروہ میں شامل ہوکر صرف وہی کام کرتے ہیں جن کا انجام خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب ہو کر رہیں گے، [۲۰] بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑے غلبہ والا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ

۲۲۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان سے محبت کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں، [۲۱] یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی خصوصی نور) سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو

[۲۰] جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل و رسوا ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ دیا ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی غالب آ کر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی ایسے واضح دلائل اور معجزات کے ساتھ مدد فرماتا ہے کہ سارے کافر مل کر بھی ان کا توڑ پیش نہیں کر سکتے۔ حق و باطل کے اس میدان کارزار میں اکثر انبیائے کرام علیہم السلام کو بالآخر سیاسی غلبہ بھی حاصل ہوا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کے مقابلہ میں اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو مشرکین عرب کے مقابلہ میں سیاسی فتح بھی حاصل ہوئی لیکن جن انبیائے کرام علیہم السلام کو کسی حکمت کے باعث سیاسی غلبہ حاصل نہیں ہوا ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مشن میں ایسی ثابت قدمی عطا فرمائی کہ مصائب و آلام کے پہاڑ بھی ان کے حوصلے پست نہ کر سکے۔

[۲۱] ایمان والوں کے دلوں میں کسی ایسے شخص کی محبت جاگزیں نہیں ہو سکتی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہو خواہ وہ ان کا باپ، بیٹا، بھائی یا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بے شمار ایسے واقعات موجود ہیں کہ اگر کسی مومن کے باپ یا بیٹے نے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تو مومن نے خونی رشتہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے کئی واقعات کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ | گئے، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں، غور سے سن لو! بے شک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔[۲۲]

ع ۳

☆ حضرت ابو عبیدہ ؓ نے میدان بدر میں اپنے باپ عبداللہ کو قتل کر دیا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابو بکر ؓ کے باپ ابو قحافہ نے نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیں تو حضرت ابو بکر ؓ نے اپنے باپ کو اس زور سے تھپڑ رسید کیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا، پھر حضرت ابو بکر ؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور یہ واقعہ سنایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب تو تم نے ایسا کر دیا ہے مگر دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت ابو بکر ؓ نے عرض کیا: قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مجادلہ (۵۸): زیر آیت نمبر ۲۲) حضرت ابو قحافہ ؓ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے

☆ جنگ بدر میں حضرت ابو بکر ؓ کے بیٹے عبداللہ نے مسلمانوں کو جنگ کے لئے للکارا (وہ ابھی مسلمان نہیں تھا تو حضرت ابو بکر ؓ نے اس کے مقابلہ میں جانا چاہا) مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! تم اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ، کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے لئے میری آنکھ اور میرے کان کی طرح ہو۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مجادلہ (۵۸): زیر آیت نمبر ۲۲)

کفار سے دوستی کرنا

وہ کافر جو اسلام سے بغض رکھتے ہیں اور اہل ایمان کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں ان کے ساتھ دوستی قائم کرنا سخت منع ہے کیونکہ اس طرح وہ راز معلوم کر کے یا غلط مشورے دے کر مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچائیں گے لیکن وہ کافر جو معتدل مزاج ہیں اور اہل ایمان کو بالواسطہ یا بلا واسطہ تنگ نہیں کرتے ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا برتاؤ کیا جائے (قرآن: ۸:۶۰) نیز ان کے ساتھ لین دین، رفاہِ عامہ کے کاموں میں باہمی تعاون اور مشترکہ دشمن کے دفاع میں باہمی معاہدہ کرنے کی اجازت ہے، بلکہ ان کے ساتھ حسن اخلاق کا ایسا معاملہ کیا جائے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیں۔

[۲۲] جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو اپنے باپ، بیٹے اور رشتہ داروں کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں درج ذیل انعامات سے نوازتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایمان کو اتنا راسخ کر دیتا ہے کہ پھر وہ ایمان سے دور نہیں ہو سکتے۔
۲۔ اپنے خصوصی نور سے ان کے دلوں کو ایسی تقویت پہنچاتا ہے کہ ان کو اطمینان اور سکون حاصل ہو جاتا ہے۔
۳۔ انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی۔
۴۔ اللہ تعالیٰ ان کی بندگی پر راضی ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی پر راضی ہو جائیں گے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص بندوں کے گروہ میں شامل فرمائے گا۔

۶۔ وہ فلاح پانے والے ہوں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز منگل ۲۱ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۹ تا ۲۱ ستمبر یعنی صرف دو دنوں میں سورہ مجادلہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحشر (۵۹)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''حشر'' ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کا نام بنی نضیر بھی ہے کیونکہ اس میں یہود کے ایک قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس قصہ کا پس منظر کچھ اس طرح ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد

مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آگئے تو وہاں یہودیوں کی ایک طاقتور جمعیت موجود تھی۔ وہ معاشی لحاظ سے بھی خوش حال تھے اور صاحب کتاب ہونے کے باعث علمی طور پر بھی اہل مدینہ پر فوقیت رکھتے تھے۔ مدنی معاشرہ میں اس وقت تک اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا تھا جب تک ان یہودیوں کو بھی اپنے ساتھ نہ ملایا جاتا۔ نیز اسلام کے اولین دشمن اہل مکہ ابھی تک مسلمانوں کی بیخ کنی کے درپے تھے اور وہ کسی وقت بھی مدینہ پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ ان تمام اندرونی اور بیرونی مشکلات پر قابو پانے کے لئے ایک وسیع البنیاد دستور کی ضرورت تھی، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا معاہدہ تحریر کیا جس میں مہاجرین وانصار کے علاوہ یہاں کے یہودیوں کو بھی شامل کیا گیا۔ اس دستاویز کو دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور کہا جا سکتا ہے۔

دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور

اس دستور کو تفصیل کے ساتھ تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ میں سیرت ابن ہشام کی جلد نمبر ۲ کے صفحات نمبر ۱۰۷۔۱۰۸ سے اس دستور کے چند جملوں کو باقاعدہ دفعات کی صورت میں بیان کرتا ہوں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ یہ تحریری دستاویز ہے اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قریش اور یثرب کے مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔ یہ (تمام گروہ) دنیا کے (دوسرے) لوگوں سے علیحدہ ایک (سیاسی) وحدت متصور ہوں گے۔

☆ تمام متقی مؤمنین متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں جو بغاوت، ظلم، گناہ یا زیادتی کرے یا مؤمنوں کے درمیان فساد پھیلائے اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

☆ جب مسلمانوں میں کسی قسم کا اختلاف ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے سامنے پیش کیا جائے۔

☆ اس معاہدہ میں شریک ہونے والوں پر یثرب کے اندر کسی قسم کا فتنہ وفساد پیدا کرنا حرام قرار دیا گیا۔

☆ اس معاہدہ میں شریک ہونے والے خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور کوئی اپنے حلیف کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا۔

☆ یہودیوں میں سے جو ہمارا اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی اور ان یہود پر نہ توظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔

☆ باہر سے اگر کوئی شخص یثرب پر حملہ کرے یا شرکائے معاہدہ کے ساتھ جنگ کرے تو یہ شرکا حملہ آور کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور جب تک یہ جنگ جاری رہے گی یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس جنگ کے اخراجات برداشت کریں گے۔

☆ یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک گروہ شمار ہوں گے۔ یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین ہے۔ وہ اپنے اپنے دین پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے سوائے اس شخص کے جو ظلم کرتا ہے، پس وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور وہ خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو برباد کرتا ہے۔

بنی نضیر کی سازش

مفسرین اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ بعض صحابہ ؓ کے ہمراہ قبیلہ نبی نضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تا کہ ایک دیت کے معاملہ پر ان سے گفتگو کی جائے۔ یہودیوں نے کہا: آپ ﷺ تشریف رکھیں پہلے ہم آپ کے لئے کھانا لے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ ؓ کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھا کر خود کھانا لانے کے بہانے گئے اور سازش یہ کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بھاری پتھر نبی کریم ﷺ کے اوپر گرا کر آپ ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرما دیا اور آپ کھانے کا انتظار کئے بغیر فوراً اٹھ کر تشریف لے گئے۔ اس وقت سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی: {اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی جب ایک قوم نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائے تو اللہ تعالیٰ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا۔} (تفسیر روح المعانی: سورۃ المائدۃ: زیر آیت نمبر ۱۱، سیرت ابن ہشام: جلد نمبر ۲: ص ۱۵۱) یعنی اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو یہود کی سازش سے بچا لیا۔

بنی نضیر کی جلاوطنی

معاہدہ کی خلاف ورزی بلکہ صریح غداری پر نبی کریم ﷺ نے یہود کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ دس دنوں کے اندر مدینہ سے نکل جائیں، اس کے بعد اگر تم میں سے کوئی آدمی یہاں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ ابتدا میں یہود نے منافقین کے کہنے پر مقابلہ کی کوشش کی مگر جب مسلمانوں نے یہود کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے تو انہوں نے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہتھیار ضبط کر لئے اور باقی مال ومتاع ساتھ لے جانے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سامان حتیٰ کہ مکانوں کی کھڑکیاں، دروازے اور چھتوں کا سامان بھی اتار کر اپنے اونٹوں پر رکھا اور کچھ شام اور کچھ خیبر کی طرف ہجرت کر گئے۔

اموال فے

اس سورت میں اموال فے کی تقسیم کا طریق کار بتایا گیا ہے، اس کی تفصیل آیت نمبر ۶ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اطاعت رسول

اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو تمہیں حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس کام سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

منافقین

منافقین مدینہ نے بنی نضیر کو یقین دلایا کہ وہ یہود کی مدد کریں گے، لہٰذا وہ مدینہ سے ہجرت نہ کریں مگر جب وقت آیا تو منافقین نے ان کی مدد نہ کی۔

تقویٰ

اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔

قرآن کی عظمت

قرآن مجید اتنی عظیم الشان کتاب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتا تو وہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھٹ جاتا۔

اسمائے حسنیٰ

قرآن مجید کے اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ کے خوب صورت ناموں کا ذکر کیا گیا ہے مگر کسی ایک مقام پر سب سے زیادہ اسمائے حسنیٰ اس سورت کے آخر میں بیان کیے گئے ہیں۔

تسبیح کرنا

اس سورت کی ابتدا بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے کی گئی ہے اور اس کے آخر میں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا ذکر ہے، یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، لہٰذا انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر کے فلاح دارین حاصل کرے۔

سورہ حشر کی فضیلت

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سورہ حشر پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رات یا دن میں سورہ حشر کی آخری (تین) آیتیں پڑھیں اگر اللہ تعالیٰ نے اس رات یا دن میں اس کی روح قبض کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دے گا۔
(تفسیر قرطبی)

فقیر ! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز جمعرات ۲۳ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ شوال ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۲۴ | ۵۹ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ | رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

۱۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔ [۱]

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

۲۔ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں (بنی نضیر) کو پہلی جلاوطنی کے وقت ان کے گھروں سے نکالا، تمہیں یہ گمان نہیں تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انہیں یہ گمان تھا کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچالیں گے، پھر اللہ تعالیٰ (کے عذاب) نے انہیں وہاں سے آلیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے برباد کر رہے تھے، پس اے آنکھوں والو! (اس سے) عبرت حاصل کرو۔ [۲]

---

[۱] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ حدید (۵۷) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] نبی کریم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہود کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ آپس میں امن وسلامتی سے رہیں گے اور اہل مدینہ پر کسی بھی حملہ آور کا مل کر مقابلہ کریں گے، مگر بنی نضیر نے نہ صرف یہ کہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی بلکہ نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش بھی کی جس کی وجہ سے انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ بنی نضیر عرصہ دراز سے مدینہ میں قیام پذیر تھے اور یہ ان کی پہلی جلاوطنی تھی، پھر حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں انہیں خیبر سے جلاوطن ہو کر شام جانا پڑا۔ اس معاہدہ اور بنی نضیر کی جلاوطنی کی پوری تفصیل اس سورت کے تعارف میں ملاحظہ فرمائیں۔

معاہدہ کی خلاف ورزی بلکہ صریح غداری پر نبی کریم ﷺ نے یہود کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ دس دنوں کے اندر مدینہ سے نکل جائیں، اس کے بعد اگر تم میں سے کوئی آدمی یہاں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ ابتدا میں یہود نے منافقین کے کہنے پر مقابلہ کی کوشش کی مگر جب مسلمانوں نے یہود کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے

وَ لَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③

۳۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں جلا وطنی لکھ نہ دی ہوتی تو وہ ان کو دنیا ہی میں عذاب دے دیتا، اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا عذاب (بھی) ہے۔[۳]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④

۴۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

۵۔ کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا انہیں ان کی جڑوں پر کھڑے چھوڑ دیا تو (یہ سب) اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور اس لئے تھا کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل و رسوا کرے۔[۴]

تو انہوں نے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہتھیار ضبط کر لئے اور باقی مال و متاع ساتھ لے جانے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سامان حتیٰ کہ مکانوں کی کھڑکیاں، دروازے اور چھتوں کا سامان بھی اتار کر اپنے اونٹوں پر رکھا اور کچھ شام اور کچھ خیبر کی طرف ہجرت کر گئے۔

بنی نضیر کے قلعوں، ہتھیاروں اور باغات کی وجہ سے مسلمانوں کو بھی یہ گمان نہیں تھا کہ وہ آسانی سے مدینہ چھوڑ جائیں گے اور یہود کو بھی اپنے مضبوط قلعوں پر اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مٹھی بھر مسلمان ان کو جلا وطن کر سکیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے یہود کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ جب بنی نضیر کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنے مکانات کو چھوڑ کر جانے والے ہیں تو انہوں نے ان کے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ اتار کر انہیں برباد کر دیا اور ان کے بعد مسلمانوں نے ان کھنڈرات کو گرا کر اپنی مرضی کے مکانات تعمیر کئے۔ اہل فکر و نظر کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی بڑی نشانیاں ہیں۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے لئے جلا وطنی پہلے ہی سے مقدر کر رکھی تھی، اور اگر وہ جلا وطنی قبول نہ کرتے اور جنگ ہوتی تو ہو سکتا ہے وہ سب قتل کر دیئے جاتے اور دنیا سے ان کا نام و نشان ہی مٹ جاتا۔

[۴] بنی نضیر نے ابتدا میں جلا وطنی سے انکار کر دیا اور اپنے قلعوں میں داخل ہو کر اندر سے دروازے بند کر دیئے۔ ان قلعوں کے ارد گرد کھجوروں کے گھنے باغات تھے۔ مسلمانوں نے جب ان کی بستی کا محاصرہ کیا تو جو درخت ان کے محاصرہ کے راستہ میں رکاوٹ تھے، ان کو مسلمانوں نے کاٹ دیا اور جو درخت فوجی نقل و حرکت میں حائل نہیں تھے ان کو کھڑا رہنے دیا۔ ان

وَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

۶۔ اور جو مال اللہ تعالیٰ نے ان سے لے کر اپنے رسول ﷺ کو دے دیا اس کے حصول کے لئے تم نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۵]

درختوں کو کاٹ کر مسلمان تو خوش تھے تاکہ ان کا محاصرہ کامیاب رہے مگر نافرمان یہود کے لئے یہ انتہائی ذلت و رسوائی تھی کہ وہ باغات جن کو انہوں نے بڑی محنت سے لگایا تھا آج وہ ان کی آنکھوں کے سامنے کاٹے جا رہے تھے اور ان میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ مسلمانوں کو روک سکیں۔

اس پر منافقین اور یہودیوں نے یہ اعتراض کیا کہ ایک طرف تو مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زمین میں امن و سلامتی چاہتے ہیں مگر دوسری طرف ہرے بھرے باغات کو کاٹ کر زمین میں فساد پیدا کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوا ہے کیونکہ یہودیوں نے امن کا معاہدہ توڑ کر زمین میں فساد کی ابتدا کی تھی اور مسلمانوں نے تو ان درختوں کو اس لئے کاٹا تاکہ محاصرہ کو کامیاب بنایا جائے اور زمین کو فسادیوں سے پاک کیا جائے۔

[۵] بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد ان کا جو مال مسلمانوں کے قبضے میں آیا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول ﷺ کو عطا فرمایا۔ اس مال کے حصول کے لئے نہ تو مسلمان مجاہدین نے سفر کی مشقت اٹھائی کیونکہ وہ مدینہ کے مضافات میں تھے اور نہ ہی باقاعدہ جنگ و قتال کی نوبت آئی کیونکہ انہوں نے لڑائی کے بغیر ہی جلاوطنی قبول کر لی۔

جو مال غیر مسلموں کی ملکیت سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے اس کی دو صورتیں ہیں: ایک مال فے ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے اور دوسرا مال غنیمت ہے جس کو سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۱ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں کی تعریف اور تقسیم درج ذیل ہے:

مال فے

اگر جنگ کے بغیر کفار ہار مان جائیں اور مسلمان ان کے علاقہ اور مال کے مالک بن جائیں تو اس مال و علاقہ کو مال فے کہا جاتا ہے۔ تین قسم کے اموال کو مال فے کہا جاتا ہے:

۱۔ وہ اموال جو جنگ کے بغیر مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں۔

۲۔ وہ غیر منقولہ املاک مثلاً مکانات، زمین، باغات اور قلعے وغیرہ جو جنگ کے بغیر حاصل ہوں۔

۳۔ وہ منقولہ اور غیر منقولہ اموال جو جنگ کے بعد حاصل ہوں۔

اگلی آیت میں مال فے کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ مال فے اور مال غنیمت کے حقداروں میں اللہ تعالیٰ کا نام تبرک

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

۷۔ اللہ تعالیٰ نے بستیوں والوں سے جو مال لے کر اپنے رسول ﷺ کو دے دیا وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لئے ہے اور (رسول ﷺ کے) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے، [۶] اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو

کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور باقی پانچ اس کے حقدار ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ، آپ کے رشتہ دار، امت مسلمہ کے یتیم، مساکین اور وہ مسافر جن کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو اور وہ امداد کے مستحق ہوں۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ان کے حصہ کے متعلق جمہور کا قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا حصہ بیت المال میں داخل ہوگا اور آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لئے خرچ کیا جائے گا۔

مالِ غنیمت

دشمن کے ساتھ جنگ کی صورت میں جو اموال منقولہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں ان کو اسلامی اصطلاح میں انفال یا غنائم یعنی مالِ غنیمت کہا جاتا ہے۔ کسی مجاہد کو اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ سارا مال اکٹھا کر کے اسلامی لشکر کے سربراہ کے سامنے پیش کیا جائے، پھر وہ ضابطہ کے مطابق اس کو تقسیم کرے۔

مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے جائیں گے، ان میں سے چار حصے ان لوگوں میں تقسیم ہوں گے جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا ہو اور بقیہ پانچویں حصہ کے پھر پانچ حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے جو آپ ﷺ کے بعد مفادِ عامہ پر خرچ کیا جائے گا، دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا ہے، تیسرا حصہ یتیموں کے لئے، چوتھا حصہ مسکینوں کے لئے اور پانچواں حصہ مسافروں کے لئے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم کو حاصل ہو تو بے شک اس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لئے اور (رسول اللہ ﷺ کے) رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ (قرآن: ۸:۴۱)

[۶] علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی قبیلہ کو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تو سب سے پہلے اس قبیلہ کا سردار مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ اپنے لئے رکھ لیتا اور بقیہ مال سے بھی اگر اسے کوئی چیز پسند آتی تو وہ بھی لے لیتا۔ (تفسیر قرطبی) اس کے بعد امیر اور طاقتور لوگ مال کا اکثر حصہ اپنے درمیان تقسیم کر لیتے اور غریبوں اور مسکینوں کے لئے برائے نام ہی کوئی چیز بچتی تھی۔ اس طرح دولت عام طور پر دولتمندوں کے درمیان گردش کرتی رہتی اور غریب لوگ بے چارے محروم ہی رہتے۔ اسلام نے مسکینوں اور یتیموں کو دولت کا حقدار بنا دیا تاکہ دولت صرف امیر لوگوں میں ہی گردش نہ کرتی رہے۔

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔[۷]

لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

۸۔ (نیز یہ مال فے) ان نادار مہاجرین کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور اپنے اموال (جائیدادوں) سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے لوگ ہیں۔[۸]

اسلام نے صرف مال غنیمت یا مال فے ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی مالداروں پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ دولت پر سانپ بن کر نہ بیٹھیں بلکہ اس میں غریبوں کو بھی شریک کریں، مثلاً زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، حرمت سود، تقسیم وراثت، کفارات اور صدقات وغیرہ میں بھی یہی حکمت ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں محصور نہیں رہتی بلکہ غریبوں تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

[۷] یعنی مال فے میں سے اللہ تعالیٰ کا رسول جو چیز تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز کے لینے سے تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ۔ اس آیت کا نزول اگرچہ مال فے کے ساتھ خاص ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی نبی کریم ﷺ جو بھی مادی، روحانی یا علمی سرمایہ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس کام سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔

[۸] یعنی مال فے کے حقداروں میں وہ نادار مہاجرین بھی ہیں جن کو اسلام لانے کی پاداش میں اپنے گھروں اور اپنی جائیدادوں سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ مہاجرین میں سے بعض بڑے امیر تھے مگر ہجرت کے وقت جب انہیں اپنا مال ومتاع اور گھر بار چھوڑنا پڑا تو وہ بھی نادار ہو گئے۔ اگرچہ انصار مدینہ نے ان کی مدد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا مگر جب بنی نضیر کی زمین اور ان کے باغات مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے تو بہت سے نادار مہاجرین کی مستقل آبادکاری کا مسئلہ بھی آسان ہو گیا۔

اس آیت میں نہ صرف یہ کہ مہاجرین کو مال فے کا حقدار قرار دیا گیا ہے بلکہ ان کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے، یعنی

☆ صرف اسلام کی وجہ سے انہوں نے اپنا وطن اور گھر بار چھوڑا۔

☆ ان کی ہجرت کا مقصد کوئی دنیاوی لالچ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کی تلاش تھی۔

☆ یہ سب کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے کیا۔

☆ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین اور ایمان میں سچے ہیں۔

قرآن مجید نے تمام مہاجرین کے صادق اور مخلص ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی انہیں جھوٹا یا منافق کہے تو وہ

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ۹

۹۔ اور (یہ مال فے) ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو دار (ہجرت یعنی مدینہ) میں مقیم ہیں اور ان (مہاجرین) کے آنے سے پہلے ایمان میں (ثابت قدم ہیں)، وہ ہر اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو ان (مہاجرین) کو دے دیا جائے اور وہ انہیں (مہاجرین کو) اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود شدید ضرورت ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔[۹]

اس آیت کا منکر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور اپنے ایمان پر نظر ثانی کرے۔

ان خوش نصیب مہاجرین کا اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کے نزدیک کیا مقام تھا اس کا اندازہ آپ اس دعا سے کریں جس کو امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان فقیر مہاجرین کے ذریعہ اور ان کے وسیلہ سے فتح وکشائش کی دعا فرماتے تھے۔ (تفسیر بغوی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۸)

[۹] اس آیت میں انصار مدینہ کو بھی مال فے کا حقدار قرار دیا گیا ہے اور ان کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے یعنی

☆ وہ مہاجرین کے مدینہ آنے سے پہلے ایمان میں ثابت قدم تھے۔

☆ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہجرت کر کے مدینہ آتے یہ انصار ان سے دلی محبت کرتے، ان کی رہائش وخوراک کا انتظام کرتے اور ان کو اپنی زمین اور باغات میں حصہ دار بناتے حتیٰ کہ جن انصار کی ایک سے زائد بیویاں تھیں انہوں نے اپنے مہاجر بھائی کے لئے اپنی ایک بیوی کو طلاق دینے کی پیشکش بھی کر دی، جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو کہا: انصار جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں، میں اپنے مال کو تمہارے اور اپنے درمیان دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، اور میری دو بیویاں ہیں، تم ان کو دیکھو اور ان دونوں میں جو آپ کو پسند ہے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، پھر جب وہ عدت گزار لے تو تم اس سے نکاح کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری بیویوں میں برکت ڈالے۔ (بخاری: ۳۷۸۱) اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور تمہاری بیویوں میں برکت ڈالے (مجھے آپ کی بیوی اور آپ کے مال کی ضرورت نہیں ہے) بس تم مجھے بازار کا راستہ دکھا دو (میں اپنا روزگار خود کما لوں گا) (بخاری: ۵۰۷۲: کتاب النکاح: باب ۷) ایسی دلی محبت کی مثال دنیا کی تاریخ میں کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔

☆ نبی کریم ﷺ نے جو اموال فے مہاجرین میں تقسیم کئے انصار نے اپنے دلوں میں ان کی کوئی حاجت محسوس نہیں کی یعنی ان کے دلوں میں کوئی خلش یا خواہش پیدا نہیں ہوئی بلکہ خوش تھے کہ ان کے مہاجر بھائیوں کی مدد کی جا رہی ہے۔

☆ انصار مدینہ اگرچہ خود بھی حاجت مند ہوتے مگر پھر بھی اپنے مہاجر بھائیوں کی حاجتوں کو ترجیح دیتے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ نے اپنی ازواج کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: آج رات اس کو کون مہمان بنائے گا؟ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کی ضیافت کروں گا، پھر وہ مہمان کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی کو کہا: رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی ضیافت کرو۔ اس نے کہا: ہمارے پاس تو صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انصاری نے کہا: کھانا تیار کرو اور بچوں کو سلا دو۔ جب انہوں نے کھانا کھانے کا ارادہ کیا تو اس نے بچوں کو سلا دیا، چراغ جلا دیا اور کھانا لگا دیا، پھر وہ کھڑی ہوئی گویا کہ وہ چراغ کو درست کرنے لگی ہے تو اس نے چراغ بجھا دیا اور میاں بیوی مہمان کے پاس اس طرح ظاہر کرنے لگے گویا کہ وہ بھی کھا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے بھوکے رات گزاری۔ صبح جب وہ انصاری صحابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میاں بیوی نے جس طرح رات کو مہمان کی ضیافت کی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر خوشی سے ہنسا ہے اور اس کو بہت پسند فرمایا ہے اور تم دونوں کی شان میں سورہ حشر کی یہ آیت نمبر ۹ نازل فرمائی ہے۔ (بخاری: ۳۷۹۸: کتاب مناقب الانصار: باب ۱۰) اس طرح کے اور بھی کئی واقعات ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے، مثلاً

☆ حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں جب اسلام کو فتح حاصل ہوئی تو ایک صحابی پانی لے کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جو زخموں سے چور تھے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے قریب سے پانی پانی کی آواز سنی تو اشارہ کیا مجھے رہنے دو میرے بھائی کو پانی دو۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو کسی تیسرے نے پانی کے لئے آواز دی۔ دوسرے زخمی نے کہا: مجھے رہنے دو اس تیسرے کو پانی دو۔ پانی پلانے والا جب تیسرے کے پاس پہنچا تو وہ جام شہادت نوش کر چکا تھا۔ اسی طرح وہ جب واپس دوسرے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ سب جام شہادت نوش کر چکے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کو بکری کا سر تحفہ میں پیش کیا گیا۔ اس نے سوچا کہ میرا فلاں دینی بھائی اور اس کے اہل و عیال ہماری نسبت زیادہ اس گوشت کے محتاج ہوں گے۔ چنانچہ اس نے وہ گوشت اس کے پاس بھیج دیا۔ دوسرے نے وہ گوشت کسی اور ضرورت مند صحابی کے پاس بھیج دیا۔ اس طرح یہ سر کا گوشت سات گھروں سے گھوم کر پھر واپس پہلے صحابی کے گھر پہنچ گیا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

☆ بخل ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے اور حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں سرگرم رہتا ہے مگر انصار مدینہ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا کہ وہ بخل کے مرض سے محفوظ تھے بلکہ ایثار کے جذبہ سے معمور تھے اور ایسے ہی لوگ فلاح دارین کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور (یہ مال فے) ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان (مہاجرین وانصار) کے بعد آئیں اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ پیدا نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا شفیق بڑا مہربان ہے۔[۱۰]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم روز قیامت کے اندھیرے ہیں، اور بے حیائی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا، اور بخل (شح) سے بچو کیونکہ اس (بخل) نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ بخل نے ان کو ظلم کا حکم دیا تو وہ ظلم کرنے لگے، جب انہیں فسق وفجور کا حکم دیا تو وہ فسق وفجور کرنے لگے اور جب انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطع رحمی کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

[۱۰] یعنی انصار ومہاجرین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمان بھی مال فے کے حقدار ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ انصار ومہاجرین کو مومن مانیں، دل میں ان کے متعلق کینہ نہ رکھیں اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہیں، اور جو لوگ اپنے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بغض وکینہ رکھتے ہیں وہ مال فے کے حقدار نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے مغفرت کرو مگر تم ان پر لعن طعن کرتے ہو۔ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: یہ امت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک اس کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت نہ کریں۔ (تفسیر بغوی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعد والے مسلمانوں کے لئے یہ شرط عائد کر دی ہے کہ وہ مال فے کے حقدار اس وقت ہوسکیں گے جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دوستی اور محبت رکھیں اور ان کے لئے استغفار کریں، مگر جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ان میں سے کسی ایک کو لعن طعن کیا یا اس کے متعلق دل میں کینہ رکھا تو اس کے لئے مال فے میں کوئی حق نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ مالک بن مغول بیان کرتے ہیں کہ عامر بن شرحبیل شعبی نے کہا: اے مالک! یہود ونصاریٰ رافضیوں پر ایک درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ یہود سے پوچھا گیا: تمہاری ملت کے سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب۔ اور نصاریٰ سے پوچھا گیا: تمہاری ملت کے سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب۔ اور رافضیوں سے پوچھا گیا: تمہاری ملت کے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب۔ (تفسیر بغوی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ	۱۱۔ کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں: اگر تم (مدینہ سے) نکالے گئے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ

☆ عوّام بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس امت کے پہلے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے پایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاسن بیان کیا کرو تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو۔ اور ان کے اختلافات بیان نہ کیا کرو اس طرح لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف جرأت پیدا ہو گی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے تین طبقات بیان کئے ہیں یعنی مہاجرین، انصار اور ان کے علاوہ قیامت تک آنے والے مسلمان۔ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ عراق کے بعض لوگ آپ کے پاس آئے اور حضرات ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو لعن طعن کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم مہاجرین میں سے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا تم انصار میں سے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: جب تم ان دونوں گروہوں میں سے نہیں ہو تو میں گواہی دیتا ہوں پھر تم تیسرے گروہ سے بھی نہیں ہو لہٰذا یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو (ایمان کی نظر سے) دیکھا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۵۸: ابواب المناقب: باب ۵۶)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۸۶۶: ابواب المناقب: باب ۵۹)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو وہ میرے صحابہ کے ایک کلو گرام بلکہ آدھا کلو گرام (جو خیرات کرنے کے اجر) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔
(بخاری: ۳۶۷۳: فضائل اصحاب: باب ۵)

☆ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے اسلاف کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہیے اس سے ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور ان کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: میری امت ایسی امت ہے جو خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے۔ میرے امتی گناہوں سے آلودہ قبروں میں داخل ہوتے ہیں اور جب قبروں سے نکلتے ہیں تو ان کا دامن گناہوں سے خالی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ان کے لئے کی جانے والی دعاہائے مغفرت سے ان کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ (المعجم الأوسط للطبرانی: حدیث نمبر ۱۹۰۰: جلد ۲: ص ۵۲۳، مجمع الزوائد: جلد ۱۰: ص ۶۹) ویسے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف کا حق بنتا ہے کہ ہم ان کے لئے دعائے مغفرت کریں کیونکہ ان کے وسیلہ سے ہی اسلام کی نعمت ہم تک پہنچی ہے۔

وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾

ہی نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی بھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔[۱۱]

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اگر وہ (یہود) نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر انہوں (یعنی منافقین) نے ان کی مدد کی تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ (اے مسلمانو!) ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ تمہارا خوف ہے، یہ اس لئے کہ وہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔

[۱۱] بنی نضیر کی عہد شکنی اور غداری کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے ان کو نوٹس دیدیا کہ وہ دس دنوں کے اندر مدینہ سے نکل جائیں تو منافقوں (جو کہ صرف نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں یہودیوں کے بھائی بنے ہوئے تھے) نے یہود کو پیغام بھیجا: تم جلاوطنی سے انکار کردو اور ڈرو نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، اگر تمہیں مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے خلاف کسی کی بات نہیں سنیں گے اور اگر مسلمانوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو ہم دو ہزار نوجوان تمہاری مدد کے لئے بھیجیں گے۔

منافقین کی ان گیدڑ بھبکیوں کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ منافقین جھوٹ بول رہے ہیں، اگر یہود کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ بفرض محال اگر یہ یہودیوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے تو فوراً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر نہ کوئی یہودیوں کی مدد کر سکے گا اور نہ ہی کوئی ان منافقین کی مدد کر سکے گا اور بالآخر یہ دونوں مایوس اور محروم ہی رہیں گے۔

ان آیات میں منافقین کے متعلق جو پیش گوئی کی گئی وہ سو فیصد صحیح ثابت ہوئی یعنی منافقین نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی۔ یہ پیش گوئی قرآن مجید کی صداقت کا ثبوت اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا معجزہ ہے۔

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾

۱۴۔ وہ سب (مدینہ کے یہود و منافقین) مل کر بھی تم سے جنگ نہیں کریں گے مگر بستیوں میں قلعہ بند ہو کر یا دیواروں کی آڑ میں، ان کی لڑائی آپس میں ہی بہت سخت ہے، تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ [۱۲]

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾

۱۵۔ ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ان سے پہلے ماضی قریب میں اپنے اعمالِ بد کا مزہ چکھ چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ [۱۳]

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي

۱۶۔ ان کی مثال شیطان کی طرح ہے کہ اس نے انسان کو کہا: کفر کر، پھر جب اس نے کفر کر لیا تو شیطان نے

---

[۱۲] ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ منافقین اور یہود بڑے بزدل ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ تمہارا ڈر اور خوف ہے اور وہ سب مل کر بھی تمہارے سامنے میدان جنگ میں نہیں آئیں گے، البتہ اپنے قلعوں میں بند ہو کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر تم پر وار کر سکتے ہیں مگر پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بظاہر متحد نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے دل ایک دوسرے کے سخت خلاف ہیں۔ اگر وہ عقل سے کام لیتے تو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور مسلمانوں کی مخالفت نہ کرتے۔

[۱۳] بنی نضیر کی مثال بنی قینقاع کی طرح ہے جو ماضی قریب میں اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں دردناک عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔

غزوہ بنی قینقاع

نبی کریم ﷺ نے مدینہ آ کر یہود کے ساتھ امن و سلامتی کا معاہدہ کر لیا تھا۔ بنی قینقاع بھی یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ جنگ بدر کے بعد اس قبیلہ نے اس معاہدہ کو توڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں معاہدہ پر پابند رہنے کی تلقین کی لیکن جب وہ باز نہ آئے اور ایک مسلمان خاتون کو برہنہ کر کے اس کی توہین کی تو نبی کریم ﷺ کے حکم سے مسلمانوں نے بنی قینقاع کی بستی کا محاصرہ کر لیا، مگر کوئی یہودی مقابلہ کے لئے باہر نہ نکلا۔ بالآخر پندرہ روز کے بعد یہودیوں نے ہتھیار ڈال کر شکست تسلیم کر لی اور بال بچوں سمیت مدینہ سے نکل جانے کی اجازت مانگی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے وہ تین دنوں کے اندر شام کی ایک بستی ذرعاۃ کی طرف ہجرت کر گئے۔

اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴿۱۶﴾ کہا: میں تجھ سے بے زار ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[۱۴]

[۱۴] منافقین کی مثال شیطان کی طرح ہے جو پہلے لوگوں کو کفر کی ترغیب دیتا ہے اور جب وہ پکے کافر بن جاتے ہیں تو پھر جب کافروں پر عذاب نازل ہوتا ہے تو شیطان ان سے بے زاری کا اعلان کر دیتا ہے۔ اسی طرح منافقین نے بھی پہلے بنی نضیر کو حوصلہ دیا کہ تم مسلمانوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب لڑائی کا وقت آیا تو دھوکہ دیا اور ان کی مدد کو نہ پہنچے۔

دنیا میں شیطان کے دھوکہ کی مثال

غزوہ بدر میں شیطان نے کفار مکہ کو بھی دھوکہ دیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جب شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال آراستہ کر دیئے اور انہیں کہا: آج ان لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور بے شک میں بھی تمہارا مددگار ہوں، پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اُلٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا: میں تم سے بیزار ہوں، بے شک میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔} (قرآن: ۸:۴۸) اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ انفال (۸) کی آیت نمبر ۴۸ کا حاشیہ نمبر ۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔

آخرت میں شیطان کے دھوکہ کی مثال

قیامت کے دن دوزخی اپنے ساتھی شیطان کو ملامت کرتے ہوئے کہے گا: تیرا ستیاناس ہو تو نے مجھے گمراہ کیا۔ شیطان اسے کہے گا: میں نے تجھے کب مجبور کیا تھا کہ تو ضرور میری پیروی کر، میں نے تو تجھے صرف برائی کی ترغیب دی اور تو نے اپنی نفسانی خواہشات اور دنیاوی مفادات کی خاطر میری پیروی اختیار کر لی، جیسا کہ قرآن مجید میں شیطان کا قول مذکور ہے: {میرا تم پر کوئی غلبہ تو تھا نہیں (کہ میں نے تمہیں برائی کرنے پر مجبور کیا ہو) میں نے تو تمہیں صرف (برائی کی) دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی، لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔} (قرآن: ۱۴:۲۲) مثال کے طور پر اگر کوئی تجھے کہے کہ سمندر میں چھلانگ لگا دو، اس کی تہہ میں ہیرے اور جواہرات ہیں، ان کو نکال لاؤ۔ اب اگر چھلانگ لگانے سے تیری موت واقع ہو جائے تو اس ہلاکت کا ذمہ دار وہ شخص نہیں ہو گا جس نے تجھے ترغیب دی بلکہ اس کا ذمہ دار تو وہ خود ہو گا جس نے یہ حماقت کی ہے۔

دوزخی اور اس کے ساتھی شیطان کے درمیان جب یہ تکرار بڑھے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے سامنے جھگڑا مت کرو۔ اب میدان حشر میں اس جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ میں نے پہلے ہی رسولوں کے ذریعہ تمہیں آگاہ کر دیا تھا کہ شیطان اور اس کے پیروکار جہنم رسید ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {(اے شیطان!) میں تجھ سے اور تیرے تمام پیروکاروں سے جہنم کو بھر دوں گا۔} (قرآن: ۳۸:۸۵)

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پھران دونوں (شیطان اور اس کے پیروکار) کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔[۱۵]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔[۱۶]

---

[۱۵] شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، جو شخص شیطان کی پیروی کرتا ہے قیامت کے دن اس شخص اور اس کے ساتھی شیطان دونوں کو ہمیشہ کے لئے جہنم رسید کر دیا جائے گا اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

[۱۶] ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ وہ کل قیامت کے لئے آگے کیا بھیج رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر عمل سے بخوبی آگاہ ہے اور اس کے عمل کے مطابق ہی اسے جزا اور سزا دے گا۔

دنیا اور آخرت کی زندگی

ہماری زندگی دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک دنیوی اور دوسرا اُخروی۔ دنیوی زندگی دار العمل ہے جس میں ہم عمل کرتے ہیں اور اخروی زندگی دار الجزا ہے جس میں ان اعمال کا بدلہ ملے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔(المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷) یعنی دنیوی زندگی کی مثال ایک کھیت کی سی ہے جس کی کاشت ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ اب یہ ہمارے انتخاب کی بات ہے کہ کس چیز کی کاشت کریں۔ بہر حال نتیجہ واضح ہے، اگر اچھے اعمال کاشت کریں گے تو کل قیامت میں اچھے ثمرات سے خوش ہوں گے اور اگر برے اعمال کی کاشت کریں گے تو کل کڑوے پھلوں سے پریشان ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا اس شخص کے لئے بہترین گھر ہے جو اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرتا ہے۔ (المقاصد الحسنۃ: ص ۲۲۷)

اس آیت میں قیامت کے لئے آنے والے ''کل'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے ایک اشارہ تو یہ ملتا ہے کہ جس طرح آج کے بعد کل کا آنا یقینی ہے اسی طرح اس دنیا کے بعد قیامت کا آنا بھی یقینی ہے۔ اور اس میں دوسرا اشارہ یہ ہے کہ جس طرح آج کے بعد کل بالکل قریب ہے اسی طرح دنیا کے بعد قیامت بھی قریب ہے۔ اگرچہ تمام کائنات کی قیامت دور ہو پھر بھی ہر انسان کی اپنی قیامت تو بالکل قریب ہے کیونکہ موت بھی ایک چھوٹی قیامت ہے جس سے عذاب کی ابتداء ہو جاتی ہے اور موت کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس

وَ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جانوں سے بھلا دیا، وہی لوگ نافرمان ہیں۔[۱۷]

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت ہی کامیاب ہیں۔[۱۸]

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب!) تو اس (پہاڑ) کو دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھک جاتا اور پاش پاش ہو جاتا، اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔[۱۹]

سے استغفار کرتے رہو۔ (کنز العمال: ۴۲۷۴۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

انسان کا اصل وطن آخرت ہے۔ دنیا میں اس کو اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ آخرت کے لئے توشہ تیار کرے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اس دنیا کی کرنسی انسان اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا، اور بفرض محال اگر انسان یہاں کی کچھ کرنسی ساتھ لے بھی جائے تو یہ کرنسی آخرت میں کام نہیں آتی، لہٰذا ہر انسان کو مرنے سے پہلے آخرت کی کرنسی کا انتظام کرنا چاہیے، اور آخرت کی کرنسی نیکیاں ہیں۔ جس کے پاس جتنی زیادہ نیکیاں ہوں گی وہ اتنا ہی خوشحال ہوگا اور جو نیکیوں سے محروم ہوگا وہ آخرت میں بدحال ہوگا۔

[۱۷] اس آیت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دی جا رہی ہے اور اس کی نافرمانی کے انجام بد سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے تو انہیں سزا یہ ملتی ہے کہ وہ خود فراموش بن جاتے ہیں، انہیں اپنے فائدہ اور نقصان کی تمیز نہیں رہتی اور بالآخر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔

[۱۸] یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امتحان کی تیاری کر کے پاس ہونے والے طلبہ اور امتحان سے غافل رہ کر فیل ہونے والے طلبہ برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ پاس ہونے والے طلبہ اپنی محنت کے صلہ میں خوشیاں مناتے ہیں اور فیل ہونے والے طلبہ اپنی غفلت پر پچھتاتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ نیکیاں کر کے جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہوتے جو برائیاں کر کے جہنم رسید ہوتے ہیں۔

[۱۹] اس آیت میں قرآن مجید کی عظمت بیان کی گئی ہے کہ اگر پہاڑ جیسی سخت چیز کو انسان جیسی عقل دی جاتی اور پھر اس پر قرآن

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ ہر غیب اور ہر ظاہر کو جاننے والا ہے، وہ بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔[۲۰]

مجید نازل کیا جاتا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے جھک جاتا اور اس کے خوف سے پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا مگر جن لوگوں پر ان کی نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو ان کے دلوں سے خوف خدا نکل جاتا ہے اور پھر ان کے دل پہاڑ سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت۔} (قرآن: ۲: ۷۴) کیونکہ بعض پتھروں سے تو پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں مگر ان ظالموں کی آنکھوں سے کوئی اشک ندامت نہیں نکلتا۔ یہ مثالیں اس لئے بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ قرآن مجید میں غور و فکر کریں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

علامہ شوکانی نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے، یعنی یا محمد! اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر نازل فرماتے تو وہ قائم نہ رہتا بلکہ اس کے نزول سے پھٹ جاتا لیکن یہ آپ ﷺ پر ہمارا احسان ہے کہ ہم نے آپ کو اتنا قوی اور مضبوط بنا دیا کہ آپ نے اس چیز کو برداشت کر لیا جس کو مضبوط پہاڑ برداشت نہ کر سکتے۔ (تفسیر فتح القدیر)

[۲۰] قرآن مجید کے اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ کے خوب صورت ناموں کا ذکر کیا گیا ہے مگر کسی ایک مقام پر سب سے زیادہ اسمائے حسنیٰ اس سورت کی آخری تین آیات میں ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

☆ اللّٰہ: خالق کائنات کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے جو کسی دوسری چیز کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہے اور اس کا ذاتی نام یعنی اللہ بھی مُفرد ہے اس کی کوئی جمع نہیں ہے۔ یہ تمام اسمائے حُسنیٰ (صفات باری تعالیٰ) کا جامع ہے۔ جابر بن زید نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ''اللہ'' ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اِلٰہ: وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت کے لائق ہو۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے کہا:

اُحِبُّکَ حُبَّیْنِ حُبَّ الْهَوٰی
وَحُبًّا لِاَنَّکَ اَهْلٌ لِذَاکَ.

اے میرے رب! میں تجھ سے دوہری محبت کرتی ہوں ایک تو یہ کہ تو میرا محبوب ہے دوسری یہ کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے محبت کی جائے۔ (تفسیر المنار: سورۃ التوبۃ (۹): زیر آیت نمبر ۲۴) دوسری جگہ آپ کہتی ہیں: اے اللہ تعالیٰ تیری قسم! میں جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے تیری عبادت نہیں کرتی بلکہ اس لئے کرتی ہوں کہ تو ہی عبادت کے لائق ہے۔

☆ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ: اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہیں اور ان

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۲۳

۲۳۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے، نہایت مقدس ہے، سلامتی والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، سب پر غالب ہے، نہایت عظمت والا ہے، کبریائی والا ہے، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک ہے جس کو وہ (اللہ تعالیٰ کا) شریک ٹھہراتے ہیں۔

چیزوں کو بھی جانتا ہے جو لوگوں کے سامنے ہیں۔

☆ اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور مبالغے کے صیغے ہیں اور رحمٰن میں تو مبالغہ کی بھی انتہا ہے۔ یعنی اتنا بڑا مہربان کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے رحمٰن کا لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر نہیں بولا جاتا۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، لہٰذا انسان کتنا ہی بڑا گناہگار کیوں نہ ہو اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنا چاہے تو اسے گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی بے حد و بے حساب رحمت اس کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے بے قرار ہے۔ رحمٰن و رحیم آقا تو ہر وقت مائل بہ کرم ہے، کاش! ہمیں طلب صادق نصیب ہو جائے۔ آمین۔

☆ اَلْمَلِکُ: ساری مخلوق کا مالک ہے اور اپنی مخلوق میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْقُدُّوْسُ: ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اَلسَّلٰمُ: سلامتی والا ہے اور اپنے بندوں کو سلامتی دینے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اَلْمُؤْمِنُ: اپنے دوستوں کو عذاب سے امن دینے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اَلْمُهَیْمِنُ: ہر چیز پر نگہبان ہے، اپنے بندوں کے اعمال پر گواہ ہے اور اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْعَزِیْزُ: زبردست اور سب پر غالب ہے، کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْجَبَّارُ: نہایت عظمت والا ہے، جس کام کا ارادہ کرے اس کو کر لیتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْمُتَکَبِّرُ: کبریائی والا ہے اور کبریائی صرف اسی کا حق ہے، اس کے سوا کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

کبریائی اللہ تعالیٰ کے لئے قابل تعریف صفت ہے لیکن اگر مخلوق میں سے کوئی کبریائی کا دعویٰ کرے تو یہ اس کے لئے قابل مذمت صفت ہے۔ (تفسیر قرطبی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جو ان میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا تو میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔ (ابن ماجۃ: ۴۱۷۴: ابواب الزھد: باب ۱۶)

☆ اَلْخَالِقُ: تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

☆ اَلْبَارِئُ: عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ (تفسیر الخازن)

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

۲۴۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو پیدا کرنے والا ہے، ایجاد کرنے والا ہے، صورت بنانے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، [۲۱] آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے، [۲۲] اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔

☆ اَلْمُصَوِّرُ: اپنے ارادے کے مطابق شکلیں بنانے والا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ہر ایک کی شکل ایسی بناتا ہے کہ وہ دوسرے سے مختلف اور ممتاز ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۲۱] اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى: اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا ذاتی نام بھی ایک ہے یعنی ''اللہ''، اس کی صفات بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کے صفاتی نام بھی بہت زیادہ ہیں مثلاً رحمٰن، رحیم، رازق، خالق وغیرہ جن کا ذکر قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سب سے اکمل اور اعلیٰ ہیں اور ان صفات کی ترجمانی کرنے والے اسمائے گرامی بھی سب سے اچھے اور اعلیٰ ہیں، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو یا اس سے دعا کرو تو موقع کی مناسبت سے اسمائے حسنیٰ میں سے انتخاب کرو اور اپنی طرف سے کوئی ایسا نام پیدا نہ کرو جو اس کے شایانِ شان نہ ہو۔

[۲۲] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ حدید (۵۷) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز پیر ۲۷ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۸ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۳ تا ۲۷ ستمبر یعنی صرف چار دنوں میں سورہ حشر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الممتحنۃ (۶۰)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام "ممتحنۃ" ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۱۰ سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کے نام کو دو طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ اگر اس کو ''ح'' کی زیر سے یعنی مُمتَحِنۃ پڑھا جائے تو یہ اسم فاعل ہے اور اس کا معنٰی ہوگا ''عورتوں کا امتحان لینے والی سورت''۔ اور اگر اس کو ''ح'' کی زبر یعنی مُمتَحَنۃ پڑھا جائے تو یہ اسم مفعول ہے اور اس کا معنٰی ہوگا ''وہ عورت جس کا امتحان لیا گیا ہے''۔ کیونکہ جو عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتیں اور مسلمان ہونے کا دعوٰی کرتیں تو ان کا امتحان لیا جاتا، اگر تو وہ واقعی اپنا ایمان بچانے کے لئے آئی ہیں تو انہیں کفار مکہ کے حوالے نہ کیا جائے اور اگر وہ کسی اور مقصد کے لئے اپنے خاوند سے بھاگ آئی ہے تو اسے واپس کر دیا جائے۔

قومی رازوں کی حفاظت

اس سورت کے آغاز میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے مکہ میں اپنے بیوی بچوں کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کے ایک اہم ترین جنگی راز کو کفار مکہ تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروقت اس کا تدارک نہ فرماتے تو فتح مکہ کے موقع پر بڑا جانی نقصان ہو سکتا تھا۔ اگرچہ یہ سورت حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے مگر اس کا حکم عام ہے یعنی ملت اسلامیہ کو ایسی غلطی سے اجتناب کرنا چاہیے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

کفار کے ساتھ دوستی اور دشمنی

آیات نمبر آٹھ اور نو سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ قطع تعلق کرنے کی وجہ ان کا کفر نہیں بلکہ ان کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں پر ظلم و زیادتی ہے، اور آج دنیا کی کوئی بھی مہذب قوم اپنے کسی فرد کو اپنے دشمن کے ساتھ دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس کے ذریعہ قومی راز دشمن تک پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے اس کو غدار قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دیتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ سب کفار کے ساتھ ایک جیسا رویہ نہ رکھیں بلکہ دشمن کافر اور غیر دشمن کافر میں فرق کریں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر دنیا کی ہر قوم آج عمل پیرا ہے۔ کوئی قوم اپنے دشمن کے ساتھ دوستی کے مراسم استوار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی غیر دشمن قوم کے ساتھ خواہ مخواہ تعلقات خراب کرتی ہے۔

مسلمان اور کافر کے درمیان باہمی ازدواج

آیت نمبر دس کے نزول سے پہلے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان باہمی ازدواج جائز تھا۔ مسلمان عورتیں، کافر مردوں سے اور مسلمان مرد، کافر عورتوں سے شادی کر سکتے تھے مگر اس آیت کے نزول کے بعد کافر اور مشرک عورتوں اور مردوں کا آپس میں نکاح کا دروازہ بند کر دیا گیا، البتہ مسلمان مرد، اہل کتاب عورت سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ اس کا برعکس جائز نہیں ہے۔ اس کی

تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیت نمبر ۵ کا حاشیہ نمبر ۱۶ ملاحظہ فرمائیں۔

عورتوں سے بیعت لینا

اس سورت کے آخر میں عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے عرب کے معاشرہ میں بالعموم اور عورتوں میں بالخصوص جو برائیاں پائی جاتی تھیں آپ ﷺ عورتوں سے ان برائیوں کو چھوڑنے کی بیعت لیتے اور انہیں آگاہ فرماتے کہ اگر انہوں نے کسی حکم کی نافرمانی کی تو قیامت کے دن ان کے خلاف چار عینی گواہ موجود ہوں گے یعنی ان کے دو ہاتھ اور دو پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز منگل ۲۸ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ شوال ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۱۳ | ۶۰ سُورَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۹۱ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

۱۔ اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو (رازدار) دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس (دین) حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے، وہ رسول ﷺ اور تم کو اس وجہ سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا رب ہے، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے نکلے ہو (تو پھر ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان کی طرف دوستی کے خفیہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، اور تم میں سے جو بھی ایسا کرے تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔[۱]

[۱] اہل مکہ نے جب صلح نامہ حدیبیہ کو توڑ دیا تو نبی کریم ﷺ نے مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی اور اس لشکر کشی کو عام لوگوں سے مخفی رکھا تاکہ اہل مکہ کو اس کی پیشگی خبر نہ ہو۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مدینہ آ گئے تھے مگر ان کے بیوی بچے ابھی مکہ میں تھے۔ انہوں نے بعض مشرکین مکہ کو اس لشکر کشی کے بارے میں ایک خط بھیجا تاکہ اس احسان کے بدلے میں مشرکین مکہ ان کے بیوی بچوں کی حفاظت کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس خط کی اطلاع ہو گئی جس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم جاؤ اجب تم خاخ کے باغ میں پہنچو گے تو وہاں ایک عورت ہو گی، اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم روانہ ہو گئے اور اپنے گھوڑے دوڑا دیئے حتیٰ کہ ہم خاخ کے باغ میں پہنچ گئے۔ جب ہم اس عورت سے ملے تو ہم نے اسے کہا: خط نکالو اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا: خط نکالو ورنہ ہم (خط تلاش کرنے کے لئے) تمہارے کپڑے اتار دیں گے، پھر اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے خط نکال کر ہمیں دیدیا۔ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝

۲۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے (کھلے) دشمن ہوں گے اور وہ برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کریں گے اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔ [۲]

پاس واپس آ گئے۔ اس خط میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ کے بعض مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں کی اطلاع دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ میں قریش کا ساتھی اور حلیف تھا مگر ان میں سے نہیں تھا۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں اور ان رشتہ داریوں کی وجہ سے (جنگ کی صورت میں) قریش ان کے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے چاہا کہ میرا ان سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، لہٰذا میں ان پر ایک احسان کر دوں تا کہ وہ میرے قرابتداروں کی حفاظت کریں۔ تاہم میں نے یہ خط اس لئے نہیں لکھا کہ (خدانخواستہ) میں مرتد ہو گیا ہوں یا میں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب رضی اللہ عنہ نے تمہارے سامنے سچ کہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں! میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوا تھا اور تمہیں کیا خبر! یقیناً اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کو خوب جانتا ہے اور اس نے (جنگ بدر والوں کو) فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(بخاری: ۴۲۷۴: کتاب المغازی: باب ۴۸)

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی لغزش سے بڑا نقصان ہو سکتا تھا لیکن ان کا مقصد اسلام کی مخالفت نہیں تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر فرمایا۔ اس درگزر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور عظیم لوگوں کی عظیم نیکیوں کی وجہ سے ان کی بعض لغزشوں سے درگزر کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حدود کے سوا معزز لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (ابوداؤد: ۴۳۷۵: کتاب الحدود: باب ۴)

اگر چہ یہ آیات حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں مگر ان کا حکم عام ہے یعنی ملت اسلامیہ کو ایسی غلطی سے اجتناب کرنا چاہیے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ لہٰذا اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور تمہارے دشمن ہیں، تمہارے دین کے منکر ہیں اور اسی دین کی وجہ سے انہوں نے تمہیں اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، لہٰذا تم ان کو ایسا دوست نہ بناؤ کہ مسلمانوں کے راز ان تک پہنچ جائیں۔ الغرض اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے نکلے ہو تو پھر تم دشمنان اسلام کی طرف خفیہ پیغام نہ بھیجو، اور اگر تم میں سے کسی نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کفار کے ساتھ رازداری کا معاملہ کیا تو وہ سمجھ لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔

[۲] یعنی جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں خواہ تم ان کو رازدار دوست بناؤ یا نہ بناؤ، جب کبھی ان کو تم پر غلبہ حاصل ہو گیا تو

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

۳۔ قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد تمہیں ہرگز فائدہ نہیں پہنچائیں گے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔[۳]

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ

۴۔ بے شک تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بے شک ہم تم سے بے زار ہیں اور ان سے بھی جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم پوجا کرتے ہو، ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کیلئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا ہے یہاں تک کہ تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آو،[۴] مگر

وہ فوراً بدل جائیں گے اور دشمنی پر اتر آئیں گے اور تمہیں زبان سے بھی تنگ کریں گے اور زور بازو سے بھی اذیت پہنچائیں گے اور ان کی دلی خواہش ہوگی کہ تم بھی اسلام کو چھوڑ کر ان جیسے کافر بن جاؤ۔

[۳] اس آیت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو براہ راست اور ساری امت کو بالواسطہ تنبیہ کی جارہی ہے کہ جو شخص اپنی اولاد کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا یہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن اس کے کام نہیں آئیں گے بلکہ اس دن ہر ایک کو اپنے انجام کی ایسی فکر لاحق ہوگی کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں سے دور بھاگے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ اس دن ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پرواہ کردے گی۔} (قرآن: ۸۰: ۳۴ تا ۳۷)

اس وقت تک مشرک عورت کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہوا تھا اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے بیوی بچے مشرک تھے اور وہ مکہ میں تھے اور قیامت کے دن مشرک بیوی بچے اور رشتہ دار کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے لیکن اہل ایمان وہاں بھی ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔} (قرآن: ۴۳: ۶۷)

☆ {اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے۔} (قرآن: ۵۲: ۲۱)

[۴] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اپنے کافر اہل وعیال اور رشتہ داروں سے جدا ہونا پڑا تو ان کی تسکین کے لئے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام

اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں تمہارے لئے ضرور مغفرت طلب کروں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، [۵] اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

کا واقعہ سنایا جا رہا ہے یعنی تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ انہوں نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا: ہم تم سے، تمہارے معبودوں اور تمہارے عقائد سے بے زار ہیں اور جب تک تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاؤ گے ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض کی دیوار حائل رہے گی۔

[۵] اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے تم ان کی پیروی کرو، البتہ انہوں نے اپنے کافر باپ (چچا آزر) کے لئے جو استغفار کیا تھا اس کی پیروی نہ کرو کیونکہ کافر کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی جب علم ہوا کہ آزر کی موت کفر پر واقع ہوئی ہے تو آپ نے دعا مانگنا چھوڑ دی اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کافروں کے لئے شفاعت کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں اس دعا کا ذکر اس طرح کیا ہے:

{اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے۔} (قرآن: ۹:۱۱۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی زندہ کافر ومشرک کی ہدایت کے لئے استغفار کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (غزوہ احد کے دن) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، آپ ایک نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے جن کو ان کی قوم نے مارا اور لہولہان کر دیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ (بخاری: ۳۴۷۷: کتاب الانبیاء: باب ۵۶) آزر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا کرنا اس لئے تھا کہ انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت طلب کریں گے اور وہ اس امید پر استغفار کیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کفر کو معاف کر کے اس کو اسلام کی ہدایت نصیب فرمائے مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا کہ آزر کی موت اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور کفر پر ہو گئی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اس کے لئے استغفار بند کر دیا۔

البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والدین جو مومن تھے ان کے لئے آخر عمر تک دعا جاری رکھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: {اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔} (قرآن: ۱۴:۴۱) اس دعا کو اتنا قبولِ عام نصیب ہوا کہ آج بھی مسلمان نماز میں انہی الفاظ کے ساتھ اپنے والدین کے لئے دعا مانگتے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑤

۵۔ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمارے رب! ہمیں بخش دے، بے شک تو سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۶]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ⑥ ع

۶۔ بے شک تمہارے لئے ان (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے (خاص طور پر) ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ (کی ملاقات) اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے، اور جو روگردانی کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز لائق حمد و ثنا ہے۔[۷]

عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ

۷۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرما دے گا،[۸] اور

ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مسلمان تھے اسی لئے آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور آزر آپ کا والد نہیں بلکہ چچا تھا اور وہ کافر تھا۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کا حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا یا چچا؟ آزر مسلمان تھا یا کافر؟ کسی نبی کا باپ کافر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مؤمن تھے یا نہیں؟ ان سوالات کے جوابات کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۷۴ اور حاشیہ نمبر ۷۰ ملاحظہ کریں۔

[۶] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں، تیری غالب قوت اور عظیم حکمت سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ تو ہماری خطاؤں کو بخش دے اور کافروں کو ہم پر مسلط نہ فرما اور ہمیں کافروں کے مقابلہ میں شکست کی آزمائش میں نہ ڈال۔

[۷] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے مگر اس نمونہ کی پیروی کرنے کی سعادت انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور ان کے دل میں حساب و کتاب کا ڈر ہو، لیکن جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے انبیاء کی پیروی سے انحراف کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، ان کی روگردانی سے اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، کوئی اس کی فرمانبرداری کرے یا نہ کرے وہ ہر حال میں قابل حمد و ثنا ہے۔

[۸] اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ جو آج تمہاری مخالفت میں سرگرم ہیں بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے

قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦

اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧

۸۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی کا سلوک اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[۹]

کہ وہ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اس وقت اس پیش گوئی کو سمجھنا آسان نہیں تھا کہ آخر ایسا کیسے ہوگا کہ کفار مکہ ان سے محبت کرنے لگیں مگر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، چند ہفتے ہی نہیں گزر رہے تھے کہ مکہ فتح ہوگیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہی دشمن جو کل مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے آج وہ فوج در فوج مسلمان ہو رہے ہیں اور اسلام پھیلانے کے لیے اپنا خون پیش کر رہے ہیں۔

[۹] کفار کے ساتھ دوستی اور دشمنی کے حوالے سے یہ دونوں (یعنی آٹھ اور نو) آیات بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں کفار کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں:

ایک قسم ان کفار کی ہے جنہوں نے نہ تو دین کے بارے میں تمہارے ساتھ لڑائی کی اور نہ تمہیں جلا وطن کیا، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ان کفار کے ساتھ نیکی کا سلوک کیا جائے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

دوسری قسم ان کفار کی ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی، تمہیں جلا وطن کیا اور تمہیں جلا وطن کرنے میں تمہارے دشمنوں کی مدد کی، ایسے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنا بہت بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ قطع تعلق کرنے کی وجہ ان کا کفر نہیں بلکہ ان کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں پر ظلم و زیادتی ہے، اور آج دنیا کی کوئی بھی مہذب قوم اپنے کسی فرد کو اپنے دشمن کے ساتھ دوستی رکھنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس کے ذریعہ قومی راز دشمن تک پہنچنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے اس کو غدار قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دیتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ سب کفار کے ساتھ ایک جیسا رویہ نہ رکھیں بلکہ دشمن کافر اور غیر دشمن کافر میں فرق کریں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر دنیا کی ہر قوم آج عمل پیرا ہے۔ کوئی قوم اپنے دشمن کے ساتھ دوستی کے مراسم استوار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی غیر دشمن قوم کے ساتھ خواہ مخواہ تعلقات خراب کرتی ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

☆ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

۹۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں جلاوطن کرنے میں مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

کے عہد میں مشرکہ تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

(بخاری: ۲۶۲۰: کتاب الادب: باب ۳)

☆ بعض اسرائیلی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے میرے خلیل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اگرچہ کفار کے ساتھ واسطہ پڑے، تم نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ میں نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے گا میں اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا، جنت کے خاص مشروبات سے سیراب کروں گا اور اپنے پڑوس میں قرب عطا کروں گا۔

(المعجم الاوسط: امام طبرانی: ۶۵۰۲: جلد ۷: ص ۲۶۱،

الترغیب والترهیب: جلد ۳: ص ۴۰۷: الترغیب فی الخلق الحسن)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے دو بار گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے پڑوسی جو کہ یہودی ہے اس کے لئے گوشت کا تحفہ بھیجا ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبریل امین مجھ کو ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو میراث کا وارث کر دیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ

۱۰۔ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان (کے ایمان) کا امتحان کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو ان کے مومن ہونے کا یقین ہو جائے تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ بھیجو، (کیونکہ) نہ مومن عورتیں، کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ کفار، مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں، [۱۰] اور ان کفار نے جو (مہر ان پر) خرچ کیا ہے وہ ان کو ادا کر دو، اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان مومن عورتوں سے نکاح کر لو جبکہ تم ان (عورتوں) کا مہر انہیں ادا کر دو، اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور تم (کفار سے) وہ مال طلب کرو جو تم نے (مہر میں) خرچ کیا تھا اور وہ (کفار بھی تم سے) وہ مال طلب کر لیں جو

گے۔ (ترمذی: ۱۹۴۳: ابواب البر: باب ۲۸) پڑوسیوں کے ساتھ اچھے مراسم رکھنے کا ایک طریقہ تحائف کا تبادلہ ہے مگر تبادلہ تحائف کے وقت فریقین کو ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا چاہیے اور کسی ایسی چیز کا تبادلہ نہ کیا جائے جو دوسرے کے مذہب میں ناپسندیدہ ہو۔

[۱۰] صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو نے جو شرائط پیش کی تھیں ان میں ایک شرط یہ تھی کہ آپ کے پاس (مدینہ میں) ہمارا جو مرد بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ کو اسے ہمیں واپس کرنا ہوگا۔ (بخاری: ۲۷۳۲: کتاب الشروط: باب ۱۵) معاہدہ میں چونکہ صرف مردوں کی واپسی کا ذکر تھا اس لئے جب کوئی مسلمان مرد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتا تو آپ ﷺ اس کو واپس بھیج دیتے مگر جب کوئی مسلمان عورت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتی تو آپ ﷺ مسلمانوں کو کہتے کہ ان عورتوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لو۔ اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ یہ واقعی مسلمان ہیں تو پھر ان کو کفار کے پاس مکہ میں نہ بھیجو کیونکہ اب یہ عورتیں، کافر مردوں کے لئے حلال نہیں ہیں۔

اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان باہمی ازدواج جائز تھا۔ مسلمان عورتیں، کافر مردوں سے اور مسلمان مرد، کافر عورتوں سے شادی کر سکتے تھے مگر اس آیت کے نزول کے بعد کافر اور مشرک عورتوں اور مردوں کا آپس میں نکاح کا دروازہ بند کر دیا گیا، البتہ مسلمان مرد، اہل کتاب عورت سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ اس کا برعکس جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے سورہ مائدہ (۵) کی آیت نمبر ۵ کا حاشیہ نمبر ۱۶ ملاحظہ فرمائیں۔

وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

انہوں نے (مہر میں) خرچ کیا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہی تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے،[۱۱] اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

۱۱۔ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کفار کی طرف بھاگ جائے، پھر تمہیں (اگر کفار سے) مال غنیمت حاصل ہو تو ان مسلمانوں کو جن کی بیویاں چلی گئی تھیں اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے (مہر میں) خرچ کیا تھا،[۱۲] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْــًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ

۱۲۔ اے نبی ﷺ! جب آپ کے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کریں[۱۳] اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مغفرت

[۱۱] یعنی جو مسلمان عورتیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں تو چونکہ اب وہ کافر مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں اس لئے ان کے کافر مردوں نے ان کو جو مہر دیا تھا وہ تم ان کافر مردوں کو واپس کر دو اور اس کے بعد تم اپنا مہر دے کر ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ اسی طرح اے مسلمانو! اب نئے حکم کے مطابق تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتے، لہٰذا تم کافروں سے اپنا مہر واپس طلب کر لو اور یہ کافر عورتیں ان کے حوالے کر دو۔ اسی طرح کفار بھی اپنی بیویوں کا مہر تم سے طلب کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے لئے صادر فرمایا ہے۔

[۱۲] اگر کسی مسلمان کی کافر بیوی بھاگ کر کفار کی طرف چلی جائے اور وہ کفار اس کا مہر واپس نہ کریں تو پھر بیت المال یا مال غنیمت سے اس مسلمان کو مہر کی رقم واپس کرنا ہوگی۔

[۱۳] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں نبی ﷺ ان کا امتحان لیتے تھے،

إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

طلب کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿١٣﴾

۱۳۔ اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے، بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں جیسے وہ کفار مایوس ہو چکے ہیں جو قبروں میں ہیں۔ [۱۴]

جیسا کہ اس آیت نمبر ۱۲ میں اس کا حکم ہے، اور جو مومن عورتیں اس آیت کی شرائط کا اقرار کر لیتیں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: میں نے تم کو بیعت کر لیا اور اللہ کی قسم! بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے تھے۔

(بخاری: ۴۸۹۱: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الممتحنۃ)

[۱۴] آخر میں پھر اہل ایمان کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ تم ان لوگوں کے ساتھ دوستی نہ کرو جنہوں نے مسلسل نافرمانیاں کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بنا دیا ہے اور وہ آخرت میں اپنی نجات سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جس طرح قبروں میں کفار مایوس ہو چکے ہیں کیونکہ ان کو قبروں میں ان کا انجام بد دکھا دیا گیا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعۃ الکرم، انگلستان

بعد از عشاء بروز بدھ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۸ تا ۲۹ ستمبر یعنی تقریباً صرف ڈیڑھ دن میں سورہ ممتحنہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الصَّفِ (٦١)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''صف'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۴ سے ماخوذ ہے۔

قول وفعل میں مطابقت

اس سورت کی دوسری اور تیسری آیت میں اہل ایمان کی تربیت کی جارہی ہے کہ جس دین حق کی تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منتخب کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم پہلے اس پر خود عمل کرو اور پھر دوسروں کو اس پر عمل کی ترغیب دو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ تم دوسروں کو نیکی کی دعوت دو لیکن خود تمہارا عمل اس کے خلاف ہو۔

باہمی اتحاد

مدینہ آنے کے بعد بھی جب کفار مکہ نے مظالم کا سلسلہ بند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی طاقت کا جواب طاقت کے ساتھ دینے کی اجازت دے دی اور ساتھ تلقین فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار سے جنگ ہو جائے تو پورے نظم وضبط اور اتحاد کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کے مکمل پشت پناہ بن جاؤ، ایسا نہ ہو کہ دشمن تمہیں منتشر کر کے شکست سے دوچار کر دے۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام

اس سورت کی آیت نمبر ۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا: میں تمہیں ایک عظیم الشان رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

نور اسلام کا غلبہ

غزوہ احد میں مسلمانوں کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا جس سے کفار مکہ کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اس وقت ایک طرف کفار مکہ نے عرب کے دیگر قبائل کو دعوت دی کہ وہ ان کا ساتھ دیں تا کہ وہ سب مل کر اسلام کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ خوش خبری سنائی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی جو شمع روشن کی ہے یہ سارے کافر مل کر بھی اس کو نہیں بجھا سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ اسلام کے نور کو مکمل فرمائے گا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسلسل تبلیغ سے اسلام کو اس بلندی تک لے جائیں گے کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ چند سالوں کے بعد سارے عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور آج چودہ سو سال بعد بھی دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

جان و مال کی قربانی

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک تجارت کی ترغیب دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اگر جان یا مال کی ضرورت پڑے تو اس کو قربان کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں فتح و نصرت عطا فرمائے گا اور آخرت میں بخشش اور جنت سے سرفراز فرمائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان

بعد از مغرب بروز اتوار ۳/ اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ١٤ | ٦١ سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ١٠٩ | رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

١۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرتی ہے اور وہی سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[١]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ②

٢۔ اے ایمان والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔[٢]

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

٣۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

٤۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔[٣]

---

[١] اس آیت کی تفسیر کے لیے سورہ حدید (٥٧) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[٢] ان آیات میں اہل ایمان کی تربیت کی جا رہی ہے کہ جس دین حق کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منتخب کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم پہلے اس پر خود عمل کرو اور پھر دوسروں کو اس پر عمل کی ترغیب دو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ تم دوسروں کو نیکی کی دعوت دو لیکن خود تمہارا عمل اس کے خلاف ہو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کر رہا ہوگا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے۔ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔ (بخاری: ٣٢٦٧: کتاب بدء الخلق: باب ١٠)

[٣] مدینہ آنے کے بعد بھی جب کفار مکہ نے مظالم کا سلسلہ بند نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی طاقت کا جواب طاقت کے ساتھ

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝

۵۔ اور (یاد کرو!) جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں اذیت پہنچاتے ہو! حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں، پھر جب انہوں نے کج روی جاری رکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۴]

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ

۶۔ اور (یاد کرو!) جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا: اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں، [۵] میں اپنے سے پہلی کتاب تورات

دینے کی اجازت دے دی اور ساتھ تلقین فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار سے جنگ ہو جائے تو پورے نظم وضبط اور اتحاد کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کے مکمل پشت پناہ بن جاؤ ایسا نہ ہو کہ دشمن تمہیں منتشر کر کے شکست سے دوچار کر دے۔

[۴] کفار مکہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ صادق اور امین ہیں، انہوں نے انسانوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں؟ مگر وہ صرف اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث نبی کریم ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے، انہیں ملک بدر کیا اور مدینہ پر بھی حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کفار کی ایذا رسانی پر کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ نافرمان لوگ ہمیشہ ایسے ہی کرتوت کیا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ بنی اسرائیل کے احوال کو یاد کریں کہ انہوں نے ید بیضا اور عصا کے معجزات دیکھے اور فرعون کو سمندر میں غرق ہوتے بھی دیکھا، یہ سب کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی صداقت کے لئے کافی ثبوت تھا لیکن پھر بھی ان کی قوم کبھی بچھڑے کو پوجنے لگتی اور کبھی بت پرستی کا مطالبہ کرتی اور بالآخر جب نافرمانی اور کجروی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا کہ اگر تمہیں ہدایت راس نہیں آتی تو لو اسی گمراہی میں بھٹکتے پھرو۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا، وہ انہی لوگوں کو ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے جن کے دل میں ہدایت کو حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

[۵] اہل کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مجرمانہ حد تک کمی کی اور ان کی معجزانہ پیدائش کو تسلیم کرنے کے بجائے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے معجزانہ پیدائش کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی، حالانکہ ان کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی بغیر ماں باپ کے پیدائش کی مثال موجود تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۗ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا

کی تصدیق کرنے والا ہوں[٦] اور ایک (عظیم الشان) رسول کی خوش خبری سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے گا اس کا نام احمد ہے،[٧] پھر جب وہ رسول روشن نشانیاں لے کر ان کے پاس

ایک عجیب چیستان بنا دیا۔ عیسائی فرقہ نسطوریہ (protestant) کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، عیسائی فرقہ ملکانیہ (catholic) کے نزدیک وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں اور عیسائی فرقہ یعقوبیہ (orthodox) کے نزدیک وہ اللہ ہیں۔ الغرض یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تفریط کی اور عیسائی آپ کے بارے میں افراط کا شکار ہوئے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مریم (۱۹): زیر آیت نمبر ۳۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے ہیں اور نہ ہی یہود کے مطابق آپ کسی غیر پاکباز ماں کے بیٹے ہیں بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے ہیں، جیسا کہ بائبل سے بھی واضح ہے:

۱۔ میں صرف بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (متی: ۱۵: ۲۴)

"I am not sent but unto the lost sheep of the house of Isreal."
(Matthew:15:24:The Holy Bible:printed by Collins:London)

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو حکم دیا: غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی طرف جانا۔ (متی: ۱۰: ۵-۶)

"These twelve Jesus sent forth, and commanded them, saying, Go not into the way of the Gentiles, and into any city of the Samaritans enter ye not : But go rather to the lost sheep of the house of Israel."
(Matthew:10:5-6:ibid)

بائبل کے مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے، کیونکہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور اسی کا اپنے حواریوں کو حکم دیا، مگر یہ حکم اس وقت تک تھا جب تک نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد ہر ایک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم ہے۔

[٦] میں تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والا ہوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور تورات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سچی کتاب ہے۔

[٧] یعنی جس طرح میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور مجھ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اسی طرح میرے بعد اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان رسول آنے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا۔

☆ حضرت خالد بن معدان نے صحابہ کرام ﷡ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں اپنی ذات کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم ؑ کی دعا اور عیسیٰ ؑ کی بشارت ہوں اور جب میری والدہ کو حمل ہوا تو انہوں نے دیکھا گویا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا جس میں سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔ حافظ ابن کثیر نے کہا: اس حدیث کی سند جید ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الصف (٦١): زیر آیت نمبر ٦)

☆ حضرت جبیر بن مطعم ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔ (بخاری: ٤٨٩٦: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الصف) عاقب سے مراد وہ نبی ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

احمد ﷺ

احمد کا معنیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔'' علامہ قرطبی لکھتے ہیں: سب انبیائے کرام علیہم السلام اپنے رب تعالیٰ کے حامد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہیں مگر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ احمد ہیں یعنی سب سے زیادہ حمد کرنے والے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الصف: زیر آیت نمبر ٦)

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا ایک نام احمد ہے اور حضرت حسان ﷛ نے یہی نام لے کر آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے۔

صَلَّى الْإِلٰهُ وَمَنْ يَحُفُّ بِعَرْشِهٖ وَالطَّيِّبُوْنَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدَ

''اللہ تعالیٰ، اس کے عرش کے فرشتے اور تمام پاکیزہ لوگ اس مبارک ہستی پر درود بھیجیں جس کا اسم گرامی احمد ہے۔'' (تفسیر روح المعانی)

محمد ﷺ

ہمارے پیارے نبی ﷺ کے ذاتی نام محمد اور احمد ہیں۔ باقی سارے اسمائے گرامی صفاتی ہیں۔ اہل زبان لکھتے ہیں کہ جو ہستی صفات خیر کی جامع یعنی مجموعہ خوبی ہو اور جس کی بار بار تعریف کی جائے اسے محمد کہتے ہیں۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا جا رہا ہے حضور اکرم ﷺ کے کمالات روشن تر ہوتے جا رہے ہیں اور اسی لئے آپ کی تعریف کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ہر آنے والی گھڑی آپ ﷺ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے} (قرآن: ٩٣: ٤) یعنی ہر لحہ آپ ﷺ کی عظمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

بائبل میں حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ

تورات اور انجیل میں حضور اکرم ﷺ کا تعارف اس قدر واضح تھا کہ اہل کتاب حضور اکرم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۞ آگیا تو وہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔[۸]

طرح پہچانتے تھے۔ ملاحظہ کریں۔(سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹ حاشیہ نمبر ۱۶۳ اور آیت نمبر ۱۴۶ حاشیہ نمبر ۱۰۴ اور سورہ الانعام آیت نمبر ۲۰ حاشیہ نمبر ۲۱) موجودہ بائبل میں بھی ایسی آیات موجود ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں دی لیونگ بائبل برٹش ایڈیشن ۱۹۷۵ء سے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

1- When the father sends the Comforter to represent me. and by the Comforter I mean the Holy Spirit - he will teach you much, ▬ well as remind you of everything I myself have told you. (John:14:26)

2- But the fact of the matter is that it is best for you that I go away, for if I don't, the Comforter won't come. If I do, he will - for I will send him to you.....Oh, there is ▬ much more I want to tell you, but you can't understand ▬ now. When the Holy Spirit, who is the truth, comes, he will guide you into all truth, for he will not be presnting his own ideas, but will be passing on to you what he has heard. He will tell you about the future. He shall praise me and bring ▬ great honour by showing you my glory. (John:16:7-14)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔ جب باپ میری نمائندگی کے لئے مددگار کو بھیجے گا (مددگار سے میری مراد مقدس روح ہے) وہ تمہیں بہت کچھ سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب بھی تمہیں یاد دلائے گا۔ (یوحنا کی انجیل: باب ۱۴: آیت ۲۶)

۲۔ درحقیقت تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ میں چلا جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار نہیں آئے گا لیکن اگر میں چلا جاؤں تو وہ آجائے گا کیونکہ میں اس کو تمہارے پاس بھیجوں گا ۔۔۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو سمجھ نہیں سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی تم کو پہنچائے گا۔ وہ تمہیں مستقبل کی خبریں دے گا۔ وہ میری تعریف کرے گا اور تمہیں میری عظمت دکھا کر مجھے بہت عزت دے گا۔ (یوحنا کی انجیل: باب ۱۶: آیات ۷ تا ۱۴)

بائبل کی مذکورہ آیات میں جس مقدس روح کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہیں گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد جو مقدس روح یعنی آخری نبی حضرت محمد ﷺ آئے گا وہ تمہیں میری شریعت سے آگاہ کرے گا اور اپنی شریعت کے تمام احکام سمجھائے گا چونکہ ان کی آمد کا وقت میرے بعد ہے اس لئے میرا جانا تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ وہ نبی تشریف لائے اور جو احکام تم اب نہیں سمجھ سکتے وہ تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے۔ نیز وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے سنے گا وہی کہے گا۔ تمہیں مستقبل کی خبریں بھی دے گا اور میرے معجزات کا ذکر کر کے مجھے عزت دے گا۔

[۸] جب حضرت محمد ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے معجزات بھی دکھائے مگر پھر بھی اکثر اہل کتاب نے آپ ﷺ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

۷۔ اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہے، اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۹]

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

۸۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار اس کو ناپسند کریں۔[۱۰]

هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

۹۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں۔[۱۱]

کو نبی ماننے سے انکار کر دیا اور آپ ﷺ کے معجزات کو جادو کا کرشمہ قرار دیا۔

[۹] یعنی جو لوگ دلائل کی رو سے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں انہیں جب اسلام کی دعوت دی جائے اور وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لائیں تو پھر ان سے بڑا ظالم اور کون ہوگا؟ جو دراصل اللہ تعالیٰ پر بہتان لگا رہے ہیں کہ اس نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا۔ ایسے ظالم لوگ کیسے ہدایت پا سکتے ہیں؟

[۱۰] ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک کفار نے کئی بار یہ کوشش کی کہ کسی طرح اسلام کی شمع کو بجھا دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا ہے کہ اسلام کا نور روز افزوں ترقی پذیر رہے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: سورۃ التوبۃ(۹): زیر آیت نمبر ۳۲) اب اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس نور کو بجھانا چاہے گا تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے سورج کو بجھانا چاہے تو وہ خود تو بجھ سکتا ہے مگر سورج کو نہیں بجھا سکتا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلے اہل عرب نے اسلام کی مخالفت کی مگر ۲۳ سالوں میں عرب کی غالب اکثریت نے اسلام قبول کر لیا اور آج بھی جو قومیں اسلام کی مخالفت کر رہی ہیں ان کے اپنے لوگوں میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو سراپا ہدایت قرآن مجید اور سراپا حق دین اسلام دے کر بھیجا تاکہ وہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب فرما دے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰

۱۰۔ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱

۱۱۔ (وہ تجارت یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ [۱۲]

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲

۱۲۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ایسے پاکیزہ مکانوں میں (داخل فرمائے گا) جو دائمی جنتوں میں ہوں گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۚ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

۱۳۔ اور ایک دوسری چیز (بھی دے گا) جس کو تم پسند کرتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور فتح بھی بہت قریب ہے، اور آپ مومنوں کو خوش خبری سنادیں۔ [۱۳]

دلائل و براہین کے میدان میں اسلام تمام ادیان پر ہمیشہ غالب رہا ہے۔ اسی وجہ سے آج بھی غیر مسلم قوموں میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین اسلام ہی ہے۔ اور مادیت کے میدان میں بھی اسلام اس وقت تک غالب رہا ہے جب مسلمانوں نے اس پر مکمل عمل کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ اور قرون وسطیٰ کے ادوار میں اسلام کو مادی غلبہ بھی حاصل رہا اور جب مسلمانوں نے اسلام پر عمل کرنے میں کوتاہی کی تو پھر زوال کا آنا ایک لازمی امر تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم کامل مومن ہو۔} (قرآن: ۳:۱۳۹)

[۱۲] ان آیات میں اہل ایمان کو ایک تجارت کی ترغیب دی جارہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اگر جان و مال کی ضرورت پڑے تو اس کو قربان کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش کر تمہیں دوزخ کے دردناک عذاب سے بچائے گا اور دائمی جنتوں کے پاکیزہ مکانات میں داخل فرمائے گا۔

[۱۳] یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دو گے تو وہ آخرت کی کامیابی کے علاوہ تمہیں دنیا میں بھی بہت جلد نصرت و فتح سے سرفراز فرمائے گا، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ چند ہی سالوں بعد مکہ فتح ہو گیا اور بالآخر سارے عرب پر اسلام

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ لِلۡحَوَارِيّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ‌ؕ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَكَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ‌ ۚ فَاَيَّدۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰى عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِيۡنَ ﴿۱۴﴾ ع

۱۴۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا تھا: اللہ تعالیٰ (کے دین) کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ (کے دین) کے مددگار ہیں، پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا، پس ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ (کافروں پر) غالب آ گئے۔ [۱۴]

کا پرچم لہرانے لگا۔

[۱۴] اس آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے کون میرا مددگار ہوگا؟ تو سب ساتھیوں نے کہا: ہم سب اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے حاضر ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آیا مگر دوسرے گروہ نے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے گروہ کی مدد فرمائی اور بالآخر ایمان والے ہی کامیاب ہوئے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان

بعد از عشاء بروز اتوار ۳؍اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بعد از مغرب تا بعد از عشاء تقریباً چار گھنٹوں میں سورہ صف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین۔

میری مستقل رہائش جامعہ الکرم انگلستان میں ہے۔ اسی لئے اب تک تفسیر کا اکثر حصہ وہیں لکھا گیا ہے۔ گزشتہ سورت کی تفسیر ۲۸ ستمبر کو مکمل ہوئی اور ارادہ یہ تھا کہ تیس ستمبر ۲۰۱۰ء کو بعد از ظہر سورہ صف کی تفسیر لکھنا شروع کروں گا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تیس ستمبر کو صبح گیارہ بجے مجھے اطلاع ملی کہ پاکستان میں میرے مرحوم برادر بزرگوار حضرت پیر محمد کرم حسین القادری کی بیوہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے دو بیٹے میرے داماد ہیں اور برطانیہ میں ہی آباد ہیں، وہ اپنی والدہ ماجدہ کی بیماری کا سن کر پہلے ہی پاکستان پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ فوری طور پر میرے لئے جہاز کے ٹکٹ کا انتظام کیا گیا اور تیس ستمبر کو اسی وقت پاکستان کے لئے روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن یعنی یکم اکتوبر بروز جمعہ صبح پانچ بجے لاہور ایئرپورٹ پر اترا اور نماز جمعہ کے بعد اپنی بھابھی جان کا جنازہ پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اس کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

اتوار شام یعنی ۳/۱ اکتوبر تک ماتم پرسی کرنے والوں کا سلسلہ جاری رہا اور نماز مغرب کے بعد جب مجھے فرصت ملی تو میں نے سورہ صف کی تفسیر لکھنی شروع کر دی۔ اگرچہ یہاں پر تفاسیر کی کتابیں نہیں تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی نیک بندی کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے ایسی برکت حاصل ہوئی کہ مجھے اس کی تفسیر لکھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور بعض آیات کی تفسیر تو گزشتہ سورتوں میں گزر چکی تھی جس کو وہاں سے نقل کر دیا جائے گا۔ اس طرح صرف چار گھنٹوں میں اس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اس سے پہلی سورت صرف تیرہ آیات پر مشتمل تھی اور اس کی تفسیر مکمل کرنے میں مجھے ڈیڑھ دن لگا تھا، لہٰذا صرف چار گھنٹوں میں پوری سورت کی تفسیر لکھنے کا یہ پہلا موقع ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة الجمعة (۶۲)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''جمعہ'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۹ سے ماخوذ ہے۔

فرائض نبوت

قرآن مجید میں چار مقامات پر نبوت کے چار فرائض کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۱۲۹ اور ۱۵۱، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ اور سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۲ میں۔ وہ چار فرائض یہ ہیں: قرآن مجید پڑھ کر سنانا، تزکیہ نفس کرنا، قرآن مجید کی تعلیم دینا اور حکمت کی تعلیم دینا۔

بے عمل علماء کی مثال

جو لوگ آسمانی کتاب کا علم رکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لاد دی گئی ہوں، اس نے کتابوں کا بوجھ تو اٹھا رکھا ہے مگر وہ ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

☆ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض جنتی لوگ بعض علماء کو جہنم میں جلتے دیکھیں گے تو کہیں گے: تم جہنم میں کس وجہ سے داخل ہوئے۔ بخدا ہم تو جنت میں صرف اس علم کی وجہ سے داخل ہوئے جو ہم نے تم سے سیکھا تھا۔ وہ کہیں گے: بے شک ہم کہتے تھے مگر اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال: ۲۸۹۹۱: جلد ۱۰: ص ۱۸۹)

یہود کا دعویٰ

یہود کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، لہٰذا جنت صرف انہی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کا پول کھول دیا ہے، یعنی اگر تم واقعی جنتی ہو تو پھر اس دنیا کے مصائب میں کیوں پریشان ہو۔ موت کی تمنا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر جنت میں اس کی رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو، لیکن وہ موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ جو کرتوت انہوں نے کئے ہیں وہ ان کے انجام سے خوفزدہ ہیں۔

جب اس سورت کی آیت نمبر ۷ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو زمین پر ایک بھی یہودی زندہ نہ رہتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (۶۲): زیر آیت نمبر ۷) علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں: اس آیت میں غیب کی خبر دی گئی ہے (کہ وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور واقعی وہ موت کی تمنا کبھی نہ کر سکے) لہٰذا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (۶۲): زیر آیت نمبر ۷)

نماز جمعہ کا حکم

اس سورت کی آیت نمبر ۹ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید و فروخت اور دیگر مشاغل چھوڑ دو اور نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کا رخ کرو۔ اگر تم علم رکھتے ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ جمعہ کی فضیلت اور اس کے احکام کے متعلق آیت نمبر ۹ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان
بعد از مغرب بروز پیر ۴/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۵ شوال ۱۴۳۱ھ

آیاتها ۱۱ — ۶۲ سُورَةُ الجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰ — رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

۱۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے [۱] جو بادشاہ ہے، نہایت مقدس ہے، سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ

۲۔ وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک (عظیم الشان) رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، [۲] اگرچہ

---

[۱] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ حدید (۵۷) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] عرب کے اکثر لوگ ان پڑھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، مگر آپ کی رسالت عرب تک محدود نہیں تھی۔ چونکہ آپ کے اولین مخاطب اہل عرب تھے اس لئے یہاں ان کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ درحقیقت آپ تمام لوگوں کے لئے رسول تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔}
(قرآن: ۳۴:۲۸)

اس آیت میں نبوت کے چار فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر ان چار فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔

یعنی سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۱۲۹ اور ۱۵۱، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ اور سورہ جمعہ کی یہ آیت نمبر ۲ میں۔

۱۔ قرآن پڑھ کر سنانا

یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفسِ تلاوت یعنی قرآن مجید کے صرف الفاظ کی تلاوت بھی بجائے خود ایک مستقل عبادت ہے۔ اگر قرآن مجید کے الفاظ بدل دیئے جائیں خواہ معانی بالکل وہی رہیں پھر بھی ان بدلے ہوئے الفاظ کو قرآن نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ان کے پڑھنے سے نماز ادا ہو سکتی ہے، لہٰذا قرآن مجید کے جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف کی تلاوت کی تو اس کے لئے اس تلاوت کے بدلے میں ایک نیکی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ

نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔(ترمذی: ۲۹۱۰: فضائل القرآن: باب ۱۶) گویا صرف ''الم'' پڑھنے سے تیس نیکیاں مل جاتی ہے۔ اہل علم نے اس حدیث کا ایک اور معنیٰ بھی بیان کیا ہے کہ جو صرف الف کی تلاوت کرتا ہے اس کی زبان سے تین حروف (ا ل م) ادا ہوتے ہیں، لہٰذا صرف ''الم'' کی تلاوت سے ۹۰ نیکیوں کا ثواب ملے گا، اور یہ ثواب ہر مومن کو ملے گا خواہ وہ آیات کا معنیٰ جانتا ہے یا نہیں کیونکہ ''الم'' حروف مقطعات ہیں اور قرآن مجید میں حروف مقطعات پر مشتمل ۲۹ آیات ہیں جن کا معنیٰ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر ان کے ہر حرف کی تلاوت کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ قیامت کے دن یہ تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ (مسلم: ۱۸۷۴: صلاۃ المسافرین: باب ۴۲)

☆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سورہ یاسین کو اپنے مُردوں کے پاس پڑھا کرو۔ (ابن ماجہ: ۱۴۴۸: ابواب الجنائز: باب ۴)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اور ان کے پاس سورہ یاسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کے بدلے میں ان کی مغفرت فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور: تعارف سورہ یاسین)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر اس کا ثواب فوت شدہ لوگوں کی ارواح کو پہنچائے، اس شخص کو اللہ تعالیٰ اتنا اجر عطا فرمائے گا جتنی فوت شدہ لوگوں کی تعداد ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۵: ص ۶۵۵: حدیث نمبر ۴۲۵۹۶)

قرآن مجید سننا

☆ امام دارمی نے اپنی سنن میں قرآن سننے کی فضیلت کے بارے میں ایک باب قائم کیا ہے جس میں حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں: بے شک جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کے لئے ایک اجر ہے اور جو اس کو غور سے سنتا ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔(سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن: باب ۱۰) قرآن مجید کا پڑھنا فرض نہیں مگر اس کا سننا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔} (قرآن: ۷: ۲۰۴) فرض کا ثواب چونکہ واجب، سنت اور مستحب کے مقابلہ میں زیادہ ہے اس لئے قرآن مجید سننے کے ثواب کو دو اجر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے پاک حالت میں قرآن مجید کا ایک حرف سنا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ (کنز العمال: ۲۴۲۹: جلد اول: ص ۵۴۲، اتحاف السادۃ المتقین: جلد ۵: ص ۷۹)

۲۔ لوگوں کو پاک کرنا

یعنی حسن دلائل سے ان کے عقائد کو شکوک وشبہات سے پاک کرے تا کہ حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے، روحانی تصرف سے ان کے دلوں کو نفسانی خواہشات سے پاک کرے تا کہ ان کے دل تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ بن سکیں اور ظاہری تربیت سے ان کے اطوار کو لایعنی خصائل سے پاک کرے تا کہ ان کے حسنِ کردار سے متاثر ہو کر کافروں کو اسلام کی دولت نصیب ہو۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نبی صرف ڈاکیا یا قاصد ہوتا ہے، لیکن اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی اور ڈاکیا یا قاصد میں بہت فرق ہے، کیونکہ ڈاکیے کو تو سرے سے علم ہی نہیں ہوتا کہ لفافے کے اندر کیا ہے اور قاصد بھی پیغام کے اسرار ورموز سے ناواقف ہوتا ہے مگر نبی تو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور مخلوق کا معلم اعظم ہوتا ہے، جو لوگوں کو پاک کرتا ہے، انہیں خدا کا پیغام سمجھاتا ہے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی تعلیم دینا

یعنی قرآن مجید کے معانی اور احکام سمجھائے۔

۴۔ حکمت کی تعلیم دینا

حکمت سے مراد حدیث ہے یعنی احکام قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ سکھائے جیسے نماز پڑھنے کا حکم تو قرآن مجید میں ہے مگر اس پر عمل کرنے کا طریقہ حدیث پاک بتاتی ہے۔ حکمت حضور اکرم ﷺ کی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ (قرآن: ۴:۱۱۳)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو ابتدائی طور پر جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا ان کی غالب اکثریت ان پڑھ تھی اور جو فرائض آپ ﷺ کے سپرد کئے گئے وہ سب علمی اور اصلاحی تھے، مگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کی تبلیغ کا اثر ہے کہ انہی ان پڑھ لوگوں میں ایسے علماء اور حکماء پیدا ہو گئے جو آسمان علم وحکمت کے روشن ستارے بن گئے۔

اگرچہ ہمارے پیارے نبی ﷺ بھی امی ہیں یعنی کسی دنیاوی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کئے مگر آپ ﷺ کا بے نظیر علم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عطا کا عظیم شاہکار ہے، جیسا کہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو امی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینے کو علوم ومعارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی ۔۔۔ امی ولی بھی ہو سکتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی روح ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو جاتی ہے تو اس کے دل پر انوار الٰہیہ کا القا کیا جاتا ہے اور ان انوار سے وہ علوم ربانیہ اور معارف لدنیہ کا ادراک کر سکتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورة الجمعة (٦٢): زیر آیت نمبر ۲: من باب الاشارة) علامہ اسماعیل حقی نے لکھا ہے: قلم اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوح محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو لکھنے اور پڑھنے کی کیا ضرورت۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی نبی کریم ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔ (تفسیر روح البیان: سورة

لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۲﴾
وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔[۳]

وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾
۳۔ اور ان میں سے دوسرے لوگوں کے لئے بھی (آپ ﷺ رسول ہیں) جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے نہیں ملے، اور وہ سب پر غالب بڑا دانا ہے۔[۴]

الجمعۃ (۶۲): زیر آیت نمبر ۲) نبی کریم ﷺ کے امی ہونے کے متعلق سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۵۷ کا حاشیہ نمبر ۸۱ ملاحظہ فرمائیں۔

[۳] حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب کن گمراہیوں کا شکار تھے اور آپ کی بعثت کے بعد کون سا انقلاب آیا۔ اس کا مختصر تعارف حضرت جعفر بن ابی طالب ﷛ کی زبانی ملاحظہ ہو جو انہوں نے شاہ حبشہ کے سامنے بیان کیا جبکہ سفیران مکہ بھی وہاں موجود تھے: ''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کی تمام حرکات کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور شخص غریب کا حق کھا جاتا تھا، ہماری یہ حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جس کے شجرہ نسب کو ہم جانتے ہیں، جس کی صداقت، امانت اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اس کو ایک مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں، پتھر اور بت جن کی ہم اور ہمارے آباء و اجداد پوجا کیا کرتے تھے اس کو ترک کر دیں، اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھیں، برے کاموں اور خونریزیوں سے باز رہیں، اس نے ہمیں فسق و فجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور روزے رکھیں۔''

(مسند احمد: جلد اوّل: ص ۲۰۲)

[۴] جو لوگ بعد میں قیامت تک دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے وہ بھی نبی کریم ﷺ کے تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ عام لوگ تو علماء و اولیاء کے وسیلہ سے یہ فیض حاصل کریں گے مگر خواص لوگ عالم روحانیت اور عالم بیداری میں براہ راست بھی فیضیاب ہو سکیں گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (بخاری: ۶۹۹۳: کتاب التعبیر: باب ۱۰)

☆ حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (بخاری: ۶۹۹۴: کتاب التعبیر: باب ۱۰)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

۴۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

۵۔ جن لوگوں کو تورات کا علم دیا گیا، پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بڑی بڑی کتابیں اٹھائے پھرتا ہے،[۵] (اس سے بھی زیادہ) بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا،[۶] اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بیداری میں ستر اور کچھ مرتبہ دیکھا ہے۔ (الکواکب السائرۃ: جلد اوّل: ص ۲۲۹)

جن خوش نصیب لوگوں کو آپ ﷺ کے وصال کے بعد براہ راست فیض حاصل ہوتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے اور اللہ تعالیٰ جن کو چاہتا ہے اس فیض کے لئے منتخب فرمالیتا ہے۔ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا فیض اپنی امت سے تا قیامت منقطع نہیں ہوگا۔ اور صوفیاء کہتے ہیں کہ ولی کا فیض بھی دار فنا سے دار بقا کی طرف انتقال کرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الجمعۃ (۶۲): زیر آیت نمبر ۳: من باب الاشارۃ)

[۵] اس آیت میں ان یہودیوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات کا علم عطا فرمایا مگر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس نے بڑی بڑی کتابوں کا بوجھ تو اٹھا رکھا ہے مگر وہ ان سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔

[۶] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ گدھوں سے بدتر ہیں کیونکہ گدھے تو عقل سے محروم ہیں اس لئے کتابوں سے استفادہ نہیں کرسکتے مگر انسان تو صاحب عقل و فراست ہے اور اس کے باوجود اگر وہ آسمانی کتابوں سے استفادہ نہ کرے تو وہ واقعی گدھے سے بھی بدتر ہے۔

☆ حضرت ولید بن عقبہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بعض جنتی لوگ بعض علماء کو جہنم میں جلتے دیکھیں گے تو کہیں گے: تم جہنم میں کس وجہ سے داخل ہوئے۔ بخدا ہم تو جنت میں صرف اس علم کی وجہ سے داخل ہوئے جو ہم نے تم سے سیکھا تھا۔ وہ کہیں گے: بے شک ہم کہتے تھے مگر اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال: ۲۸۹۹۱: جلد ۱۰: ص ۱۸۹)

☆ حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بڑا جاہل وہ ہے کہ جو کچھ وہ جانتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا، اور لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے کہ جو کچھ وہ جانتا ہے اس پر عمل کرتا ہے اور سب لوگوں میں افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲)

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ⑥

۶۔ آپ فرما دیں: اے یہودیو! اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ سب لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔[۷]

وَلَا یَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ⑦

۷۔ اور وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ اپنے ہاتھوں پہلے بھیج چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیۡكُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَ

۸۔ آپ فرما دیں: جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں مل کر رہے گی، پھر تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے

☆ حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ قیامت کے نزدیک سب سے زیادہ برا وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۲۷)

[۷] یہود کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، لہٰذا جنت صرف انہی کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعویٰ کا پول کھول دیا ہے، یعنی اگر تم واقعی جنتی ہو تو پھر اس دنیا کے مصائب میں کیوں پریشان ہو۔ موت کی تمنا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر جنت میں اس کی رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو، لیکن وہ موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ جو کرتوت انہوں نے کئے ہیں وہ ان کے انجام سے خوفزدہ ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو زمین پر ایک بھی یہودی زندہ نہ رہتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (۶۲): زیر آیت نمبر ۷) علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں: اس آیت میں غیب کی خبر دی گئی ہے (کہ وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور واقعی وہ موت کی تمنا کبھی نہ کر سکے)، لہٰذا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جمعہ (۶۲): زیر آیت نمبر ۷)

امام بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی یعنی: (آپ فرما دیں: اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دار آخرت تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے پھر تو تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔) (قرآن: ۲: ۹۴) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا: اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو تو ایک بار کہہ دو: یا اللہ! ہمیں مار ڈال، قسم رب کی! جو بھی کہے گا وہ وہیں گلا گھٹ کر مر جائے گا، یہودی گھبرا کر انکار کر گئے۔ (تفسیر در منثور: سورہ بقرہ: زیر آیت نمبر ۹۴) اتنا بڑا دعوٰی صرف اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہی کر سکتا ہے۔

الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ع

جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر کو خوب جاننے والا ہے، پس وہ تمہیں آگاہ کردے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔[۸]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

۹۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کے لئے اذان دی جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔[۹]

[۸] پیارے نبی! ان یہود کو بتادو کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو تم اس سے نہیں بچ سکتے، وہ ایک دن ضرور تمہارے پاس آکر رہے گی اور پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا جو ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو خوب جانتا ہے اور وہ قیامت کے دن تمہارے ظاہر و باطن کے سارے احوال تمہارے سامنے رکھ دے گا۔

[۹] اس آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خرید و فروخت اور دیگر مشاغل چھوڑ دو اور نماز جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کا رخ کرو، اگر تم علم رکھتے ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

نماز جمعہ کا حکم

جمعہ کی نماز ہر مکلف پر فرض عین ہے جو اس کی شرائط پوری کرنے پر قادر ہو۔ نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور اس کی فرضیت میں نماز ظہر سے زیادہ تاکید ہے۔ یہ نماز ظہر کا بدل نہیں، البتہ جو جمعہ نہ پڑھ سکے اس پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں، عید الاضحی کی نماز دو رکعتیں ہیں، عید الفطر کی نماز دو رکعتیں ہیں اور جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ نمازیں پوری پڑھنے کا حکم ہے ان میں قصر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (مسند احمد: جلد اول: ص ۳۷)

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو اور مصروف ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو ۔۔۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا ہے ۔۔۔ اور جمعہ کی فرضیت روز قیامت تک ہے۔ جس نے میری زندگی میں یا میرے انتقال کے بعد جمعہ ترک کیا اس کو حقیر سمجھتے ہوئے یا اس کا انکار کرتے ہوئے جبکہ جمعہ قائم کرنے کے لئے کوئی عادل یا جابر امام بھی موجود ہو تو اللہ تعالیٰ نہ اس کے معاملات کو منظم فرمائے اور نہ اس کے کاموں میں برکت پیدا فرمائے۔ غور سے سن لو! ایسے آدمی کی نہ نماز مقبول ہے، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ اور نہ کوئی اور نیکی حتیٰ کہ وہ توبہ کرے اور جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۰۸۱: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۸)

نماز جمعہ کی فرضیت، کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے، اس لئے اس کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔
(شرح فتح القدیر)

نماز جمعہ کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اپنے بہترین کپڑے زیب تن کرے، خوشبو میسر ہو تو خوشبو لگائے، پھر جمعہ ادا کرنے کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگ کر نہ گزرے، پھر نماز پڑھے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکلے تو خاموشی اختیار کرے حتیٰ کہ نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے تو اس کا یہ عمل اس جمعہ اور اس سے پہلے جمعہ کے درمیان اس سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (ابو داؤد: ۳۴۳: کتاب الطہارۃ: باب ۱۲۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو سب سے پہلے آتا ہے پہلے اس کا نام لکھتے ہیں اور پھر جو اس کے بعد آتا ہے۔ مسجد کی طرف جلدی آنے والے کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اونٹ کی قربانی دیتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو گائے کی قربانی دیتا ہے پھر اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو مینڈھے کی قربانی دیتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو مرغی کی قربانی دیتا ہے اور اس کے بعد آنے والا اس شخص کی مانند ہے جو انڈے کی قربانی دیتا ہے، پھر جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(بخاری: ۹۲۹: کتاب الجمعۃ: باب ۳۱)

جمعہ کے دن کی فضیلت

☆ حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دن تمام دنوں سے عظیم ہے۔ اس کی عظمت بارگاہ خداوندی میں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دنوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس دن میں پانچ خوبیاں ہیں:

۱۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

۲۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا۔

۳۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وفات دی۔

۴۔ اس دن میں ایک گھڑی آتی ہے جس گھڑی میں بندہ جو بھی مانگتا ہے رب کریم اسے عطا فرماتا ہے بشرطیکہ وہ کسی حرام چیز کا سوال نہ کرے۔

۵۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں، آسمانوں، زمین، ہواؤں، پہاڑوں اور سمندروں میں کوئی چیز ایسی نہیں جو جمعہ کے دن

سے خوفزدہ نہ ہو۔ (ابن ماجہ: ۱۰۸۴: اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے، پس اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(ابن ماجہ: ۱۰۸۵: اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ (جمعہ کا دن) عید کا دن ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے (عید) بنایا ہے۔ (ابن ماجۃ: ۱۰۹۸: ابواب اقامۃ الصلاۃ: باب ۸۳) ایک اور موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۳۰۳)

نماز جمعہ چھوڑنے پر وعید

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

(مسلم: ۲۰۰۲: کتاب الجمعۃ: باب ۱۲)

☆ حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی اہمیت کو کم سمجھتے ہوئے تین جمعے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (سنن نسائی: ۱۳۷۰: کتاب الجمعۃ: باب ۲)

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں: میں نے ارادہ کیا کہ میں کسی آدمی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر ان لوگوں کو ان کے گھروں سمیت آگ لگا دوں جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

(مسلم: ۱۴۸۵: کتاب المساجد: باب ۴۲)

جمعہ واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مرد ہونا: عورتوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۲۔ آزاد ہونا: غلام پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۳۔ بالغ ہونا: بچے پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۴۔ صحت مند ہونا: مریض پر جمعہ واجب نہیں ہے، اور جو مریض تیماردار کے بغیر نہ رہ سکتا ہو تو اس کے تیماردار پر بھی جمعہ واجب نہیں ہے۔

۵۔ مقیم ہونا: مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۷۔ عقل مند ہونا: مجنون اور جو لوگ اس کے ضمن میں آتے ہوں ان پر بھی جمعہ واجب نہیں ہے۔

نوٹ: جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں وہ اگر جمعہ میں حاضر ہو جائیں اور جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان کا جمعہ صحیح ہو جاتا ہے اور نماز ظہر کا فرض ان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔

خطبہ کی سنتیں

۱۔ طہارت

خطیب کے لئے حدث اصغر (جس سے وضو کرنا لازم ہو جائے) اور حدث اکبر (جس سے غسل فرض ہو جائے) سے پاک ہونا سنت ہے۔ (کتاب الفقہ)

۲۔ منبر پر بیٹھنا

خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا سنت ہے۔ (نور الایضاح)

۳۔ خطیب کے سامنے اذان پڑھنا

ملت اسلامیہ کا مسلسل معمول رہا ہے کہ امام کے سامنے اذان دی جاتی ہے، جیسے خطبہ کے بعد اقامت کہی جاتی ہے۔
(مراقی الفلاح)

۴۔ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا

اذان کے بعد دونوں خطبوں کے لئے امام کا کھڑا ہونا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح)

۵۔ لوگوں کا امام کی طرف رخ کرنا

شمس الائمہ فرماتے ہیں: جو لوگ امام کے سامنے ہوں وہ امام کی طرف رخ کریں اور جو لوگ امام کی دائیں یا بائیں جانب ہوں وہ بھی اپنے رخ امام کی طرف پھیریں۔ امام سرخسی فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں لوگ امام کی طرف رخ کر کے نہیں بیٹھتے بلکہ قبلہ رو ہو کر بیٹھتے ہیں کیونکہ بھیڑ کی وجہ سے خطبہ ختم ہونے کے بعد صفیں درست کرنے میں مشکل پیش آتی ہے، اس لئے انہوں نے فرمایا: یہ طریقہ بہتر ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی)

۶۔ خطبہ

خطیب دو خطبے پڑھے۔ ان میں سے ایک خطبہ سنت ہے جبکہ دوسرا خطبہ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔
(کتاب الفقہ: مباحث الجمعۃ)

سنت یہ ہے کہ خطیب پہلا خطبہ آہستہ آواز میں تعوذ پڑھ کر شروع کرے اور با آواز بلند اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کرے جو اس کے شایان شان ہو، کلمہ شہادت پڑھے، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور پھر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے۔ انہیں گناہوں سے منع کرے اور ایسی چیزوں سے ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا موجب بنتی ہیں۔ اور انہیں ایسی چیزیں یاد دلائے جو دنیا اور آخرت میں نجات کا سبب بنتی ہیں، اور قرآن کریم کی کم از کم ایک آیت کی تلاوت کرے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩

۱۰۔ پھر جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ [۱۰]

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ

۱۱۔ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ ﷺ کو کھڑا چھوڑ دیا، آپ فرمادیں: جو کچھ (نماز کا اجر) اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس تماشا اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ سب

دوسرا خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع کرے، پھر نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھے اور پھر مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعا کرے اور ان کے لئے استغفار کرے، البتہ بادشاہ اور حکمران کے لئے نصرت اور ایسے کاموں کی توفیق کی دعا کرنا جن میں عوام کی بھلائی ہو مستحب ہے، کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ان کے اس عمل کو ناپسند نہیں کیا۔ (کتاب الفقہ: مباحث الجمعة)

مناسب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ کا آغاز ان الفاظ سے ہو:

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا۔ من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادي له۔ (بہار شریعت)

(تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، ہم اسی کی حمد وثنا کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اسی پر ایمان رکھتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں، اور اپنے نفس کے فتنوں اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ راہ راست پر چلائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔)

۷۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا

دونوں خطبوں کے درمیان تین آیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا سنت ہے۔ (الفتاوی العالمکیریة: باب الجمعة)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دو خطبے ارشاد فرماتے تھے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔
(بخاری: ۹۲۸: کتاب الجمعة: باب ۳۰)

[۱۰] جب نماز جمعہ ختم ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھو تاکہ تلاش رزق میں کوئی ایسا کام نہ ہونے پائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

ع الرّٰزِقِيْنَ۟ سے بہتر رزق دینے والا ہے۔[۱۱]

[۱۱] ایک دفعہ مدینہ قحط سالی کا شکار تھا، بازار میں غلہ ختم ہو گیا تھا۔ اچانک جمعہ کے دن جبکہ نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک قافلہ شام سے سامان تجارت لے کر مدینہ پہنچا۔ جب لوگوں کو علم ہوا تو کچھ مسلمان خطبہ چھوڑ کر قافلہ کی طرف چلے گئے کہ کہیں سارا سامان فروخت نہ ہو جائے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد خطبہ سننا واجب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خطبہ اور نماز کے صلہ میں جو کچھ تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس دنیاوی تجارت اور تماشا سے بہت بہتر ہے اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ لہٰذا تجارت کرو اور خوب کرو، رزق حلال کمانا عبادت ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، مگر نماز یا خطبہ چھوڑ کر تجارت کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : منگانی شریف ضلع جھنگ، پاکستان

بعد از عشاء بروز پیر ۴/۱ اکتوبر ۲۰۱۰ء، بمطابق ۲۵ شوال ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بعد از مغرب تا بعد از عشاء صرف دو گھنٹوں میں سورہ جمعہ کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اتنی جلد مکمل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس سورت کے اہم مقامات یعنی آیت نمبر ۲ کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے اور جمعہ کے متعلق میں اپنی تصنیف ''امداد الفقہ'' میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں، لہٰذا یہ دونوں چیزیں وہاں سے نقل کر دی جائیں گی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المنافقون (٦٣)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''منافقون'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

منافقین

اس سورت کی پہلی آٹھ آیات میں منافقین کی صفات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں اور سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ وہ زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اس کا انکار کرتے ہیں اور اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ ان کی باتیں تو اچھی ہیں مگر چونکہ ان کے دل میں کفر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی ہرگز مغفرت نہیں فرمائے گا، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ منافقین سے محتاط رہیں۔

منافقین کا خیال یہ تھا کہ اگر اہل مدینہ مسلمانوں پر اپنی دولت خرچ کرنا چھوڑ دیں تو وہ بھوک سے تنگ آکر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ اس سورت میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے رازق تم نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہی زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔

مومنین

اس سورت کی آخری تین آیات میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت میں سرگرم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے رہیں کیونکہ جب موت آگئی تو اس میں لحہ بھر بھی تاخیر نہیں ہو سکے گی اور اس وقت کا پچھتانا بھی بے سود ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز منگل ۱۲ر اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۱۱ ۶۳ سورۃ المنٰفقون مدنیۃ ۱۰۴ رکوعاتہا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ‌ ۘ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَكٰذِبُوۡنَ‌ ۚ‏ ﴿۱﴾

۱۔ (اے نبی مکرم!) جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔ [۱]

اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۲﴾

۲۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، بے شک بہت برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ [۲]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ‏ ﴿۳﴾

۳۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے مگر (دل سے) کافر رہے، پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ [۳]

---

[۱] میرے پیارے نبی! منافقین جب آپ کے پاس آکر گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ان کی بات تو سچی ہے کیونکہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر وہ اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ دل سے آپ کو رسول تسلیم نہیں کرتے۔

[۲] منافقین رات دن اسلام کے خلاف سازشوں میں سرگرم رہتے اور جب ان کی کوئی سازش پکڑی جاتی جس پر انہیں مؤاخذہ کا خوف ہوتا تو وہ قسمیں اٹھا کر اپنی صفائی پیش کرتے اور مؤاخذہ سے بچ جاتے۔ اس طرح وہ بظاہر مسلمانوں میں شامل سمجھے جاتے مگر حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام سے روکے ہوئے تھے، اور اگر کوئی کافر اسلام قبول کرنا چاہتا تو اسے بھی اسلام کی منفی تصویر پیش کرتے اور اسے مسلمان ہونے سے روکتے۔ منافقین کا یہ طرزِ عمل بہت ہی برا ہے جو انہیں دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرے گا۔

[۳] منافقین کا طرزِ عمل اس لئے برا ہے کیونکہ وہ اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے اندر رہتے اور حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں، لہٰذا وہ ظاہری کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں، اور اس منافقت کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور ان کا

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

۴۔ اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے (ظاہری) جسم آپ کو اچھے معلوم ہوں گے، اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سنیں گے، گویا وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی کردی گئی ہیں، [۴] وہ ہر اونچی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، [۵] وہ (تمہارے) دشمن ہیں، لہٰذا ان سے ہوشیار رہو، [۶] اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں۔ [۷]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

۵۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے مغفرت طلب کریں تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔ [۸]

عقل و شعور اتنا ناکارہ ہو جاتا ہے کہ پھر وہ حق و باطل کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔

[۴] منافقین کی ظاہری شکل و صورت اور ان کی گفتگو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ ان بے کار لکڑیوں کی طرح ہیں جن کو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا گیا ہو، اور جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو گویا بے جان لکڑیاں ہیں، کوئی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

[۵] منافقین کی بزدلی کا عالم یہ ہے کہ جب کہیں مسلمانوں کی آواز بلند ہوتی ہے تو ان کے دل دھڑکنے لگتے ہیں کہ شاید ان کی کوئی سازش پکڑی گئی ہے اور مسلمان انہیں سزا دینے کے لئے آرہے ہیں۔

[۶] اہل ایمان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ منافقین تمہارے دشمن ہیں ان کی سازشوں سے ہوشیار رہو۔

[۷] منافقین کا ستیاناس ہو، یہ کیسے نادان اور احمق لوگ ہیں۔ اسلام کے روشن دلائل دیکھنے کے باوجود بھی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔

[۸] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید نے منافقین کی صفات بیان کر دیں اور ان کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا تو ان کے ہم قبیلہ کچھ مسلمان ان کے پاس گئے اور انہیں کہا: تم نے نفاق کر کے اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کر دیا ہے، لہٰذا اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور نفاق سے توبہ کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرو کہ آپ تمہارے لئے مغفرت طلب کریں تو انہوں نے مذاق اور انکار کرتے ہوئے اپنے سر کو ہلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر قرطبی)

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

۶۔ ان (منافقین) کے حق میں برابر ہے خواہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، [۹] بے شک اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

۷۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ (آپ کو چھوڑ کر) بھاگ جائیں، [۱۰] حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ [۱۱]

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

۸۔ وہ کہتے ہیں: اگر ہم مدینہ واپس گئے تو عزت والا (یعنی

---

[۹] یعنی جو منافق توبہ کر کے صحیح مسلمان بن جائیں ان کی تو مغفرت ہو جائے گی لیکن جو منافق اپنے کفر یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے انکار پر مرتے دم تک قائم رہیں ان کے لئے جتنی بار بھی مغفرت طلب کی جائے اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔

[۱۰] اس آیت کے متعلق تفاسیر اور احادیث کی کتابوں میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر ایک انصاری اور ایک مہاجر کا جھگڑا ہو گیا۔ دونوں نے اپنی اپنی مدد کے لئے انصار اور مہاجرین کو پکارا۔ عبداللہ بن ابی (منافق) نے انصار کو کہا: تم نے مہاجرین کی مدد کی آج وہ تمہیں آنکھیں دکھا رہے ہیں، حالانکہ ان کے آنے سے پہلے ہم عزت والے تھے، لہٰذا اب تم ان مہاجرین پر خرچ کرنا چھوڑ دو تا کہ وہ بھوک اور افلاس سے تنگ آ کر یہاں سے بھاگ جائیں۔ نیز اس نے یہ بھی کہا کہ جب وہ مدینہ پہنچیں تو ان ذلیل لوگوں (یعنی مسلمانوں) کو مدینہ سے نکال دیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلمات سنے تو نبی کریم ﷺ کو آ کر بتلا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی، جس پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بڑے پریشان ہوئے، پھر یہ سورت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کے لئے سورہ منافقون نازل فرمائی ہے جس میں منافقین کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔

[۱۱] منافقین کا خیال یہ تھا کہ اگر اہل مدینہ مسلمانوں پر اپنی دولت خرچ کرنا چھوڑ دیں تو وہ بھوک سے تنگ آ کر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ اس آیت میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ ان کے رازق تم نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہی زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔ منافقین چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتے اس لئے وہ جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۟﴿۸﴾

منافقوں کا گروہ) وہاں سے ذلت والے (یعنی مسلمانوں کے گروہ) کوضرور نکال دے گا حالانکہ عزت توصرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافقین جانتے نہیں ہیں۔ [۱۲]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾

۹۔ اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جوشخص ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ [۱۳]

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تاکہ میں صدقہ کرلیتا اور نیکوکاروں میں سے ہوجاتا۔ [۱۴]

---

[۱۲] غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں کو کہا تھا کہ وہ عزت والے لوگ ہیں۔ جب وہ مدینہ واپس جائیں گے تو ان ذلیل لوگوں یعنی مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں گے لیکن انہیں کیا خبر کہ عزت کا اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہ حقیقی عزت صرف ان لوگوں کو عطا فرماتا ہے جو اہل ایمان ہوں۔ منافق لوگ عزت کے حقدار نہیں ہیں بلکہ جونہی ان کے نفاق کا پردہ چاک ہوگا تو وہ ذلیل ورسوا ہوجائیں گے مگر وہ اپنے برے انجام سے غافل ہیں۔

عزت کا دارومدار اچھی خوراک، اچھی پوشاک اور اچھی رہائش پر نہیں بلکہ عزت کا اصل حقدار وہ ہے جس کا کردار اچھا ہو اور وہ اپنے خالق حقیقی کا شکرگزار ہو۔

[۱۳] منافقین کی صفات بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کو تلقین کی جارہی ہے کہ تم اپنی اولاد اور مال سے محبت کرو مگر اتنی زیادہ نہ کرو کہ ان کی محبت تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کردے کیونکہ جو دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے وہاں شیطان داخل ہوجاتا ہے اور پھر وہ شیطان کے زیر اثر نقصان اٹھانے والا بن جاتا ہے۔

[۱۴] اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق بروقت ادا کردیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

۱۱۔ اور جب کسی شخص کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

دانستہ تاخیر کرو اور جب موت کا وقت آجائے تو پچھتانے لگو اور دعا کرنے لگو کہ انہیں تھوڑی سی مہلت دی جائے تاکہ وہ صدقہ وخیرات کر کے نیکوکاروں میں شامل ہو جائیں مگر موت کا وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس میں لحہ بھر بھی تاخیر نہیں ہو سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی پر زکوۃ یا حج وغیرہ فرض ہو جائے تو اس کو ادا کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اور اس کے بعد پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عصر بروز منگل ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بعد از فجر تا بعد از عصر سورہ منافقون کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التغابن (۶۴)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''تغابن'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۹ سے ماخوذ ہے۔

صفات باری تعالیٰ

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی زمین و آسمان کا خالق اور بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور اس کو خوبصورت شکل عطا فرمائی ہے۔ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

درسِ عبرت

گزشتہ سورت میں منافقین کی صفات بیان کی گئی تھیں اور اس میں کفار کے احوال کو بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے توحید، رسالت اور آخرت کا انکار کیا جس کے نتیجہ میں انہیں ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا تم ان کے احوال سے عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

مال و اولاد

آخر میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تمہارے اموال، اولاد اور ازواج تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ ان کی محبت میں اتنا آگے نہ بڑھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دو اور ان کے حقوق میں اتنی کوتاہی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے مجرم بن جاؤ بلکہ حقوق و فرائض میں توازن قائم رکھو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از اشراق بروز بدھ ۱۳ ر اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۱۸ ۶۴ سورۃ التغابن مدنیۃ ۱۰۸ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

۱۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، [۱] اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

۲۔ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ (اسے) خوب دیکھ رہا ہے۔ [۲]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

۳۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا [۳] اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ [۴]

---

[۱] اس آیت کی تفسیر کے لئے سورہ حدید (۵۷) کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے بعض اس کا انکار کر کے کافر بن گئے اور بعض اس کو تسلیم کر کے مومن بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حق و باطل کا فرق بھی بتایا اور تمہیں ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی طاقت بھی دی۔ اب تم اپنے لئے جو بھی راستہ اختیار کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھ رہا ہے اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہاری جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔ تقدیر کے متعلق تفصیلی بیان کے لئے سورہ قمر (۵۴) کی آیت نمبر ۴۹ کا حاشیہ نمبر ۹ سے ملاحظہ فرمائیں۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو ایسی حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا کہ عقل مند انسان ان کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کا اقرار کرنے لگتا ہے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے وہ سارے وسائل مہیا کر دیئے ہیں جو انسانی زندگی کی نشوونما کے لئے ضروری ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس زمین و آسمان میں ایسا توازن قائم کیا ہے کہ عرصہ دراز کے باوجود اس نظام میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا۔

[۴] اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے زمین کو جائے قرار اور آسمان کو چھت بنایا اور اسے پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔ ان نعمتوں میں

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

۴۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ سینوں کے راز بھی جانتا ہے۔

دوسرے جاندار بھی شریک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو شکل وصورت اور علم وحکمت عطا فرمائی ہے ان میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہاتھی اور اونٹ جیسے بڑے چوپائے اور شیر اور چیتے جیسے خونخوار درندے بھی انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔

انسان کی شکل وصورت سب سے اچھی ہے

☆ خلیفہ منصور کے دور میں عیسیٰ نامی ایک آدمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک رات اس نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو تجھے تین بار طلاق ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی وہاں سے اٹھ کر علیحدہ ہوگئی اور کہا: تم نے مجھے طلاق دے دی ہے (کیونکہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہوسکتی)۔ عیسیٰ نے وہ رات بڑے غم واندوہ میں گزاری اور صبح ہوتے ہی خلیفہ منصور کے دربار میں یہ مسئلہ پیش کیا تو ایک حنفی عالم نے سورہ والتین کی تلاوت شروع کردی یعنی بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (قرآن: ۹۵: ۴) اور کہا: اے امیر المؤمنین! انسان سب چیزوں سے (حتیٰ کہ چاند سے بھی) زیادہ خوبصورت ہے، لہٰذا اس عورت کو طلاق نہیں ہوئی اور وہ بدستور عیسیٰ کی بیوی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ والتین: زیر آیت نمبر ۴)

☆ حضرت ابن حاتم ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑ پڑے تو وہ چہرے سے اجتناب کرے (یعنی چہرے پر تھپڑ نہ مارے)۔ (مسلم: ۶۶۵۴) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (مسلم: ۶۶۵۵: کتاب البر: باب ۳۲) اللہ تعالیٰ تو زمین وآسمان کا نور ہے اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پھر انسان کو اپنی صورت پر بنانے اور اس میں اپنی روح پھونکنے سے مراد انسان کی تکریم اور عزت افزائی ہے۔

☆ انسانی شکل وصورت کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ سارے جاندار کھانے اور پینے کے لئے اپنا سر خوراک کے سامنے جھکاتے ہیں لیکن حضرت انسان کے ہاتھ خوراک کو اٹھا کر اس کے منہ تک پہنچاتے ہیں تاکہ انسان کا سر خوراک کے سامنے نہ جھکے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے جو اس کا اصل خالق اور حقیقی معبود ہے۔

نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے   جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اسے اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ظاہر و باطن اور اس کے دل کے رازوں کو خوب جانتا ہے اور بالآخر سب کو ایک دن اسی کے پاس جانا ہے اور ان نعمتوں کا حساب دینا ہے، لہٰذا ان نعمتوں کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہیے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں پیدا فرمائی ہیں۔

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۫ فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۵﴾

۵۔ کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا تھا تو انہوں نے (دنیا میں) اپنے کام (یعنی کفر) کا وبال چکھ لیا اور ان کے لئے (آخرت میں بھی) دردناک عذاب ہے۔ [۵]

ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ کَانَتۡ تَّاۡتِیۡہِمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالُوۡۤا اَبَشَرٌ یَّہۡدُوۡنَنَا ۫ فَکَفَرُوۡا وَتَوَلَّوۡا وَّاسۡتَغۡنَی اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ﴿۶﴾

۶۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے: کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی (ان سے) بے نیازی فرمائی، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے (اور) لائق حمد ہے۔ [۶]

---

[۵] اہل عرب کے ہاں قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ کے قصے مشہور تھے کہ انہوں نے کفر وظلم اختیار کیا جس کے بدلے میں ان پر دنیا میں عذاب نازل ہوا اور آخرت میں بھی انہیں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔ اس آیت میں انہیں یاددہانی کرائی جا رہی ہے کہ وہ پہلے کفار سے عبرت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں وگرنہ آخرت کے دردناک عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔

[۶] کفار کے عذاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول بھیجے اور انہیں واضح معجزات بھی عطا فرمائے تاکہ کفار انہیں پہچانیں اور ان پر ایمان لائیں مگر جب کفار نے رسولوں کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان کی دعوت سے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے اپنی نظر رحمت اٹھالی اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بہر حال حمد وثنا کے لائق ہے۔

کفار کے انکار کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے جیسے انسان کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہی تھا تو کسی فرشتہ کو نبی بناتا۔ ان کی عقل کا اندازہ کریں کہ اگر وہ نہ مانیں تو اشرف المخلوقات حضرت انسان کو خدا کا نبی نہ مانیں اور جب ماننے پر آئیں تو اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھروں کو خدا مان لیں۔

نبیوں کی بشریت کا انکار کرنا کفر ہے، جیسا کہ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں: اور جو مطلقاً حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {آپ کہیے! میرا رب ہر عیب سے پاک ہے، میں تو صرف بشر رسول ہوں۔ قرآن: ۱۷: ۹۳} (تفسیر تبیان القرآن: سورۃ التغابن (۶۴): زیر آیت نمبر ۶)

فرشتوں کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا تو اس کی دو صورتیں تھیں، ایک تو یہ کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا تو اس صورت میں فرشتہ کی ہیبت وجلال کی وجہ سے لوگ استفادہ نہ کر سکتے بلکہ دیکھتے ہی فنا ہو جاتے اور دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ انسان

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦

۷۔ کافروں کا خیال ہے کہ وہ (زندہ کر کے) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، آپ فرمادیں: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تم ضرور (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہیں تمہارے اعمال سے آگاہ کیا جائے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ [۷]

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

۸۔ پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس نور پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ [۸]

کی شکل میں آتا جیسے جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں انسانی شکل میں دیکھا تو اس صورت میں کفار پھر وہی اعتراض کرتے کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہے کسی فرشتہ کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: { آپ فرما دیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے چلتے اور بستے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔ } (قرآن ۱۷: ۹۵) یعنی اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتا مگر یہاں تو انسان آباد ہیں اور انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے ایسا نمونہ پیش کرے جو دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہو۔

[۷] کفار کا خیال ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے مگر یہ صرف ان کا خیال ہے ان کے پاس اس کی کوئی معقول دلیل نہیں ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ضرور زندہ کئے جائیں گے۔

اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ یہ دعویٰ وہ ہستی کر رہی ہے جس کو وہ خود صادق کہتے تھے یعنی جب وہ عام حالات میں جھوٹ نہیں بولتے تو اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے میں جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں؟

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پہلی دفعہ انسان کو پیدا فرمایا تو اس کے لئے اس جیسے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا تو زیادہ آسان ہے۔

اور دوبارہ زندہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کے اعمال کی پوری سزا اور جزا مل سکے کیونکہ دنیا میں انسان کے بعض اعمال چھپے رہتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی طاقت اور غلط بیانی کے باعث سزا سے بچ جاتے ہیں مگر قیامت کے دن کسی کا کوئی عمل چھپا نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال کو ظاہر فرما دے گا اور ان کے مطابق جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۸] یعنی گزشتہ آیات میں تم نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور کفار کے انجام بد کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

۹۔ جس دن وہ تم سب کو جمع ہونے کے دن اکٹھا کرے گا وہ نقصان کے ظہور کا دن ہے، [۹] اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو اس سے دور فرما دے گا [۱۰] اور اس کو ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے نازل کردہ نور یعنی قرآن مجید پر ایمان لے آؤ اور اگر اب بھی تم ایمان نہ لائے تو خوب یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے اچھی طرح آگاہ ہے اور تم اس کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔

[۹] قیامت کے دن کو جمع ہونے کا دن اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن سب اولین اور آخرین ایک ہی میدان میں جمع ہوں گے۔ اور اس دن کو نقصان کے ظاہر ہونے کا دن اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن کفار اور نافرمانوں کو احساس ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ضائع کی جس کا نقصان آج ظاہر ہو گیا ہے۔ اور اہل ایمان کو بھی جنت میں اس کمی کا احساس ہو گا کہ اگر وہ اور زیادہ نیکیاں کرتے تو ان کے درجات اور زیادہ بلند ہوتے، جیسا کہ سورہ مریم میں قیامت کے دن کو حسرت کا دن کہا گیا ہے اور اس کی تفسیر میں علامہ مظہری لکھتے ہیں: روز قیامت کو حسرت کا دن اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس دن بدکار بھی حسرت کریں گے کہ کاش وہ برائیاں نہ کرتے اور نیکوکار بھی حسرت کریں گے کہ انہوں نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ مریم (۱۹): زیر آیت نمبر ۳۹)

[۱۰] جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کی نیکیوں کی برکت سے اس کی خطائیں بخش دی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (قرآن: ۱۱: ۱۱۴)

نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ذرا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ غسل اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ اپنے بندے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(بخاری: ۵۲۸: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۶)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے تو نبی ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ایک شاخ کو پکڑا (اور اس کو حرکت دی تو) اس شاخ سے پتے جھڑنے لگے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ جس شخص کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے پہنچتی ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے، [۱۱] اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! بندہ رضائے خداوندی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۱۷۹)

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اس زندگی اور موت کو آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے، لہٰذا جس پر بھی کوئی مصیبت آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آتی ہے، کبھی تو وہ مصیبت اس کے اعمال بد کی سزا ہوتی ہے اور کبھی صرف اس کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ بعض لوگ تو مصیبت سے گھبرا کر مایوس ہو جاتے ہیں اور بعض ہٹ دھرم لوگ ظلم وتشدد کی راہ پر چل نکلتے ہیں، مگر جو لوگ صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ صبر کرتے ہیں اور اس سے نجات کے لئے کوشش اور دعا کرتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور وہی اس کو دور کر سکتا ہے۔ صبر کرنے والوں کے لئے یہ مصیبت درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہیں۔

اہل ایمان پر مصائب

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، فکر، حزن، تکلیف یا غم ہو حتیٰ کہ اس کو کوئی کانٹا بھی چبھا ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔
(بخاری: ۵۶۴۱: کتاب المرضی: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے۔ (بخاری: ۵۶۴۵: کتاب المرضی: باب ۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔
(مسلم: ۷۴۱۷: کتاب الزھد: باب ۵۳)

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی بڑی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز ایک مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف (پیغام الٰہی) واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔[۱۲]

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ پر ہی مومنوں کو توکل رکھنا چاہیے۔[۱۳]

راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔

(مسلم: ۷۵۰۰: کتاب الزھد: باب ۱۳)

[۱۲] یعنی تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو پھر یاد رکھو نبی کریم ﷺ کے ذمہ جو تبلیغ کا فرض تھا وہ انہوں نے پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کر دیا ہے۔ اب کوئی اس پر عمل کرے یا نہ کرے یہ نبی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور نہیں کرتا کیونکہ یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچا دیا۔ اب امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پیغام حق کو آنے والی نسلوں تک پہنچائے اور اس میں کمی بیشی نہ کرے اور جو اس میں سے کچھ چھپانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے ظاہر و باطن سے خوب آگاہ ہے اور ان کی نیتوں کے مطابق انہیں جزا اور سزا دے گا۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ایمان کا حصہ ہے یعنی اس بات پر پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔ کامیابی و ناکامی دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور ان دونوں کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ نیز مادی اسباب پر اس طرح کلی اعتماد کرنا کہ مطلوب کے حصول میں یہی سب کچھ ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے اور بلا وجہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کا دعویٰ کرنا بھی گناہ ہے، لہٰذا توکل کا مفہوم یہ ہے کہ ضروری اسباب کے مہیا کرنے میں پوری جدوجہد کی جائے لیکن نتائج کے ظہور کے لئے اسباب پر اعتماد نہ کیا جائے صرف اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔ اس طرح مسلمان کا حوصلہ بھی بلند رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل حال ہوگی جبکہ کافر صرف اسباب پر بھروسہ کرتا ہے اور روحانی تسکین کے فقدان سے پریشان رہتا ہے۔ اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ کریں:

اللہ تعالیٰ پر توکل

۱۔ نبی کریم ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کے لئے تیاری کرتے، مجلس مشاورت قائم ہوتی، وقت، جگہ، راستہ اور مجاہدین کا انتخاب ہوتا، ہتھیار اور سواریوں کا بندوبست کیا جاتا، میدان جنگ میں صفیں بنائی جاتیں، الغرض جنگ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ

۱۴۔ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، پس تم ان

میں کامیابی کے سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دستِ سوال دراز فرماتے:
اے اللہ! ہمارے دشمنوں کو ناکام بنادے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ (بخاری: ۲۹۶۶: کتاب الجہاد: باب ۱۱۲)

۲۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ نے رفیقِ سفر، زادِ سفر، اور سواری کے لئے اونٹنی کا انتظام کیا۔ رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں پناہ لی تاکہ کفارِ مکہ دیکھ نہ سکیں۔ اس طرح سارے ضروری اسباب کا انتظام کرنے کے بعد دعا کی: ''۔۔۔۔۔ اے اللہ! میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو۔۔۔۔۔ اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر۔۔۔۔۔'' (سیرت ابن کثیر: جلد دوم)

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی تلاش میں جب کفار کی ایک جماعت غارِ ثور کے منہ پر آگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ان کفار میں سے کسی نے نیچے جھک کر دیکھا تو ہم نظر آجائیں گے، اس پر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ (بخاری: ۳۶۵۳: فضائل اصحاب: باب ۲) یعنی ہم نے سارے امکانی اسباب مکمل کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر رکھا ہے، وہی ہماری حفاظت کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر کبوتری کے انڈوں اور مکڑی کے جالے سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جنہیں دیکھ کر کفار واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار سے بچالیا۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا چھوڑ کر؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹنی کو باندھ اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر۔ (ترمذی: ۲۵۱۷: ابواب القیامۃ: باب ۶۰) تاکہ کوئی چور اس کو نہ لے جائے۔

۴۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو اس طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی: ۲۳۴۴: ابواب الزھد: باب ۳۳) اس حدیث میں توکل سے مراد ترکِ عمل نہیں بلکہ اس میں حصولِ رزق کے لئے سعی اور جدوجہد کی دلیل ہے جس طرح پرندے پہلے تلاشِ رزق میں نکلتے ہیں تو پھر شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں، اگر وہ گھونسلوں میں ہی بیٹھے رہتے تو رزق اڑ کر ان کے پاس نہ آتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور اپنے لئے رزق کا ذخیرہ نہیں کرتا سوائے چیونٹی، چوہا اور انسان کے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ عنکبوت (۲۹): زیر آیت نمبر ۶۰) یہ تینوں جاندار کھاتے کم ہیں اور جمع کرنے کی فکر زیادہ کرتے ہیں۔

تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

سے ہوشیار رہو، اور اگر تم (ان کو) معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۱۴]

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔[۱۵]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پس جتنا تم سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو[۱۶] اور (اس کا کلام) سنو اور اطاعت کرو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور جس کو اس کے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔[۱۷]

[۱۴] اگر تمہاری اولاد اور تمہاری بیوی تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اکسائیں یا تم ان کی محبت میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے لگو تو پھر وہ بیوی اور اولاد تمہارے دشمن ہیں، وہ تمہاری عاقبت کو خراب کر سکتے ہیں، لہٰذا ان سے ہوشیار رہو اور ان کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو، اور اگر تمہاری اولاد یا تمہاری بیوی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً غصہ میں آ کر تعلقات منقطع نہ کرو بلکہ ان سے درگزر کرو اور انہیں سمجھاؤ کہ وہ آئندہ غلطی سے اجتناب کریں، تمہاری اس درگزر کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔

[۱۵] مال اور اولاد جس طرح اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اسی طرح وہ انسان کے لئے آزمائش بھی ہیں اور جو شخص مال و اولاد کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے اور جو مال و اولاد کی محبت میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن جاتا ہے ظاہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے گا۔

[۱۶] یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرو اور جو کام تمہاری طاقت سے باہر ہو اس کے بارے میں تم سے باز پرس نہیں ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ (قرآن: ۲۸۶:۲)

[۱۷] اگر تم فلاح دارین چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرو اور بخل نہ کیا کرو کیونکہ بخل ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے اور حلال و حرام کی تمیز کے بغیر مال جمع کرنے میں سرگرم رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم روزِ قیامت کے

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۙ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو تو وہ اسے تمہارے لئے کئی گنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان بڑا بردبار ہے۔ [۱۸]

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔

اندھیرے ہیں، اور بے حیائی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا، اور بخل (شح) سے بچو کیونکہ اس (بخل) نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ بخل نے ان کو ظلم کا حکم دیا تو وہ ظلم کرنے لگے، جب انہیں فسق و فجور کا حکم دیا تو وہ فسق و فجور کرنے لگے اور جب انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطعی رحمی کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

[۱۸] اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو گے تو وہ تمہارے لئے اس کا اجر کئی گنا زیادہ کر دے گا اور اس کی برکت سے تمہاری خطائیں بھی بخش دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے اور نیکی کرنے والوں کی صحیح قدر دانی کرتا ہے۔

قرض حسن سے کیا مراد ہے؟

قرض حسن سے مراد وہ قرض ہے جس پر سود نہ ہو، مثال کے طور پر اگر ایک انسان کسی حاجت مند کو ایک ہزار پونڈ قرض حسن دے تو مقروض پر لازم ہے کہ وہ وقت مقرر پر ایک ہزار پونڈ قرض دہندہ کو واپس کرے۔ اب ذرا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا اندازہ کریں کہ وہ بے نیاز ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے، وہ خود انسان کو مال عطا کرتا ہے اور پھر اسے فرماتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ اپنے لئے رکھ لے مگر اس کا کچھ حصہ دوسرے انسانوں کی بہتری پر خرچ کر دے۔ اس سے فائدہ تو بنی نوع انسان اٹھائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ وہ اس کو اپنے ذمہ قرض حسن قرار دے رہا ہے اور وہ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا کر اس وقت واپس کرے گا جب انسان کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حلال کی کمائی سے ایک کھجور کے دانہ کے برابر صدقہ کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ اور حلال صدقہ ہی قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ صدقہ کو اپنے دست قدرت کے ساتھ قبول فرماتا ہے، پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ (تھوڑا سا) صدقہ بڑھ کر (قیامت کے دن) پہاڑ کے برابر بن جائے گا۔

(بخاری: ۱۴۱۰: کتاب الزکوٰۃ: باب ۸)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از عصر بروز جمعہ ۱۵ر اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۳ تا ۱۵ر اکتوبر یعنی دو دنوں میں سورہ تغابن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الطلاق (٦٥)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''طلاق'' ہے کیونکہ اس میں طلاق کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

طلاق

طلاق اور عدت کے کچھ مسائل سورہ بقرہ، سورہ نساء اور سورہ احزاب میں گزر چکے ہیں اور بقیہ کچھ مسائل کا اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے، مثلاً ان ایام میں طلاق دی جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اس سورت کی پہلی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے اور نہ اس طہر میں طلاق دے جس میں وہ بیوی کے ساتھ مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے فارغ ہو کر پاک ہو جائے تو پھر اسے ایک طلاق دے۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورہ طلاق (٦٥): زیر آیت نمبر ۱)

عدت

اس سورت کی چوتھی آیت میں تین قسم کی عورتوں کی عدت کا بیان ہے:

۱۔ جن عورتوں کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۲۔ جن عورتوں کو کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

۳۔ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جس دن بچہ پیدا ہو اسی دن ان کی عدت ختم ہو جائے گی چاہے طلاق کے دوسرے دن ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

ایمان اور عمل صالح

طلاق اور عدت کے مسائل بیان کرنے کے بعد مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی پاسداری کریں، گزشتہ قوموں کی سرکشی اور ان کی تباہی سے عبرت حاصل کریں، خلوص دل سے ایمان لائیں اور نیک اعمال کر کے دائمی جنتوں کا مستحق قرار پائیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان فرمایا ہے یعنی اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا ہے اور ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کا حکم نافذ العمل ہے، کوئی چیز اس کی حکمرانی سے باہر نہیں ہے۔ اگر تم اس نظام کائنات میں غور و فکر کرو تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز ہفتہ ۱۶ / اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

آیاتها ۱۲ — ۶۵ سورۃ الطلاق مدنیۃ ۹۹ — رکوعاتها ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ

۱۔ اے نبی! (آپ مسلمانوں سے فرمادیں:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں طلاق دو [۱] اور عدت کو شمار

[۱] اس آیت میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے مگر یہ حکم ساری امت کے لئے ہے یعنی اے مسلمانو! جب تم طلاق دینے کا پختہ ارادہ کرلو تو عورت کی عدت کا خیال رکھو یعنی ان ایام میں طلاق دو جن میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔

طلاق دینے کے ایام

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے اور نہ اس طہر میں طلاق دے جس میں وہ بیوی کے ساتھ مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے فارغ ہو کر پاک ہو جائے تو پھر اسے ایک طلاق دے۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورہ طلاق (۶۵): زیر آیت نمبر ۱)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ ذکر کیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: اس کو اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہیے، پھر اس کو اپنے پاس روکے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو دوسرا حیض آئے، پھر وہ پاک ہو جائے، پھر اگر اس نے طلاق دینی ہو تو اسے طہر کی حالت میں مباشرت کرنے سے پہلے طلاق دے، پس یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔
(بخاری: ۴۹۰۸: کتاب تفسیر القرآن: سورہ طلاق: باب ۱)

حیض کے ایام میں طلاق نہ دینا

حیض کے ایام میں میاں بیوی کے درمیان کشش کے جذبات ماند پڑ جاتے ہیں، مرد جماع سے محروم رہتا ہے اور عورت کا مزاج بھی معمول پر نہیں رہتا۔ ان ایام میں اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی تلخ کلامی ہو جائے تو جلد طلاق کی نوبت آسکتی ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ ان ایام میں طلاق نہ دے بلکہ حیض سے فارغ ہونے کا انتظار کرے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان جو طبعی کشش رکھی ہے وہ جوش میں آ جائے اور دونوں اکٹھا رہنے پر آمادہ ہو جائیں۔ نیز اگر حیض کے ایام میں طلاق دی جائے تو وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا بلکہ اس کے علاوہ تین حیض کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اس سے عورت کی عدت بڑھ جائے گی، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عورت کی عدت تین حیض کے بجائے چار حیض بن جائے گی۔

طہر کے ایام میں مباشرت سے پہلے طلاق دینا

اگر ایسے طہر میں طلاق دی جس میں مباشرت ہو چکی ہو تو میاں بیوی میں سے کسی کو علم نہیں ہوتا کہ اس مباشرت سے حمل قرار پا چکا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے حمل قرار پا چکا ہو اور طلاق دینے کے بعد جب انہیں علم ہوگا تو وہ دونوں پچھتائیں گے کہ ان کے اس بچے کا مستقبل کیا ہوگا؟ لہٰذا اسے اس طہر میں طلاق نہیں دینی چاہیے جس میں اس نے مباشرت کی ہو۔

طلاق کی حیثیت

کوشش کے باوجود اگر میاں بیوی میں صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو پھر طلاق یا خلع کے ذریعہ دونوں علیحدہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے۔ عین ممکن ہے کہ مرد کو اپنی پسند کی دوسری بیوی اور عورت کو اپنی پسند کا دوسرا خاوند مل جائے۔

☆ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال (کاموں میں) سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔ (ابوداؤد: ۲۱۷۸: کتاب الطلاق: باب ۳) لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔

☆ حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شادی کیا کرو اور طلاق نہ دیا کرو کیونکہ طلاق دینے سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ طلاق (۶۵): زیر آیت نمبر ۱)

☆ حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو کچھ پیدا فرمایا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب غلاموں کو آزاد کرنا ہے اور زمین پر جو کچھ پیدا کیا ہے ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳۲۹۴: کتاب النکاح: باب الخلع والطلاق)

تین طلاقوں کا حق

زمانہ جاہلیت میں طلاق اور رجوع کی کوئی حد مقرر نہ تھی جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو جاتا وہ اس کو بار بار طلاق دیتا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیتا، اس طرح نہ اسے بساتا اور نہ آزاد کرتا۔ قرآن مجید نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا اور خاوند کے حق طلاق کو تین بار تک محدود کر دیا۔ ایک بار طلاق دینے کے بعد بھی اور دوسری بار طلاق دینے کے بعد بھی اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ خاوند کو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لئے یہ کافی وقت ہے، لیکن اگر تیسری بار بھی طلاق دے دی تو یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ وہ اس عورت کو کسی قیمت پر اپنے ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، البتہ اب اسے رجوع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نازک موقع پر بھی قرآن مجید خاوند کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ آخری طلاق دیتے وقت حسن سلوک کا مظاہرہ کرے اور اگر فارغ کر ہی دیا ہے تو جو چیزیں اس نے آج تک اپنی اس بیوی کو مہر یا ہدیہ کے طور پر دی تھیں وہ واپس نہ لے بلکہ ہو سکے تو مزید کچھ خدمت کر کے اس کی دلجوئی کرے۔

طلاق کی اقسام

احناف کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں:

رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا کرو، [۲] اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے،

طلاق احسن

شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر میں صرف ایک طلاق دے جس میں اس نے مباشرت نہ کی ہو، پھر عدت گزرنے تک دوسری طلاق نہ دے تو عدت گزرنے کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا۔ طلاق دینے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہے کیونکہ اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن

شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے مباشرت نہ کی ہو اور جب ایک حیض گزر جائے تو مباشرت کئے بغیر دوسری طلاق دے اور جب دوسرا حیض گزر جائے تو مباشرت کئے بغیر تیسری طلاق دے، اس کے بعد جب تیسرا حیض گزر جائے تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ طلاق دینے کا یہ طریقہ بھی اچھا ہے کیونکہ تیسری طلاق دینے سے پہلے مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے مگر تیسری طلاق کے بعد شوہر اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح، البتہ یہ عورت کسی اور سے نکاح کر لے۔ دوسرے خاوند کے ساتھ وقت گزارے اور جماع بھی کرے اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو اس کے بعد زوجِ اول سے اس کا نکاح جائز ہو گا بشرطیکہ انہیں یہ گمانِ غالب ہو کہ آئندہ زوجیت کے شرعی حقوق پورے کر سکیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے اس شرط پر نکاح کرائے کہ وہ اسے طلاق دے دے گا تو یہ سراسر ناجائز فعل ہے، کوئی غیرت مند انسان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

طلاق بدعی

شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے مباشرت کی ہو یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے یا حیض کے ایام میں طلاق دے۔ طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا گناہگار ہو گا لیکن وہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

نوٹ:

مذکورہ تینوں اقسام (یعنی طلاق احسن، طلاق حسن اور طلاق بدعی) کا تعلق اس عورت سے ہے جس کو حیض آتا ہو اور اس کے ساتھ مباشرت بھی ہو چکی ہو اور اس کا حمل ظاہر نہ ہوا ہو، لیکن جس عورت کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے، اور جس عورت کے ساتھ بالکل مباشرت نہیں ہوئی اسے حیض اور طہر دونوں ایام میں طلاق دی جا سکتی ہے، اور اگر عورت حاملہ ہو تو اسے بھی مباشرت کے بعد طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ اس کا حاملہ ہونا معلوم ہو چکا ہے۔ ان عورتوں کو بھی طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے اور عدت گزرنے کے بعد عورت علیحدہ ہو جائے اور حسن طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد ایک ایک طلاق دے اور تین ماہ کے بعد عورت علیحدہ ہو جائے۔

[۲] عدت سے مراد وہ ایام ہیں جو عورت طلاق یا خاوند کی موت کے بعد گزارتی ہے۔ عدت کے ایام کو اچھی طرح شمار کرو کیونکہ عدت

يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا ۝

[۳](اور عدت کے دنوں میں) تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں، [۴]اور یہ اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو نہیں جانتا شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت پیدا کر دے۔[۵]

پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے اور عدت کے اندر پہلی اور دوسری طلاق کی صورت میں مرد رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت کی ابتدا اور انتہا کو یاد نہ رکھا گیا تو عورت کے نکاح ثانی اور مرد کے رجوع میں پیچیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔

عدت کی مدت

☆ جس عورت کو حیض آتا ہو، شوہر نے اس کے ساتھ مباشرت کی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔

☆ اگر کسی عورت کو جماع سے پہلے ہی طلاق مل جائے تو اس کے لئے کوئی عدت نہیں، جب چاہے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ (قرآن: ۳۳:۴۹)

☆ جس مطلقہ عورت کو کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ (قرآن: ۶۵:۴)

☆ مطلقہ عورت اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے (چاہے دوسرے دن ہی وضع حمل ہو جائے)۔ (قرآن: ۶۵:۴)

☆ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ (قرآن: ۲:۲۳۴) ہر قسم کی عورت کو خاوند کے غم میں یہ مدت پوری کرنی چاہیے سوائے حاملہ کے کیونکہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔

[۳] یہاں پر میاں بیوی کو خصوصی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ طلاق اور عدت کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں یعنی طلاق اچھے طریقہ سے دیں اور عدت کو پوری احتیاط سے شمار کریں اور کسی کے سامنے غلط بیانی نہ کریں کیونکہ بالآخر انہیں ایک دن اپنے رب کے پاس جانا ہے اور وہ سب کے اعمال اور احوال خوب جانتا ہے۔

[۴] مردوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دینے کے فوراً بعد گھروں سے نہ نکالیں اور نہ ہی وہ عورتیں فوراً نکل کھڑی ہوں بلکہ وہ عدت اسی گھر میں گزاریں کیونکہ عدت کے دوران عورتوں کی خوراک، پوشاک اور رہائش کی ذمہ داری خاوند پر ہے۔ نیز اکٹھا رہنے سے طلاق رجعی کی صورت میں ممکن ہے دونوں کے دل میں دوبارہ محبت پیدا ہو جائے اور خاوند طلاق سے رجوع کر لے، لیکن اگر عورت بدکاری یا بدزبانی کے ذریعہ گھر کا سکون برباد کر دے تو پھر خاوند اس کو گھر سے نکالنے کا حق رکھتا ہے۔ اسی طرح جس عورت کو تین طلاقیں مل جائیں اس کو بھی سابقہ خاوند کے گھر سے چلا جانا چاہیے کیونکہ اس کے شوہر نے رجوع کا حق ختم کر دیا ہے۔

[۵] گزشتہ احکام وہ حدود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں۔ جو میاں بیوی ان حدود سے تجاوز کریں گے وہ اپنی جانوں پر ظلم

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ

۲۔ پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا انہیں بھلائی کے ساتھ جدا کر دو [۶] اور اپنوں میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنا لو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے ٹھیک ٹھیک گواہی دو، [۷] ان باتوں سے اسی شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے۔ [۸]

کریں گے اور دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائیں گے، اور جو میاں بیوی ان حدود کی پاسداری کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور بہتر صورت پیدا فرما دے گا یعنی طلاق رجعی کی صورت میں ممکن ہے انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور خاوند طلاق سے رجوع کر لے اور اس طرح ان کا برباد گھر پھر سے آباد ہو جائے، اور مستقل طلاق کی صورت میں عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو کوئی اور بہتر ساتھی عطا فرما دے۔

[۶] طلاق رجعی کی صورت میں جب عدت پوری ہونے لگے تو پوری سنجیدگی سے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو اور اگر تم نیک نیتی سے اسی عورت کو رکھنا چاہو تو عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لو اور باہمی محبت کے ساتھ زندگی گزارو۔ بصورت دیگر عدت پوری ہونے کے بعد بھلائی کے ساتھ اسے جدا کر دو اور طعن و تشنیع اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرو، اور اگر ہو سکے تو اس کی کچھ مالی امداد بھی کر دو تا کہ اسے کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

[۷] جب تم اپنی بیوی کو طلاق دو یا اس سے رجوع کرو تو دونوں صورتوں میں دو معتبر مردوں کو گواہ مقرر کر لو۔ اگر چہ گواہ مقرر کرنا فرض نہیں ہے اور گواہوں کے بغیر بھی طلاق اور رجوع درست ہے مگر گواہ بنانا افضل ہے تا کہ اگر فریقین میں اختلاف اور نزاع پیدا ہو تو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو، اور جب گواہی کی ضرورت پڑے تو گواہوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور ٹھیک ٹھیک گواہی دینی چاہیے۔

[۸] جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور مشکلات کے باوجود اس کے احکام پر عمل پیرا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکلات سے نجات کے اسباب پیدا فرما دے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہو گا۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت کو جانتا ہوں کہ اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو وہ آیت انہیں کافی ہو گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے۔)

(ابن ماجۃ: ۴۲۲۰، ابواب الزھد: باب ۲۴)

وَّ يَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَ مَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا ③

۳۔ اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔[۹]

وَ الّٰٓـئِىۡ يَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ ۙ وَّ

۴۔ اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں (ان کی عدت کے بارہ میں) شبہ ہو تو ان کی

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی غربت کا شکوہ کیا اور عرض کیا: میرے بیٹے سالم کو دشمنوں نے قید کر لیا ہے، اس کی ماں سخت پریشان ہے، سو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صبر کرو، میں تجھے اور تیری بیوی کو حکم دیتا ہوں کہ تم دونوں کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا ورد کیا کرو۔ پھر وہ اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی کو کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور تجھے حکم دیا ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا کریں۔ اس کی بیوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کا ہمیں حکم دیا ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے۔ پس وہ دونوں اس کلمہ کا ورد کرنے لگے تو اس کی برکت سے دشمن ان کے بیٹے سے اس قدر غافل ہو گئے کہ وہ ان کی بکریاں بھگا کر اپنے باپ کے پاس آ گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ طلاق (۶۵): زیر آیت نمبر ۲)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا کرو کیونکہ یہ ۹۹ تکلیفوں اور بیماریوں کو دور کرتا ہے جن میں سے ادنیٰ تکلیف غم اور فکر ہے۔

(الجامع الصغیر: امام جلال الدین السیوطی: جلد اول: ص ۶۷)

☆ اس آیت کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی نے دینی اور دنیاوی منافع کے حصول اور مشکلات کے حل کے لئے یہ وظیفہ بتایا کہ ہر روز پانچ سو مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے اور اول و آخر ایک ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔

(تفسیر مظہری: سورہ طلاق (۶۵): زیر آیت نمبر ۲)

[۹] جو مومن اپنی پوری جد و جہد کرنے کے بعد نتائج کے ظہور کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے کر لیتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، مگر ہر چیز پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے علم اور لوح محفوظ میں مقدر ہے اور اپنے وقت پر اسی کے مطابق وجود میں آتی ہے۔ توکل کے متعلق تفصیلی بیان کے لئے گزشتہ سورت یعنی تغابن کی آیت نمبر ۱۳ کا حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

الّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④

عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح ان عورتوں کی بھی جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا، اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے، [۱۰] اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی پیدا فرما دیتا ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤

۵۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کے ثواب کو بڑھا دے گا۔ [۱۱]

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ

۶۔ تم ان (مطلقہ) عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود اپنی حیثیت کے مطابق رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ، [۱۲] اور اگر وہ حاملہ ہوں تو

---

[۱۰] اس آیت میں تین قسم کی عورتوں کی عدت کا بیان ہے:

۱۔ عام طور پر عدت کی مدت حیض کے ساتھ شمار کی جاتی ہے مگر جن عورتوں کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو جائے تو ان کے متعلق کسی شبہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۲۔ جن عورتوں کو کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا تو ان کی عدت بھی تین مہینے ہے۔

۳۔ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جس دن بچہ پیدا ہوا اسی دن ان کی عدت ختم ہو جائے گی چاہے طلاق کے دوسرے دن ہی بچہ پیدا ہو جائے۔

[۱۱] جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور مشکلات کے باوجود اس کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے، اس کی برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے اجر و ثواب کو بڑھا دیتا ہے۔

[۱۲] احناف کے نزدیک ہر قسم کی عدت گزارنے والی عورت کی رہائش، خوراک اور پوشاک کی ذمہ داری خاوند پر ہے، البتہ جو عورت طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہو، مرد کو چاہیے کہ اسے اپنے مکان میں جگہ دے اور وہاں اسے کوئی ایسی تکلیف نہ پہنچائے جس سے تنگ آ کر وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔ اس طرح اکٹھا رہنے سے ممکن ہے طبعی کشش جوش مارے اور وہ طلاق سے رجوع کر لے اور برباد ہونے والا گھر پھر سے آباد ہو جائے، مگر جس عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں اب اس کے ساتھ براہ راست رجوع نہیں ہو سکتا، اس لئے مرد کو چاہیے کہ ایسی عورت کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق علیحدہ رہائش کا

حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝

وضع حمل تک ان پر خرچ کرتے رہو، اور اگر وہ تمہاری خاطر (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرلیا کرو، اور اگر تم آپس میں دشواری محسوس کرو تو بچے کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔ [۱۳]

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع

۷۔ صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ اسی میں سے (اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنا اس نے اس کو دیا ہے، [۱۴] عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی پیدا فرمائے گا۔ [۱۵]

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ

۸۔ اور بہت سی بستیوں والوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی تو ہم نے ان کا

انتظام کرے کیونکہ اکٹھا رہنے سے اگر طبعی کشش نے جوش مارا تو شریعت میں اب مباشرت کی اجازت نہیں ہے۔

[۱۳] حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، لہٰذا بچہ پیدا ہونے تک اس عورت کی رہائش، لباس اور خوراک کا ذمہ دار مرد ہے۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تو بچے کی پرورش اور اس کو دودھ پلانے کا ذمہ دار باپ ہے اور بچے کی ماں عدت گزرنے کی وجہ سے اس کی بیوی نہیں بلکہ اجنبی ہو گئی ہے، اس لئے اب باپ بچے کی ماں کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ ضرور اسے دودھ پلائے۔ اگر وہ دودھ پلانے پر رضامند ہو جائے تو مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اس کو مناسب معاوضہ ادا کرے اور عورت بھی مرد کی حیثیت سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے، لہٰذا دونوں کو باہمی مشورہ سے مناسب معاوضہ طے کر لینا چاہیے، اور اگر ان کے درمیان کسی معاوضہ پر اتفاق نہ ہو سکے تو پھر مرد کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لئے مقرر کر سکتا ہے۔

[۱۴] مرد کو چاہیے کہ اگر وہ خوشحال ہے تو فراخدلی سے دودھ پلانے کا معاوضہ ادا کرے اور اگر وہ تنگ دست ہے تو وہ اپنی توفیق کے مطابق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

[۱۵] جو شخص تنگدست ہے اسے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ استقامت کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھے اور امید رکھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو فراخی اور وسعت عطا فرمائے گا۔

عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧

سخت محاسبہ کیا اور ان کو بہت ہی سخت سزا دی۔ [١٦]

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨

٩۔ پس انہوں نے اپنی سرتابی کا مزہ چکھا اور ان کی سرتابی کا انجام خسارہ ہی ہوا۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩

١٠۔ اللہ تعالٰی نے ان کے لئے (آخرت میں بھی) سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، پس اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو اے عقل والو! جو ایمان لائے ہو، بے شک اللہ تعالٰی نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل فرمائی ہے۔

رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

١١۔ (یعنی ایک ایسا) رسول جو تمہیں اللہ تعالٰی کی روشن آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے، اور جو شخص اللہ تعالٰی پر ایمان رکھتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ اس کو ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، بے شک اللہ تعالٰی نے اس (مومن) کو بہترین رزق عطا فرمایا ہے۔ [١٧]

---

[١٦] ان آیات میں مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم سے پہلے جن قوموں نے اللہ تعالٰی اور اس کے رسولوں کے احکام سے سرتابی کی اور ظلم و ستم اور کفر و شرک سے باز نہ آئے تو اللہ تعالٰی نے انہیں سخت سزا دی اور ان کا انجام ایسا خوفناک اور عبرتناک ہوا کہ انہیں ندامت اور خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ حشر تو ان کے ساتھ اس دنیا میں ہوا اور آخرت کا دردناک عذاب ابھی ان کا انتظار کر رہا ہے۔

[١٧] پہلی قوموں کو اپنے رسولوں کی سرتابی سے جو خسارہ ہوا عقل مند ایمان والوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اللہ تعالٰی نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جو تمہارے لئے مخلص ہے، تمہیں پند و نصائح کرتا ہے اور تمہیں اللہ تعالٰی کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے تاکہ تمہیں کفر و شرک اور ظلم و ستم کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور سلامتی کی روشنی کی طرف لے آئے، لہٰذا تم اللہ تعالٰی سے ڈرو، صدق دل سے ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو، اس کے بدلے میں اللہ تعالٰی تمہیں دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا، اور مومن کے لئے یہ بہترین رزق اور بہترین انعام ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۠﴿۱۲﴾

۱۲۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا فرمایا اور ان کی طرح زمین کو بھی، ان کے درمیان (اللہ تعالیٰ ہی کا) حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔[۱۸]

[۱۸] جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح زمین کا خالق بھی وہی ہے۔ ان دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کا حکم نافذ العمل ہے اور کوئی چیز اس کی حکمرانی سے باہر نہیں ہے۔ اگر تم اس نظام کائنات میں غور و فکر کرو تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از فجر بروز بدھ ۲۰ر اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۶ تا ۲۰ر اکتوبر یعنی چار دنوں میں سورہ طلاق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ التحریم (٦٦)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''تحریم'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت کے الفاظ لِمَ تُحَرِّمُ سے ماخوذ ہے۔

قسم توڑنا

اس سورت کے آغاز میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حلال چیز کو نہ کھانے کی قسم کھالے تو وہ قسم توڑ دے یعنی وہ چیز کھا کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

اس سورت کی تیسری، چوتھی اور پانچویں آیات میں نبی کریم ﷺ کی پاک بیویوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں کے سردار کی بیویاں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اب اس شرف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور اگر آپ سے کوئی ایسی کوتاہی سرزد ہو گئی جس کے بدلے میں نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنے شرف زوجیت سے محروم کر دیا تو اس میں آپ کا نقصان ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ آپ سے بہتر بیویاں عطا فرما دے گا۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اگر معاذ اللہ ان کو طلاق ہو جاتی اور دوسری بیویاں آپ ﷺ کے نکاح میں آ جاتیں تو پھر وہ ان سے افضل ہو جاتیں۔ (تفسیر نور العرفان)

آگ سے بچو

اس سورت کی پانچویں آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائیں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن) ہم اپنے اہل و عیال کو کیسے بچائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل و عیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تم انہیں بھی وہ کام کرنے کا حکم دو۔

(تفسیر قرطبی)

توبہ کرو

آیت نمبر ۸ میں توبہ کی ضرورت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔
(ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب = ۳۰)

کافر اور مومن عورتوں کی مثال

اس سورت کے آخر میں دو کافر عورتوں کی مثال دی گئی ہے جن کے شوہر اگرچہ پیغمبر تھے مگر پھر بھی وہ کفر پر قائم رہیں اور دو مومن عورتوں کی مثال دی گئی ہے جو مشکلات کے باوجود ایمان پر ثابت قدم رہیں۔ ان مثالوں کے ذریعہ اہل ایمان عورتوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنی مشکلات میں حضرت آسیہ کی مشکلات کو یاد کریں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان
بعد از مغرب بروز بدھ ۲۰ راکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

ایاتھا ۱۲ | ٦٦ سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٧ | رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

۱۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[۱]

[۱] وہ کون سی چیز تھی جس کے استعمال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو روک لیا اور وہ چیز ان آیات کے نزول کا سبب بنی۔ اس سلسلے میں دو روایات بیان کی جاتی ہیں۔ میں یہاں پر اس روایت کو بیان کرتا ہوں جس کو علامہ قرطبی نے راجح اور زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ التحریم (٦٦): زیر آیت نمبر ۱)

مذکورہ روایت کتب حدیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے، ان سب کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد اپنی بیویوں کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور کھڑے کھڑے ان کی خبر گیری کرتے۔ ایک دفعہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی نے شہد کا تحفہ بھیجا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد جب ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کو شہد پیش کرتیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہد نوش فرماتے، اس طرح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں معمول سے کچھ زیادہ قیام ہو جاتا۔ سب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی اور محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے رقابت کا جذبہ بھی اتنا ہی زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس قیام کو کم کرنے کے لئے ایک حیلہ کیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں تشریف لائیں وہ عرض کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر نوش فرمایا ہے؟ (مغافیر ایک خاص قسم کے درخت کی گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے طے شدہ پروگرام کے مطابق مغافیر کی بو کا ذکر کیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مغافیر نہیں لیا البتہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں شہد نوش کیا ہے۔ اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: شاید کسی مکھی نے مغافیر کے درخت کا رس چوسا ہو اور اس وجہ سے شہد میں اس کی بو آ گئی ہو۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سخت ناپسند تھی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ ان کا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں زیادہ دیر ٹھہرنا دوسری ازواج مطہرات کو ناگوار گزرا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خوشنودی کے لئے قسم کھالی کہ وہ آئندہ

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

۲۔ (اے مسلمانو!) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کو کھولنے کا طریقہ (یعنی کفارہ) مقرر کر دیا ہے، [۲] اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں شہد نوش نہیں فرمائیں گے اور ساتھ ہی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تاکید فرمائی کہ وہ کسی کو اس خبر سے آگاہ نہ کرے کیونکہ اس طرح زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلآزاری ہوگی مگر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ خبر بتادی، اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اس سارے معاملے سے آگاہ فرمادیا تو اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

کسی حلال چیز کے بارے میں یہ عقیدہ قائم کر لینا کہ وہ حرام ہے اسلام میں ایسا عقیدہ رکھنا گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے اور کسی نبی سے اس کا صدور ممکن نہیں ہے کیونکہ ہر نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے لیکن اگر کسی کی دلجوئی یا کسی حکمت اور ضرورت کے پیش نظر اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے تو یہ کوئی گناہ نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہوسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کوئی خلاف اولیٰ کام بھی آپ سے سرزد نہ ہو کیونکہ خلاف اولیٰ کام بھی آپ ﷺ کے مقام رفیع کے لئے مناسب نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نشاندہی کرنے کے ساتھ یہ بھی بتادیا کہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، ہم غفور رحیم ہیں، ہم نے آپ کی خلاف اولیٰ کو معاف کر دیا ہے۔

[۲] اگر کوئی شخص کسی حلال چیز کو نہ کھانے کی قسم کھالے تو وہ قسم توڑ دے یعنی وہ چیز کھا کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔

کفارہ کی مختلف صورتیں

۱۔ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا جو وہ اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔

۲۔ دس مسکینوں کو کپڑے دینا ہے۔ کپڑوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کیسے اور کتنے ہوں، میرے نزدیک کھانے کی طرح یہ بھی درمیانے درجے کے ہونے چاہییں جو وہ اپنے گھر والوں کو پہناتا ہے۔

۳۔ غلام آزاد کرنا جو کہ موجودہ دور میں ناپید ہو چکا ہے کیونکہ اسلامی اصولوں کی برکت سے غلامی کا رواج بتدریج ختم ہوگیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۳ اور حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ کریں۔

۴۔ اگر مذکورہ تین صورتوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے لگاتار روزے رکھے جائیں تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کا کیا کہنا۔ بندہ جرم کر کے اپنے نامۂ اعمال کو داغدار کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس داغ کو ڈھانپنے کی ایسی میٹھی سزا تجویز کرتا ہے جس سے اس کا جرم بھی چھپ جاتا ہے اور مسکینوں کو کھانا یا کپڑے دینے کی صورت

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ③

۳۔ اور جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی، پھر جب اس بیوی نے (دوسری بیوی کو) اس راز کی خبر دے دی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پر آگاہ کر دیا تو آپ ﷺ نے (اس بیوی کو) کچھ تو بتا دیا اور بقیہ کچھ بتانے سے اعراض کیا، پھر جب آپ ﷺ نے اس بیوی کو اس (افشائے راز) پر آگاہ کیا تو اس نے کہا: آپ کو یہ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا خوب باخبر ہے۔[۳]

میں غریب پروری کے صلہ میں ان کی دعائیں لیتا ہے اور روزے رکھنے کی صورت میں روزے کی برکتوں سے فیضیاب ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:۔۔۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزے دار کے منہ سے جو بو آتی ہے بارگاہ خداوندی میں وہ کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (مسلم: ۲۷۰۴: کتاب الصیام: باب ۳۰) سبحان اللہ! بندہ ایک طرف اپنے گناہ معاف کرا رہا ہے اور دوسری طرف اس کے منہ کی بو خدا کے قرب اور خوشنودی کا سبب بن رہی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

[۳] نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ وہ آئندہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں شہد نوش نہیں فرمائیں گے اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ یہ راز کی بات ہے کسی اور کو نہ بتانا ورنہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دل آزاری ہوگی لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ راز بتا دیا، اور جب نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات کا کچھ حصہ بتا دیا جو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتائی تھی اور فرمایا کہ اس نے راز کو افشا کر دیا ہے تو وہ حیران ہوگئیں کہ انہوں نے تو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی اور کو بتانے والی نہیں تھیں کیونکہ وہ پہلے ہی مشورہ میں شامل تھیں، اس لئے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: آپ کو کس نے بتایا ہے؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی جس کو ہم حدیث کہتے ہیں اور حدیث کا انکار کرنے والے قرآن مجید کا صحیح مقصد نہیں سمجھ سکتے۔

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ وَ جِبۡرِيۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ ۝

۴۔ اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل (ایک ہی طرف) جھک گئے ہیں، اور اگر نبی ﷺ کے خلاف تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور ان کے علاوہ فرشتے بھی (آپ ﷺ کے) مددگار ہیں۔[۴]

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنۡ طَلَّقَكُنَّ اَنۡ يُّبۡدِلَهٗۤ اَزۡوَاجًا خَيۡرًا مِّنۡكُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓـئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓـئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبۡكَارًا ۝

۵۔ اگر نبی ﷺ تم سب کو طلاق دے دیں تو عنقریب ان کا رب انہیں تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمادے گا[۵] جو مسلمان، ایماندار، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بعض شوہر دیدہ (مطلقہ یا بیوہ) اور بعض کنواریاں ہوں گی۔

[۴] اس آیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خطاب کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا اگرچہ ہر مومن پر فرض ہے مگر تم دونوں کے دل ایک انتہا کی طرف مائل ہو گئے، تم رسول اللہ ﷺ کی پسند کا خیال نہ رکھ سکیں اور باہم مشورہ کر کے ایسی صورت حال پیدا کر دی جس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی ہے، لہٰذا تم دونوں توبہ کرو کہ آئندہ کوئی ایسا اقدام نہیں کرو گی جس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے اور یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور یاد رکھو اگر تم نے توبہ کر کے نبی کریم ﷺ کو راضی نہ کیا تو اس سے نبی کریم ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا مددگار ہے اور جبریل امین، نیک ایمان والے اور فرشتے بھی آپ ﷺ کے مددگار ہیں، جن کا مددگار اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور ایمان والے ہوں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

[۵] اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی پاک بیویوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں کے سردار کی بیویاں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اب اس شرف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں اور اگر آپ سے کوئی ایسی کوتاہی سرزد ہو گئی جس کے بدلے میں نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنے شرف زوجیت سے محروم کر دیا تو اس میں آپ کا نقصان ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ آپ سے بہتر بیویاں عطا فرمادے گا۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اگر معاذ اللہ ان کو طلاق ہو جاتی اور دوسری بیویاں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

٦۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں[٦] جس پر سخت مزاج اور طاقتور فرشتے مقرر

آپ ﷺ کے نکاح میں آجاتیں تو پھر وہ ان سے افضل ہوجاتیں۔ (تفسیر نور العرفان)

[٦] اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔

☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائیں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن) ہم اپنے اہل وعیال کو کیسے بچائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل وعیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تم انہیں بھی وہ کام کرنے کا حکم دو۔ (تفسیر قرطبی)

☆ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیک اعمال کر کے اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اور نیک وصیت کر کے اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔ (تفسیر قرطبی)

☆ علامہ قرطبی نے الکیا کا قول نقل کیا ہے: ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اپنے اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں، انہیں اچھی باتیں بتائیں اور انہیں ضروری ادب وہنر کی تعلیم دیں۔ (تفسیر قرطبی)

ماں باپ کی اصلاح کے لئے چند احادیث

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے، پس جب وتر پڑھتے تو فرماتے: اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھو۔ (مسلم: ۱۷۳۴: صلاۃ المسافرین: باب ۱۷)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لئے) اٹھائے اور اگر وہ (اٹھنے سے) انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو اٹھائے اور اگر وہ انکار

مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞

ہیں، اللہ تعالیٰ جو انہیں حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔[۷]

کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ (ابوداؤد: ۱۳۰۸: کتاب التطوع: باب ۱۸)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص رات کو اپنی بیوی کو جگائے، پھر دونوں نماز پڑھیں یا دو رکعت مل کر نماز پڑھیں تو ان دونوں کو ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد: ۱۳۰۹: کتاب التطوع: باب ۱۸)

اولاد کی تعلیم و تربیت

☆ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری اولاد کی عمر سات سال ہو جائے تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے بستر علیحدہ کر دو۔ (ابوداؤد: ۴۹۵: کتاب الصلاۃ: باب ۲۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر یہ اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (بخاری: ۱۳۵۹: کتاب الجنائز: باب ۸۰)

☆ حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باپ کی طرف سے بیٹے کے لئے بہترین تحفہ یہ ہے کہ وہ اس کو اچھا علم اور اچھا ادب سکھائے۔

(ترمذی: ۱۹۵۲: ابواب البر: باب ۳۳)

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہوئی اس نے اس کو ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا اور اس کو علم سکھایا اور اچھا علم سکھایا، نیز اللہ تعالیٰ نے جو اس کو نعمتیں دیں ان نعمتوں میں سے اس نے اپنی بیٹی کو بھی نعمتیں دیں تو اس کی وہ بیٹی اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب ہو جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء: حدیث نمبر ۶۳۴۸: ج۵: ص ۶۷، کنز العمال: حدیث نمبر ۴۵۳۹۱: ج۱۶: ص ۴۵۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو کیونکہ جس شخص کا سب سے پہلا اور سب سے آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو اگر وہ ہزار سال بھی زندہ رہے تو اس سے کسی ایک گناہ کے بارے میں بھی سوال نہیں ہوگا۔

(کنز العمال: ۴۵۳۳۲: جلد ۱۶: ص ۴۴۱)

[۷] دوزخ کی آگ پر جو فرشتے مقرر کیے گئے ہیں وہ بڑے سخت مزاج ہیں، کسی کی چیخ و پکار انہیں متاثر نہیں کر سکتی، اور وہ بڑے طاقتور ہیں کوئی ان کی گرفت سے بھاگ نہیں سکتا۔ سارے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَا تَعْتَذِرُوا۟ ٱلْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٧

۷۔ اے کافرو! آج کے دن کوئی عذر پیش نہ کرو، تمہیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔[۸]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن

۸۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو، [۹]امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے گا

---

[۸] قیامت کے دن کفار اپنا انجام بد دیکھ کر بہانہ سازی کی کوشش کریں گے تو انہیں صاف صاف بتادیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں دانستہ سرکشی کی تھی، لہٰذا اب کسی عذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے، تاہم تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی صرف انہی کرتوتوں کی تمہیں سزا دی جائے گی جو تم خود کیا کرتے تھے۔

[۹] جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی دانستہ یا نادانستہ سے نافرمانی کر بیٹھے تو جونہی اسے اپنی کوتاہی کا احساس ہو فوراً توبہ کرے، کیونکہ گناہوں کی کثرت انسان کو مایوسی وخودکشی یا ظلم وستم کے راستہ پر گامزن کر دیتی ہے جبکہ توبہ سے خدا کی رضا اور دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے اور انسان گناہوں کو بھلا کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ ویسے بھی خطا کرنے کے بعد اس پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا شیطان کی خصوصیت ہے اور خطا ہو جانے کے بعد اس پر نادم ہونا اور توبہ کرنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے، لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ شیطان کی حماقت سے بچے اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرے۔

توبہ کی تعریف

اسلام میں توبہ سے مراد یہ ہے کہ انسان برائی چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کرے اور درج ذیل شرائط کا خیال رکھے:

۱۔ انسان اپنے گناہ کا اعتراف کرے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس گناہ پر دل سے ندامت کا اظہار کرے اس طرح کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

۲۔ اس گناہ کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

۳۔ اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو جس کا حق غصب کیا ہے اس کا ازالہ کرے اور جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگے۔ نیز نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ میں کوتاہی ہوئی ہو تو حسب استطاعت ان کے تدارک کا بھی انتظام کرے۔

توبہ کی فضیلت

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی: ۲۴۹۹: صفۃ القیامۃ: باب ۴۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے گناہوں کا انبار اتنا زیادہ ہو کہ وہ آسمانوں تک

پہنچ جائے اس کے بعد بھی اگر تم توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے گا۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۴۸: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (ابن ماجۃ: ۴۲۵۰: ابواب الزھد: باب ۳۰)

☆ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں اس کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم: ۶۸۵۹: کتاب الذکر: باب ۱۲)

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ مقرر فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے۔ اس کے اعضاء (ہاتھ پاؤں) کو اور زمین کے ان مقامات کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کے گناہ کا کوئی گواہ نہیں ہوگا۔ (الترغیب والترھیب: کتاب التوبۃ: جلد ۴: ص ۹۴)

میدانِ حشر میں جب انصاف کی عدالت قائم ہوگی تو اتمام حجت کے لئے فرشتے، اعضاء اور زمین کے مقامات گواہیاں دیں گے لیکن جس خوش نصیب نے سچی توبہ کرلی اللہ تعالیٰ ان گواہوں کو اس کے گناہ بھلا دے گا اور کوئی گواہ نہ ہونے کے باعث اس کی نجات ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی انسان سچی توبہ کرلے تو اسے گزشتہ گناہوں کا طعنہ نہیں دینا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے اور فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیئے ہیں تو ہمیں بھی اس کے سابقہ گناہ بھلا کر موجودہ نیکیوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

☆ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ کا طعنہ دے جس سے اس نے توبہ کرلی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجرات (۴۹): زیر آیت نمبر ۱۱)

توبہ کا وقت

توبہ کے لئے بہترین وقت یہ ہے کہ جونہی گناہ کا احساس ہو یا میری یہ تحریر کسی کی نگاہوں سے گزرے ابھی لمحے توبہ کرلے۔ اگر پھر بھی غفلت کا شکار رہے تو بہر حال موت سے پہلے توبہ ضروری ہے کیونکہ جب موت کا فرشتہ آجائے اور زندگی سے بالکل مایوس ہو کر توبہ کرنے لگے تو چاہے وہ توبہ گناہوں سے ہو یا کفر سے، آخری سانس والی توبہ قبول نہیں ہوتی جیسے فرعون نے غرق ہوتے وقت موت کو سامنے دیکھ کر کفر سے توبہ کی اور ایمان کا اعلان کیا مگر قبول نہ ہوا۔ (قرآن: ۱۰: ۹۰) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیا خبر آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو اور مصروفیت کا شکار ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ (ابن ماجۃ: ۱۰۸۱: اقامۃ الصلاۃ: باب ۷۸)

☆ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک جان کنی کا وقت نہ آئے۔ (ترمذی: ۳۵۳۷: کتاب الدعوات: ۹۸) لہٰذا توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیا خبر

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، [۱۰] جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کرے گا، [۱۱] ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا، وہ دعا کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کردے [۱۲] اور ہمیں بخش دے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

آئندہ گھڑی میں موت آنے والی ہو اور توبہ کی مہلت ختم ہو جائے۔

نوجوان بوڑھوں سے عبرت حاصل کریں

توبہ ہر عمر کے مرد اور عورت کی ضرورت ہے لیکن جوانی میں اکثر انسان غفلت کا شکار رہتا ہے حالانکہ انسانی زندگی کا یہی وہ اہم ترین وقت ہے جس میں توبہ کی زیادہ ضرورت ہے اور اگر ساٹھ سال کی عمر میں توبہ کرنے کے بعد بیوی بچوں کو نیکی اور نماز کی ترغیب دے گا تو بیوی کہہ سکتی ہے کہ میں تیس سال سے تیرے ساتھ رہ رہی ہوں تو ہمیشہ گناہوں میں ڈوبا رہا اور میرے حقوق بھی پامال کرتا رہا۔ آج نیکی کا خیال کیسے آگیا؟ اور بچے بھی کہہ سکتے ہیں: ابا جان! آپ نے ساٹھ سال کی عمر تک عیاشی کی ہے، لہٰذا ہمیں بھی ابھی چالیس پچاس سال مزید عیاشی کر لینے دو، پھر ہم بھی توبہ کرلیں گے اگرچہ بیوی بچوں کا یہ جواب درست نہیں ہے (کیونکہ توبہ کی سعادت جس عمر میں نصیب ہو جائے غنیمت ہے اور موت جوانی میں بھی آسکتی ہے ساٹھ سال کی عمر کا انتظار غلط فہمی ہے) مگر یہ جوابات اس ساٹھ سالہ بوڑھے کے لئے لمحۂ فکریہ ہیں۔ اگر وہ جوانی میں توبہ کر لیتا تو اولاد پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے اور بڑھاپے میں ان دل آزار باتوں سے بھی واسطہ نہ پڑتا۔

[۱۰] جو لوگ سچے دل سے توبہ کرتے ہیں، امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو معاف فرمادے گا اور ان کو ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

[۱۱] قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو شرمندہ نہیں فرمائے گا، بلکہ ان کی شفاعت سے کئی گناہگاروں کی بخشش فرمائے گا۔

[۱۲] جب لوگ میزان عدل سے فارغ ہو کر پل صراط کی طرف جائیں گے تو وہاں تاریکی ہوگی، نافرمان اور سرکش لوگ اس تاریکی میں سرگرداں ہوں گے مگر اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے دائیں ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ چمک رہا ہوگا اور ان کے سامنے ان کے ایمان اور عمل صالح کا نور چمک رہا ہوگا مگر یہ نور صرف اہل ایمان کے راستے کو روشن کرے گا۔ جس طرح سرنگ، کان اور اندھیرے میں کام کرنے والا شخص اپنی پیشانی پر ایک ٹارچ باندھ لیتا ہے اور وہ ٹارچ صرف اسی کا راستہ

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨

۹۔ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ [۱۳]

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ دونوں (عورتیں) ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، [۱۴] پھر ان دونوں (عورتوں) نے ان دونوں (شوہروں) سے (دین کے معاملے میں) خیانت کی، [۱۵] پس وہ دونوں (ان کے شوہر) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے اور ان سے کہا گیا کہ تم دونوں (عورتیں) دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

روشن کرتی ہے کسی دوسرے کا راستہ روشن نہیں کرتی۔ اسی طرح اہل ایمان کا چہرہ ٹارچ کی طرح اسے تو اپنا راستہ دکھائے گا لیکن کسی اور کا راستہ روشن نہیں کرے گا۔ اہل ایمان دعا کر رہے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے اس نور کو قائم رکھ حتیٰ کہ ہم اس تاریکی سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیں۔

[۱۳] یعنی جب کفار سے جنگ کا موقع آ جائے تو پوری کوشش سے ان کا مقابلہ کرو اور منافقین جب اسلامی احکام کا مذاق اڑائیں تو انہیں بھی سخت سزا دو۔ یہ دونوں گروہ جہنم میں جانے والے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک گروہ تو اعلانیہ اللہ تعالیٰ کا منکر ہے اور دوسرا گروہ نفاق کے پردے میں نافرمانی کرتا ہے۔

[۱۴] کفار مکہ کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ کہتے کہ اگر قیامت آ ہی گئی تو چونکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رشتہ دار اور ہمسائے ہیں اس لئے وہ ہماری بھی شفاعت کریں گے۔ اس آیت میں ایک مثال کے ذریعہ ان کی اس غلط فہمی کا رد کیا جا رہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں کافر اور منافق تھیں، وہ اپنے شوہروں انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان نہیں رکھتی تھیں، اس لئے پیغمبروں کی بیویاں ہونا انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکا اور انہیں دوسرے دوزخیوں کے ساتھ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اسی طرح کفار مکہ بھی یاد رکھیں کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کے لئے کوئی شفاعت نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کی شفاعت ان کے کام آئے گی۔ صرف اہل ایمان ہی وہ خوش نصیب ہیں جو ایمان کی برکت سے شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔

[۱۵] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ ان دونوں عورتوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ منافق تھیں اور اپنے شوہروں پر دل سے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے جب اس نے عرض کیا: اے میرے رب! تو میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔ [۱۶]

وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ

۱۲۔ اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی ہے جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں

ایمان نہیں رکھتی تھیں۔ نیز حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اپنے شوہر کو مجنون کہتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی لوگوں کو اپنے مہمانوں کی اطلاع کردیتی تھی۔ ان کی خیانت سے مراد یہ نہیں کہ وہ بے حیائی کا کام کرتی تھیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی خیانت صرف دین میں تھی کیونکہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بھی بے حیائی کا ارتکاب نہیں کیا۔

(تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی: سورۃ التحریم (٦٦): زیر آیت نمبر ١٠)

[١٦] گزشتہ آیت میں کفار کو تنبیہ کرنے کے لئے دو کافر عورتوں کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ ان کے شوہر اللہ تعالیٰ کے نبی تھے مگر وہ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم رسید کردی گئیں، اور اس آیت میں اہل ایمان کی تسکین کے لئے ایک مومن عورت کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ اس کا شوہر سخت قسم کا کافر تھا مگر وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگئی۔

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ جب فرعون کو اس کا علم ہوا تو اس نے اپنی بیوی پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے مگر حضرت آسیہ مصائب کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہیں۔ ایک دن فرعون نے بعض درباریوں کو اپنی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرا کر اس کا خاتمہ کردو۔ جب وہ لوگ ان کے پاس آئے تو حضرت آسیہ نے آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھائی اور بارگاہ ایزدی میں عرض کی: یا اللہ! میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کی ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں گھر بنایا، موت سے پہلے انہیں دکھادیا اور اسی حال میں ان کی روح قبض کرلی گئی اور جب ان کے جسم پر وہ بھاری چٹان گرائی گئی تو ان کے جسم سے روح پہلے ہی پرواز کرچکی تھی اور چٹان ان کے بے جان جسم پر گری۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ طٰہٰ (٢٠): زیر آیت نمبر ٧٣)

حسن اور کیسان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت کے ساتھ نجات دی اور ان کو جنت کی طرف اٹھالیا اور وہ جنت میں

مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع

میں سے تھی۔[۱۷]

کھاتی پیتی ہیں۔

(تفسیر قرطبی: سورہ تحریم (۶۶): زیر آیت نمبر ۱۱)

[۱۷] اہل ایمان کے لئے دوسری مثال عمران کی بیٹی مریم کی ہے جن کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا گیا تھا، وہ ایک نیک اور عبادت گزار خاندان سے تھیں، وہ خود بھی بڑی نیک اور پاکدامن خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اپنی قدرت کی روح روح پھونکی جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اگرچہ لوگوں نے بغیر باپ کے بیٹے کی پیدائش پر بڑے الزامات لگائے مگر انہوں نے صبر و استقامت کے ساتھ ان کو برداشت کیا۔ انہوں نے آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کو قرآن مجید کا حصہ بنا دیا ہے: {اور عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بہت سچی تھیں۔}

(قرآن: ۵:۷۵)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از ظہر بروز پیر ۲۵ ر اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۰ تا ۲۵ ر اکتوبر یعنی پانچ دنوں میں سورہ تحریم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

۲۸ ویں پارہ کی تفسیر کا آغاز ۱۹ ستمبر ۲۰۱۰ء کو کیا تھا اور آج ۲۵ ر اکتوبر ۲۰۱۰ء یعنی ایک ماہ اور چھ دنوں میں ۲۸ ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الملک (۶۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "ملک" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

موت وحیات کی تخلیق میں کیا حکمت ہے؟

اس سورت کی آیت نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا کرنے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور ازل سے ہر انسان کے اعمال کو جانتا ہے مگر آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے اعمال کا علم ہو جائے اور قیامت کے دن جزا وسزا کے وقت کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

قدرت کی نشانیاں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کی تخلیق اور اس میں ستاروں کی زینت کو بیان فرمایا اور دنیا والوں کو چیلنج کیا کہ اس میں کہیں کوئی نقص دکھاؤ اور بار بار دیکھنے کے باوجود اگر تم اس میں نقص نہیں نکال سکے تو پھر تم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لانا چاہیے۔ اور اب بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو پھر تمہیں آگ کے عذاب کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اس دن تم پچھتاؤ گے مگر بے سود۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر اس کی قدرت پر ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں بخش دے گا اور ان کے نیک کاموں کا بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

مومن اور کافر کی مثال

اس سورت کی آیت نمبر ۲۲ میں کافر اور مومن کی مثال بیان کی گئی ہے۔ یعنی کافر اس شخص کی طرح ہے جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چلنے کے لئے پاؤں عطا فرمائے ہیں کوئی انسان اس دنیا میں منہ اور سر کے بل سفر طے نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی نادان فطرت کے خلاف طبع آزمائی کی کوشش کرے تو اسے اپنے دائیں بائیں اور آگے کچھ دکھائی نہیں دے گا اور سارا دن اسی جگہ پر ہی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا، نہ اسے صحیح راستہ نظر آئے گا اور نہ ہی وہ منزل تک پہنچ سکے گا۔ یہی مثال کافر کی ہے وہ سیدھے راستے کی تلاش کے لئے اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتا، اس لئے وہ ہمیشہ گمراہی میں سرگرداں رہتا ہے۔

اور مومن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے پاؤں کے بل سیدھا ہو کر چل رہا ہے اور دائیں بائیں ہر طرف دیکھ کر پوری تحقیق کے بعد صراط مستقیم پر گامزن ہے، وہ بالآخر ایک دن اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ کون ہدایت کے صحیح راستہ پر گامزن ہے اور کون گمراہی میں سرگرداں ہے؟

قیامت کب آئے گی؟

کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض

ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ اس سورت کی آیت نمبر ۲۶ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، میں تو تمہیں اس سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قیامت سے ڈرانے کے لئے اس کے وقت کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

درج ذیل مثال سے اس حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یعنی جس طرح ہم سب جانتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک دن ضرور مرنا ہے لیکن ہمیں اس کے مرنے کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہم ہر شخص کو تلقین کرتے ہیں کہ جو کام مرنے سے پہلے کرنے ضروری ہیں وہ جلدی کرلو کیونکہ موت اچانک آجائے گی اور پھر اس کام کے کرنے کی مہلت نہیں مل سکے گی۔ اسی طرح ہم سب کو یقین ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن ہمیں اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہمیں ہر شخص کو تلقین کرتے رہنا چاہیے کہ قیامت سے ڈرو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔

سورہ ملک کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن کی ایک سورت میں تیس آیتیں ہیں، وہ تیس آیتیں جس شخص کی بھی شفاعت کریں گی اس کی مغفرت کردی جائے گی، وہ سورہ ملک ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۱: فضائل القرآن: باب ۹)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگا دیا اور اسے علم نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، پھر اچانک اسے محسوس ہوا کہ یہ کسی انسان کی قبر ہے اور وہ قبر میں سورہ ملک پڑھ رہا ہے حتیٰ کہ اس نے پوری سورت ختم کی۔ پھر اس صحابی نے نبی ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے خیمہ لگایا اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہاں قبر ہے لیکن بعد میں مجھے محسوس ہوا کہ یہ کسی انسان کی قبر ہے جو سورہ ملک پڑھ رہا ہے حتیٰ کہ اس نے پوری سورت ختم کی، تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سورت مانعۃ اور منجیۃ ہے جو پڑھنے والے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۰: فضائل القرآن: باب ۹)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید میں ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اس کو جنت میں داخل کردے گی اور وہ سورت ملک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ خالد بن معدان نے فرمایا: قبر کے اندر یہ سورت (یعنی سورہ ملک) اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرتی ہے اور کہتی ہے: الٰہی! اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری سفارش اس (قاری) کے متعلق قبول فرما اور اگر تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے کتاب سے مٹا دے۔ یہ سورت (قبر میں) پرندہ کی طرح ہوگی اور اپنے پر صاحب قبر پر پھیلا دے گی اور اس کی سفارش کرے گی اور قبر کے عذاب سے اس کو بچالے گی۔ (تفسیر مظہری: سورہ ملک (۶۷) زیر آیت نمبر ۳۰)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز منگل ۲۶ راکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

آیاتها ۳۰ ۶۷ سورۃ الملک مکیۃ ۷۷ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝۱

۱۔ بڑی برکت والا ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جس کے ہاتھ میں (تمام جہانوں کی) بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱]

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲

۲۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے،[۲] اور وہ سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳

۳۔ جس نے اوپر نیچے سات آسمان بنائے، (اے مخاطب!) تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا، پھر دوبارہ نظر اٹھا کر دیکھ لے، کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے؟[۳]

---

[۱] اللہ تعالیٰ نہایت ہی بابرکت ہے۔ سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے جیسے چاہے ان میں تصرف کرسکتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے، جس چیز کا ارادہ کرے اس کو معرض وجود میں لاسکتا ہے۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور ازل سے ہر انسان کے اعمال کو جانتا ہے مگر آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے اعمال کا علم ہوجائے اور قیامت کے دن جزا و سزا کے وقت کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا: عمل کے لحاظ سے بہتر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرے۔ (تفسیر قرطبی)

[۳] اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے ایسے حسین اور مضبوط بنایا ہے کہ اس کی کسی چیز میں کوئی کمی یا نقص نہیں ہے، ہر چیز اپنی ضرورت کے مطابق کامل ہے۔ ذرا آسمانوں کی طرف ہی نگاہ اٹھاؤ، عرصہ دراز کے بعد بھی ان میں کوئی شگاف نظر نہیں آتا۔ عام طور پر کسی چیز کو ایک بار دیکھنے سے اس کے نقائص نظر نہیں آتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ تم آسمانوں کو بار بار دیکھو

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ④

۴۔ پھر بار بار نظر اٹھا کر دیکھ لے، تیری نگاہ تھک کر ناکام تیری طرف لوٹ آئے گی۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ⑤

۵۔ اور بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے مزین کر دیا ہے اور ہم نے انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا اور ہم نے ان (شیطانوں) کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۴]

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑥

۶۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ⑦

۷۔ جب وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہ جہنم کی خوفناک آواز سنیں گے اور وہ (جہنم کی آگ) جوش مار رہی ہوگی۔[۵]

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ⑧

۸۔ (ایسا معلوم ہوگا) گویا وہ ابھی شدتِ غضب سے پھٹ جائے گی، جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو جہنم کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟

اور تنقیدی نظر سے دیکھو پھر بھی تمہاری نظر تھک جائے گی مگر تم کائنات کے نظم و نسق میں کوئی نقص نہیں نکال سکو گے۔

[۴] اس آیت میں ستاروں کے دو مقاصد بیان کئے گئے ہیں، ایک تو وہ آسمان کے لئے زینت ہیں کیونکہ وہ رات کے وقت چراغوں کی طرح چمکتے ہیں اور دوسرا جب شیاطین آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان ستاروں سے ایسے شعلے نکلتے ہیں جو شیاطین پر برسائے جاتے ہیں، اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے شیاطین کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

[۵] ہنڈیا میں پانی جب انتہائی گرم ہو جائے تو وہ جوش مارتا ہے اور شور پیدا کرتا ہے اسی طرح جہنم کی آگ بھی جب انتہائی تپش کی کیفیت کو پہنچے گی تو وہ بھی جوش مارے گی اور خوفناک آوازیں پیدا کرے گی۔ آگ کا عذاب تو ویسے ہی ناقابلِ برداشت ہوتا ہے لیکن جب وہ جوش مارنے لگے اور خوفناک آوازیں پیدا کر رہی ہو تو اس کے عذاب کی شدت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اور جب دوزخی اس میں ڈالے جائیں گے اور وہ خوفناک آوازیں سنیں گے تو انہیں ایسا معلوم ہوگا گویا وہ آگ اپنی شدت

قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ ۬ۙ فَکَذَّبۡنَا وَ قُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ ۚۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ ﴿۹﴾

٩۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والا آیا تھا مگر ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے (تم پر) کوئی چیز نازل نہیں کی، تم خود ہی بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔[٦]

وَ قَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۰﴾

١٠۔ اور وہ کہیں گے: کاش! ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو (آج) ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔[٧]

فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِہِمۡ ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ﴿۱۱﴾

١١۔ پس وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں گے، سو دوزخیوں کے لئے (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) دوری ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ﴿۱۲﴾

١٢۔ بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔[٨]

تپش اور اپنے فطری غیض وغضب سے پھٹ پڑے گی اور اس کا ایک ایک شعلہ جس پر گرے گا اسے جلا کے راکھ کردے گا۔

[٦] قیامت کے دن نافرمانوں کو گروہ در گروہ جہنم میں پھینکا جائے گا اور جہنم کے محافظ فرشتے ہر گروہ سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس انبیاء نہیں آئے تھے؟ جنہوں نے تمہیں بتایا ہو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروگے تو تمہیں دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ فرشتے جانتے ہیں کہ ان کے پاس انبیاء آئے تھے مگر ان پر حجت قائم کرنے کے لئے ان سے سوال کریں گے تاکہ اہل دوزخ کو علم ہو جائے کہ ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جارہا بلکہ یہ ان کی بداعمالی کی سزا ہے۔ چنانچہ وہ کہیں گے: ہمارے پاس انبیاء آئے تھے اور انہوں نے ہمیں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا تھا مگر ہم نے انہیں جھٹلایا اور انہیں کہا کہ وہ اپنی قوم کا مذہب چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی کتاب نازل نہیں کی، وہ خود ہی باتیں بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔

[٧] جب نافرمانوں کو جہنم رسید کیا جائے گا تو وہ پچھتائیں گے اور کہیں گے: کاش! ہم انبیاء کی باتوں کو غور سے سنتے اور ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ جب وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کردے گا۔

[٨] جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں مگر ہر جگہ اور ہر لحہ اس کو حاضر مانتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے بشری تقاضوں کے مطابق جب خطائیں سرزد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬

۱۳۔ اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا بلند آواز سے، بے شک وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔[۹]

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ ع

۱۴۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ بڑا باریک بین (اور ہر چیز سے) خوب باخبر ہے۔[۱۰]

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ⑮

۱۵۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا، پس تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کے (دیئے ہوئے) رزق سے کھاؤ، اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) اٹھ کر جانا ہے۔[۱۱]

بخش دے گا اور ان کے نیک کاموں کا انہیں بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا ہو جائے پھر وہ کسی ظالم سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے بلکہ وہ حق و صداقت کا پیکر اور رحمت کا فرشتہ بن جاتا ہے۔

[۹] یعنی خواہ تم رازداری سے آہستہ بات کرو یا لوگوں کو سنانے کے لئے بلند آواز سے کرو، بہر حال اللہ تعالیٰ تمہاری ہر بات کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہارے دلوں کے ان رازوں کو بھی جانتا ہے جو ابھی زبان پر نہیں آئے تو پھر وہ تمہاری باتوں سے کیسے بے خبر ہو سکتا ہے؟ لہٰذا زبان سے کوئی بات کہنے یا دل میں کوئی بات سوچنے سے پہلے یاد رکھو کہ تمہاری کوئی بات اور تمہارا کوئی خیال اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔

[۱۰] جو شخص کوئی مشین ایجاد کرتا ہے وہ اس کے سب کل پرزوں اور ان کی کارکردگی سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اسی نے انسان کا دل اور اس کی زبان کو پیدا کیا ہے۔ بھلا اس سے زبان و دل کی کارکردگی کیسے مخفی ہو سکتی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے بلکہ وہ باریک بین ہے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی خوب جانتا ہے۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس زمین کو تمہارے لئے نرم اور مسخر کر دیا ہے۔ تم جس طرح چاہو اس میں تصرف کر سکتے ہو، لہٰذا تم اس میں سیر و سیاحت کرو، اس کے راستوں پر چلو اور اس سے پیدا ہونے والے رزق میں سے کھاؤ، مگر اس اللہ تعالیٰ کو بھی یاد رکھو جس نے تمہارے لئے یہ اسبابِ زندگی پیدا فرمائے ہیں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو کیونکہ بالآخر مرنے کے بعد سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا ہے جہاں ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ کیا تم آسمان والے (یعنی اللہ تعالیٰ) [۱۲] سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ اور وہ (زمین) اچانک لرزنے لگے۔ [۱۳]

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ کیا تم آسمان والے (یعنی اللہ تعالیٰ) سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے؟ سو عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ [۱۴]

---

[۱۲] اگرچہ اللہ تعالیٰ صرف آسمان میں نہیں بلکہ ہر طرف اور ہر جگہ موجود ہے لیکن اگر اس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو اس کی شان کی بلندی کے باعث عام طور پر آسمان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے لئے بھی ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں کو بھی آسمانی کتابیں کہا جاتا ہے۔ شاید اسی لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو آسمان کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کو آسمان والے کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ (ترمذی: ۱۹۲۴: ابواب البر: باب ۱۶)

[۱۳] اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم اس کی نافرمانی پر ڈٹے رہے تو وہ اچانک زمین پر لرزہ طاری کر کے تمہیں اس میں دھنسا دے گا اور کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا، جیسا کہ قارون کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: { پھر ہم نے اس (قارون) کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پس اس کے پاس کوئی جماعت نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔ } (قرآن: ۲۸: ۸۱) اسی طرح ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک آپ ﷺ کے تعاقب میں جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا پیٹ تک پتھریلی زمین میں دھنس گیا اور دھوئیں کی طرح غبار آسمان کی طرف بلند ہوا۔ سراقہ نے گھبرا کر اپیل کی: مجھے معاف کر دو میں آپ کو نقصان پہنچائے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: ج ۲: ص ۳۵۴)

[۱۴] اس آیت میں بھی کفار مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانی کرتے رہے تو وہ پتھر برسانے والی ہوا بھیج کر تمہیں تباہ و برباد کر سکتا ہے، جیسے قوم لوط (قرآن: ۱۱: ۸۲) اور اصحاب فیل (قرآن: ۱۰۵: ۴) کو پتھروں کی بارش سے ہلاک کر دیا گیا۔ جب تم خود اس عذاب کو دیکھ لو گے تو تمہیں میرے ڈرانے کا انجام معلوم ہو جائے گا مگر اس وقت پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ عذاب کے آ جانے کے بعد توبہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ⑱

١٨۔ اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو (دیکھ لو ان پر) میرا عذاب کتنا سخت تھا۔[١٥]

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ⑲

١٩۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹے ہوئے پرندوں کو (اڑتے) نہیں دیکھا، انہیں (فضا میں) رحمٰن تھامے ہوئے ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔[١٦]

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۚ ⑳

٢٠۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا لشکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے؟ کافر تو محض دھوکے میں مبتلا ہیں۔[١٧]

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ

٢١۔ بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے سکے اگر وہ (یعنی

---

[١٥] اس میں ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کفار مکہ کی تکذیب سے کبیدہ خاطر نہ ہوں ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے نبیوں کی تکذیب کی تھی اور جب وہ قومیں اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں تو انہیں سخت عذاب سے دو چار ہونا پڑا۔ اور اس میں دوسری طرف کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم پہلی قوموں مثلاً عاد و ثمود وغیرہ کے کھنڈرات سے عبرت حاصل کرو، جب وہ اپنے انبیاء کی مخالفت سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تمہیں بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

[١٦] اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں کے چلنے کے لئے زمین کو مسخر کر دیا ہے اور مچھلیوں کے تیرنے کے لئے پانی کو مسخر کر دیا ہے اسی طرح پرندوں کے اڑنے کے لئے فضا کو مسخر کر دیا ہے۔

پرندے جب فضا میں اڑتے ہیں تو وہ پر پھیلا لیتے ہیں اور کبھی دوران پرواز اپنے پروں کو سمیٹ بھی لیتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ زمین پر نہیں گرتے۔ ذرا غور کرو کہ وہ کون ہے جس نے پرندوں کو ایسی صلاحیت دی کہ وہ گھنٹوں فضا میں محو پرواز رہتے ہیں اور گرتے نہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا ایک نمونہ ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

[١٧] کفار مکہ کا خیال یہ تھا کہ ان کی افرادی قوت اور ان کے بتوں کی فوج انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لے گی مگر یہ ان کا سخت دھوکہ ہے، ان سے زیادہ تعداد والی کئی قومیں پہلے گزر چکی ہیں اور وہ اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں کیونکہ اس کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

اللہ تعالیٰ) اپنا رزق روک لے؟ لیکن وہ (کفار) سرکشی اور نفرت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ [۱۸]

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ کیا وہ شخص جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ شخص جو صراط مستقیم پر سیدھا ہو کر (پاؤں کے بل) چل رہا ہے؟ [۱۹]

قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ آپ فرما دیں: وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، (لیکن) تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ [۲۰]

---

[۱۸] یعنی اگر اللہ تعالیٰ بارش نہ برسائے یا زمین ہی کو پیداوار سے روک دے تو بھلا اور کون ہے جو تمہیں رزق مہیا کر سکے؟ پھر تم بھوک سے بلک بلک کر مر جاؤ گے اور تمہارا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا، مگر کفار مکہ بڑے ہٹ دھرم اور ضدی لوگ ہیں، وہ کوئی نصیحت قبول نہیں کرتے بلکہ سرکشی اور حق سے نفرت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

[۱۹] اس آیت میں کافر اور مومن کی مثال بیان کی گئی ہے۔ کافر اس شخص کی طرح ہے جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چلنے کے لئے پاؤں عطا فرمائے ہیں کوئی انسان اس دنیا میں منہ اور سر کے بل سفر طے نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی نادان فطرت کے خلاف طبع آزمائی کی کوشش کرے تو اسے اپنے دائیں بائیں اور آگے کچھ دکھائی نہیں دے گا اور سارا دن اسی جگہ پر ہی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا، نہ اسے صحیح راستہ نظر آئے گا اور نہ ہی وہ منزل تک پہنچ سکے گا۔ یہی مثال کافر کی ہے وہ سیدھے راستے کی تلاش کے لئے اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتا، اس لئے وہ ہمیشہ گمراہی میں سرگرداں رہتا ہے۔

اور مومن کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنے پاؤں کے بل سیدھا ہو کر چل رہا ہے اور دائیں بائیں ہر طرف دیکھ کر پوری تحقیق کے بعد صراط مستقیم پر گامزن ہے، وہ بالآخر ایک دن اپنی منزل تک پہنچ جائے گا۔ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ کون ہدایت کے صحیح راستہ پر گامزن ہے اور کون گمراہی میں سرگرداں ہے؟

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے تاکہ تم اس کائنات کو دیکھو، اس میں غور کرو اور اپنے خالق حقیقی کا عرفان حاصل کرو اور اس کے انعامات کا شکر ادا کرو مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔ کان، آنکھ اور دل بڑی انمول نعمتیں ہیں اگر ان کا احساس کرنا ہو تو کسی بہرے، اندھے یا دل کے مریض سے ان کی قدر معلوم کرو۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴿۲۴﴾	۲۴۔ آپ فرمادیں: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔[۲۱]
وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴿۲۵﴾	۲۵۔ اور وہ کہتے ہیں: یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟
قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴿۲۶﴾	۲۶۔ آپ فرمادیں: (اس کا) علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔[۲۲]

[۲۱] اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلایا اور قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں تم جمع کئے جاؤ گے جہاں وہ تمہارے اعمال کے مطابق تمہاری جزا و سزا کا فیصلہ سنائے گا۔

[۲۲] کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، میں تو تمہیں اس سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قیامت سے ڈرانے کے لئے اس کے وقت کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

موت اور قیامت کا وقت

درج ذیل مثال سے اس حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یعنی جس طرح ہم سب جانتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک دن ضرور مرنا ہے لیکن ہمیں اس کے مرنے کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہم ہر شخص کو تلقین کرتے ہیں کہ جو کام مرنے سے پہلے کرنے ضروری ہیں وہ جلدی کر لو کیونکہ موت اچانک آجائے گی اور پھر اس کام کے کرنے کی مہلت نہیں مل سکے گی۔ اسی طرح ہم سب کو یقین ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن ہمیں اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہمیں ہر شخص کو تلقین کرتے رہنا چاہیے کہ قیامت سے ڈرو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔

قیامت کا علم مخفی رکھنے کی حکمت

علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے، لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ پھر جب وہ اس (دن) کو قریب دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور (ان سے) کہا جائے گا: یہی وہ (وعدہ) ہے جس کو تم بار بار طلب کرتے تھے۔[۲۳]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ آپ فرمادیں: بھلا یہ بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟[۲۴]

اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ وہ دس سال بعد مر جائے گا تو ہوسکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ 9 سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کرلوں گا، یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہو جائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہو جائیں۔ یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تاکہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہٰذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتا دیں مگر اس کی تاریخ کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔} (قرآن: ۲۰:۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تاکہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تاکہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

[۲۳] کفار آج تو ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ قیامت کا عذاب کہاں ہے؟ لیکن قیامت کے دن جب انہیں عذاب بالکل قریب نظر آجائے گا تو اس کے خوف سے ان کے چہرے بگڑ کر سیاہ ہو جائیں گے، اس وقت انہیں کہا جائے گا: ہاں، یہ ہے وہ قیامت کا عذاب جس کا تم بار بار مطالبہ کرتے تھے۔ اب صرف اس کو دیکھو نہیں بلکہ اس کا مزہ چکھو۔

[۲۴] کفار مکہ اپنے ساتھیوں کو تسلی دیتے کہ اس نئے مذہب سے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ ﷺ ایک

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ آپ فرمادیں: وہی رحمٰن ہے، ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہے، پس عنقریب تم جان لوگے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے۔ [۲۵]

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ آپ فرمادیں: بھلا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا پانی زمین کے بہت نیچے اتر جائے تو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی کون لائے گا؟ [۲۶]

شاعر ہیں اور پہلے شعراء کی طرح جب آپ ﷺ فوت ہو جائیں گے تو آپ ﷺ کے ساتھی منتشر ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کا دین خود بخود ختم ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے صحابہ کو جلد موت دے دے یا ہم پر رحم فرما کر ہماری زندگی کچھ لمبی کر دے یعنی خواہ ہم آج فوت ہو جائیں یا دس سال بعد، ان دونوں صورتوں میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تمہیں اپنے کفر کے باعث جس دردناک عذاب سے واسطہ پڑنے والا ہے اس سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے کفار کو فرمایا: خواہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، بہرحال ہم اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ اور عنقریب قبر اور قیامت میں تم بھی جان لوگے کہ کون کھلا گمراہ ہے۔ یعنی اپنا انجام بد دیکھ کر تمہیں یقین ہو جائے گا کہ تم ہی کھلی گمراہی میں تھے۔

[۲۶] اس آیت میں کفار کو خطاب کیا گیا ہے یعنی یہ چشموں اور دریاؤں کا پانی اگر خشک ہو جائے یا زمین میں جذب ہو کر اتنا نیچے چلا جائے کہ تم اس کو نکال نہ سکو تو بتاؤ تم صاف اور بہتا ہوا پانی کہاں سے لوگے؟ تمہارے مویشی اور کھیت کیسے سیراب ہوں گے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے کہ وہ تمہاری نافرمانیوں کے باوجود تمہیں پانی سے محروم نہیں فرماتا، لہٰذا اس کی نعمتوں کا احساس کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بروز جمعہ بعد از مغرب ۲۹ راکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۶ تا ۲۹ راکتوبر یعنی تین دنوں میں سورہ ملک کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القلم (۶۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "قلم" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام "ن والقلم" ہے جو کہ اس سورت کے ابتدائی کلمات ہیں۔

قلم کی اہمیت

اس سورت کی پہلی آیت میں قلم اور لکھنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت قتادہ نے فرمایا: قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نہ دین قائم رہتا اور نہ ہی نظام زندگی درست ہوتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۴)

آج قرآن مجید اور حدیث پاک تحریری شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں پھر بھی اختلافات کا بازار گرم ہے اور اگر یہ دونوں ماخذ تحریری شکل میں نہ ہوتے تو آپ خود اندازہ کریں ہمارے اختلافات کا عالم کیا ہوتا۔

نبی کریم ﷺ دیوانے نہیں ہیں

کفار مکہ آپ ﷺ کو حسد اور بغض کی وجہ سے دیوانہ کہتے تھے۔ اس سورت کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد اس طرح فرمایا کہ قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ آپ دیوانے نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور آپ ﷺ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں، تو جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو اور ان کے اخلاق عظیم الشان ہوں وہ دیوانے نہیں ہو سکتے۔ اور اس سورت کے آخر میں ان کا رد اس طرح فرمایا کہ جب قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت اور ہدایت ہے تو جن پر یہ قرآن مجید نازل کیا گیا ہے وہ دیوانے کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ ﷺ دیوانے نہیں بلکہ علم و حکمت کا پیکر ہیں۔

مال و دولت پر مغرور نہ ہوں

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مال و دولت سے نوازا اور کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے پورے عرب میں عزت و احترام عطا فرمایا مگر وہ اس پر مغرور نہ ہوں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے۔ اگر انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے تو پھر ان پر بھی وہ عذاب آسکتے ہیں جو گزشتہ نافرمان قوموں پر آیا کرتے تھے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳ میں ایسے ہی نافرمان لوگوں کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و عزت سے نوازا لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کا سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔

کفار کے لئے دعوت فکر

آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷ میں کفار کو مختلف انداز میں تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ قیامت کے دن فرمانبردار اور نافرمان لوگ برابر نہیں ہوں گے بلکہ اس دن نافرمان لوگ ذلیل و رسوا ہوں گے اور فرمانبردار لوگ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے۔

کفار کی ایذا رسانی

اس سورت میں نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ آپ کفار کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور ان کے متعلق اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کریں اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیں جو ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے جس کے نتیجے میں انہیں مچھلی کے پیٹ میں جانا پڑا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز اتوار ۳۱ را کتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

آیاتھا ٥٢ ۔ ٦٨ سورۃ القلم مکیۃ ٢ ۔ رکوعاتھا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ ۔ ا۔ نون، [۱] قسم ہے قلم کی [۲]

[۱] یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ ان کی مزید تشریح کے لئے سورہ بقرہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔ نیز حروف مقطعات ذکر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تا کہ منکرین قرآن کو بتایا جائے کہ یہ قرآن ان ہی حروف سے مرکب ہے جن سے تم کلام بناتے ہو، لہٰذا اگر تمہارے خیال میں یہ کلام اللہ نہیں ہے تو تم اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ۔

[۲] بعض مفسرین کے نزدیک قلم سے مراد تقدیر لکھنے والا قلم ہے، جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، پھر اس سے فرمایا: تو لکھ، تو اس نے عرض کیا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت قائم ہونے تک ہر شے کی تقدیر لکھ دے۔

(ابو داوٗد: ٤٧٠٠؛ کتاب السنۃ: باب ١٦)

اکثر مفسرین کے نزدیک قلم سے مراد جنسِ قلم ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر اس قلم کی قسم کھائی ہے جس کے ساتھ آسمان اور زمین میں لکھا جاتا ہے۔ (تفسیر منیر: سورۃ القلم (٦٨): زیر آیت نمبر ١) سب سے پہلی وحی میں اسی جنس قلم یعنی عام قلم کا ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ (قرآن: ٩٦: ٣۔٤)

قرآن مجید کی پہلی اور دوسری وحی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے سورہ علق اور اس کے بعد ن والقلم نازل کی گئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ علق (٩٦): زیر آیت نمبر ٤) یعنی قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی اور دوسری وحی میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا حکم نہیں ہے بلکہ علم اور قلم کا ذکر ہے۔ اور دوسری سورت میں قلم کی قسم بھی کھائی گئی ہے اور پوری سورت کا نام بھی قلم رکھا گیا ہے۔ آپ اس سے کتابت اور قلم کی اہمیت کا اندازہ لگائیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ لکھنے کو پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ پڑھنا بھول جاتا ہے مگر لکھنا محفوظ رہتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کو لکھ کر محفوظ کر لو۔ (دارمی: مقدمۃ: باب ٤٣)

شہید کا خون اور قلم کی سیاہی

آج کمپیوٹر نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا ہے اور ساری دنیا کی معلومات کو اکٹھا کر کے آپ کے سامنے میز پر رکھ دیا

وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ اور اس کی جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ [۳]

ہے۔ یہ لکھنے کی ہی ایک ترقی یافتہ صورت ہے۔ اور لکھنے کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے فرمایا: قیامت کے دن شہیدوں کے خون کا علماء کے قلم کی سیاہی کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ (میزان کے ایک پلڑے میں شہید کی رگوں کا خون اور دوسرے میں عالم کے قلم کی سیاہی رکھی جائے گی) اور علماء کے قلم کی سیاہی ثواب کے اعتبار سے شہیدوں کے خون سے بھاری ہوگی۔ (کنز العمال: ۲۸۸۹۹: جلد ۱۰: ص ۱۴۱) ذرا اندازہ کریں ایک آدمی اپنے ملک و ملت کے دفاع کے لئے اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور اپنی رگوں کا خون دے کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس کے خون سے عالم کے قلم کی سیاہی زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ بظاہر اس بات کو سمجھنا مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر آپ درج ذیل مثال میں غور کریں تو بات آسان ہو جائے گی۔ امام بخاری کے زمانہ میں نہ جانے کتنے سینکڑوں انسان شہید ہوئے ہوں گے، وہ اپنا خون دے کر جنت کے مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے مگر آج ہم ان کے نام تک نہیں جانتے لیکن امام بخاری نے قلم کی سیاہی سے جو احادیث لکھی تھیں وہ گذشتہ 1200 سالوں سے لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے قلم کے ساتھ اس تحریر کی بھی قسم یاد فرمائی ہے جو قلم سے لکھی جاتی ہے۔ اس سے تحریر و تصنیف کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اس آیت میں لکھنے والوں سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے قلم تقدیر مراد لیا جائے تو وہ اگرچہ ایک ہے مگر اس قلم کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس طرح کسی بڑے آدمی کی تعظیم کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس قلم سے مراد جنس قلم ہو تو پھر اعمالنامے لکھنے والے فرشتے یا علوم دین لکھنے والے علماء مراد ہوں گے۔

قرآن مجید کی کتابت

نبی کریم ﷺ نے فن کتابت کے ماہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو قرآن مجید کی کتابت کے لئے متعین فرما رکھا تھا۔ جنہیں ''کاتبان وحی'' کہا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو نبی کریم ﷺ تصریح فرما دیتے کہ یہ آیت فلاں مقام پر لکھی جائے۔ اس طرح پورا قرآن مجید نبی کریم ﷺ کی براہ راست نگرانی میں لکھا گیا لیکن یہ تحریریں کتابی شکل میں مدون نہیں تھیں صرف پتوں، ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھی گئی تھیں۔

اس وقت حفاظت قرآن کا سب سے اہم ذریعہ اس کو زبانی یاد کرنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے خود بھی قرآن مجید کو حفظ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قرآن مجید زبانی یاد کرنے کی ترغیب دی جس کے نتیجہ میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید زبانی یاد کر لیا۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سینکڑوں حفاظ کرام جنگوں میں شہید ہو گئے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر حفاظ کرام کی شہادت کی یہی رفتار رہی تو قرآن مجید کی حفاظت کا کام مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اصل کاتبان وحی کی نگرانی میں قرآن مجید کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا جو خلیفہ وقت کے پاس محفوظ رہتا۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ ۲۔ (پیارے نبی!) آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔[۴]

قرآن مجید کے اولین مخاطب اہل عرب تھے۔ ہر قبیلہ کا لب ولہجہ مختلف تھا اور وہ قرآن مجید کو اپنے قبیلہ کے لب ولہجہ کے مطابق پڑھتے تھے۔ چونکہ ان کی مادری زبان عربی تھی اس لئے مختلف لہجوں سے کسی غلط فہمی کا اندیشہ نہیں تھا، لیکن جب اسلام عرب کی حدود سے نکل کر دوسری دنیا میں پھیلنا شروع ہوا اور غیر عربی لوگوں نے مختلف عرب قبائل سے قرآن مجید مختلف لہجوں میں سیکھنا شروع کیا تو ظاہر ہے اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو قریشی لب ولہجہ میں لکھایا اور اس کی کاپیاں تمام دنیائے اسلام میں بھجوادیں جو آج دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی اختلاف یا تبدیلی نہیں ہے۔

حدیث پاک کی کتابت

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے لکھنا بند کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

(دارمی: مقدمة: باب ۴۳)

[۴] مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے، وہ سچ اور جھوٹ، دانائی اور بے وقوفی اور امانت و خیانت میں فرق نہ کر سکے، بے ربط باتیں اور بے مقصد کام کرے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سچائی، دانائی، امانت اور دیانت کے اعلیٰ مرتبہ پر جلوہ گر ہیں، اس کے باوجود کفار مکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہتے تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی کہ یہ کیسے نادان لوگ ہیں، چالیس سال کی عمر تک تو یہ مجھے صادق، امین اور عقل مند و دانا کہتے رہے، اپنی امانتیں میرے پاس رکھتے رہے، اپنے اختلافات کا فیصلہ مجھ سے کراتے رہے اور اب مجھے دیوانہ کہتے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو کفار مکہ کی تردید کی ہے اور قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے وہ دیوانہ نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کا معلم اور رہنما ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نبی ہیں مگر کفار مکہ کی ایذا رسانی کے باوجود آپ جس ثابت قدمی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا ایسا اجر عطا فرمائے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جس میں آپ بھی دیکھ لیں گے اور کفار مکہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ ③	۳۔ اور بے شک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④	۴۔ اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر فائز ہیں۔[۵]

یعنی حقیقت میں دیوانے تو وہ خود ہیں اور بہت جلد انہیں اپنی دیوانگی کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جب عرب کے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو سب کو یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ دیوانے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

[۵] انسان جب کسی کی تعریف کرے تو اس میں غلط فہمی، مبالغہ، لالچ یا ڈر کا دخل ہو سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، بے نیاز اور دلوں کے راز جاننے والا ہے، وہ جب کسی کی تعریف کرتا ہے تو اس میں کسی کمی بیشی کا امکان نہیں ہوتا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرمائے کہ وہ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں تو ان کو جو دیوانہ کہے وہ خود دیوانہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام غلط نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق کی چند جھلکیاں

۱۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا کہ میں حسن اخلاق کو مکمل کر دوں۔ (موطا: کتاب حسن الاخلاق: باب ۱)

۲۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا، سو بہت اچھا ادب سکھایا۔ (الجامع الصغیر: ۳۱۰: جلد اول: ص ۲۵، کنز العمال: ۱۸۹۵: ۳: جلد ۱۱: ص ۴۰۶)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین کے خلاف دعا مانگیں تو آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (مسلم: ۶۶۱۳: کتاب البر: باب ۲۴)

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، آپ ﷺ نے کبھی مجھ سے اُف نہیں کہا، اور میں نے جو کام کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور میں نے جس کام کو ترک کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں ترک کیا؟ اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سب سے اچھے تھے اور کوئی ریشم آپ ﷺ کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم نہیں تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے پسینہ کی خوشبو سے بڑھ کر کسی مشک اور عطر کی خوشبو نہیں سونگھی۔ (ترمذی: ۲۰۱۵: ابواب البر: باب ۶۹)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی: اگر آپ ﷺ کو کوئی چیز پسند ہوتی تو آپ اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔ (بخاری: ۳۵۶۳: کتاب المناقب: باب ۲۳)

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ''نہ'' کبھی نہیں فرمایا۔ (بخاری: ۶۰۳۴: کتاب الادب: باب ۳۹)

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے سوا کبھی کسی کو نہیں مارا، کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔ (مسلم: ۶۰۵۰: ۲۳۲۸: کتاب الفضائل: باب ۲۰)

۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔ (بخاری: ۶۱۲۶: کتاب الادب: باب ۸۰)

۹۔ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ساحر اور مجنون کہا، آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا، آپ کو شہید کرنے کی سازش کی، آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ان کا کلیجہ چبایا لیکن آٹھ سال بعد جب آپ نے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا تو حرم کعبہ میں ان سخت ترین دشمنوں سے خطاب فرمایا: اے گروہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کریم نبی ہیں کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی: (آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمادے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ قرآن: ۱۲: ۹۲) جاؤ چلے جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو۔ (سبل الھدیٰ والرشاد: جلد ۵: ص ۲۶۴، فتح الباری لابن حجر عسقلانی: زیر حدیث نمبر ۴۲۸۹: کتاب المغازی: باب دخول النبی ﷺ من اعلیٰ مکۃ: جلد ۸: ص ۱۸) حسن اخلاق اور درگزر کا جو مثالی مظاہرہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی شان کریمی دیکھ کر اہل مکہ جوق در جوق آگے بڑھے اور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنے لگے۔

۱۰۔ عثمان بن طلحہ جس کا تعلق بنی شیبہ سے تھا اور وہ کعبہ کا کلید بردار تھا، وہ خود بیان کرتا ہے: ہجرت سے پہلے ایک روز رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی، آپ ﷺ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، میں نے کہا: اے محمد! آپ کیسی عجیب بات کر رہے ہیں؟ آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ کا پیروکار بن جاؤں حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا ہے اور ایک نیا دین لے آئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ عہد جاہلیت میں ہمارا یہ دستور تھا کہ ہم زائرین کے لئے پیر اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تا کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوں، میں نے آپ کے ساتھ بڑی بدخلقی کا مظاہرہ کیا اور نہایت ناشائستہ انداز میں گفتگو کی لیکن نبی کریم ﷺ نے کسی قسم کی برہمی کا اظہار نہ کیا بلکہ بڑے حلم اور بردباری سے میری بدکلامی کو برداشت کیا اور بڑی نرمی سے مجھے فرمایا: اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا۔ میں نے یہ سن کر کہا: کیا اس روز قریش کمزور اور ذلیل ہو چکے ہوں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس دن قریش کی عزت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ عثمان کہتا ہے: نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد میری لوح قلب پر نقش ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ مسلمان ہو جاؤں مگر جب میری قوم کو میرے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے سختی سے جھڑکا اور میں نے ایمان لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

پھر جس روز مکہ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ کعبہ کی کنجی لے آؤ تو میں نے کنجی پیش کر دی۔ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا: اے عثمان! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہجرت سے پہلے میں نے تمہیں کہا تھا: (اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کروں گا) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک مجھے یاد ہے آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج انتقام لینے کا دن نہیں بلکہ نیکی اور حسن اخلاق کا دن ہے اور کعبہ کی چابی مجھے دیتے ہوئے فرمایا: یہ چابی لے لو اور میں یہ چابی تمہیں ابد تک کے لئے دے رہا ہوں اور جو شخص تم سے یہ چابی چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ (سبل الهدیٰ والرشاد: جلد ۵: ص ۲۶۶، فتح الباری لابن حجر عسقلانی: زیر حدیث نمبر ۴۲۸۹: کتاب المغازی: باب دخول النبی ﷺ من اعلیٰ مکة: جلد ۸: ص ۱۹) چودہ صدیاں گزر چکی ہیں، ابھی تک کعبہ کی چابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسل میں ہے اور یقیناً قیامت تک ان کی نسل میں ہی باقی رہے گی۔ یہ نبی کریم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخت کلامی کے جواب میں آپ ﷺ کے احسان اور حسن اخلاق کا بے نظیر نمونہ ہے۔

۱۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ طبعاً بے شرمی کی بات کرتے تھے اور نہ تکلفاً۔ آپ بازار میں شور نہیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔ (ترمذی: ۲۰۱۶: ابواب البر والصلة: باب ۶۹)

۱۲۔ حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن ہی تو ہے۔ (مسلم: ۱۷۳۹: کتاب المسافرین: باب ۱۸) گویا آپ ﷺ چلتا پھرتا اور بولتا قرآن ہیں۔ یعنی جو کچھ قرآن کریم میں کہا گیا، نبی کریم ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے کیا خوب کہا ہے:

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

۱۳۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بنی قین کے ڈاکوؤں نے زید کی ماں کے قبیلے پر حملہ کیا، ان کا ساز و سامان لوٹا اور زید کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور اسے عکاظ کی منڈی میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے زید کو ۴۰۰ درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو تحفہ پیش کر دیا اور حضرت خدیجہ نے جب رسول اللہ ﷺ سے شادی کی تو انہوں نے زید کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے زید کو اسی وقت آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ﴿۵﴾ ۵۔ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

زید کے باپ حارثہ نے اپنے بیٹے کی تلاش میں کئی علاقوں کا سفر کیا۔ ایک دن اسے پتہ چلا کہ اس کا بیٹا مکہ میں ہے تو حارثہ اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ آیا اور حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! ہم اپنے بیٹے زید کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اس کا فدیہ دینے کے لئے تیار ہیں، آپ ہم پر احسان کریں اور اس کو آزاد کردیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بیٹے کو بلاؤ اور اس سے پوچھ لو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے فدیہ لئے بغیر تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے بجائے میرے ساتھ رہنے کو پسند کرے تو پھر تمہیں اس کو مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا: آپ نے یہ فرما کر صرف ہمارے ساتھ انصاف ہی نہیں کیا بلکہ احسان کی انتہا کردی ہے، ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بلایا اور پوچھا: کیا تم ان کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یہ میرا باپ ہے اور یہ میرا چچا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم چاہو تو ان کے ساتھ اپنے وطن واپس جاسکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ زید نے جواب دیا: میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوں، آپ ہی میرے لئے باپ اور چچا کی جگہ ہیں۔ اس کے باپ اور چچا نے کہا: اے زید! تم پر افسوس ہے، تم آزادی کے بجائے غلامی کو اور اپنے ماں باپ اور اہل خانہ کے بجائے ان کو پسند کررہے ہو۔ زید نے کہا: مجھے حضرت محمد ﷺ سے اتنی شفقت اور محبت ملی ہے کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

زید کا یہ جواب سن کر نبی کریم ﷺ زید کو باہر لائے اور اعلان کیا: اے لوگو! تم گواہ ہو جاؤ! زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ یہ اعلان سن کر زید کا باپ اور چچا دونوں خوش ہو کر واپس گھر لوٹ گئے۔ اس کے بعد زید کو زید بن محمد پکارا جانے لگا لیکن نبوت کے اعلان کے بعد جب سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵ نازل ہوئی تو اس کے بعد زید بن حارثہ کی نسبت سے پکارے جاتے۔ (اُسدُ الغابۃ: جلد دوم: ص ۲۳۸، الاصابۃ: جلد دوم: ص ۲۴۱) یہی وہ خوش نصیب زید ؓ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ میں اسلامی فوج کا امیر مقرر فرمایا اور اسی جنگ میں آپ نے شہادت کی سعادت حاصل کی۔ ؓ

نبی کریم ﷺ کے حسن مزاح کی چند جھلکیاں

۱۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (ایک دفعہ صحابہ کرام کو) فرمایا: میں مزاح اور ہنسی مزاق بھی کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (مجمع الزوائد: جلد ۹: ص ۱۷)

۲۔ حضرت انس ؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ وہ شخص پریشان ہو کر کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا: تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے ہوتے ہیں۔ (ترمذی: ۱۹۹۱: ابواب البر: باب ۵۷) اس شخص نے سمجھا آپ اونٹ کا بچہ فرمارہے ہیں اور آپ کی مراد اونٹ کا بیٹا تھی۔

بِاَىيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿٦﴾	٦۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٧﴾	٧۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔[٦]
فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٨﴾	٨۔ سو آپ جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔

٣۔ حضرت حسن ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی، وہ عورت واپس جا کر رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: اسے خبر دو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک ہم نے ان (اہل جنت کی بیویوں) کو بنایا ہے، پھر ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے جو محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں۔ (قرآن: ٥٦: ٣٧-٣٥)(شمائل ترمذی: جلد ٢: ص: ١١١: باب فی صفة وسول اللہ) اس بڑھیا نے سمجھا کہ آپ اس کے متعلق فرمارہے ہیں اس لئے رونا شروع کردیا مگر آپ کی مراد یہ تھی کہ بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ جنت میں سب جوان ہوں گی اور ان کی عمریں ٣٠ یا ٣٣ سال ہوں گی۔

(ترمذی: ٢٥٤٥: ابواب صفة الجنة: باب ١٢)

٤۔ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی جس کا نام زاہر ؓ تھا وہ نبی کریم ﷺ کے لئے گاؤں سے تحفے لاتا تھا اور جب وہ جانے لگتا تو نبی کریم ﷺ بھی اس کو کچھ سامان دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا تھا اور اس کی شکل اچھی نہیں تھی۔ ایک دن وہ اپنا سودا بیچ رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ پیچھے سے آکر اس سے اس طرح بغل گیر ہوئے کہ وہ دیکھ نہ سکا۔ اس نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے، پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا، پھر اس نے اپنی پیٹھ کو نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک کے ساتھ (برکت کے لئے) چپکائے رکھا اور نبی کریم ﷺ فرمارہے تھے: یہ عبد کون خریدے گا؟ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! بخدا اب آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ آپ نے فرمایا: لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو بلکہ بہت قیمتی ہو۔ (مسند احمد: جلد ٣: ص ١٦١، شرح شمائل ترمذی: جلد ٢: ص ١٠٧: باب فی صفة مزاح رسول اللہ) ایسے موقع پر بظاہر عبد سے مراد غلام ہوتا ہے لیکن وہ آزاد شخص تھا اور آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ وہ اللہ کا بندہ (عبداللہ) ہے۔

[٦] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست سے بھٹک گئے ہیں اور انہیں بھی خوب جانتا ہے جو مشکلات کے باوجود راہ راست پر گامزن ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ ﴿۹﴾

۹۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ (بت پرستی کے خلاف) نرمی اختیار کریں تو وہ (اسلام کے خلاف) نرم پڑ جائیں گے۔[۷]

وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيۡنٍ ۙ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور آپ کسی ایسے شخص کی بات بھی نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيۡمٍ ۙ﴿۱۱﴾

۱۱۔ جو بہت نکتہ چین اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔

مَّنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ۙ﴿۱۲﴾

۱۲۔ جو نیکی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا سخت گناہگار ہے۔

عُتُلٍّۭ بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِيۡمٍ ۙ﴿۱۳﴾

۱۳۔ (اور) بدمزاج ہونے کے علاوہ بداصل بھی ہے۔[۸]

---

[۷] جن لوگوں نے آپ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ آپ کے لئے مخلص نہیں ہو سکتے، لہٰذا آپ ان کی پرواہ نہ کریں کیونکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ اپنے دین کے کچھ احکام چھوڑ دیں تو وہ بھی اپنے کفر و شرک کے کچھ احکام چھوڑ دیں گے۔ (تفسیر قرطبی) اگر اس طرح دین اسلام میں ترمیم کا سلسلہ شروع کیا گیا تو آہستہ آہستہ ایک دن یہ پورا دین ختم ہو جائے گا، لہٰذا آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں اور اپنے دین کے جملہ احکام پر ثابت قدم رہیں۔

نبی تو گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور دین کے کسی حکم کو حذف کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، لہٰذا ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے امت مسلمہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کفار کی باتوں میں نہ آئیں۔

[۸] مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ اس خبیث کی دلآزار باتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں یہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار ہو جائے گا۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا: بے شک محمد (ﷺ) نے میری نو صفات بیان کی ہیں۔ وہ ساری میرے اندر ظاہر ہیں اور میں انہیں پہچانتا ہوں سوائے نویں صفت کے کہ میں حرامی بھی ہوں۔ اب اگر تو نے اس خبر کی تصدیق نہ کی تو میں تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا۔ اس نے کہا: تیرا باپ نامرد تھا، مجھے مال وراثت کا خطرہ لاحق ہوا (کہ اسے کوئی غیر نہ لے جائے) تو میں نے ایک چرواہے کو اپنے اوپر قادر کیا اور تو اس چرواہے کا بیٹا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

چغل خوری کی مذمت

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۱۴

۱۴۔ (وہ اس لئے سرکش ہے،) کہ وہ بہت مالدار اور بیٹوں والا ہے۔[۹]

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵

۱۵۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

۱۶۔ عنقریب ہم اس کی سونڈ (ناک) پر داغ لگا دیں گے۔[۱۰]

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝۱۷

۱۷۔ بے شک ہم نے ان (اہل مکہ) کو بھی اسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جب انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور صبح ہوتے ہی اس (باغ) کے پھل توڑ لیں گے۔[۱۱]

میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور بتائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے۔ پھر فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بدتر لوگ کون ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور بتائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بدتر لوگ وہ ہیں جو دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں، چلتے پھرتے چغلی کرتے ہیں اور بے قصور لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں۔

(مسند احمد: جلد ۶، ص ۴۵۹)

[۹] یعنی وہ شخص کثرت مال و اولاد کی وجہ سے اتنا سرکش اور مغرور ہو گیا ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

[۱۰] چہرہ میں ناک ہی بلند ہوتی ہے جو انسان کی خوبصورتی کا ذریعہ ہے اور جس کی ناک کٹ جائے یا داغدار ہو جائے تو اس کا چہرہ بدصورت ہو جاتا ہے، اسی لئے ناک داغدار ہونا، ناک کٹنا اور ناک نہ رہنا جیسے محاورات انسان کی ذلت و رسوائی کے بیان کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے بھی ولید کی ذلت و رسوائی بیان کرنے کے لئے ناک داغدار ہونے کو کنایۃً استعمال فرمایا ہے یعنی ہم اس کی سونڈ جیسی ناک پر عنقریب ایسا ذلت کا داغ لگائیں گے کہ وہ کسی کو منہ نہیں دکھا سکے گا۔ چنانچہ اس آیت کے نزول اور اس کی ماں کی تصدیق کے بعد جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ بد اصل ہے تو لوگ اس کا منہ دیکھتے ہی اس سے نفرت کرنے لگتے۔

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مال و دولت سے نوازا اور کعبہ کا متولی ہونے کی وجہ سے پورے عرب میں عزت و احترام عطا فرمایا مگر

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ⑱	۱۸۔ اور انہوں نے اِنْ شَاءَ اللہ نہ کہا۔
فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ هُمْ نَآئِمُوْنَ ⑲	۱۹۔ پس آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک عذاب آ گیا جب وہ سوئے ہوئے تھے۔
فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ⑳	۲۰۔ سو وہ باغ کٹے ہوئے کھیت کی طرح ہو گیا۔
فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ㉑	۲۱۔ پھر صبح ہوتے ہی وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔
اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ㉒	۲۲۔ کہ اگر تم پھل توڑنا چاہتے ہو تو سویرے سویرے اپنے کھیت کی طرف چل پڑو۔
فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ㉓	۲۳۔ سو وہ چل پڑے اور وہ آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے۔

وہ اس پر مغرور نہ ہوں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے۔ اگر انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے تو پھر ان پر بھی وہ عذاب آ سکتے ہیں جو گزشتہ نافرمان لوگوں پر آیا کرتے تھے۔ آنے والی سولہ آیات میں ایسے ہی نافرمان لوگوں کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و عزت سے نوازا لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کا سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔ مفسرین نے اس واقعہ کو مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے، میں یہاں پر ان سب کا خلاصہ پیش کرتا ہوں!

یمن میں صنعاء کے قریب ایک امیر آدمی رہتا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار اور بڑا نیک آدمی تھا۔ اس نے اپنی زمین میں انگوروں کا باغ لگا رکھا تھا اور کچھ حصہ میں کاشت کاری بھی کرتا تھا۔ اس نیک آدمی کا یہ معمول تھا کہ جب فصل کاٹنے اور باغ کا پھل توڑنے کا وقت آتا تو اس علاقہ کے غریب اور مسکین لوگ بھی وہاں جمع ہو جاتے اور وہ اپنے غلہ اور پھلوں میں سے کچھ غریب لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ جب وہ نیک آدمی فوت ہو گیا تو اس کے تین بیٹے تھے جو اس کی زمین اور باغ کے وارث بنے۔ ان تین بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے اخراجات بڑھ گئے ہیں، لہٰذا کل ہم غریبوں کے آنے سے پہلے صبح سویرے ہی اپنے پھلوں کو اتار لیں۔ ان کا منجھلا بھائی ان سے کچھ زیرک تھا، اس نے اپنے بھائیوں کو کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور غریبوں کی مدد جاری رکھنی چاہیے اور ان شاء اللہ بھی کہنا چاہیے۔ اس پر اس کے بھائیوں نے قسم کھالی کہ باغ ہمارا ہے اور محنت بھی ہم ہی کرتے ہیں، لہٰذا ہم ان مفت خورے غریبوں کو کچھ نہیں دیں گے۔ اور وہ اپنے پھلوں پر اتنا مغرور تھے کہ انہوں نے ان شاء اللہ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ الغرض ان میں سے جو بھی صبح سویرے پہلے اٹھے انہوں نے اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کو جگایا اور جلدی جلدی باغ کی طرف روانہ

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾	٢٤۔ کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس ہرگز کوئی مسکین نہ آنے پائے۔
وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾	٢٥۔ اور وہ صبح سویرے چل پڑے (ان کا خیال تھا) کہ وہ اپنے ارادہ کو پورا کرنے پر قادر ہیں۔
فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾	٢٦۔ پھر جب انہوں نے اس (کٹے ہوئے باغ) کو دیکھا تو کہنے لگے: یقیناً ہم راستہ بھول گئے ہیں۔
بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾	٢٧۔ بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔
قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾	٢٨۔ ان میں سے منجھلے (بھائی) نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم (اللہ تعالیٰ کی) تسبیح کیوں نہیں کرتے؟
قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾	٢٩۔ تب وہ کہنے لگے: ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

ہو گئے، اور آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے تاکہ غریب لوگ ان کی باتیں نہ سن سکیں ورنہ وہ بھی جاگ کر وہاں پہنچ جائیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے ارادہ کو پورا کرنے پر قادر ہیں اور غریبوں کے آنے سے پہلے پہلے سارے پھل اتار لیں گے لیکن جب وہ باغ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ باغ تو جل کر راکھ بن چکا ہے اور اس کے پھل بھی بالکل تباہ ہو چکے ہیں۔ پہلے تو انہیں خیال گزرا کہ رات کی تاریکی میں غالباً وہ راستہ بھول گئے ہیں اور غلطی سے کسی اور جگہ آ گئے ہیں لیکن جب غور سے دیکھا تو ششدر و حیران رہ گئے کہ یہ تو ان ہی کا باغ ہے اور ان کی قسمت پھوٹ گئی ہے اور وہ اپنے باغ سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس وقت ان کے منجھلے بھائی نے انہیں یاد دلایا: میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور غریبوں کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ تب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے لگے: اے ہمارے رب! تو پاک ہے، بے شک ہم نے ہی زیادتی اور سرکشی کی ہے، تو ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں اس کے بدلے میں بہتر باغ عطا فرما۔

الغرض جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کرتے ہیں ان پر اسی طرح عذاب نازل ہوتا ہے، یہ تو دنیا کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا ہوگا۔

تنبیہ: منجھلے بھائی نے اگرچہ بہت اچھا کام کیا تھا جو انہیں اس کرتوت سے منع کیا لیکن جب وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکا اور ان

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ وہ کہنے لگے: ہائے ہماری شامت! بے شک ہم ہی سرکش تھے۔

عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾

۳۲۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہم کو اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دے گا، بے شک اب ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

۳۳۔ عذاب اسی طرح ہوتا ہے، اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، کاش! وہ لوگ جانتے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾

۳۴۔ بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والے باغات ہیں۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ؕ

۳۵۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ [۱۲]

کے ساتھ شریک کار ہو گیا تو وہ بھی ان ہی کے حکم میں شمار ہو گا۔

[۱۲] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے جب سنا کہ آخرت میں پرہیزگاروں کو نعمتوں والے باغات ملیں گے تو انہوں نے کہا: اگر مسلمانوں کی یہ بات صحیح نکلی کہ ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہاں بھی حالات مختلف نہیں ہوں گے بلکہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے بہتر ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ہم ہی بہتر ہوں گے ورنہ کم از کم مسلمانوں کے درجہ کے برابر ضرور ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس زعم باطل کا رد فرمایا ہے۔ دنیا کے کسی مہذب ملک میں قانون کے پابند شہری اور قانون توڑنے والے مجرم برابر نہیں ہو سکتے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں اور اس کے نافرمانوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے؟ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم یہ کیسی بات کر رہے ہو جو عقل کے کسی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ ہاں اگر تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ تمہیں آخرت میں وہی ملے گا جو تمہیں پسند ہو گا تو وہ کتاب ہمیں دکھاؤ۔ اور اگر ایسی کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو؟

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ کہ تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ یا تم نے ہم سے ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک باقی رہیں گی کہ تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جس کا تم فیصلہ کرو گے۔ [۱۳]

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ مع ۱۵

۴۰۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ یا ان کے پاس کوئی گواہ ہیں؟ تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے گواہوں کو پیش کریں اگر وہ سچے ہیں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ جس دن پنڈلی سے پردہ اٹھایا جائے گا اور ان کو سجدہ کے لئے بلایا جائے گا تو وہ (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔ [۱۴]

---

[۱۳] جب تمہارے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی تو پھر کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے قسمیں لے رکھی ہیں یا عہد و پیمان کر رکھے ہیں کہ تمہیں قیامت کے دن وہی ملے گا جس کا تم خود فیصلہ کرو گے۔ اگر ایسا کوئی معاہدہ ہوا ہے تو اس کے ضامن اور گواہ کون تھے جن کی ضمانت اور گواہی پر یہ معاہدہ طے پایا تھا، لہٰذا اگر تم سچے ہو تو ان گواہوں کو پیش کرو۔ اور اگر کوئی گواہ نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

[۱۴] قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کا نور ظاہر فرمائے گا اور لوگوں کو سجدہ کے لئے بلایا جائے گا تو مخلص ایمان والے سجدہ ریز ہو جائیں گے مگر کفار کی کمر اکڑ جائے گی اور وہ کوشش کے باوجود سجدہ نہ کر سکیں گے حالانکہ دنیا میں جب انہیں سجدہ کے لئے بلایا جاتا تھا تو وہ تندرست ہونے کے باوجود سجدہ نہیں کرتے تھے، لہٰذا آج اس کی سزا کے طور پر وہ سجدہ کرنے سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ ان کی نگاہیں ندامت کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت و رسوائی چھا رہی ہوگی۔

حضرت ابوسعید ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (جس دن) ہمارا رب اپنی پنڈلی

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھا رہی ہوگی حالانکہ وہ (دنیا میں بھی) سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے جبکہ وہ تندرست تھے۔

فَذَرْنِیْ وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ پس (پیارے نبی!) آپ اس کلام (قرآن) کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں، [۱۵] ہم انہیں بتدریج (تباہی کی طرف) اس طرح لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ [۱۶]

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں، بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔

ظاہر فرمائے گا تو ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لئے سجدہ کرتا تھا وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو اس کی کمر تختہ کی طرح سخت ہو جائے گی۔ (بخاری: ۴۹۱۹: کتاب تفسیر القرآن: سورہ قلم: باب ۲)

[۱۵] میرے پیارے نبی! جو لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے انتقام لوں گا۔

[۱۶] جو لوگ قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں بسا اوقات انہیں فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کے لئے دنیاوی عیش اور فراخی میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے انہیں غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ان کا طرز عمل درست ہے مگر درحقیقت وہ بے خبری میں آہستہ آہستہ تباہی کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں لیکن پھر بھی جو توبہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر بڑی سخت سزا کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ وہ چاہے تو اسی دنیا میں کسی وقت پکڑ لے یا چاہے تو آخرت میں مگر جب وہ پکڑتا ہے تو اس کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ پھر کوئی چھڑا نہیں سکتا، لہٰذا اس دنیا میں نافرمانی کے باوجود اگر کسی کے رزق میں کشادگی ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، ہو سکتا ہے یہ اس کے لئے آزمائش اور تباہی کا ذریعہ ہو۔

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی بدکار نے کہا: اے میرے رب! میں تیری کتنی نافرمانی کرتا ہوں اور تو مجھے کوئی سزا نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اس احمق سے کہو کہ میں نے تجھے کئی سزائیں دی ہیں لیکن تجھے ان کا شعور نہیں ہے، اگر تجھے عقل ہوتی تو تیری آنکھوں کا آنسوؤں سے محروم ہو جانا اور تیرے دل کا سخت ہو جانا بہت بڑی سزا ہے اور میری طرف سے مہلت ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ القلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۴۴)

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ [۱۷]

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں۔ [۱۸]

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾

۴۸۔ پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے (اپنے رب کو) پکارا جبکہ وہ غم و غصہ کی حالت میں تھے۔ [۱۹]

---

[۱۷] میرے پیارے نبی! اگر آپ تبلیغ اسلام کے بدلے میں ان سے کوئی اجرت طلب کرتے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی تو ان کے انکار کی کوئی وجہ بھی تھی، مگر آپ تو بلا معاوضہ ان کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں، پھر یہ کتنے نادان ہیں جو آپ کی بات نہیں سنتے۔

[۱۸] میرے پیارے نبی! یہ کفار قرآن کی آیات اور آپ کے معجزات کے باوجود آپ کو نہیں مانتے۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ان کے پاس اس انکار کی کیا دلیل ہے؟ اگر ان کے پاس کوئی غیب کی خبر آتی ہے جس کو وہ لکھ لیتے ہیں تو وہ تحریر پیش کریں، لیکن ان کے پاس غیبی علم کی کوئی تحریر نہیں ہے یہ صرف تعصب اور عناد کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

[۱۹] یعنی آپ کفار کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور ان کے متعلق اپنے رب کے فیصلے کا انتظار کریں اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیں جو ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے جس کے نتیجے میں وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے اور غم و غصہ کی حالت میں اپنے رب کے حضور اس طرح فریاد کی: لاالٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔)

حضرت یونس علیہ السلام اور مچھلی کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو عراق میں نینوئی کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اہل نینوئی کو شرک سے روکا اور توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی ہٹ دھرمی اور سرکشی بڑھتی گئی، آپ نے انہیں عذاب کی وعید سنائی کہ تین دنوں تک ان پر عذاب آنے والا ہے اور خود ان لوگوں پر غضبناک ہو کر وہاں سے چل نکلے اور اس ہجرت کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار نہ کیا۔ اگر چہ عام مومنوں کے لئے ایسے مشرک اور ہٹ دھرم لوگوں کا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر جانا اچھی بات ہے مگر ایک نبی کے شایان شان یہی تھا کہ آپ وحی کا انتظار کرتے۔

لَوۡ لَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾

۴۹۔ اگر ان کے رب کی رحمت ان کی دستگیری نہ کرتی تو وہ مذموم حالت میں چٹیل میدان میں پھینک دیئے جاتے۔[۲۰]

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور جب کشتی ڈگمگانے لگی اور سب لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں کوئی عاصی یا بھاگا ہوا غلام ہے کیونکہ ہوا کے بغیر کشتی اسی وقت ڈگمگاتی ہے جب اس میں کوئی عاصی انسان ہو اور ہماری روایت یہ ہے کہ جب ہم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم قرعہ اندازی کرتے ہیں اور جس کے نام پر قرعہ نکل آئے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ ایک آدمی کا غرق ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ کشتی کے سارے لوگ غرق ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے تین بار قرعہ اندازی کی اور ہر بار حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی عاصی بندہ اور بھاگا ہوا غلام ہوں اور پھر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ پس ایک بڑی مچھلی آئی اور اس نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کو فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ میں نے تیرا پیٹ ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے، ان کو تیرے لئے خوراک نہیں بنایا۔

(تفسیر کبیر: سورۃ الأنبیاء(۲۱): زیر آیت نمبر ۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام وحی کا انتظار کئے بغیر چل نکلے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر رہے اس لئے ان پر کوئی گرفت نہیں ہوگی لیکن اب مچھلی کے پیٹ میں انہیں احساس ہوا کہ ہجرت کا حکم نازل ہونے سے پہلے چل نکلنا ان کی اجتہادی خطا تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں دعا کی: اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی نے سمندر کے کنارے آ کر آپ کو اگل دیا۔

دعائے یونس علیہ السلام کی فضیلت

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: لاالٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

(ترمذی: ۳۵۰۵: کتاب الدعوات: باب ۸۲)

☆ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی غم یا مصیبت لاحق ہو اور وہ اس سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان فرما دے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی دعا ارشاد فرمائی یعنی لاالٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

(مستدرک: امام حاکم: ۱۸۶۴: جلد اول: ص ۶۸۵)

[۲۰] اگر وہ مچھلی کے پیٹ میں تسبیح نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرماتا تو انہیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا اور ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا۔ یا وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {پس اگر وہ تسبیح کرنے

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۵۰

۵۰۔ پس ان کے رب نے انہیں چن لیا اور ان کو صالحین میں شامل رکھا۔[۲۱]

وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝۵۱

۵۱۔ اور بے شک کافرلوگ جب قرآن سنتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ وہ آپ کو اپنی (بد) نظروں سے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں[۲۲] اور کہتے ہیں کہ وہ ضرور دیوانہ ہے۔

والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک رہتے جب لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔}
(قرآن: ۳۷: ۱۴۳۔ ۱۴۴)

[۲۱] مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح اور توبہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صالحین میں شامل رکھا اور ان کے ساتھ وحی کا سلسلہ بحال کر دیا اور جب آپ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو وہی لوگ جنہوں نے پہلے آپ کی تکذیب کی تھی وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ پر ایمان لے آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا، پس وہ (لوگ ان پر) ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک معین مدت تک فائدہ پہنچایا۔}
(قرآن: ۳۷: ۱۴۷۔ ۱۴۸)

[۲۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید پڑھ کر سناتے تو کفار آپ کو ایسی تیز نظروں سے گھور کر دیکھتے جیسے ان کے بس میں ہو تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھا جائیں۔ نیز جو لوگ نظر لگانے میں مشہور تھے کفار ان کی خدمات بھی حاصل کرتے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بد نظروں سے دیکھیں اور ان کو نقصان پہنچائیں مگر جس شمع کو اللہ تعالیٰ روشن رکھنا چاہے اس کو کسی بدخواہ کی بد نظریں نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

نظر بد کا لگنا

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر کا لگنا حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم پر سوئی سے کرید کر نشان (Tattoo) بنانے سے منع فرمایا۔ (بخاری: ۵۷۴۰: کتاب الطب: باب ۳۶)

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک بچی دیکھی جس کے چہرے پر داغ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دم کرو کیونکہ اس کو نظر لگی ہے۔ (بخاری: ۵۷۳۹: کتاب الطب: باب ۳۵)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسان کی نظر بد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے، لیکن جب معوذتان یعنی قرآن مجید کی آخری دو سورتیں نازل ہوئیں تو پھر آپ انہی دو سورتوں کو پڑھنے پر اکتفا کرتے تھے۔
(ترمذی: ۲۰۵۸: ابواب الطب: باب ۱۶)

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾ ۵۲۔ حالانکہ وہ (قرآن) تو سارے جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔[۲۳]

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نظر کا لگنا حق ہے، نظر کے وقت شیطان بھی آ جاتا ہے اور ابن آدم پر حسد کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ القلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۵۱: جلد ۴: ص ۳۵۸)

[۲۳] جب قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت اور ہدایت ہے تو جس پر یہ قرآن مجید نازل کیا گیا ہے وہ دیوانہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لہٰذا آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ ﷺ دیوانہ نہیں بلکہ علم وحکمت کا پیکر ہیں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز جمعہ ۵ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۳۱ راکتوبر تا ۵ نومبر یعنی پانچ دنوں میں سورہ قلم کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحاقۃ (۶۹)

یہ سورت کی ہے، اس کا نام ''حاقہ'' ہے اور یہ سورت اسی نام سے شروع کی گئی ہے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

اس سورت کی ابتدائی آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کا آنا یقینی ہے۔ تم سے پہلے جن قوموں یعنی قوم ثمود و عاد، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم نوح وغیرہ نے قیامت کا انکار کیا تھا تو ان پر مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے تھے جن کے بارے میں تم اپنے آباء و اجداد سے سنتے چلے آرہے ہو، لہٰذا تم گزشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کرو اور قیامت پر ایمان لے آؤ۔

قیامت کی ہولناکی

آیت نمبر ۱۳ تا ۱۷ میں وقوع قیامت کے چند ہولناک احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ کر روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہا ہوگا۔

نامۂ اعمال

آیت نمبر ۱۸ تا ۳۷ میں نیک اور برے لوگوں کے اعمال ناموں کے مطابق ان کی جزا و سزا کا ذکر ہے، یعنی قیامت کے دن جب لوگ میزان عدل پر پہنچیں گے تو سب لوگوں کے ظاہری اعمال اور باطنی احوال ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ جو لوگ قیامت پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے ڈر سے نیک اعمال کرتے تھے ان کے اعمالنامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عالی شان جنت میں پسندیدہ زندگی گزاریں گے۔ اور جو لوگ قیامت کے منکر تھے اور برائیوں میں سرگرم رہتے تھے ان کے اعمالنامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ جہنم میں پچھتائیں گے۔

قرآن مجید

آیت نمبر ۳۸ سے آخر تک قرآن مجید کی صداقت اور اس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، اس میں کسی کمی بیشی یا شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور آج جو لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں وہ قیامت کے دن حسرت سے پکاریں گے: کاش! وہ قرآن مجید کی تکذیب نہ کرتے تو وہ بھی جنت میں داخل ہوتے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعہ ۵ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ۵۲ | ۶۹ سُوْرَۃُ الْحَاۗقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ ۷۸ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَاۗقَّۃُ ۝۱ — ۱۔ وہ واقع ہونے والی (قیامت)۔

مَا الْحَاۗقَّۃُ ۝۲ — ۲۔ وہ واقع ہونے والی کیا ہے؟

وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْحَاۗقَّۃُ ۝۳ — ۳۔ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ واقع ہونے والی کیا ہے؟[۱]

کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَۃِ ۝۴ — ۴۔ عاد و ثمود والوں نے کھڑکھڑانے والی (قیامت) کو جھٹلایا۔[۲]

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُہْلِکُوْا بِالطَّاغِیَۃِ ۝۵ — ۵۔ تو ثمود والے ایک سخت چنگھاڑ سے ہلاک کردیئے گئے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُہْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۝۶ — ۶۔ اور عاد والے ایک سخت سرد اور تند و تیز آندھی سے ہلاک کردیئے گئے۔

---

[۱] واقع ہونے والی سے مراد قیامت ہے جس کا آنا برحق ہے۔ اس کی شدت بتانے کے لئے دو دفعہ سوال کیا گیا ہے، یعنی کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ قیامت کیا ہے؟ قیامت کی ہولناکی کا عالم یہ ہے کہ بڑے سے بڑا مفکر بھی اس کی ہولناکی کا پوری طرح ادراک نہیں کرسکتا۔ ظاہر ہے جس کی آمد سے آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں اڑنے لگیں تو انسان اس کی ہولناکی کی شدت کیسے بیان کرسکتا ہے؟

[۲] کھڑکھڑانے والی سے بھی مراد قیامت ہے۔ جب قیامت برپا ہوگی تو ہر چیز کی ٹوٹ پھوٹ سے ایسی خوفناک آواز پیدا ہوگی کہ انسان کے حواس باختہ ہو جائیں گے۔ یہاں پر کفار مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قیامت کا آنا یقینی ہے، لہٰذا تم اس پر ایمان لے آؤ اور گزشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کرو، مثلاً قوم ثمود والوں نے جب اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور قیامت کا انکار کیا اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں ایک سخت چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور وہ چنگھاڑ اتنی سخت تھی کہ اس سے ساری زمین پر زلزلہ طاری ہوگیا اور ثمود والے صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔ قوم ثمود کے احوال پیچھے کئی سورتوں میں گزر چکے ہیں، مثلاً سورہ اعراف (۷) کی آیات ۷۳ تا ۷۹، سورہ ہود (۱۱) کی آیات ۶۱ تا ۶۸ اور سورہ شعراء (۲۶) کی آیات ۱۴۱ تا ۱۵۹ میں ملاحظہ کریں۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾

۷۔ اللہ تعالیٰ نے آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا، پھر (اے مخاطب! اگر تو اس وقت وہاں موجود ہوتا) تو ان کو اس (آندھی) میں اس طرح گرا ہوا دیکھتا گویا وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے پڑے ہیں۔ [۳]

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

۸۔ پھر کیا تمہیں ان میں سے کوئی (آج) بچا ہوا نظر آتا ہے؟

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾

۹۔ اور فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں انہوں نے بھی گناہ کیے۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾

۱۰۔ پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑی سخت گرفت فرمائی۔ [۴]

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾

۱۱۔ بے شک جب پانی میں طغیانی آ گئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ

۱۲۔ تاکہ ہم اس (واقعہ) کو تمہارے لئے نصیحت بنا دیں

---

[۳] قوم عاد کے لوگ بڑے دراز قد اور طاقتور تھے، وہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے اور قوم ثمود کی طرح قیامت کے بھی منکر تھے۔ ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ عقل کے ناخن لو، جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں طاقتور بنایا ہے وہ خود تم سے زیادہ طاقتور ہے، لیکن جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مسلسل انکار کرتے رہے تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت آندھی بھیجی جو بدھ کی صبح سے لے کر دوسرے بدھ کی شام تک یعنی آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل جاری رہی اور انہیں فضا میں بلند کر کے اس زور سے زمین پر پٹخ دیتی کہ ان کے سر ان کے جسم سے الگ ہو جاتے یہاں تک کہ ان کے لاشے کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ اس آندھی میں قوم عاد کے سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے، اسی لئے آج ان کی نسل سے کوئی فرد دنیا میں موجود نہیں ہے۔ قوم عاد کے احوال پیچھے کئی سورتوں میں گزر چکے ہیں، مثلاً سورہ اعراف (۷) کی آیات ۶۵ تا ۷۲، سورہ ہود (۱۱) کی آیات ۵۰ تا ۶۰ اور سورہ شعراء (۲۶) کی آیات ۱۲۳ تا ۱۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[۴] قوم عاد و ثمود کے علاوہ قوم فرعون اور اس سے پہلے جو کافر قومیں تھیں اور قوم لوط جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں، ان سب قوموں نے اپنے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑی سخت گرفت فرمائی اور انہیں ہلاک کر دیا۔

وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾
اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ [۵]

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾
۱۳۔ پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماری جائے گی۔

وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿۱۴﴾
۱۴۔ اور زمین اور پہاڑ (اپنی جگہوں سے) اٹھا لئے جائیں گے تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ [۶]

فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾
۱۵۔ پس اس دن واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾
۱۶۔ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ بالکل کمزور ہوگا۔ [۷]

وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴿۱۷﴾
۱۷۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہو جائیں گے، اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ [۸]

---

[۵] ان دو آیات میں کفار مکہ کو خطاب کیا گیا ہے یعنی جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو اس میں سب انسان غرق ہو گئے لیکن ہم نے تمہیں یعنی تمہارے آباء و اجداد کو کشتی میں سوار کر کے بچا لیا کیونکہ اس وقت چند اہل ایمان ہی اس کشتی کے ذریعہ بچ نکلے تھے جن سے آگے نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہا اور تم بھی انہی کی اولاد سے ہو۔ اگر تمہارے آباء و اجداد کو نہ بچایا جاتا تو آج تم بھی اس دنیا میں نہ ہوتے۔ لہٰذا اس واقعہ کو دل کے کانوں سے سنو، اس کو یاد رکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تمہارے اہل ایمان آباء و اجداد کو بچا لیا اور نافرمان لوگوں کو پانی میں غرق کر دیا، اور اس حقیقت میں بھی غور کرو کہ تمہارے آباء و اجداد تو اہل ایمان تھے تبھی غرق ہونے سے بچ گئے، پھر تم ایمان کیوں نہیں لاتے۔

[۶] ان آیات میں وقوع قیامت کے چند احوال بیان کئے جا رہے ہیں یعنی جب حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور پھونکیں گے تو اس دن قیامت واقع ہو جائے گی اور زمین اور پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے اٹھا کر باہم اس طرح ٹکرا دیا جائے گا کہ وہ ایک ہی ٹکر سے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

[۷] آسمان اس قدر مضبوط اور مستحکم ہے کہ لاکھوں برس گزرنے کے بعد بھی اس میں کوئی شگاف نہیں پڑا مگر قیامت کے دن خوف خداوندی سے اتنا کمزور ہو جائے گا کہ پھٹ کر روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہا ہوگا۔

[۸] جب آسمان پھٹ جائے گا تو آسمان میں رہنے والے فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے اور آٹھ خصوصی فرشتے عرش

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اس دن تم پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہ رہے گا۔[۹]

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ پس جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا[۱۰] تو وہ کہے گا: آؤ! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔[۱۱]

الٰہی کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

[۹] قیامت کے دن جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو اس دن نہ کوئی چھپنے والا چھپ سکے گا اور نہ ہی کسی کا کوئی راز پوشیدہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے تو آج بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے مگر اس دن لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لئے سب کے احوال اور اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے۔

[۱۰] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قیامت کے دن جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ اس کی نجات اور کامیابی کی دلیل ہوگی۔ (تفسیر قرطبی) اور میدان حشر میں نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ اس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

میدان حشر میں امت محمدیہ کی نشانیاں

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی، پھر میں سامنے کی طرف دیکھوں گا تو امتوں کے درمیان سے اپنی امت کو پہچان لوں گا اور میرے پیچھے بھی اس کی مثل ہوگا اور میرے دائیں بھی اس کی مثل ہوگا اور میرے بائیں بھی اس کی مثل ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک اتنی امتیں ہوں گی، آپ ان میں سے اپنی امت کو کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے وضو کے اثر سے چمکتے ہوں گے اور دوسری کوئی امت اس طرح نہیں ہوگی۔ اور میں ان کو اس وجہ سے بھی پہچان لوں گا کہ ان کے اعمالنامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور میں اس وجہ سے بھی پہچان لوں گا کہ ان کی اولاد ان کے آگے دوڑ رہی ہوگی۔ (مسند احمد: جلد ۵، ص ۱۹۹)

[۱۱] جب کسی طالب علم کو سال کے بعد امتحان میں کامیابی کی خوش خبری اور سند دی جاتی ہے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، وہ اپنے ماں باپ، دوست احباب اور بھائی بہنوں کو کہتا ہے: آؤ! میری سند پڑھو، میری سال بھر کی محنت رنگ لائی ہے اور میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اسی طرح میدان حشر میں جس خوش نصیب کے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا وہ بھی خوشی سے

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾	۲۰۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب سے ملاقات کروں گا۔[۱۲]
فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔
فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾	۲۲۔ عالی شان جنت میں۔
قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ جس کے پھلوں کے گچھے جھکے ہوئے قریب ہوں گے۔
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ (ان سے کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ اور پیو، یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے گزشتہ ایام میں آگے بھیجے تھے۔[۱۳]

پھولا نہیں سمائے گا، وہ اپنے دوست احباب اور عزیز واقارب کو کہے گا: آؤ! میرا اعمالنامہ پڑھو، میری زندگی کی نیکیاں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہیں اور مجھے جنت کا پروانہ مل گیا ہے۔

[۱۲] مجھے یقین تھا کہ قیامت کے دن مجھے حساب وکتاب کے لئے اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے، اس لئے میں زندگی میں اپنے رب سے ڈرتا رہا اور کوئی ایسا کام نہ کیا جو آج مجھے اپنے رب کے سامنے شرمندہ کرتا۔

[۱۳] قیامت کے دن جن لوگوں کو ان کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ عالی شان جنت میں داخل کئے جائیں گے جس میں پھلوں کے گچھے جھکے ہوئے ہوں گے اور جب بھی ان کا کسی پھل کو کھانے کا ارادہ ہوگا وہ پھل جھک کر ان کے قریب آجائے گا اور وہ اپنے ہاتھ سے توڑ کر اسے کھا سکیں گے۔ اور انہیں کہا جائے گا: تم نے دنیا میں نفسانی خواہشات پر قابو پانے کے لئے بھوک، پیاس اور دیگر تکلیفیں برداشت کیں، لہٰذا آج ان تکلیفوں کے بدلے میں خوب کھاؤ، پیو اور اپنی پسند کی زندگی بسر کرو، اب تم ہمیشہ اس جنت میں رہو گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منادی کرنے والا ندا دے گا: (اے اہل جنت!) اب صحت ہی تمہارا مقدر ہے تم کبھی بیمار نہیں ہوگے۔ اب زندگی ہی تمہارا مقدر ہے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اب تم سدا جوان ہی رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہوگے۔ اب تمہارے لئے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں تم کبھی محتاج اور مفلس نہیں ہو گے۔

(مسلم: ۷۱۵۷: صفة الجنة: باب ۸)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ اگر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے کسی پھل کی خواہش کریں گے تو وہ درخت جھک کر اپنا پھل ان کے قریب کر دے گا اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے توڑ لیں گے۔

(تفسیر قرطبی: سورة الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۴)

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور جس شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: کاش! مجھے میرا نامۂ اعمال دیا ہی نہ ہوتا۔ [۱۴]

وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اے کاش! موت نے مجھے (ہمیشہ کے لئے) ختم کر دیا ہوتا۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ (آج) میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ [۱۵]

هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ میری بادشاہی بھی فنا ہوگئی۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ (حکم ہوگا:) اسے پکڑ لو اور اسے طوق پہنا دو۔

ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دو۔ (۱۶)

☆ حدیث میں ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرو گے تو وہ بھنا ہوا پرندہ تمہارے سامنے آگرے گا۔ (تفسیر روح البیان: سورۃ الطور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۴] اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: قیامت کے دن جس شخص کو اس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ اس کی بدبختی اور خسارے کا نشان ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر) لہٰذا جس شخص کو بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا وہ نہایت حسرت اور ندامت سے پکار اٹھے گا: کاش! مجھے میرا نامۂ اعمال دیا ہی نہ جاتا اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش! موتؐ نے مجھے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہوتا تاکہ نہ دوبارہ زندہ ہوتا اور نہ اس ذلت و رسوائی سے واسطہ پڑتا۔

[۱۵] جس مال و متاع اور قوت و غلبہ کے لئے میں دنیاوی زندگی میں کوشاں رہا آج ان میں سے کوئی چیز بھی میرے کام نہیں آئی۔ اس میں ان دنیاداروں کے لئے درس عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف دنیاوی شان و شوکت کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، انہیں آخرت میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۱۶] جس شخص کو اس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنی حسرت بھری چیخ و پکار میں مصروف ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں کو حکم دے گا: اس نافرمان کو پکڑو، اس کی گردن میں لوہے کا طوق ڈال کر اسے دوزخ میں پھینک دو اور پھر اسے ستر گز لمبی زنجیر کے ساتھ باندھ دو تاکہ وہ دوزخ سے باہر نکلنے کا سوچ بھی نہ سکے۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝۳۲ — ۳۲۔ پھر ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝۳۳ — ۳۳۔ بے شک یہ بڑے عظمت والے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳۴ — ۳۴۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝۳۵ — ۳۵۔ پس آج یہاں نہ اس کا کوئی دوست ہے۔[۱۷]

[۱۷] گزشتہ آیات میں جس دوزخی کے انجام بد کا ذکر کیا گیا ہے یہاں اس کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں ا ایک تو اس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لا کر حقوق اللہ کو غصب کیا ہے اس لئے آخرت میں جب اللہ تعالیٰ ہی اس کا دوست اور مددگار نہیں ہوگا تو پھر اور کوئی اس کا دوست اور ہمدرد کیسے بن سکتا ہے۔ دوسرا اس نے مسکین اور بھوکے کو کھانا نہ کھلا کر حقوق العباد کو غصب کیا ہے اس لئے آخرت میں اسے مجرموں کے زخموں سے نکلنے والی پیپ کھانی پڑے گی کیونکہ دوزخ میں گناہگاروں کی یہی خوراک مقرر کی گئی ہے۔

اس میں اہل ایمان کے لئے درس عبرت یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں اور مسکینوں کے کھانے کا انتظام کریں۔ جو شخص خود مالدار نہیں ہے اور دوسروں کو غریب پروری کی ترغیب بھی نہیں دیتا اگر اس کا انجام اتنا برا ہوگا تو آپ خود اندازہ کریں کہ جو شخص خود مالدار ہو اور پھر بھی مسکین کو کھانا نہ کھلائے تو اس کا انجام کتنا دردناک ہوگا؟

مساکین کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ان (امیر لوگوں) کے اموال میں سائل اور نادار لوگوں کا حق ہے۔} (قرآن: ۵۱: ۱۹)
یعنی اللہ تعالیٰ نے حکومت کے علاوہ امیر لوگوں کے اموال میں اڑھائی فی صد بطور زکوٰۃ غریب لوگوں کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا امیر لوگوں کے پاس یہ غریبوں کی امانت ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ اس امانت کو جتنا جلد ہو سکے غریبوں تک پہنچائیں، ممکن ہے ان کو اس امانت کی اشد ضرورت ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے غریب لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا کہ وہ امیر لوگوں کے پاس جا کر اپنے اس حق کا مطالبہ کریں بلکہ امیر لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے خود جا کر غریب کو تلاش کریں اور اس کو اس کا حق ادا کریں۔ کاش سارے مسلمان اگر دیانتداری سے اپنا یہ فرض ادا کرتے تو مسلمان ممالک میں کوئی غریب نظر نہ آتا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تمام

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ ۳۶۔ اور نہ ہی (اس کے لئے) پیپ کے سوا کوئی کھانا ہے۔

لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِــُٔوْنَ ۝ ۳۷۔ جس کو گناہگاروں کے سوا کوئی نہ کھائے گا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ ۳۸۔ پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو۔

وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ ۳۹۔ اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے۔

جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم: ۶۵۵۶: کتاب البر: باب ۱۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ۴۹۹۱: باب الشفقۃ: فصل ثالث: رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۝

۴۰۔ بے شک یہ قرآن ایک عزت والے رسول کا (پہنچایا ہوا) کلام ہے۔[۱۸]

وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ۝

۴۱۔ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (لیکن) تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔

وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۝

۴۲۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے (لیکن) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

۴۳۔ (بلکہ یہ تو) تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ۝

۴۴۔ اور اگر وہ (نبی ﷺ) کوئی بات خود گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دیتے۔[۱۹]

ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے، پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آگیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

[۱۸] اللہ تعالیٰ نے سب ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کی قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ یہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا تلاوت کیا ہوا کلام ہے۔ یہ کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں بلکہ تمام جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے جو نبی کریم ﷺ نے تم تک پہنچایا ہے لیکن تم بہت کم اس کی نصیحت قبول کرتے ہو۔

قرآن مجید کسی شاعر کا کلام نہیں کیونکہ شعر میں اکثر خیالی اور مبالغہ آمیز باتیں ہوتی ہیں جبکہ قرآن مجید کی تعلیمات تو حقائق پر مبنی اور اعتدال کے مطابق ہیں۔ اور یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ کاہن لوگوں کے مستقبل کے بارے میں اندازے لگاتا ہے اور اس کے بہت سے اندازے غلط بھی نکلتے ہیں جبکہ قرآن مجید کی ساری باتیں سچ اور برحق ہیں۔

[۱۹] یعنی جس کو ہم نبی بنا کر بھیجتے ہیں اور اس کی نبوت کے لئے اس کو معجزات عطا فرماتے ہیں وہ کلام الٰہی میں کمی بیشی نہیں کرتا بلکہ

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾

۴۵۔ تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾

۴۶۔ پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾

۴۷۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾

۴۸۔ اور بے شک یہ (قرآن) پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔[۲۰]

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾

۴۹۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض لوگ (قرآن کو) جھٹلانے والے ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾

۵۰۔ اور بے شک یہ (قرآن کا جھٹلانا) کافروں کے لئے باعث حسرت ہوگا۔[۲۱]

صرف وہی کہتا ہے جو اس پر نازل کیا جاتا ہے۔ بفرض محال اگر کوئی نبی اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا تو یہ ایک طرف تو نبوت میں خیانت ہوتی اور دوسری طرف چونکہ ہر سچے نبی کی اطاعت لازم ہوتی ہے تو اس طرح سچائی کے پردے میں گمراہی کی اطاعت بھی لازم ہو جاتی، اس لئے ہم فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور پوری قوت سے اس کی شہ رگ کاٹ دیتے اور ہمیں کوئی روکنے والا نہ ہوتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ایسی کوئی گرفت نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی اپنے کلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ پوری دیانتداری سے اللہ تعالیٰ کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچا دیئے ہیں۔

نبی کی شہ رگ کاٹنے والا حکم صرف سچے نبی کے لئے ہے جھوٹے لوگ تو صرف نبی ہونے کا ہی نہیں بلکہ فرعون جیسے ظالم لوگ تو خدا ہونے کا دعویٰ بھی کرتے رہے ہیں لیکن انہیں فوراً نہیں پکڑا گیا کیونکہ جھوٹے نبیوں اور جھوٹے خداؤں کی اطاعت لازم نہیں ہوتی اس لئے انہیں مہلت دی گئی تا کہ وہ اپنی اصلاح کر سکیں۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سب لوگوں کی نصیحت اور ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے مگر اس آیت میں پرہیزگاروں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کیونکہ قرآن مجید سے صحیح معنوں میں نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

[۲۱] جو لوگ آج قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں قیامت کے دن یہ قرآن مجید ان کے لئے باعث حسرت ہوگا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ ۵۱۔ اور بے شک یہ (قرآن) یقینی طور پر حق ہے۔[۲۲]

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ۵۲۔ پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے۔[۲۳]

قرآن مجید کی تصدیق کرنے والے جنت میں داخل ہو رہے ہیں تو وہ حسرت سے کہیں گے: کاش وہ بھی قرآن مجید کی تکذیب نہ کرتے تو آج وہ بھی جنت میں جاتے۔

[۲۲] یعنی قرآن مجید بالکل حق ہے، اس میں کوئی باطل کی آمیزش نہیں ہے اور اس کا ہر حکم یقینی ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

[۲۳] پیارے نبی! کفار جب قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ آپ نے قرآن مجید کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے، لہٰذا آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنے رب کے نام کی تسبیح کر کے اطمینان قلب حاصل کرتے رہیں۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: {فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ} (پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے/ قرآن: ۵۶: ۷۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو۔ (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو) اور جب سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت نازل ہوئی: {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى} (آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو سب سے برتر ہے: قرآن: ۸۷: ۱) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى پڑھا کرو)۔ (ابوداؤد: ۸۶۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۶)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے۔ (ترمذی: ۲۶۱: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سجدہ میں فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى اور جب بھی آپ رحمت کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے اور جب آپ عذاب کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اس سے پناہ طلب کرتے۔

(ترمذی: ۲۶۲: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

فقیر؛ محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، انگلستان

بعد از اشراق بروز پیر ۸ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق یکم ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۵ تا ۸ نومبر یعنی تین دنوں میں سورۃ الحاقۃ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المعارج (۷۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''معارج'' ہے جو اس سورت کی آیت نمبر ۳ سے ماخوذ ہے۔

قیامت کا عذاب

کفار مکہ کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ جس عذاب قیامت سے آپ ہمیں روزانہ ڈراتے ہیں آخر وہ کب آئے گا؟ اس سورت کی ابتدائی آیات میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ منکرین کے لئے عذاب قیامت تیار ہے وہ ایک دن ضرور آ کر رہے گا، لیکن اس کا اصل وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہر حال جب وہ وقت آ گیا تو پھر اس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکے گا کیونکہ وہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ وہ کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

کفار یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کا آنا بعید از عقل ہے اور اگر وہ آئے گی تو بھی ابھی بہت دور ہے جبکہ مسلمان جانتے ہیں کہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور جس چیز کا آنا یقینی ہو وہ دور ہو تو بھی قریب ہوتی ہے کیونکہ وہ ہر گھڑی قریب سے قریب تر ہو رہی ہوتی ہے اور بالآخر ایک دن آ ہی جاتی ہے، البتہ جس دن وہ آئے گی اس دن اس دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے گا، اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح اڑ رہے ہوں گے، چونکہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں اس لئے جب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے تو مختلف رنگوں والی اُون کی طرح نظر آئیں گے۔

میدان حشر میں دوستوں کا حال

اس دنیا میں ہر شخص اپنے گہرے دوست کی ہر ممکن مدد کرتا ہے مگر قیامت کے دن ہر شخص دیکھ رہا ہوگا کہ اس کے گہرے دوست پر کیا گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہوگا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہوگا، البتہ اللہ والے اس دن بھی اپنے پیاروں کا خیال رکھیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔} (قرآن: ۴۳:۶۷)

اس دن مجرم اور نافرمان لوگ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے عزیزوں کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے یعنی وہ تمنا کریں گے: کاش ان کے بیٹے، بیوی، بھائی، خاندان اور اگر ہو سکے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ میں دے ڈالیں اور اپنی جان بچا لیں، مگر قیامت کے دن ایسا ظلم ہرگز نہیں ہوگا کہ مجرموں کے بدلے میں کسی اور کو پکڑ لیا جائے بلکہ اس دن مجرموں کو ہی اپنے جرائم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

انسان کی پیدائشی کمزوری

آیت نمبر ۱۹ سے ۲۱ تک انسان کی ایک پیدائشی کمزوری کا ذکر کیا گیا ہے یعنی انسان بڑا بے صبرا اور لالچی ہے، جب اسے

تکلیف پہنچے تو گھبرا جاتا ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اسے راحت ملے تو شکر کرنے کے بجائے بخل کرنے لگتا ہے، لیکن سب انسان ایسے نہیں ہیں بلکہ کچھ محترم اور مکرم لوگ ایسے بھی ہیں جو اس مذموم وصف سے پاک ہیں جن کی تفصیلات آیت نمبر ۲۲ تا ۳۴ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشرکین مکہ کا دعویٰ

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے جب سنا کہ آخرت میں پرہیزگاروں کو نعمتوں والے باغات ملیں گے تو انہوں نے کہا: اگر مسلمانوں کی یہ بات صحیح نکلی کہ ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہاں بھی حالات مختلف نہیں ہوں گے بلکہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے بہتر ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ہم ہی بہتر ہوں گے ورنہ کم از کم مسلمانوں کے درجہ کے برابر ضرور ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں مشرکین مکہ کے اس زعم باطل کا رد فرمایا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ دنیا کے کسی مہذب ملک میں قانون کے پابند شہری اور قانون توڑنے والے مجرم برابر نہیں ہوسکتے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے نافرمان دونوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے؟

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۸ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق یکم ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۴۴ سورۃ المعارج مکیۃ ۷۹ رکوعاتہا ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١

۱۔ ایک سائل نے اس عذاب (قیامت) کا مطالبہ کیا جو واقع ہونے والا ہے۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٢

۲۔ (وہ عذاب) منکرین کے لئے ہے، کوئی اسے ٹالنے والا نہیں۔[۱]

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۝٣

۳۔ (وہ عذاب اس) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو بلندیوں کا مالک ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝٤

۴۔ فرشتے اور روح (جبریل علیہ السلام) اس کی طرف عروج کرتے ہیں، [۲] (اور وہ عذاب) اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔[۳]

---

[۱] کفار مکہ کے ایک نمائندہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کہ جس عذاب قیامت سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ کب آئے گا؟ ان آیات میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ منکرین کے لئے عذاب قیامت تیار ہے وہ ایک دن ضرور آ کر رہے گا، لیکن اس کا اصل وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہرحال جب وہ وقت آ گیا تو پھر اس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ کیونکہ وہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور ہر چیز پر قادر ہے، وہ جو کچھ کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

[۲] اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق بہت بلندیوں کا مالک ہے، اس کی بارگاہ قرب تک پہنچنے کے لئے بے شمار درجات ہیں، جس طرح نیک لوگ اپنی نیکیوں کے مطابق قرب خداوندی کی منازل طے کرتے ہیں اسی طرح فرشتے اور جبریل امین بھی اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق قرب خداوندی کی طرف عروج کرتے ہیں۔

[۳] یعنی جس عذاب کا یہ مطالبہ کر رہے ہیں وہ ایسے دن میں واقع ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

قیامت کے دن کا اندازہ اس آیت (قرآن: ۷۰ : ۴) میں پچاس ہزار سال بتایا گیا ہے، جبکہ سورہ حج (۲۲) کی آیت نمبر ۴۷ میں اور سورہ سجدہ (۳۲) کی آیت نمبر ۵ میں ایک ہزار سال بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اصل میں تو قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا لیکن کفار کو ان کی پریشانی کے باعث پچاس ہزار سال لمبا معلوم ہوگا اور اہل

فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ۝۵ ۔ ۵۔ پس آپ ایسا صبر کریں جو جمیل ہو۔ [۴]

اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا ۝۶ ۔ ۶۔ بے شک وہ تو اس (عذاب قیامت) کو بہت دور سمجھتے ہیں۔

وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا ۝۷ ۔ ۷۔ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔ [۵]

يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ۝۸ ۔ ۸۔ جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔

وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ ۝۹ ۔ ۹۔ اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح ہو جائیں گے۔

ایمان کو جنت کی خوش خبری کے باعث اتنا مختصر معلوم ہوگا جتنے وقت میں ایک فرض نماز پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن کس قدر طویل ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ وقت مومن کے لئے بہت خفیف ہو کر گزرے گا حتیٰ کہ مومن جتنے وقت میں دنیا میں ایک فرض نماز پڑھتا ہے یہ اس سے بھی کم وقت میں گزر جائے گا۔
(مسند احمد: جلد ۳: ص ۷۵)

قیامت کے دن حضرت آدم سے لے کر قیامت تک آنے والے بے شمار انسانوں کا حساب و کتاب کتنے وقت میں ہوگا؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ انعام (۶) کی آیت نمبر ۶۲ کا حاشیہ نمبر ۶۰ ملاحظہ کریں۔

[۴] یعنی کفار کی ایذا رسانی سے آپ نہ گھبرائیں بلکہ صبر جمیل پر قائم رہیں۔ اگر یہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ہم خود ان سے انتقام لیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صبر جمیل سے مراد ایسا صبر ہے جس میں انسان بے صبری نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے شکوہ بھی نہ کرے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر جمیل یہ ہے کہ جس شخص پر مصیبت آئی ہو وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح رہے کہ اس کے حال سے یہ پتہ نہ چلے کہ اس پر کوئی مصیبت آچکی ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ معارج (۷۰): زیر آیت نمبر ۵)

[۵] کفار یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کا آنا بعید از عقل ہے اور اگر وہ آئے گی تو بھی ابھی بہت دور ہے جبکہ مسلمان جانتے ہیں کہ قیامت کا آنا یقینی ہے اور جس چیز کا آنا یقینی ہو وہ دور ہو تو بھی قریب ہوتی ہے کیونکہ وہ ہر گھڑی قریب سے قریب تر ہو رہی ہوتی ہے اور بالآخر ایک دن آ ہی جاتی ہے۔ البتہ جس دن وہ آئے گی اس دن اس دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے گا، اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ رنگ برنگی اُون کی طرح اڑ رہے ہوں گے، چونکہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں اس لئے جب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں گے تو مختلف رنگوں والی اُون کی طرح نظر آئیں گے۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ ۱۰۔ اور کوئی دوست کسی دوسرے دوست کا حال نہیں پوچھے گا۔

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝١١ ۱۱۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جا رہے ہوں گے، [۶] مجرم تمنا کرے گا کہ کاش! وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے بدلہ میں اپنے بیٹوں کو دے دے۔

اگر قیامت دور بھی ہو تو موت تو بالکل قریب ہے اور موت بھی ایک طرح کی قیامت ہے کیونکہ مرنے کے ساتھ ہی جزاوسزا کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو اسی وقت اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرتے رہو۔

(کنز العمال: ۴۲۷۴۸: جلد ۱۵: ص ۶۸۶)

[۶] اس دنیا میں ہر شخص اپنے گہرے دوست کی ہر ممکن مدد کرتا ہے مگر قیامت کے دن ہر شخص دیکھ رہا ہو گا کہ اس کے گہرے دوست پر کیا گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہو گا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہو گا، البتہ اللہ والے اس دن بھی اپنے پیاروں کا خیال رکھیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔}

(قرآن: ۴۳: ۶۷)

☆ حضرت عثمان بن عفان ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے، سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

☆ حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں مذکور ہے کہ پھر دوزخ کے اوپر ایک پل رکھا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیائے کرام علیہم السلام کہیں گے: اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت رکھ!۔۔۔ بعض اہل ایمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح، یہ سب سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض جہنم میں گر جائیں گے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان اہل ایمان بھائیوں کو جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس شخص سے بھی زیادہ جھگڑا کریں گے جو اپنا حق مانگنے کے لئے کسی سے جھگڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: جن

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾	۱۲۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔
وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾	۱۳۔ اور اپنے خاندان کو جو اسے پناہ دیتا تھا۔
وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ اور (اگر ہو سکے تو) زمین کے سب لوگوں کو بھی دے ڈالے تاکہ یہ (فدیہ) اسے بچالے۔ [۷]
كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾	۱۵۔ (لیکن ایسا) ہرگز نہیں ہوگا، بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔
نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾	۱۶۔ جو کھال اتار دینے والی ہے۔
تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾	۱۷۔ وہ ہر اس شخص کو (اپنی طرف) بلائے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور روگردانی کی تھی۔ [۸]
وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اور مال جمع کیا اور (صرف اپنے لئے اس کو) سنبھال کر رکھا۔

لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو اور ان پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی، پھر جنت والے کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا۔۔۔ (مسلم: حدیث نمبر ۴۰۲: کتاب الایمان: باب ۸۱) اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی سنگت اور دوستی قیامت کے دن جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی۔

[۷] اس دن مجرم اور نافرمان لوگ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے عزیزوں کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے یعنی وہ تمنا کریں گے: کاش! ان کے بیٹے، بیوی، بھائی، خاندان اور اگر ہو سکے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ میں دے ڈالیں اور اپنی جان بچالیں، مگر قیامت کے دن ایسا ظلم ہرگز نہیں ہوگا کہ مجرموں کے بدلے میں کسی اور کو پکڑ لیا جائے بلکہ اس دن مجرموں کو ہی اپنے جرائم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

[۸] جہنم کی آگ اتنی سخت ہوگی کہ وہ کھال اور گوشت کو جلا دے گی اور ان بدنصیبوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے دنیا میں دین حق سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال و دولت پر سانپ بن کر بیٹھ گئے، اس میں سے نہ حقوق اللہ ادا کئے اور نہ ہی حقوق العباد کی پرواہ کی۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ۙ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ بے شک انسان بے صبرا اور لالچی پیدا کیا گیا ہے۔[۹]

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ۙ﴿۲۰﴾ ۲۰۔ جب اسے تکلیف پہنچے تو گھبرا جاتا ہے۔

[۹] کسی انسان کے پیدائشی وصف کو فطرت اور جبلت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تین آیات میں انسان کی ایک فطرت کا ذکر کیا ہے یعنی وہ بڑا بے صبرا اور لالچی ہے، جب اسے تکلیف پہنچے تو گھبرا جاتا ہے اور جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اسے راحت ملے تو شکر کرنے کے بجائے بخل کرنے لگتا ہے، لیکن سب انسان ایسے نہیں ہیں بلکہ کچھ محترم اور مکرم لوگ ایسے بھی ہیں جو اس مذموم وصف سے پاک ہیں اور ان کا ذکر آئندہ تیرہ آیات میں آرہا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی بے صبرا کیا ہے تو پھر اگر وہ بے صبری کرے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے وہ تو اپنی فطرت کی وجہ سے مجبور ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے اس کی فطرت میں نیکی اور برائی یعنی دو متضاد کام کرنے کی استعداد رکھی ہے، لہٰذا کوئی شخص اس فطری استعداد کی وجہ سے نیک یا برا نہیں قرار پائے گا، بلکہ برا وہ شخص ہوگا جو دانستہ نیکی کو چھوڑ کر برائی کا راستہ اختیار کرے گا اور نیک وہ شخص ہوگا جو دانستہ برائی کو چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں جس طرح کفر کو قبول کرنے کی استعداد رکھی ہے اسی طرح اس میں ایمان کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی رکھی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح ایک جانور مکمل بچہ جنم دیتا ہے، کیا تم اس میں کوئی ناک یا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھتے تھے: فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ (قرآن: ۳۰:۳۰) اللہ تعالیٰ کی (پیدا کردہ اسلامی) فطرت پر (قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق (فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی دین قیم ہے۔
(بخاری: ۱۳۵۹؛ کتاب الجنائز: باب ۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی فطرت میں اسلام کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، اور اگر ماں باپ یا ماحول کسی کو غیر مسلم بنا دے پھر بھی اس میں قبول اسلام کی صلاحیت موجود رہتی ہے، جب بھی وہ غور و فکر کرے گا تو وہ اسلام قبول کر سکتا ہے۔ اگر ابو جہل اور ابو لہب کی فطرت میں قبولیت اسلام کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہیں قبول اسلام کی دعوت دینا اور پھر قبول نہ کرنے پر انہیں جہنم کا مستحق قرار دینا صحیح نہ ہوتا۔

میرے خیال میں انسانی فطرت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ فطرت جس کو اختیار کرنے یا نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے اور یہی وہ فطرت ہے جس کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ اور دوسری فطرت وہ ہے جس میں تغیر اور تبدیلی نہیں ہو سکتی، جیسے کسی انسان کی فطرت میں اگر اللہ تعالیٰ نے جنون لکھ دیا ہے تو اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور یہ وہ صورت حال

وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ ۲۱۔ اور جب اسے فراخی ملے تو بخل کرتا ہے۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ ۲۲۔ سوائے ان نمازیوں کے۔[۱۰]

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ ۲۳۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔

ہے جس کے متعلق وہ جوابدہ نہیں ہوگا کیونکہ اس میں وہ مجبور ہے، جیسا کہ حضرت ابودرداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کردو اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خُلق یعنی فطرت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ شخص اسی سرشت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۴۳، مجمع الزوائد: جلد ۷: ص ۱۹۶) اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ فطرت کی مزید تشریح کے لئے درج ذیل مسئلہ پر غور کرلیں۔

تقدیر کے متعلق تین مذاہب

جبریہ فرقہ کے نزدیک انسان مجبور محض ہے اور قدریہ فرقہ کے نزدیک انسان مختار کل ہے، مگر اہل سنت وجماعت کے نزدیک مذکورہ دونوں نظریات اسلام کے خلاف ہیں۔ دراصل انسان نہ تو پتھر کی طرح مجبور محض ہے اور نہ خدا کی طرح مختار کل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچھے اور برے دونوں کام کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور تمیز بھی عطا کی ہے اور اسی لئے اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ انسان اچھے اور برے کو پہچان سکے۔ اب انسان اپنی مرضی سے اچھا کام کرسکتا ہے جس کا اسے ثواب ملے گا اور اپنی مرضی سے برائی بھی کرسکتا ہے جس کی اسے سزا ملے گی، البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں انسان بے بس ہے مثلاً زندگی وموت، وہ کہاں پیدا ہوگا، کہاں مرے گا، شکل کیسی ہوگی وغیرہ مگر ان چیزوں کے متعلق اس سے باز پرس بھی نہ ہوگی۔ اسی طرح جس فطرت کو اللہ تعالیٰ نے غیر متبدل بنادیا ہے اس میں انسان تبدیلی نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ اس کے متعلق جوابدہ ہے اور جس فطرت میں اختیار دیا گیا ہے اس کو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرے گا تو وہ اس جرم کا خود ذمہ دار ہوگا۔

[۱۰] آنے والی تیرہ آیات میں اہل ایمان کا ذکر کیا جارہا ہے جو اسلامی احکام پر عمل کرکے بے صبری، جزع فزع اور کنجوسی جیسی پیدائشی کمزوری سے نجات حاصل کرلیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات انسان کی ایسی ضرورت ہیں جو اس کو برائیوں اور پیدائشی کمزوریوں سے نجات کا راستہ دکھاتی ہیں۔

☆ حضرت صہیب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی بڑی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز ایک مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔

(مسلم: ۷۵۰۰، کتاب الزھد: باب ۱۳)

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ اور جن کے اموال میں حصہ مقرر ہے۔[۱۱]
لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾	۲۵۔ مانگنے والے اور محروم کے لئے۔
وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۲۶﴾	۲۶۔ اور جو روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔[۱۲]
وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾	۲۷۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔[۱۳]
اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾	۲۸۔ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔

ان آیات میں اہل ایمان کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔ یعنی نماز کو ظاہری آداب کے ساتھ قائم رکھتے ہیں۔ ظاہری آداب سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازیں پابندی کے ساتھ ان کے صحیح اوقات میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ادا کی جائیں۔

[۱۱] ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ مال و دولت پر سانپ بن کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے وہ اس کو سائل اور محروم تک پہنچاتے ہیں۔ محروم سے مراد وہ شخص بھی ہو سکتا ہے جو رزق سے محروم ہے اور اس سے مراد وہ شخص بھی ہو سکتا ہے جو حاجت مند ہونے کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا۔ زکوٰۃ کا مال دراصل امیر لوگوں کے پاس غریبوں کا حق اور ان کی امانت ہے جو انہیں جلد از جلد غریبوں تک پہنچانی چاہیے۔ ممکن ہے ان کو اس امانت کی اشد ضرورت ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے غریب لوگوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا کہ وہ امیر لوگوں کے پاس جا کر اپنے اس حق کا مطالبہ کریں بلکہ امیر لوگوں پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنے کے لئے خود جا کر غریب کو تلاش کریں کیونکہ ممکن ہے کچھ لوگ حاجت مند ہوں مگر مانگنے کی جرأت نہ کر سکتے ہوں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: زیادہ صحیح یہی ہے کہ مقرر حصہ سے مراد فرض زکوٰۃ ہے کیونکہ زکوٰۃ کا حصہ مقرر ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر نفلی صدقات کا حصہ مقرر نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی) نیز نفلی صدقات انسان کی گنجائش اور سائل کی ضرورت کے مطابق کم و بیش ہوتے ہیں جبکہ زکوٰۃ کا حصہ اڑھائی فیصد مقرر ہے۔

[۱۲] ان کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں یعنی وہ یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں ان کے اعمال کا حساب و کتاب کیا جائے گا، اس لئے وہ اس دنیا میں کسی پر زیادتی نہیں کرتے تا کہ حساب و کتاب کے وقت پچھتانا نہ پڑے۔

[۱۳] ان کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور رب تعالیٰ کا عذاب واقعی ڈرنے کی چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوفی انسان کو بے عمل بنا دیتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا اپنی کنیزوں کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں تو (ان کے پاس جانے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں۔ [۱۴]

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

۳۱۔ اور جس نے ان دو کے علاوہ کسی اور کی طلب کی تو وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ

۳۲۔ اور جو اپنی امانتوں [۱۵]

[۱۴] ان کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی جنسی خواہش کے لئے صرف اپنی منکوحہ بیوی یا مملوکہ کنیز کے پاس جاتے ہیں کیونکہ شریعت نے ان دو کے علاوہ جنسی خواہش کے باقی سارے طریقے حرام قرار دیئے ہیں۔ اور اب تو صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے اور وہ ہے منکوحہ بیوی کیونکہ مملوکہ کنیز کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔

[۱۵] ان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ امانتوں کی پاسداری کرتے ہیں۔ اسلام کا ہر حکم اور مسلمان کی ہر چیز اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس حکم کا تعلق کسی غیر سے ہو یا اپنی ذات سے، دنیاوی معاملات سے ہو یا مذہبی عبادات سے، کسی عہدے سے ہو یا اختیارات سے الغرض ہماری زندگی کا ہر سانس، ہمارے منہ کا ہر بول اور ہمارے ہاتھ کا ہر فعل ہمارے پاس امانت ہے اور کسی بھی امانت کا حق اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب اس کو پورے آداب اور لوازمات کے ساتھ ادا کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی اور ناانصافی نہ کی جائے۔ اس حکم میں امیر و غریب اور حاکم و محکوم سب برابر کے ذمہ دار ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین کاموں میں کسی ایک شخص کے لئے بھی رخصت نہیں ہے:

۱۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔

۲۔ عہد پورا کرنا خواہ وہ مسلمان سے ہو یا کافر سے۔

وَ عَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ﴿ۙ۳۲﴾ اور اپنے عہد کی پاسداری کرتے ہیں۔ [۱۶]

۳۔ اور امانت کو ادا کرنا خواہ وہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔

(کنز العمال: ۴۳۱۹۱: جلد ۱۶: ص ۲۸، جمع الجوامع: ۱۰۷۶۰: جلد ۴: ص ۱۳۴)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور اس کے روزے تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالیں، جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نماز پڑھے لیکن جو امانت دار نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (کنز العمال: جلد ۴: حدیث نمبر ۸۴۳۶)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور اس کے روزوں کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ اپنی بات میں کس قدر سچا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ کس قدر امانت دار ہے اور جب اس پر دنیا پیش کی جائے تو وہ کس قدر متقی ہے۔ (کنز العمال: جلد ۴: حدیث نمبر ۸۴۳۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب لوگوں کے اوپر ایک ایسا دھوکے کا زمانہ آئے گا جس میں جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا اور امانت دار کو خائن کہا جائے گا۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۹۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حدیث بیان فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آ کر کہنے لگا قیامت کب آئے گی؟۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے پوچھا: امانت کیسے ضائع ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی منصب نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری: ۵۹: کتاب العلم: باب ۲)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانتدار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی: ۱۲۰۹: ابواب البیوع: باب ۴)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ابن ماجہ: ۲۱۳۹: ابواب التجارات: باب ۱)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار خصلتیں ایسی ہیں جس میں وہ پائی جائیں وہ خالص (عملی) منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے:

۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۲۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳۔ اور جب عہد کرے تو توڑ دے۔

۴۔ اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی پر اتر آئے۔ (بخاری: ۳۴: کتاب الایمان: باب ۲۵)

[۱۶] ان کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ عہد و پیمان کی پاسداری کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ سارے معاہدے ہیں جو انسان اور

خدا کے درمیان یا انسان اور انسان کے درمیان استوار کیے گئے ہوں۔ ان کا تعلق دینی احکام سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، وہ عہد اہل ایمان کے ساتھ ہوں یا غیر مسلم کے ساتھ، سب کی پابندی لازمی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وعدہ پورا کیا کرو، بے شک وعدہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (قرآن: ۱۷: ۳۴) البتہ اگر کوئی شخص ایسا وعدہ یا عہد کر بیٹھے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہو تو اس کا پورا نہ کرنا ضروری ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو یہ ضرور فرمایا: جو شخص امانت کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو شخص عہد کی پابندی نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۳۵)

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرے شامل نہ ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں اور میرے والد حُسَیل دونوں (مکہ سے) نکلے تو ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم ان کے پاس نہیں جانا چاہتے، ہم تو صرف مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ، ہم ان سے کیا ہوا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ (مسلم: ۱۷۸۷: کتاب الجہاد: باب ۳)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔ (بخاری: ۳۱۶۶: کتاب الجزیۃ: باب ۵)

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین شرائط پر صلح کی: مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف مدینہ آئے گا وہ اس کو واپس کر دیں گے اور مسلمانوں کی طرف سے جو مشرکین کے پاس مکہ آئے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ مسلمان آئندہ سال (عمرہ کے لئے مکہ) آئیں گے اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہریں گے اور اپنے ہتھیار یعنی تلوار اور تیر وغیرہ میان میں رکھ کر آئیں گے۔ اس دوران حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو کہ مسلمان ہو چکے تھے) بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔" (بخاری: ۲۷۰۰: کتاب الصلح: باب ۷) "جس وقت رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے ابو جندل بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے سامنے آئے۔۔۔۔۔ جب سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندل کو دیکھا تو وہ ابو جندل کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارا اور ان کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ ہو چکا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر وہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تا کہ قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بلند آواز سے فریاد کرنے لگے: اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کریں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو جندل! صبر کرو اور اجر و ثواب کی نیت کرو۔ تمہیں اور تمہارے دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۳۳۔ اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔ [۱۷]

وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۳۴۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ [۱۸]

أُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۳۵۔ وہی لوگ جنتوں میں معزز و مکرم ہوں گے۔ [۱۹]

نجات دینے والا ہے اور ان کے لئے کشادگی کرنے والا ہے اور میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر چکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابوجندل ؓ دل شکستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہو گیا۔''

(سیرت ابن ھشام: جلد ۳: ص ۲۰۴)

☆ عبداللہ بن ابی الحمساء ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم سے کچھ خرید و فروخت کی اور آپ کا کچھ بقایا میرے ذمہ رہ گیا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آپ کا بقایا لے آتا ہوں، پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا، میں آیا تو آپ اسی جگہ پر میرا انتظار کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے شخص تم نے مجھے مشقت میں ڈالا، میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابو داؤد: حدیث نمبر ۴۹۹۶: کتاب الادب: باب ۹۰)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عہد شکن کے لئے جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔ (بخاری: ۶۱۷۷: کتاب الادب: باب ۹۹)

[۱۷] ان کی آٹھویں صفت یہ ہے کہ اگر انہیں کبھی گواہی دینی پڑے تو کسی لالچ یا ڈر کی وجہ سے گواہی میں کمی بیشی نہیں کرتے بلکہ پوری سچائی اور دیانتداری کے ساتھ صحیح گواہی دیتے ہیں۔

جھوٹی گواہی

جھوٹی گواہی اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق دی جائے تو حقوق اللہ کی مخالفت ہوتی ہے اور اگر لوگوں کے بارے میں دی جائے تو حقوق العباد ضائع ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی ایسی گفتگو، کاروائی یا مجلس میں شریک نہیں ہوتے جس سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی مخالفت ہوتی ہو اور اگر اتفاق سے کسی غلط مجلس سے واسطہ پڑ جائے تو اپنے دامن کو جھوٹ سے بچا کر بڑے باوقار انداز میں وہاں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ جھوٹی گواہی دینے والے کو چالیس درے لگاتے اور اس کا منہ کالا کر کے بازار میں پھراتے۔ (تفسیر منیر: سورہ فرقان (۲۵): زیر آیت نمبر ۷۲) تاکہ لوگوں کو جھوٹی گواہی دینے سے نفرت ہو جائے۔

[۱۸] ان کی نویں صفت یہ ہے کہ وہ نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی اس کو پورے خشوع و خضوع اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں تاکہ ریاکاری کی وجہ سے اس کا اجر ضائع نہ ہو جائے۔

[۱۹] مذکورہ نو صفات کے حامل وہ خوش نصیب ہیں جو بے صبری اور کنجوسی نہیں کرتے بلکہ صبر اور سخاوت کر کے اپنے رب کو راضی

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾

۳۶۔ پس کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں۔[۲۰]

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

۳۷۔ دائیں جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی گروہ در گروہ۔

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾

۳۸۔ کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل کر دیا جائے گا؟

كَلَّا ۖ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ ہرگز نہیں، [۲۱] بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ بھی جانتے ہیں۔[۲۲]

کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے جہاں وہ بڑی عزت و تکریم سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

[۲۰] کفار مکہ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب ﷺ کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو کفار مکہ بھی دائیں اور بائیں طرف سے گروہ در گروہ آپ ﷺ کی طرف دوڑے چلے آتے اور بجائے اس کے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ ﷺ کی حکمت بھری باتوں سے فائدہ حاصل کرتے الٹا آپ ﷺ کا اور صحابہ کرام ﷺ کا مذاق اڑاتے اور کہتے: اگر یہ مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲۱] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے جب سنا کہ آخرت میں پرہیزگاروں کو نعمتوں والے باغات ملیں گے تو انہوں نے کہا: اگر مسلمانوں کی یہ بات صحیح نکلی کہ ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہاں بھی حالات مختلف نہیں ہوں گے بلکہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے بہتر ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ہم ہی بہتر ہوں گے ورنہ کم از کم مسلمانوں کے درجہ کے برابر ضرور ہوں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قلم (۶۸): زیر آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین مکہ کے اس زعم باطل کا رد فرمایا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے کسی مہذب ملک میں قانون کے پابند شہری اور قانون توڑنے والے مجرم برابر نہیں ہو سکتے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے نافرمان دونوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے؟

[۲۲] کفار مکہ چونکہ دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے اس لئے انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں پانی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کیا گیا ہے تو جو اللہ تعالیٰ پانی کی ایک بوند سے اتنا خوب صورت اور عقل مند انسان پہلی بار بنا سکتا ہے تو وہ اسے دوبارہ کیوں نہیں بنا سکتا؟

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾

۴۰۔ سو میں مشارق اور مغارب [۲۳] کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک ہم قادر ہیں۔

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ کہ ہم ان کے بدلے میں ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم (ایسا کرنے سے) عاجز نہیں ہیں۔[۲۴]

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ پس آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ اپنی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں پڑے رہیں حتی کہ وہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔[۲۵]

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے یوں نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔[۲۶]

---

[۲۳] سورج نکلنے کی جگہ کو مشرق اور اس کے غروب ہونے کی جگہ کو مغرب کہتے ہیں۔ سورج اگرچہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے مگر اس کا طلوع اور غروب ہر روز نئی جگہ سے ہوتا ہے۔ اس طرح سال میں سورج کے نکلنے کی ۳۶۵ جگہیں اور اس کے غروب ہونے کی بھی ۳۶۵ جگہیں بنتی ہیں اور ان مختلف جگہوں کی وجہ سے مشارق اور مغارب کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں تباہ و برباد کر کے تمہاری جگہ تم سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں ہیں۔ اس میں قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب ہم ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ پیدا کر سکتے ہیں تو پھر خود ان کو دوبارہ پیدا کیوں نہیں کر سکتے؟

[۲۵] میرے پیارے نبی! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے پھر بھی اگر وہ ایمان نہیں لاتے بلکہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں، ان کو اپنی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں مگن رہنے دیں یہاں تک کہ جب وہ قیامت کے دن ہماری عدالت میں حاضر ہوں گے تو ہم انہیں ان کے کرتوتوں کی سخت سزا دیں گے۔

[۲۶] قیامت کے دن کفار جب قبروں سے اٹھیں گے تو بلانے والے کی طرف اس طرح دوڑے جا رہے ہوں گے جس طرح دنیا میں وہ بتوں کی طرف بھاگتے تھے، مگر اس دن مجرموں کی طرح ان کی نگاہیں ندامت سے جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت و

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۴﴾ ع

۴۴۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھا رہی ہو گی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

رسوائی کے باعث ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ یہی وہ دن ہو گا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا مگر وہ اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز جمعہ ۱۲ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۸ تا ۱۲ نومبر یعنی چار دنوں میں سورہ معارج کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نوح (۷۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''نوح'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت

اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا ہی قصہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور بار بار سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، پھر اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ تمہارے گناہ بخش دے گا بلکہ بارش برسا کر تمہارے باغات اگائے گا، تمہاری نہریں جاری کر دے گا اور تمہیں کثرت سے مال اور اولاد عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

اس سورت کے درمیانی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا یعنی اس نے آسمان، چاند، سورج اور زمین کو بنایا، پھر پانی کے ایک حقیر قطرے سے کتنا حسین اور عظیم انسان بنایا، اگر انسان ان چیزوں میں غور کرے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کافی نشانیاں موجود ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بد دعا

حضرت نوح علیہ السلام کی دن رات کی مسلسل دعوت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور سوائے گنتی کے چند افراد کے کوئی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی اور جب آپ کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی تو آپ نے ان کے لئے بد دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پانی میں غرق کر دیا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز ہفتہ ۱۳ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق چھ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اٰیاتہا ۲۸ | ۷۱ سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَکِّیَّۃٌ ۷۱ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ①

۱۔ بے شک ہم نے نوح ؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو ڈرائیں اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔[۱]

قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ②

۲۔ انہوں (نوح ؑ) نے فرمایا: اے میری قوم! بے شک میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ③

۳۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ④

۴۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) مدت جب آجائے تو وہ مؤخر نہیں کی جاتی، کاش! تم جانتے۔[۲]

---

[۱] حضرت آدم ؑ کے تقریباً دو ہزار سال بعد حضرت نوح ؑ کی پیدائش ہوئی۔ اس طویل عرصہ میں لوگ توحید چھوڑ کر شرک اور گمراہی کا شکار ہو گئے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح ؑ کو اپنی قوم کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں کہ اگر وہ کفر و شرک پر قائم رہے تو ان پر دردناک عذاب آجائے گا اور اس وقت توبہ کی مہلت بھی نہیں ملے گی، لہٰذا ابھی وقت ہے عذاب کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ اور کفر سے توبہ کر لو۔

[۲] چنانچہ حضرت نوح ؑ نے اپنی قوم کو بتایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے آیا ہوں اور اس کے عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور کفر و شرک کے باعث جس عذاب کے تم مستحق تھے اس کو بھی مؤخر کر دے گا کیونکہ جو لوگ عذاب کے آنے سے پہلے سچی توبہ کر لیں تو ان کا عذاب مؤخر کر دیا جاتا ہے اور اگر تم ایمان پر قائم رہے تو کفر و شرک والا عذاب تم سے مستقل طور پر مؤخر کر دیا جائے گا جو پھر کبھی تمہیں آئے گا۔ لیکن اگر تم نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو جب

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۙ﴿۵﴾

۵۔ انہوں (نوح علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔

فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾

۶۔ لیکن میری دعوت نے ان کے فرار میں اضافہ ہی کیا۔[۳]

وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾

۷۔ اور میں نے جب بھی انہیں بلایا تا کہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور ضد کی اور بہت زیادہ تکبر کیا۔[۴]

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾

۸۔ پھر میں نے ان کو بلند آواز سے دعوت دی۔

عذاب کا وقت آ گیا تو اس وقت نہ تمہاری توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی تمہارا عذاب مؤخر کیا جائے گا۔ کاش! تم اس حقیقت کو سمجھتے اور عذاب کے آنے سے پہلے ہی توبہ کر لیتے۔

[۳] حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی لیکن جب ان میں امید کی کوئی کرن نظر نہ آئی تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے: میں نے اپنی قوم کو دعوت دینے میں دن رات ایک کر دیا مگر پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے بلکہ اب تو میری دعوت کی آواز سنتے ہی دور بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر اور تبلیغ کا عرصہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا اور ساڑھے نو سو سال تک قوم کو تبلیغ کرتے رہے، پھر طوفان نوح آیا اور اس طوفان کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ (اور تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہا اس طرح) آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال تھی۔ (تفسیر خازن: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۲۷) اور دعوت کا عرصہ ایک ہزار اور دس سال تھا۔ اگرچہ انسان کی طبعی عمر اتنی لمبی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

[۴] اے میرے رب! میں جب بھی انہیں توحید کی طرف بلاتا ہوں تا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ ان کے گناہ بخش دیں، تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تا کہ وہ میری بات نہ سن سکیں بلکہ اپنے اوپر کپڑے بھی لپیٹ لیتے ہیں تا کہ نہ وہ مجھے دیکھیں اور نہ میں انہیں پہچان سکوں۔ وہ کفر و شرک پر اس قدر اڑے ہوئے ہیں کہ اسے چھوڑنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں اور اسی لئے وہ تکبر کرتے ہیں اور میری بات کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔

ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ۙ﴿۹﴾

۹۔ پھر میں نے انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور چپکے چپکے بھی۔

فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ﴿ۙ۱۰﴾

۱۰۔ پس میں نے کہا: اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔[۵]

[۵] پھر میں نے انہیں مجالس میں اجتماعی طور پر اعلانیہ بھی دعوت دی اور گھروں میں انفرادی طور پر چپکے چپکے بھی سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، وہ نہ صرف یہ کہ تمہارے گناہ بخش دے گا بلکہ بارش برسا کر تمہارے باغات اگائے گا، تمہاری نہریں جاری کر دے گا اور تمہیں کثرت سے مال اور اولاد عطا فرمائے گا۔

استغفار کی فضیلت

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ مقاتل نے کہا: قوم نوح نے جب طویل عرصہ تک حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا اور چالیس سال تک ان کی عورتیں بانجھ ہو گئیں، ان کی فصلیں اور ان کے مویشی ہلاک ہو گئے، پھر وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے اور اس عذاب سے نجات کی فریاد کی تو انہوں نے یہی آیت پڑھی یعنی اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقاء پڑھانے کے لئے نکلے، آپ نے صرف استغفار کی اور واپس لوٹ آئے اور فوراً بارش برسنے لگی۔ لوگوں نے کہا: ہم نے آپ کو طلب بارش کی دعا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے بارش کو آسمان کے ان راستوں سے طلب کیا ہے جن سے بارش نازل ہوتی ہے۔ پھر آپ نے سورہ نوح کی یہ آیات تلاوت کیں جن میں استغفار کا حکم ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ ابن صبیح بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بصری سے قحط سالی کی شکایت کی تو حسن بصری نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے فقر کی شکایت کی تو حسن بصری نے اسے بھی یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ پھر تیسرا شخص آیا اور کہنے لگا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بیٹا دے۔ حسن بصری نے اسے بھی یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ پھر چوتھا شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ اس کے باغات خشک ہو گئے ہیں۔ حسن بصری نے اسے بھی یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ ہم نے ان سے کہا: آپ کے پاس مختلف لوگوں نے مختلف شکایات کیں مگر آپ نے سب کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو حسن بصری نے کہا: میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نوح میں فرمایا ہے یعنی تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اس کے بدلے میں نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا بلکہ وہ تم پر بارش بھی برسائے گا، تمہارے باغ بھی اگائے گا، نہریں بھی جاری کرے گا اور تمہیں اموال اور اولاد بھی عطا فرمائے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾

۱۱۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور اموال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اگائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گا۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کو تسلیم نہیں کرتے۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا ہے۔[٦]

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے استغفار کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو استغفار کی تعلیم اسی لئے دی ہے کہ وہ تم کو بخشنا چاہتا ہے۔ (تفسیر در منثور: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۱۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا جنت میں درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ آدمی عرض کرتا ہے: مجھ پر یہ کرم کیسے ہوا؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے، اس استغفار کی وجہ سے جو تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے کیا۔ (ابن ماجۃ: ۳۶۶۰: ابواب الأدب: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم علیہ السلام کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۲۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

[٦] اے انسان! کیا تم نے کبھی سوچا کہ تمہاری اصل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کس طرح پانی کے ایک بے جان قطرے کو مختلف مراحل سے گزار کر تمہیں ایسا حسین اور عظیم انسان بنایا کہ آج تم تمام مخلوقات پر حکومت کر رہے ہو۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ تم اپنے محسن حقیقی کے احسانات کا اعتراف کرتے اور اس کے شکر گزار بندے بن جاتے مگر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے خالق حقیقی کی عظمت اور اس کی قدرت کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾

۱۵۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے۔

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾

۱۶۔ اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔[۷]

وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾

۱۷۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے نباتات کی مانند اگایا۔[۸]

ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾

۱۸۔ پھر تمہیں اسی زمین میں لوٹا دے گا اور (اسی سے دوبارہ) تمہیں باہر نکالے گا۔

---

[۷] اے انسان! کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اللہ تعالیٰ صرف تمہارا ہی خالق نہیں بلکہ وہ آسمانوں کا بھی خالق ہے اور ان کے نیچے اس نے چاند کو بنایا جو رات کو روشنی دیتا ہے اور سورج کو بنایا جو دن کو روشنی دیتا ہے۔ یہ ساری ایسی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

[۸] جس طرح اللہ تعالیٰ زمین سے نباتات کو اگاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو بھی مٹی سے پیدا فرمایا، اس لئے اصل کی وجہ سے انسان کو مٹی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور آج بھی کئی حوالوں سے انسان کا مٹی کے ساتھ رشتہ قائم ہے، مثلاً انسان جس نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اس کی خوراک بھی زمین سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ نیز پیدائش کے وقت اس کی ناف پر مٹی کا رنگ بھی چڑھایا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود کی ناف پر اس مٹی کا رنگ چڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے۔ اور آخری عمر میں انسان کو اسی مٹی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ بے شک میں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) ایک مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔

(کنز العمال: ۳۲۶۷۳: جلد ۱۱: ص ۵۶۵)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔ ابو عاصم نے کہا: تم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ان جیسی فضیلت نہیں پا سکو گے کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹: جلد ۲: ص ۳۱۸)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۵۳۱: جلد ۳: ص ۵۱۵)

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔[۹]

لِّتَسۡلُکُوۡا مِنۡہَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع

۲۰۔ تا کہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو۔

قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّہُمۡ عَصَوۡنِیۡ وَ اتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡہُ مَالُہٗ وَ وَلَدُہٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان (سرداروں) کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کے نقصان میں ہی اضافہ کیا۔[۱۰]

وَ مَکَرُوۡا مَکۡرًا کُبَّارًا ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور انہوں نے بہت بڑا فریب کیا۔[۱۱]

وَ قَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِہَتَکُمۡ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۬ۙ وَّ لَا یَغُوۡثَ وَ یَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور انہوں (سرداروں) نے کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وَدّ اور سُوَاع اور یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔[۱۲]

[۹] اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے فرش کی طرح بنا دیا اور اس میں کشادہ راستے بھی بنا دیئے تا کہ تم اس پر آسانی سے چل سکو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

[۱۰] اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان سرداروں کی پیروی کی جن کو مال اور اولاد کی کثرت نے اس دنیا میں سرکش بنا دیا تھا اور آخرت میں ان کے نقصان اور خسران میں اضافہ کر دیا تھا۔

[۱۱] کافر سردار دن رات حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف مکر و فریب میں سرگرم رہتے اور جب انہیں کہیں کامیابی نظر نہ آئی تو بالآخر انہوں نے بہت بڑی سازش کی کہ کسی طرح ان کو قتل کر دیا جائے، جیسا کہ علامہ قرطبی نے بھی ایک قول نقل کیا ہے: ان کافر سرداروں نے اپنی قوم کے ذلیل اور کمینے لوگوں کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ نوح (علیہ السلام) کو قتل کر دیں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۲۲)

[۱۲] قوم نوح جن بتوں کی عبادت کرتی تھی ان میں زیادہ مشہور یہ پانچ بت یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا اور توحید کی دعوت دی تو قوم نوح کے سرداروں نے اپنے عوام کو کہا: نوح (علیہ السلام) تو دیوانہ ہو گیا ہے، لہٰذا تم ان کے کہنے پر اپنے بتوں کو ہرگز نہ چھوڑنا بلکہ ان کی عبادت جاری رکھنا۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ ان ظالموں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، سو تو ان ظالموں کو ان کے مظالم کی سزا دے اور ان کی گمراہی میں اضافہ کر دے۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا، سو (یا اللہ!) تو بھی ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ کردے۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کردیئے گئے، پھر (عذاب قبر کی) آگ میں ڈال دیئے گئے تو وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پاسکے۔ [۱۳]

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ

۲۶۔ اور نوح علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! روئے زمین

---

[۱۳] قوم نوح جب اپنی سرکشی اور گمراہی سے باز نہ آئی تو انہیں اپنے گناہوں کی وجہ سے پانی میں غرق کردیا گیا اور اس کے فوراً بعد ان پر عذاب قبر مسلط کردیا گیا۔ اور جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت میں آگ سے مراد برزخ کی آگ ہے جس کے ذریعہ قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ جو شخص پانی میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جائے یا اسے درندے یا پرندے کھا جائیں تو اس کو بھی وہی عذاب ہوتا ہے جو ظاہری قبر میں مدفون کو ہوتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ نوح (۷۱): زیر آیت نمبر ۲۵)

قبر سے کیا مراد ہے؟

قبر سے مراد صرف وہ گڑھا ہی نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد انسان کے اجزائے اصلیہ ہوں گے خواہ وہ جگہ مٹی، پانی یا کسی جانور کا پیٹ ہو۔

قبر میں میت سے کیا مراد ہے؟

قبر میں میت سے مراد صرف وہی جسم نہیں جو اس دنیا میں ہمارے ساتھ ہے کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد اس جسم کو مٹی کھا جاتی ہے۔ اسی طرح جن میتوں کو جلا دیا جاتا ہے یا ان کو جانور کھا جاتے ہیں، ان کا جسم بھی موجود نہیں ہوتا تو پھر قبر میں سزا یا جزا کس جسم کو دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ روح کا ایک خاص تعلق قائم رہتا ہے جس سے وہ تکلیف یا خوشی کو محسوس کرتا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کسی دوسرے ملک چلا جائے اور وہاں اسے کوئی تکلیف یا خوشی ہو تو اس وقت اس کا اپنا جسم اس کے ساتھ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح جس میت کا جسم معدوم ہو جائے تو اجزائے اصلیہ کے ساتھ جو روح کا تعلق ہے اس کی وجہ سے وہ تکلیف یا خوشی محسوس کرتا ہے۔

قبر میں عذاب، قبر میں ثواب، عذاب قبر سے پناہ مانگنا، عذاب قبر کی آواز اور عذاب قبر میں تخفیف کے بارے میں سورہ مومن (۴۰) کی آیت نمبر ۴۶ کا حاشیہ نمبر ۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔

الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾

پر کافروں میں سے کسی کو رہنے والا باقی نہ چھوڑ۔[۱۴]

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ بے شک اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ صرف بدکار کافروں کو ہی جنم دیں گے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

۲۸۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بھی بخش دے،[۱۵] اور ظالموں کی ہلاکت میں اضافہ کردے۔

---

[۱۴] حضرت نوح علیہ السلام پانی کے طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اتنی طویل تبلیغ کے بعد بھی جب وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس کرلیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو آگاہ کردیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ان کے علاوہ اب کوئی اور تمہاری قوم سے ایمان نہیں لائے گا، پس آپ غمگین نہ ہوں اس سے جو وہ کرتے رہے ہیں۔} (قرآن: ۱۱:۳۶) تو آپ علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ دعا کی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ان سب کو غرق کردیا۔ صرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے بچالیا جن کی تعداد اسی (۸۰) تھی۔

[۱۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی پہلے اپنی مغفرت کے لئے، پھر والدین کے لئے اور پھر اہل ایمان کے لئے دعا کی: یا اللہ! تیرے ان پیارے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ادا کرتے ہوئے یہ فقیر بھی یہی عرض کرتا ہے: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے اور سب مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بھی بخش دے۔ آمین!

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم برطانیہ

بعد از فجر بروز اتوار ۱۴ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۷ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۳ تا ۱۴ نومبر یعنی صرف ایک دن میں سورہ نوح کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الجن (۷۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''جن'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

جنات کا اسلام قبول کرنا

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں جنات کے ایک ایسے گروہ کے احوال بیان کیے گئے ہیں جو مشرک تھے، انہوں نے جب نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید سنا تو وہ شرک سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔ اس سے پہلے سورہ احقاف (۴۶) کی آیت نمبر ۲۹ میں بھی جنات کے ایک گروہ کا ذکر گزر چکا ہے، وہ اہل کتاب تھے، انہوں نے بھی جب نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید سنا تو وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: مختلف احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنات کے مختلف گروہ چھ بار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱) نیز جس طرح انسانوں میں مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے اور برے افراد بھی ہیں اسی طرح جنات میں بھی مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے جنات بھی ہیں جو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے اور ان میں برے اور شرارتی جنات بھی ہیں جو لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔

توحید کی تبلیغ

اس سورت کے درمیانی حصہ میں شرک کی تردید اور توحید کی تبلیغ کی گئی ہے۔ اور مساجد بنانے کا مقصد بھی یہی بتایا گیا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے، لہٰذا جو جنات یا انسان شرک کریں گے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

ان آیات میں کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ میرا حبیب نبی جب تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہے تو تم ان کا مذاق اڑاتے ہو اور اپنی قوت اور کثرت پر فخر کرتے ہو لیکن اگر تم اپنے شرک سے باز نہ آئے تو وہ دن آنے والا ہے جب طاقت اور کثرت میرے پیارے نبی کے پاس ہو گی اور تم کمزور اور بے یار و مددگار ہو گے چنانچہ اس کا پہلا مظاہرہ میدان بدر میں ہوا اور آخری مظاہرہ میدان حشر میں ہو گا۔

غیب کا علم

اس سورت کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، البتہ وہ صرف اپنے رسولوں کو اپنے غیب سے آگاہ فرماتا ہے، جنات، جادوگروں اور کاہنوں کو غیب کا علم نہیں دیا جاتا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز پیر ۱۵ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۸ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

آیاتہا ۲۸ — ۷۲ سورۃ الجن مکیۃ ۴۰ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ①

۱۔ آپ فرمادیں: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے (قرآن کو) غور سے سنا اور (واپس جاکر دوسرے جنات سے) کہا: بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔[۱]

[۱] جنات کے مختلف گروہ مختلف مواقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور قرآن مجید کا پیغام سن کر مسلمان ہوئے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: مختلف احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنات کے مختلف گروہ چھ بار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱)

اس سلسلہ میں ایک گروہ کا ذکر پہلے سورہ احقاف (۴۶) کی آیت نمبر ۲۹ میں گزر چکا ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ اور یہاں پر جنات کے جس گروہ کا ذکر ہے وہ مشرک تھے۔ (تفسیر خازن: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱) کیونکہ جنات کے اس گروہ نے جب قرآن مجید سنا اور واپس جاکر دوسرے جنات کو بتایا: ہم نے ایسا عجیب قرآن سنا ہے جو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی لاجواب ہے، علم و حکمت کے لحاظ سے بھی بے نظیر ہے اور سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پس ہمیں یقین ہوگیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور آئندہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے مشرک تھے اور اب انہوں نے شرک سے توبہ کرکے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ درج ذیل ہے:

علامہ رازی لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جنات کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤں تو میرے ساتھ کون جائے گا؟ سب خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے دوسری بار فرمایا تو بھی سب خاموش رہے، پھر جب آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ ابن ابی دُب کی وادی کے قریب مقام حجون میں پہنچے تو آپ ﷺ نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ ﷺ حجون کی طرف تشریف لے گئے اور جنات آپ ﷺ کے پاس آنا شروع ہوگئے، ان کے جسم بہت بڑے مگر سر بہت چھوٹے تھے، وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں۔ جنات اتنی زیادہ تعداد

يَهۡدِيۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾

۲۔ جو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں بنائیں گے۔

میں آگئے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں اٹھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور مجھے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بلند ہو رہی تھی اور جنات زمین سے اس طرح چمٹ گئے کہ میں ان کی آوازیں سن رہا تھا مگر وہ مجھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ کے نبی ہونے کی گواہی کون دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ درخت، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو فرمایا: اے درخت! ادھر آ، وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تم میرے لئے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ واپس لوٹ جاؤ، تو وہ درخت جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس لوٹ گیا اور پہلے کی طرح زمین میں قائم ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہ جنات قرآن سننے کے لئے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے لئے واپس چلے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱)

نیز اس آیت میں کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جنات تو صرف ایک بار قرآن مجید کو سن کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہے مگر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم روزانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنتے ہو اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنات میں اہل کتاب، مشرک اور مسلمان ہر طرح کے جنات ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنات کے جن گروہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی وہ عربی زبان اچھی طرح جانتے تھے تبھی تو قرآن مجید کو سن کے انہوں نے اسلام قبول کیا۔

جنات کیا ہیں؟

جنات ایسی مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ مخلوق کھاتے پیتے، عقل و شعور، زندگی و موت اور اولاد کے سلسلے میں انسانوں کی طرح ہے لیکن ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ﴿۳﴾	۳۔ اور بے شک ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا۔ [۲]
وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾	۴۔ اور بے شک ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق باتیں کہا کرتے تھے۔ [۳]
وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾	۵۔ اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے متعلق ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے۔
وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾	۶۔ اور بے شک بعض انسان بعض جنات کی پناہ طلب کرتے تھے، سو انہوں نے ان (جنات) کی سرکشی اور بڑھا دی۔ [۴]

انسانوں کی طرح جنات کو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور احکام الٰہی پر عمل کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔} (قرآن: ۵۱: ۵۶) جنات میں سے بعض کافر اور بعض مسلمان ہیں۔ ان میں جو شریر اور کافر جن ہیں انہیں شیطان کہا جاتا ہے۔ ابلیس بھی جنوں میں سے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی۔} (قرآن: ۱۸: ۵۰)

[۲] جس طرح انسانوں میں کئی کافر فرقے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی، بیٹیاں اور اولاد کا عقیدہ رکھتے ہیں اسی طرح جو جنات اس دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بھی ایسا ہی عقیدہ رکھتے تھے لیکن جب انہوں نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کے متعلق سنا تو وہ کہنے لگے: ہمارے رب کی شان بہت بلند اور برتر ہے، اس کو بیوی اور بچوں کی ضرورت نہیں ہے۔

[۳] اسلام قبول کرنے والے جنات نے کہا: ہمارے بے وقوف سردار اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق باتیں کرتے تھے، اور ہمارا گمان یہ تھا کہ کوئی انسان یا جن اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ نہیں بول سکتا، اس لئے ہم ان بے وقوفوں کی وجہ سے کفر و شرک میں مبتلا رہے لیکن اب قرآن سننے کے بعد ہمیں علم ہوا کہ ہمارے لیڈر تو جھوٹے اور حد سے تجاوز کرنے والے تھے، اس لئے ہم نے کفر و شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔

[۴] اہل عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ غیر آباد جگہوں پر جنات کا قبضہ ہوتا ہے اور ان کی پناہ مانگے بغیر اگر کوئی وہاں ٹھہرے گا تو جنات

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷

۷۔ اور وہ بھی ایسا ہی گمان رکھتے تھے جیسا تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو (زندہ کر کے دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے گا۔[۵]

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝۸

۸۔ اور ہم نے آسمان کو چھونا چاہا تو اس کو سخت محافظوں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝۹

۹۔ حالانکہ ہم اس سے پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کے لئے آسمان کے بعض مقامات پر بیٹھا کرتے تھے لیکن اب جو کوئی سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے۔[۶]

اسے تنگ کریں گے، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے ہاں ایک رواج یہ تھا کہ جب وہ کسی ویران اور اجاڑ جگہ میں قیام کرتے تو بلند آواز سے وہاں کے جنات کے سردار کی پناہ مانگتے تاکہ انہیں کوئی جن نقصان نہ پہنچائے۔ جب جنات نے دیکھا کہ انسان ان سے ڈرتے ہیں اسی لئے ان کی پناہ مانگتے ہیں تو اس سے جنات کی سرکشی اور ان کے تکبر میں اور اضافہ ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۶) اور جنات کے سردار کہنے لگے: ہم جنات کے تو پہلے ہی سردار ہیں اور اب ہم انسانوں کے بھی سردار بن گئے ہیں کیونکہ وہ ہم سے پناہ مانگتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۵] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اسلام قبول کرنے والے جنات نے اپنے ہم عقیدہ جنات سے کہا: جس طرح تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی نبی کو بھیجے گا اسی طرح اکثر انسانوں کا عقیدہ بھی خراب تھا اور وہ بھی آخرت اور کسی نبی کے آنے کے منکر تھے لیکن نزول قرآن کے بعد وہ آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے، لہٰذا تم بھی آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب کفار مکہ سے ہے کہ جس طرح تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی نبی کو بھیجے گا اسی طرح اکثر جنات کا بھی عقیدہ خراب تھا اور وہ بھی آخرت اور کسی نبی کے آنے کے منکر تھے لیکن نزول قرآن کے بعد وہ آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے، لہٰذا تم بھی آخرت اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

قرآن مجید کے الفاظ میں ان دونوں اقوال کی گنجائش موجود ہے اور ان دونوں کے نتیجہ میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

[۶] یہاں پر علامہ قرطبی نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔[۷]

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا

۱۱۔ اور بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے

پانچ سو سال کا عرصہ جب وحی کا سلسلہ بند رہا تو اس دوران جنات پر سخت پابندی نہیں تھی، اس لئے جنات آسمان پر جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں سن لیتے تھے مگر جب حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو جنات کو آسمان کے قریب جانے سے روک دیا گیا اور آسمان کی حفاظت کے لئے فرشتے اور آگ کے شعلے مقرر کر دیئے گئے اور اگر جنات آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے تو انہیں آگ کے شعلے مارے جاتے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۹)

علامہ رازی لکھتے ہیں: اگر چہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی شہاب کے گرنے کا سلسلہ جاری تھا مگر پھر بھی آسمان میں کچھ جگہیں ایسی تھیں جہاں فرشتے اور شہاب نہیں تھے اور وہاں سے جنات گزر جاتے تھے مگر نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد فرشتوں اور شہاب کا اتنا اضافہ کر دیا گیا کہ سب خالی جگہیں پر کر دی گئی ہیں، اب جنات کسی جگہ سے بھی اوپر نہیں جا سکتے۔
(تفسیر کبیر: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۹)

اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ اگر آسمان پر فرشتوں کا پہرہ اور شہاب نہ ہوں تو جنات چھپ کر اوپر جا سکتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، دراصل اللہ تعالیٰ نے ہی جنات کو اوپر اڑنے کی طاقت دی، پھر فرشتوں اور شہاب کے ذریعہ واپس بھیجنے کا مقصد یہ ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جو جن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں انہیں ذلیل و رسوا کر کے نیچے بھگا دیا جاتا ہے، وہ قرب خداوندی کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔

[۷] جنات کے لئے جب آسمان پر جانے کے سارے راستے بند کر دیئے گئے تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ انہیں روکنے کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ زمین والوں پر کوئی عذاب نازل ہونے والا ہے اور اس کی خبر کو لوگوں سے مخفی رکھا جا رہا ہے تاکہ جنات سن کر لوگوں کو نہ بتا دیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے کوئی نبی بھیجنے والا ہے اور اسے جنات سے مخفی رکھا جا رہا ہے تاکہ وہ پہلے ہی سے نبی کے متعلق غلط فہمیاں پیدا نہ کر سکیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جنات نے اپنی بندش کا سبب معلوم کرنے کے لئے زمین کے مشارق اور مغارب میں گھومنا شروع کر دیا اور جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے اصحاب کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو انہوں نے پہچان لیا کہ اسی نبی کی وجہ سے ان کا اوپر جانا بند کر دیا گیا ہے، چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے۔
(تفسیر ابن کثیر: سورہ جن (۷۲): زیر آیت نمبر ۱۰)

طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

برعکس ہیں، ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔[۸]

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ نُّعۡجِزَ اللّٰہَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَنۡ نُّعۡجِزَہٗ ہَرَبًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور ہم نے یقین کرلیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کرسکتے اور نہ ہی (زمین سے) بھاگ کر اسے عاجز کرسکتے ہیں۔[۹]

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعۡنَا الۡہُدٰۤی اٰمَنَّا بِہٖ ؕ فَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِرَبِّہٖ فَلَا یَخَافُ بَخۡسًا وَّ لَا رَہَقًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور بے شک جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پس جو شخص بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے نہ کسی نقصان کا خوف ہوگا اور نہ ہی کسی ظلم کا۔[۱۰]

وَّ اَنَّا مِنَّا الۡمُسۡلِمُوۡنَ وَ مِنَّا الۡقٰسِطُوۡنَ ؕ فَمَنۡ اَسۡلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوۡا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور بے شک ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ ظالم ہیں، پس جو فرمانبردار ہوگئے تو انہوں نے راہ حق کو تلاش کرلیا۔[۱۱]

وَ اَمَّا الۡقٰسِطُوۡنَ فَکَانُوۡا لِجَہَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

[۸] جس طرح انسانوں میں مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے اور برے افراد بھی ہیں اسی طرح جنات میں بھی مختلف فرقے ہیں اور ان میں اچھے جنات بھی ہیں جو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے اور ان میں برے اور شرارتی جنات بھی ہیں جو لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔

[۹] قرآن مجید کو سننے کے بعد ہم کو یہ یقین ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور سب پر غالب ہے۔ اگر ہم اس کی نافرمانی کریں گے تو ہم اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے، نہ تو ہم زمین میں رہ کر اسے عاجز کرسکتے ہیں اور نہ ہی اس زمین سے بھاگ کر اسے عاجز کرسکتے ہیں کیونکہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہے۔

[۱۰] ہم نے جونہی حق اور ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، لہٰذا تم بھی ایمان لے آؤ۔ اور جو شخص بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے اپنی نیکیوں کا پورا اجر ملے گا، اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور اسے سزا بھی اتنی ہی ملے گی جتنے اس نے گناہ کیے ہوں گے، اس پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی جائے گی۔

[۱۱] ہم میں سے جن جنات نے قرآن مجید کو سن کر اسلام قبول کرلیا اور اس کے احکام کی اطاعت کی تو یہی وہ کامیاب ہیں جنہوں نے حق کا راستہ تلاش کرلیا اور ہم میں سے جن جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہی ظالم ہیں اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾

۱۶۔ اور اگر وہ راہ راست پر قائم رہیں گے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کریں گے۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾

۱۷۔ تا کہ ہم اس (نعمت) میں ان کی آزمائش کریں، اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا تو وہ اسے سخت عذاب میں داخل کردے گا۔[۱۲]

[۱۲] یعنی پیارے نبی! آپ اہل ایمان کو بتادیں کہ اگر وہ راہ راست اور دین فطرت پر قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں کثیر پانی یعنی خوشحالی سے مالا مال فرمائے گا لیکن اس خوشحالی میں بھی ان کی آزمائش ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی زندگی اور اس کا مال ومتاع انسان کی آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے۔اور جو لوگ مال و دولت کی فراوانی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے اور اس کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں تو اس ناشکری اور سرکشی پر اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے سخت عذاب میں داخل فرمائے گا۔

مال و دولت بھی ایک آزمائش ہے

☆ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر وغربت کا اندیشہ نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کردی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کردی گئی تھی، پھر تم دنیا کے مال ومتاع میں رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا کے مال ومتاع میں رغبت کی تھی، پھر یہ دنیا تمہیں بھی ہلاک کردے گی جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا تھا۔ (بخاری:۶۴۲۵: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور احد والوں (شہدائے احد) پر اس طرح نماز ادا فرمائی جس طرح میت پر نماز ادا کی جاتی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! مجھے تم پر اپنے بعد شرک کا اندیشہ نہیں لیکن مجھے تم پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (بخاری:۶۴۲۶: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف زمین کی برکات کا ہے جو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نکالے گا۔عرض کی گئی: زمین کی برکات سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی زینت۔۔۔پھر فرمایا: بے شک یہ دنیا کا مال میٹھا ہے۔جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا اور حق کے راستہ میں خرچ کیا تو یہ مال اس کے لئے بہترین معاون ہے، اور جس نے اس کو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ (بخاری:۶۴۲۷: کتاب الرقاق: باب ۷)

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور بے شک سب مساجد اللہ تعالیٰ ہی (کی عبادت) کے لئے ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ [۱۳]

[۱۳] مسجد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سجدہ کیا جائے۔ اگرچہ امت مسلمہ کے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے مگر خصوصیت کے ساتھ اس عمارت کو مسجد کہا جاتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جائے، لہٰذا مسجد کا حق یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ مشرکین مکہ نے بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے اس لئے انہیں خصوصیت کے ساتھ منع کیا جا رہا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت تو کسی جگہ بھی جائز نہیں ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کے گھر میں غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اس سے باز آ جاؤ۔

سب سے پہلی مسجد

روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد جو بنائی گئی ہے وہ بیت اللہ یعنی مسجد حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {بے شک سب سے پہلا عبادت خانہ جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بڑا برکت والا اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔} (قرآن: ۹۶:۳)

حضرت ابوذر غفاری ﷛ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پھر پوچھا: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال۔
(بخاری: ۳۴۲۵: کتاب الانبیاء: باب: ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام کے پہلے معمار حضرت آدم ﷤ اور مسجد اقصیٰ کے پہلے معمار حضرت آدم ﷤ کے کوئی فرزند تھے۔ طوفان نوح کے بعد جب یہ مسجدیں شہید ہو گئیں تو حضرت ابراہیم ﷤ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور حضرت سلیمان ﷤ نے مسجد اقصیٰ کی۔

مسجد حرام کی فضیلت

حضرت انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۴۱۳: کتاب الصلاۃ: باب ۱۹۸) کعبہ کی برکتوں کے لئے ایک حکایت ملاحظہ کریں: کعبہ تین اشخاص کی سفارش کر کے انہیں جنت میں لے جائے گا۔ پہلا شخص جس نے حج کیا، دوسرا جو حج کے لئے نکلا مگر کعبہ تک نہ پہنچ

سکا، تیسرا وہ جس کے دل میں حج کی خواہش تھی مگر وسائل نے ساتھ نہ دیا۔ (نزہۃ المجالس: جلد اول: ص ۱۵۳)

انبیائے کرام علیہم السلام کی بنوائی ہوئی مساجد

دنیا میں چار مسجدیں ایسی ہیں جن کو انبیائے کرام علیہم السلام نے بنوایا تھا: بیت اللہ، بیت المقدس، مسجد قبا اور مسجد نبوی۔
(تفسیر مظہری: سورۃ النور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۶)

مسجد کی تعمیر

☆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۷۳۷: ابواب المساجد: باب ۱)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قاختہ یا کبوتری کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (ابن ماجہ: ۷۳۸: ابواب المساجد: باب ۱) کبوتری کا گھونسلا زیادہ سے زیادہ آدھی اینٹ کے برابر ہوتا ہے جس میں ایک پاؤں نہیں آسکتا تو نمازی دوسرا پاؤں کہاں رکھے گا اور سجدہ کہاں کرے گا؟ مطلب یہ ہے کہ جس نے آدھی اینٹ یا اس سے بھی کم سرمایہ مسجد میں لگایا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں پورا گھر بنائے گا اور جنت کے گھر کی شان یہ ہوگی کہ اس کائنات کے سارے گھروں کا حسن و جمال اگر اکٹھا کر لیا جائے تو جنت کے ایک گھر کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ جنت کی ہر چیز کی خوبی ہمارے وہم و گمان سے بالاتر ہوگی۔

مسجد کی صفائی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ بنانے کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھنا۔ (قرآن: ۲۲:۲۶)} یعنی اس کی عمارت کو گرد و غبار سے پاک رکھو تاکہ عبادت کرنے والے کی نگاہوں کو سکون ملے اور اس کی فضا کو کفر و شرک سے پاک رکھو تاکہ عبادت کرنے والے کا دل مطمئن ہو اور وہ پورے اطمینان کے ساتھ اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک صاف رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت مسجد نبوی سے کوڑا کرکٹ اٹھایا کرتی تھی، وہ فوت ہو گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے دفن کی اطلاع نہ دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فوت ہو تو مجھے اطلاع دیا کرو (مجھے اس عورت کی قبر پر لے چلو)، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا: میں نے اس کو جنت میں دیکھا ہے وہ مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھا رہی ہے۔

(الترغیب و الترہیب: کتاب الصلاۃ: تنظیف المساجد: جلد ۱: ص ۱۹۷)

مسجد کے آداب

مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھو، انتہائی ادب سے چلو کیونکہ یہ تمہارا ذاتی گھر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے، لہٰذا جہاں جگہ ملے آرام کے ساتھ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی دوسرے کو تکلیف نہ دو، فضول باتیں نہ کرو، اور مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے باہر نکالو۔

☆ ابو حُمید رضی اللہ عنہ اور ابو اُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ کہے: (اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ) یا اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے نکلے تو کہے: (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ) یا اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(نسائی: ۷۳۰: کتاب المساجد: باب ۳۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو ان میں چرا کرو۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! جنت کے باغات کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مساجد، پھر میں نے پوچھا: ان میں چرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پڑھا کرو۔

(ترمذی: ۳۵۰۹: کتاب الدعوات: باب ۸۲)

مسجد کی فضیلت

☆ حضرت ابو خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں پابندی سے جاتا ہے تو تم اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔ (تفسیر درمنثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں زمین والوں کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر جب میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور سحری کے وقت اٹھ کر مجھ سے استغفار کرتے ہیں تو میں ان سے عذاب کو پھیر دیتا ہوں۔

(تفسیر درمنثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے گھر میں وضو کیا، پھر مسجد میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔ (تفسیر درمنثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ (تفسیر درمنثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین پر مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں وہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتی ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور: سورہ توبہ(۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ ع

۱۹۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا (خاص) بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا تو لوگ اس پر ہجوم کر کے آجاتے۔[۱۴]

☆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں قندیل لٹکائی ستر ہزار فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشنی کا کام دیتی رہتی ہے۔

(تفسیر درمنثور: سورہ توبہ (۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے۔ مسجدیں بھی بابرکت ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی بابرکت ہیں۔ مسجدیں بھی محفوظ ہیں اور ان کو آباد کرنے والے بھی اس کی حفاظت میں ہیں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ وہ لوگ مسجدوں میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ النور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

۱۔ عادل امام (حکمران)۔

۲۔ وہ جوان جو اپنے رب کی عبادت میں سرگرم رہتا ہے۔

۳۔ وہ انسان جس کا دل مساجد کی آبادی میں لگا رہتا ہے۔

۴۔ وہ دو انسان جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کریں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اکٹھے ہوں اور اسی کے لئے جدا ہوں۔

۵۔ وہ مرد جس کو حسن اور منصب والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ انکار کرتے ہوئے کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۶۔ وہ انسان جس نے اس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔

۷۔ وہ انسان جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

(بخاری: ۶۶۰: کتاب الاذان: باب ۳۶)

[۱۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے بندے سے مراد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تو کفار کو بہت غصہ آتا اور وہ ہجوم کر کے آجاتے، آپ کا مذاق اڑاتے اور لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے منع کرتے مگر فتح مکہ کے بعد وہ دور بھی آیا کہ وہی کفار فوج در فوج آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

قُلْ إِنَّمَآ أَدْعُوا رَبِّي وَلَآ أُشْرِكُ بِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٠﴾

۲۰۔ آپ فرمادیں: میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔

قُلْ إِنِّي لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾

۲۱۔ آپ فرمادیں: میں (از خود) نہ تمہیں نقصان پہنچانے کا مالک ہوں اور نہ ہی ہدایت دینے کا۔ [۱۵]

قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ ٱللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾

۲۲۔ آپ فرمادیں! مجھے ہرگز کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکتا اور نہ ہی میں اس کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔ [۱۶]

إِلَّا بَلَٰغًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِسَٰلَٰتِهِۦ ۚ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ﴿٢٣﴾

۲۳۔ البتہ (میرا کام) اللہ تعالیٰ کے احکامات اور پیغامات پہنچا دینا ہے، اور پھر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ [۱۷]

---

[۱۵] مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ہم عرصہ دراز سے شرک پر قائم ہیں۔ اب اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں لے آتے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دوں جو میں پہنچا رہا ہوں۔ اب اگر تم ان کا انکار کردو تو اس کی سزا دینا اور اگر تم ان کو قبول کرلو تو اس کی جزا دینا میرا کام نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ جب چاہے گا تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں سزا اور جزا دے گا۔

[۱۶] مشرکین مکہ نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ نے توحید کی دعوت دے کر تمام اہل مکہ کو اپنا دشمن بنالیا ہے، لہٰذا ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ توحید کی دعوت سے دست بردار ہوجائیں اور اگر اس وجہ سے آپ پر عذاب آیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کو پناہ دیں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے۔ ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں اور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا: میں تو بہر حال اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں بناؤں گا اور اگر بفرض محال میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ میں کوتاہی کروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا، میرے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

[۱۷] یعنی میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچا دوں، وہ میں پہنچا رہا ہوں، اب جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی نافرمانی کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا۔

حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ اَضۡعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ یہاں تک کہ جب وہ اس (عذاب) کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں کم ہیں۔ [۱۸]

قُلۡ اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ اَمۡ یَجۡعَلُ لَہٗ رَبِّیۡۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

۲۵۔ آپ فرما دیں: میں (از خود) نہیں جانتا کہ جس (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے کیا وہ قریب ہے یا اس کے لئے میرے رب نے کوئی مدت مقرر کر دی ہے۔ [۱۹]

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

۲۶۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی (عام شخص) کو مطلع نہیں فرماتا۔

اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ سوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند فرما لے تو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) مقرر کر دیتا ہے۔ [۲۰]

[۱۸] آج تو مشرکین مکہ عذاب آخرت کا انکار کرتے ہیں اور اپنی طاقت اور کثرت کی وجہ سے بڑے مغرور ہیں اور مسلمانوں کی غربت اور قلت کی وجہ سے ان کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن کل جب میدان جنگ میں واسطہ پڑے گا اور میدان حشر میں جب اعمال کا حساب ہوگا تو پھر مشرکین کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں کم ہیں، وہاں مشرکین کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا جبکہ اہل ایمان کے لئے انبیائے کرام اور فرشتے شفاعت کریں گے۔

[۱۹] مشرکین کہتے تھے کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں آخر وہ کب آئے گا؟ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روز قیامت کا آنا تو بہر حال یقینی ہے، وہ ایک دن ضرور آئے گا، مگر وہ کون سی تاریخ کو آئے گا؟ اس کا تعلق علم غیب سے ہے اس لئے میں از خود نہیں جانتا کہ آیا وہ قریب ہے یا دور ہے؟ البتہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اس کا علم ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے رسولوں کو اپنے غیب سے آگاہ فرماتا ہے، جیسا کہ آنے والی آیات سے واضح ہے۔

[۲۰] اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر صرف اپنے رسولوں کو ہی مطلع فرماتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی رسول کی طرف وحی فرماتا ہے تو اس وقت اپنے رسول کے اردگرد محافظ فرشتے مقرر فرما دیتا ہے تا کہ شیطان اور جنات وحی کو نہ سن سکیں۔ علم غیب کی تفصیل کے لئے سورہ نمل (۲۷) کی آیت نمبر ۶۵ کا حاشیہ نمبر ۶۰، اور سورہ لقمان (۳۱) کی آیت نمبر ۳۴ کا حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادے کہ بے شک ان سب رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے ہر چیز کا شمار کر رکھا ہے۔[۲۱]

[۲۱] وحی کے وقت محافظ فرشتوں کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یہ ظاہر کردے کہ اس کے رسولوں نے اس کے پیغامات صحیح طریقہ سے پہنچا دیئے ہیں اور ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، سارے رسولوں کے اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور کائنات کی تمام چیزوں کا شمار بھی اس کے علم میں ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۵ تا ۲۰ نومبر یعنی پانچ دنوں میں سورہ جن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المزمل (۷۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مزمل'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سورت کی آخری آیت مدینہ میں نازل ہوئی کیونکہ اس میں زکوٰۃ اور قتال کا ذکر ہے اور ان دونوں کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

نماز تہجد

اس سورت کے آغاز میں جب نبی کریم ﷺ پر یہ حکم نازل ہوا کہ آپ آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش وقت تک نماز تہجد پڑھا کریں تو آپ ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ ؓ نے بھی نماز تہجد شروع کر دی اور یہ رات کا قیام کبھی ایک تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی دو تہائی رات تک پہنچ جاتا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: کچھ صحابہ ؓ جو آدھی رات کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے وہ صبح تک قیام کرتے اس ڈر سے کہ کہیں وقت کے شمار میں غلطی نہ ہو جائے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور ان کے چہروں کی رنگت زرد پڑ گئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور اس حکم میں تخفیف کر دی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی کہ نماز تہجد کی فرضیت بھی ختم فرما دی اور آدھی رات یا اس سے کم و بیش کی پابندی بھی ختم فرما دی، اب یہ مستحب نماز ہے اور جتنے وقت میں آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ نماز تہجد کی دو، چار یا آٹھ رکعات ہیں، یہ نماز امت مسلمہ پر نفل عبادت ہے مگر نبی کریم ﷺ کے لئے یہ ایک خصوصی نماز تھی جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا۔

صبر کی تلقین

آیت نمبر ۱۰ میں آپ ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے یعنی کارساز حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا آپ صرف اسی پر توکل رکھیں اور کفار کی اذیت رسانی اور بدکلامی پر صبر کریں اور جب ان سے آمنا سامنا ہو تو بڑی خوبصورتی اور حسن اخلاق کے ساتھ ان سے الگ ہو جایا کریں۔ اور جو لوگ اپنے مال کے نشہ میں آپ کو جھٹلاتے ہیں، آپ ان کی بھی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے انتقام لوں گا۔

اہل مکہ کو تنبیہ

آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹ میں اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کوئی ایسے رسول نہیں ہیں جن کی پہلے مثال نہ ہو بلکہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تھا اسی طرح ہم نے تمہاری طرف حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کی ایسی گرفت کی کہ اس کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اب اگر تم نے بھی حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو تم پر بھی کوئی ایسا عذاب آ سکتا ہے۔

نیکیوں کا اجر عظیم

اس سورت کے آخر میں انسان کو آخرت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے یعنی اس کو چاہیے کہ اپنی اس فانی زندگی میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ کی نیکیوں کا ذخیرہ آخرت کے لئے بھیجے تاکہ آنے والی دائمی زندگی میں اس کے اجر عظیم سے فائدہ اٹھا سکے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از ظہر بروز ہفتہ ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ — ۱۔ اے چادر لپیٹنے والے! [۱]

قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ — ۲۔ آپ رات کو (نماز کے لئے) قیام کریں مگر تھوڑا۔

نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ — ۳۔ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دیں۔ [۲]

[۱] جس وقت ان آیات کا نزول ہوا اس وقت نبی کریم ﷺ چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اہل عرب جب کسی سے لطف و محبت کا اظہار کرنا چاہتے تو اس کی وقتی حالت کے مطابق اسے خطاب کرتے، جیسا کہ حضرت علی ؓ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں سو رہے تھے اور ان کے پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی، نبی کریم ﷺ نے پیار و شفقت سے انہیں فرمایا: اے مٹی والے! اٹھو۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اسی حالت سے خطاب فرمایا جس میں آپ جلوہ گر تھے کیونکہ حبیب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔

[۲] پیارے نبی! آپ رات کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھا کریں، مگر ساری رات نہیں بلکہ آدھی رات یا اس میں کچھ کمی یا زیادتی بھی کر سکتے ہیں یعنی آدھی رات سے اگر کچھ وقت کم یا زیادہ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

نماز تہجد

رات کو سونے کے بعد اُٹھ کر جو کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات نوافل ادا کئے جاتے ہیں ان کو نماز تہجد کہتے ہیں۔ ابتدا میں یہ نماز امت مسلمہ پر فرض کر دی گئی تھی، پھر معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہونے کے بعد نماز تہجد کو نفلی عبادت قرار دیا گیا مگر نبی کریم ﷺ کے لئے پھر بھی یہ ایک خصوصی نماز تھی جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا۔

نماز تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکو تو یاد کرو۔

(ترمذی: ۳۵۷۹: کتاب الدعوات: باب ۱۱۸)

☆ حضرت بلال ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کی نماز کے قیام کو لازم رکھو کیونکہ یہ تم سے

اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ؕ ۴۔ یا اس پر کچھ اضافہ کردیں، اور (حسب معمول) قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔ [۴]

پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ (ترمذی: ۳۵۴۹: کتاب الدعوات: باب ۱۰۱)

☆ حضرت ابوہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟ (بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

☆ حضرت ابوہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۳: کتاب الصیام: باب ۳۸)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی: ۲۴۸۵: صفۃ الجنۃ: باب ۴۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (بخاری: ۴۸۳۷: کتاب التفسیر: سورہ ۴۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سویا رہتا ہے اور نماز پڑھنے کے لئے نہیں اٹھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

(بخاری: ۱۱۴۴: کتاب التہجد: باب ۱۳)

[۴] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو پڑھنے میں جلدی نہ کی جائے بلکہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور اس کے معانی میں غور وفکر کرے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۴)

علامہ رازی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نماز تہجد میں قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم اس لئے دیا تا کہ انسان رات کے پرسکون ماحول میں ان آیات کے حقائق اور اسرار میں غور وفکر کرے، جب اللہ تعالیٰ کے ذکر کی آیات پڑھے تو دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کو حاضر کرے اور جب وعد اور وعید کی آیات پڑھے تو اپنے دل میں عذاب کا ڈر اور ثواب کی امید حاضر کرے تو اس وقت اس کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نور سے روشن ہو گا۔ اور جلدی جلدی قرآن پڑھنا

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝

۵۔ بے شک ہم عنقریب آپ پر بھاری کلام (قرآن) نازل کریں گے۔ [۴]

اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے معانی میں غور نہیں کر رہا، لہٰذا ترتیل کا مقصد یہ ہے کہ حضور قلب اور کمال معرفت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ (تفسیر کبیر: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حافظ قرآن سے کہا جائے گا: تو قرآن مجید پڑھ اور (جنت کے درجات پر) اوپر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا تیری منزل وہاں ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔ (ترمذی: ۲۹۱۴: فضائل القرآن: باب ۱۸)

[۴] بعثت کے ابتدائی سالوں میں جب کبھی وحی کو زیادہ عرصہ گزر جاتا تو آپ وحی کے انتظار میں بے تاب ہو جاتے اور سوچنے لگتے کہ وحی کیوں رک گئی ہے۔ ایک دفعہ اسی فکر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے کہ وحی آگئی: یعنی اے چادر لپیٹنے والے! آپ رات کا قیام اور ترتیل کے ساتھ پہلے سے نازل شدہ قرآن کی تلاوت جاری رکھیں اور غمگین نہ ہوں، ہم بقیہ قرآن کے نزول کا سلسلہ بہت جلد شروع کر دیں گے۔

قرآن مجید ایک بھاری کلام ہے

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو جو کچھ فرشتہ نے کہا ہوتا ہے میں اسے یاد کر چکا ہوتا ہوں، اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کرتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ کو وحی اترنے کی حالت میں دیکھا ہے، جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا تو سخت سردی کے دن میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔

(بخاری: ۲: کتاب بدء الوحی: باب ۲)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ کو وحی کی آمد کا پتہ چل جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے، اس وقت میں بالکل خاموش ہو جاتا ہوں، پھر نزول وحی کے وقت مجھے تقریباً ہر بار یہ احساس ہوتا ہے کہ جان نکل جائے گی۔ (مسند احمد: جلد ۲: ص ۲۲۲)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوتے اور آپ پر اس حال میں وحی نازل ہوتی تو اونٹنی سینہ کے بل زمین پر گر جاتی اور جب تک وحی کی کیفیت آپ سے منقطع نہ ہو جاتی وہ اسی طرح بے حس و حرکت زمین پر پڑی رہتی۔ (تفسیر در منثور: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۵، اور مسند احمد: جلد ۶: ص ۱۱۸)

۴۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر صلی اللہ علیہ وسلم وحی نازل فرمائی، اس وقت

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ ۶۔ بے شک رات کا اٹھنا (نفس کو) سخت پامال کرتا ہے اور بات کو بہت درست رکھتا ہے۔[۵]

آپ ﷺ کی ران میری ران پر تھی اور مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اپنی ران ٹوٹنے کا اندیشہ ہو گیا۔
(بخاری: کتاب الصلاۃ: باب ۱۲)

قرآن مجید کو بھاری کلام کہنے کی چند وجوہات

۱۔ قرآن مجید اپنی قدر و منزلت اور عظمت و جلالت کے اعتبار سے اتنا بھاری ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ بھی پھٹ جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب!) تو اس (پہاڑ) کو دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھک جاتا اور پاش پاش ہو جاتا۔ (قرآن: ۵۹:۲۱) لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمارے نبی ﷺ کو اتنا قوی اور مضبوط بنایا کہ آپ نے اس چیز کو برداشت کر لیا جس کو مضبوط پہاڑ بھی برداشت نہ کر سکتا۔

۲۔ علامہ خازن نے ایک قول نقل کیا ہے کہ قرآن مجید تلاوت کے اعتبار سے زبان پر ہلکا اور آسان ہے اور قیامت کے دن ثواب کے لحاظ سے میزان میں بھاری ہوگا۔ (تفسیر خازن: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۵) جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔
(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

۳۔ جب کسی شخص کی بات سچی اور حکیمانہ ہو تو سننے والے کہتے ہیں: اس کی بات میں وزن ہے، اسی طرح چونکہ قرآن مجید کی ہر بات میں سچائی اور حکمت ہے اس لئے اس کی ہر بات وزنی ہے۔

۴۔ قرآن مجید کفار اور منافقین پر بھاری ہے کیونکہ اس میں ان کے عقائد اور اعمال کی تردید کی گئی ہے۔

۵۔ بھاری کلام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف تھی، آپ غار حرا کی تنہائی میں عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل کو سکون پہنچاتے مگر نزول قرآن کے بعد آپ کو مخلوق کی طرف توجہ کرنے کا حکم ملا تا کہ سیکڑوں بتوں کے پجاریوں کو ایک خدا کی طرف بلایا جائے جو کہ بڑا بھاری اور دشوار کام تھا۔

[۵] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت میں رات کو اٹھنے سے مراد یہ ہے کہ انسان رات کو سونے کے بعد (نماز کے لئے) اٹھے۔ یعنی جو شخص سونے سے پہلے رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھ لے وہ رات کی نماز نہیں ہوگی۔ اور ابن کیسان کہتے ہیں: اس آیت میں رات کو اٹھنے سے مراد یہ ہے کہ انسان رات کے آخری حصہ میں (نماز کے لئے) اٹھے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۶)

رات کے وقت انسان کو نیند اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے اور خاص کر رات کو سونے کے بعد نماز کے لئے اٹھنا بہت

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝

۷۔ بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہوتی ہیں۔[۶]

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝

۸۔ اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہیں۔[۷]

ہی بھاری اور دشوار ہے، لیکن نفسانی خواہشات کو پامال کرنے کے لئے یہ بہترین ہتھیار ہے۔ اگر کوئی خوش نصیب نماز تہجد کی پابندی اختیار کرلے تو اس کا نفس اس کے تابع ہو جاتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت میں اسے خوب مزہ آتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ صرف اپنے رب کی رضا کے لئے اٹھا ہے اسے کوئی دیکھ نہیں رہا کہ اس میں ریا کاری آسکے۔ دن کے وقت اور بھی مشاغل ہوتے ہیں جو انسان کو نماز کے بعد کرنے ہوتے ہیں اس لئے دل میں ان کا خیال جا گزیں ہو سکتا ہے مگر تہجد کے بعد صبح کی نماز کا وقت آنے والا ہوتا ہے اور انسان کا خیال کسی دنیاوی شغل کی طرف منتشر نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی خیال آتا بھی ہے تو ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی اس کے ذہن وضمیر اور عقل وشعور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی جلوہ گر رہتی ہے۔ نیز سارے لوگ سو رہے ہیں کہیں شور وغل نہیں جو اس کی عبادت میں خلل پیدا کرسکے، اس وقت بندے اور اس کے رب کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا، بندہ اپنی نیند چھوڑ کر پورے خلوص کے ساتھ اپنے رب کے سامنے قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اپنی شان کے مطابق اپنے بندے کا قرآن سن رہا ہے اور اس کی مغفرت کا اعلان فرما رہا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رات کو اٹھ کر اپنے رب کو راضی کرتے ہیں۔ یا اللہ! اس فقیر پر تقصیر کو بھی اس نعمت پر دوام عطا فرما۔ آمین!

[۶] میرے پیارے نبی! دن کو آپ تبلیغ احکام، سیاسی مسائل، وفود سے ملاقات، مقدمات کے فیصلے، جہاد کی تیاری اور جنگوں میں شرکت وغیرہ میں بہت مصروف رہتے ہیں۔ اگرچہ یہ سارے کام آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں تاہم بلاواسطہ عبادت کے لئے رات کا وقت بہت موزوں ہے۔

اس میں پوری امت مسلمہ کو بھی نماز تہجد کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ وہ بھی دن کے وقت دنیاوی مصروفیات کا شکار رہتے ہیں، لہٰذا انہیں بھی چاہیے کہ وہ رات کو بقدر ضرورت نیند اور آرام کرنے کے بعد نماز تہجد کے لئے اٹھنے کی کوشش کریں، کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پر جلوہ گر ہو کر بنی نوع انسان کو استغفار کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۳۴۶)

[۷] میرے پیارے نبی! آپ کثرت سے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں بلکہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیں

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨

۹۔ وہی مشرق اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسی کو اپنا کارساز بنائے رکھیں۔ [۸]

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩

۱۰۔ اور جو کچھ وہ (کفار) کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جائیں۔ [۹]

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪

۱۱۔ آپ ان جھٹلانے والے مالداروں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ [۱۰]

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ⑫

۱۲۔ بے شک ہمارے پاس (ان کے لئے) بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ [۱۱]

اور اس کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھیں یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں اس طرح قائم کر دیں کہ دنیا کے تمام تعلقات پر اس کی یاد غالب آجائے اور آپ کا کوئی قدم اس کی رضا کے بغیر نہ اٹھے۔ یہ حکم صرف نبی کریم ﷺ کے لئے نہیں ہے بلکہ آپ کے ساتھ آپ کی ساری امت کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اسی پر بھروسہ رکھیں، سب نافرمانوں سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور اسی کی رضا کے مطابق زندگی بسر کریں۔

[۸] اللہ تعالیٰ ہی مشرق و مغرب یعنی ساری کائنات کا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسی پر توکل کرے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ توکل پر تفصیلی بیان کے لئے سورہ تغابن (۶۴) کی آیت نمبر ۱۳ کا حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

[۹] میرے پیارے نبی! یہ کفار جو آپ کے خلاف باتیں بنا کر آپ کی دلآزاری کرتے ہیں آپ ان کی بدکلامی پر صبر کریں اور جب ان سے آمنا سامنا ہو تو بڑی خوبصورتی اور حسن اخلاق کے ساتھ ان سے الگ ہو جایا کریں۔

[۱۰] میرے پیارے نبی! یہ مالدار کفار اپنے مال کے نشہ میں آپ کو جھٹلاتے ہیں، آپ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے انتقام لوں گا، آپ ان کو تھوڑی سی مہلت دیں، اگر یہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو جنگ بدر کا دن آنے والا ہے جس میں ان مالداروں کو ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا اور آخرت میں آگ کا عذاب بھی ان کا انتظار کر رہا ہے۔

[۱۱] میرے پیارے نبی! جو لوگ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئیں گے ہم انہیں لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے اور وہاں انہیں زقوم وغیرہ کا ایسا کھانا دیا جائے گا جو ان کے حلق میں اٹک جائے گا نہ اندر پیٹ میں جائے گا اور

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا بکھرتا ہوا ٹیلا بن جائیں گے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ (اے اہل مکہ!) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔[۱۲]

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کی بڑی سخت گرفت فرمائی۔[۱۳]

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اگر تم بھی کفر کرتے رہے تو اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔[۱۴]

نہ ہی واپس باہر آسکے گا بلکہ اسی دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے اور یہ عذاب انہیں قیامت کے دن دیا جائے گا یعنی جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح بھر بھرے اور بے حیثیت ہو جائیں گے جن کو ہوا اس طرح اڑائے گی جیسے تیز آندھی ریت کے ذروں کو اڑاتی ہے۔

[۱۲] اہل مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کوئی ایسے رسول نہیں ہیں جن کی پہلے مثال نہ ہو بلکہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تھا اسی طرح ہم نے تمہاری طرف حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جو قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ تم میں سے کون ان پر ایمان لایا اور کس نے ان کی تکذیب کی؟

[۱۳] فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کی ایسی گرفت کی کہ اس کو اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔ اب اگر تم نے بھی حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو تم پر بھی کوئی ایسا عذاب آسکتا ہے۔

[۱۴] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر تم کفر پر قائم رہے اور اس دنیا میں عذاب سے بچ بھی گئے تو اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جس کی ہولناکی بچوں کو بوڑھا کر دے گی اور اس کی دہشت سے آسمان پھٹ جائے گا؟ ذرا غور کرو جس دن کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم اور مضبوط چیز پھٹ جائے گی اس دن عام مخلوق کا کیا حال ہوگا؟ اور یاد رکھو وہ دن ضرور آئے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جس (دن کی دہشت) سے آسمان پھٹ جائے گا، اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ع

۱۹۔ بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے، پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف (سیدھا) راستہ اختیار کر لے۔[۱۵]

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

۲۰۔ بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) نصف رات اور (کبھی) ایک تہائی رات (نماز میں) قیام کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو رات اور دن (کے اوقات) کا صحیح اندازہ ہے، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم اس (کے اوقات) کو صحیح شمار نہیں کر سکو گے، اس لئے اس نے تم پر مہربانی فرمائی، پس جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو،[۱۶] اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہوں گے اور بعض دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین میں سفر کریں گے، اور بعض دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کریں گے، پس جتنا قرآن

قیامت کے دن بچے حقیقت میں بوڑھے نہیں ہوں گے، یہ صرف اس دن کی سختی اور شدت کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال دی گئی ہے کہ جس طرح کثرت غم و فکر سے انسان جلد بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی جوانی کمزوری میں بدل جاتی ہے اسی طرح قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر ہر شخص شدت غم و فکر کی وجہ سے نڈھال ہوگا۔

[۱۵] یہ قرآن مجید سراپا نصیحت ہے، اس میں حق و باطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کے راستہ سے انحراف کیا ان کا انجام بد بھی بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے اپنے رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے اور جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

[۱۶] اس سورت کے آغاز میں جب نبی کریم ﷺ پر یہ حکم نازل ہوا کہ آپ آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش وقت تک نماز تہجد

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ

آسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو[۱۷] اور نماز قائم کرو[۱۸] اور زکوٰۃ ادا کرو[۱۹] اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو،[۲۰] اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ بہتر اور

پڑھا کریں تو آپ ﷺ کے ساتھ کچھ صحابہ ؓ نے بھی نماز تہجد شروع کردی اور یہ رات کا قیام کبھی ایک تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی دو تہائی رات تک پہنچ جاتا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں! کچھ صحابہ ؓ جو آدھی رات کا اندازہ نہیں کرسکتے تھے وہ صبح تک قیام کرتے اس ڈر سے کہ کہیں وقت کے شمار میں غلطی نہ ہوجائے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور ان کے چہروں کی رنگت زرد پڑ گئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور اس حکم میں تخفیف کردی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰)

یعنی اے میرے پیارے نبی! اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ کبھی دو تہائی رات تک بھی نماز تہجد میں مصروف رہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ ایک تو تمہارے لئے ہمیشہ رات کو اتنا قیام کرنا مشکل تھا اور دوسرا اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ کتنی رات گزر گئی ہے لیکن گھڑیاں نہ ہونے کی وجہ سے تم صحیح اندازہ نہیں کرسکتے کہ کتنی رات گزر گئی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی کہ نماز تہجد کی فرضیت بھی ختم فرمادی اور آدھی رات یا اس سے کم وبیش کی پابندی بھی ختم فرمادی، اب یہ مستحب نماز ہے جتنے وقت میں آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔

نماز تہجد کی دو، چار یا آٹھ رکعات ہیں، یہ نماز امت مسلمہ پر نفل عبادت ہے مگر نبی کریم ﷺ کے لئے یہ ایک خصوصی نماز ہے جس کو آپ نے ہمیشہ پابندی سے ادا کیا۔

[۱۷] نماز تہجد کی فرضیت اور اس کا طویل قیام ختم کرنے کی دیگر وجوہات یہ بھی تھیں کہ کچھ لوگ بیمار ہوتے ہیں، کچھ لوگ دن کو روزگار کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ لوگ دن کو جہاد میں شریک رہتے ہیں اور انہیں رات کو زیادہ آرام کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی کہ اب یہ مستحب نماز ہے جتنے وقت میں آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔

[۱۸] معراج کی رات جب پانچ نمازیں فرض ہوگئیں تو اس آیت کے ذریعہ نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی، جیسا کہ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نماز تہجد جو پہلے مسلمانوں پر فرض کردی گئی تھی اس آیت کے ذریعہ اس کو منسوخ کردیا گیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰)

[۱۹] زکوٰۃ اگرچہ مدینہ میں فرض ہوئی تھی لیکن حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوگئی تھی مگر اس کے نصاب کی تفصیلات مدینہ میں بیان کی گئیں۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰)

[۲۰] قرض حسن سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل کے لئے سورہ التغابن (۶۴) کی آیت نمبر ۱۷ کا حاشیہ نمبر ۱۸ ملاحظہ فرمائیں۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

زیادہ اجر والی پاؤ گے،[۲۱] اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۲۱] انسان کو چاہیے کہ اپنی اس فانی زندگی میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ کی نیکیوں کا ذخیرہ آخرت کے لئے بھیجے تاکہ آنے والی دائمی زندگی میں اس کے اجر عظیم سے فائدہ اٹھا سکے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کے لئے اس کے مال سے صرف تین نصیب ہیں: ایک وہ جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، دوسرا وہ جو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا اور تیسرا وہ جو اس نے صدقہ کر کے (آخرت کے لئے) ذخیرہ کر لیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم: ۷۴۲۲: کتاب الزہد: باب ۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست بخیل ہو، تو فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہو اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو، اور اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جان نکلنے لگے اور تو کہے کہ فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور فلاں کے لئے اتنا مال ہے حالانکہ وہ مال تو فلاں کا ہو چکا ہے۔ (بخاری: ۱۴۱۹: کتاب الزکوٰۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی (اور اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کیا)۔ نبی ﷺ نے پوچھا: بکری کے گوشت سے کیا بچا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: ایک شانے کے سوا کچھ نہیں بچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شانے کے سوا ساری بکری بچ گئی ہے۔ (ترمذی: ۲۴۷۰: صفۃ القیامۃ: باب ۳۳) یعنی جو کچھ خدا کی راہ میں تقسیم ہوا وہی تو آخرت میں ہمارے لئے محفوظ ہو گیا ہے اور یہ شانے کا گوشت تو ہم کھائیں گے اور فنا ہو جائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ایسا ہے جس کو اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال ہی زیادہ محبوب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اس کا مال وہی ہے جو اس نے (آخرت کے لئے) آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ گیا۔ (بخاری: ۶۴۴۲: کتاب الرقاق: باب ۱۲)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز منگل ۲۳ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۰ تا ۲۳ نومبر یعنی تین دنوں میں سورہ مزمل کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المدثر (۷۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مدثر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سورت کی آخری آیت مدینہ میں نازل ہوئی کیونکہ اس میں زکوٰۃ اور قتال کا ذکر ہے اور ان دونوں کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

تبلیغ قرآن

سب سے پہلے سورہ علق (۹۶) کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے وحی رک گئی جس کو فترت وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو باقاعدہ تبلیغ قرآن کا حکم دیا: یعنی اے چادر اوڑھنے والے میرے پیارے نبی! اب وقت آ گیا ہے کہ آپ تبلیغ قرآن کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اپنے رب کی بڑائی بیان کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں، انہیں بتوں سے دور رہنے اور کپڑے پاک رکھنے کی تبلیغ کریں۔

ولید بن مغیرہ

آیات نمبر ۱۱ تا ۲۶ میں اس دشمن اسلام کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو مال، اولاد اور رزق کی بڑی وسعت عطا فرمائی مگر جب اس نے قرآن کی آیات کا انکار کیا اور نبی کریم کو جادوگر کہنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی وعید سنائی۔

دوزخ کے احوال

آیات نمبر ۲۷ تا ۴۸ میں دوزخ اور قیامت کے احوال بیان کئے گئے ہیں تاکہ مجرم لوگ دوزخ کے عذاب سے ڈریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔

قرآن سراسر نصیحت ہے

اس سورت کے آخر میں واضح کر دیا گیا کہ قرآن مجید سراسر نصیحت ہے، لہٰذا جو بھی نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اسی قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز منگل ۲۳ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

آیاتھا ۵۶ ۷۴ سورۃ المدثر مکیۃ ۴ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ ۱۔ اے چادر لپیٹنے والے![۱]

قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ ۲۔ آپ اٹھیں اور (لوگوں کو) ڈرائیں۔[۲]

[۱] اہل عرب جب کسی سے لطف ومحبت کا اظہار کرنا چاہتے تو اس کی وقتی حالت کے مطابق اسے خطاب کرتے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب (اے مٹی والے!) کہہ کر پکارا، جس کی تفصیل یہ ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کے نام سے زیادہ کوئی نام محبوب نہ تھا۔ جب انہیں اس نام سے بلایا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے۔ (اس کا واقعہ اس طرح ہے) کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر آئے تو گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا، وہ مجھ سے ناراض ہوئے اور چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا: دیکھو علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ وہ شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آئے تو وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کی چادر ایک طرف سے گر چکی تھی اور انہیں مٹی لگ چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مٹی کو جھاڑنا شروع کیا اور فرمایا: اٹھو ابوتراب! اٹھو ابوتراب!۔ (بخاری: ۶۲۸۰: کتاب الاستئذان: باب ۴۰) اسی طرح جب یہ آیات نازل ہوئیں، اس وقت نبی کریم ﷺ چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے تو اللہ تعالی نے پیار ومحبت سے فرمایا: اے چادر لپیٹنے والے!

[۲] سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی وہ سورہ علق (۹۶) کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے وحی رک گئی جس کو فترت وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ وحی رکنے کی وجہ سے آپ ﷺ سخت پریشان اور مضطرب تھے۔ اس فترت وحی کے آخری دن میں درج ذیل واقعہ پیش آیا:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے وحی رک جانے کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی گفتگو میں فرمایا: میں جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا زمین وآسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، میں اس سے گھبرا کر واپس گھر لوٹا (کیونکہ وہ وحی نہیں لایا تھا) اور کہا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو! اس وقت اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں: اے چادر لپیٹنے والے! آپ اٹھیں اور (لوگوں کو عذاب الہی سے) ڈرائیں۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔ اور اپنے کپڑوں کو

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ ۳۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ ۴۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ ۵۔ اور (حسب سابق) بتوں سے الگ رہیں۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ ۶۔ اور (کسی پر اس لئے) احسان نہ کریں کہ (اس سے) زیادہ کے طالب ہوں۔[۳]

پاک رکھیں۔ اور (حسب سابق) بتوں سے الگ رہیں۔ (قرآن: ۷۴: ۱-۵) اس کے بعد کثرت کے ساتھ وحی کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ (بخاری: ۴: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو باقاعدہ تبلیغ قرآن کا حکم دیا: یعنی اے چادر اوڑھنے والے میرے پیارے نبی! اب وقت آگیا ہے کہ آپ تبلیغ قرآن کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اپنے رب کی بڑائی بیان کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں، انہیں بتوں سے دور رہنے اور کپڑے پاک رکھنے کی تبلیغ کریں۔

اس حدیث میں جس گھبراہٹ کا بیان ہے وہ جبریل امین کی ذات کی وجہ سے نہیں تھی کیونکہ غار حرا میں جبریل امین کو دیکھنے اور اس کے بار بار معانقہ کے باوجود آپ ﷺ نہیں گھبرائے تھے بلکہ پورے سکون کے ساتھ فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔'' لہٰذا اس گھبراہٹ کا سبب جبریل امین کی ذات نہیں تھی بلکہ وحی کے بغیر اس کا دکھائی دینا تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ وحی کے لئے بے قرار تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی سورہ علق (۹۶) کی پہلی پانچ آیات ہیں، اور فترت کے بعد سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی سورہ مدثر (۷۴) کی پہلی پانچ آیات ہیں (تفسیر قرطبی)، اور بعض کے نزدیک فترت کے بعد سب سے پہلے نازل ہونے والی وحی ن والقلم وما یسطرون (۶۸) ہے۔

[۳] نبی کریم ﷺ کے دل میں دنیاوی مال و دولت کا کوئی لالچ نہیں تھا بلکہ کئی مواقع پر آپ ﷺ کو دنیاوی مال و دولت کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اس سلسلہ میں مثال کے طور پر دو احادیث ملاحظہ کریں۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔ (ترمذی: ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے، جب آپ ﷺ اٹھے تو اس چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر نمایاں تھے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے لیے بستر بنادیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے، میں اس دنیا میں ایک سوار مسافر کی طرح ہوں، جس نے ایک درخت کے سائے میں آرام کیا، پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ (ترمذی: ۲۳۷۷: ابواب الزہد: باب ۴۴)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: اس آیت میں صراحت سے احسان رکھنے کی ممانعت کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہے اور حقیقت میں یہ نسبت آپ کی امت کی طرف ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۶: جلد ۱۲: ص ۳۶۷)، لہٰذا اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے پوری امت کو تین چیزوں کی تلقین کی جارہی ہے:

۱۔ احسان کرنے سے پہلے

مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال و دولت اور علم و حکمت سے کسی پر احسان کریں تو اس لالچ سے نہ کریں کہ وہ اس کے بدلے میں اس سے زیادہ واپس کرے گا بلکہ اس لئے کریں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے، تو اس کا دوگنا فائدہ ہوگا، ایک تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور دوسرا وہ شخص بھی احسان کا بدلہ بہتر انداز میں دے گا۔

۲۔ احسان کرنے کے بعد

مسلمانوں کو چاہیے کہ کسی پر احسان کرنے کے بعد احسان جتا کر اسے تکلیف نہ پہنچائیں کیونکہ احسان جتانا ان کے اجر و ثواب کو ضائع کردے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ (قرآن: ۲: ۲۶۴)

۳۔ ریاکاری

جو لوگ اس دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ ریاکاری یعنی دنیاوی منفعت، عزت اور نیک نامی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اچھے کاموں کا اچھا بدلہ اسی دنیا میں انہیں دے دیتا ہے اور ان کے بدلے میں کوئی کمی نہیں کی جاتی، لیکن آخرت میں انہیں نیک کاموں کا کوئی بدلہ نہیں ملتا کیونکہ اپنی نیت اور خواہش کے مطابق دنیا میں وہ اپنا بدلہ حاصل کرچکے تھے، لہٰذا ان کے وہ اعمال اب بے اثر ہیں، البتہ ان کے برے اعمال اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عذاب انہیں ضرور دیا جائے گا اور یہ عذاب ان کی برائیوں کی مقدار کے مطابق ہوگا۔ ریاکار لوگوں کے لئے درج ذیل احادیث غور طلب ہیں:

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: قیامت کے دن سب سے پہلے شہید کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے اس لئے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلائے، سو تجھے بہادر کہا گیا، پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧ ‏ ٧۔ اور اپنے رب کی خاطر صبر کریں۔ [۴]

شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو پڑھایا اور تیرے لئے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے اس لئے علم حاصل کیا تھا تاکہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا یا کہ تو قاری کہلائے، سو تجھے قاری اور عالم کہا گیا پھر اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال دیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں دکھا کر فرمائے گا: تو نے میری ان نعمتوں کے بارے میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے یہ کام اس لئے کئے تاکہ تجھ کو سخی کہا جائے، سو تجھ کو سخی کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسلم: ۴۹۲۳: کتاب الامارۃ: باب ۴۳)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت تین گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ وہ ہوگا جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، دوسرا گروہ وہ ہوگا جو ریاکاری کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور تیسرا گروہ وہ ہوگا جو دنیا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، پس جو دنیا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: جو کچھ تم نے دنیا میں جمع کیا آج وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی اب تو دنیا میں واپس جاسکتا ہے، لہٰذا فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ، پھر اس کو بلایا جائے گا جو ریاکاری کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تیری ریاکاری والی عبادت کا کچھ بھی میرے قرب تک نہیں پہنچ سکا، آج وہ تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی، لہٰذا فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو بھی جہنم میں لے جاؤ، پھر اسے بلایا جائے گا جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور اس سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا: میری عبادت کرنے سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ بندہ عرض کرے گا: تیری عزت و جلال کی قسم! تو بہتر جانتا ہے، میں صرف تیری رضا اور تیرے گھر (جنت) کے لئے تیری عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے فرشتو! میرے بندے نے سچ کہا ہے، لہٰذا اس کو جنت میں لے جاؤ۔

(شعب الایمان: ۶۸۰۸: جلد ۵: ص ۳۲۷)

☆ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ چھوٹے شرک کا ہے۔ عرض کیا گیا: چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریاء، کیونکہ جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا: ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم دنیا میں عبادت کرتے تھے، آج ان سے جا کر ان اعمال کا اجر طلب کرو۔ (نہ میرے لئے تم نے یہ اعمال کئے اور نہ ہی میرے پاس ان کا اجر ہے)۔

(شعب الایمان: ۶۸۳۱: جلد ۵: ص ۳۳۳)

[۴] اس آیت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مبلغین اسلام کو تلقین کی جارہی ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۸	۸۔ پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی۔[۵]
فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۹	۹۔ تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا۔
عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۱۰	۱۰۔ کافروں پر آسان نہ ہوگا۔
ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۱۱	۱۱۔ جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔[۶]
وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۱۲	۱۲۔ اور میں نے اس کو بہت سا مال دیا۔
وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۱۳	۱۳۔ اور بیٹے جو اس کے سامنے حاضر رہتے ہیں۔
وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۱۴	۱۴۔ اور میں نے اسے بڑی کشادگی دی۔

خوف، لالچ اور مظالم کے باوجود اپنے رب کی خاطر صبر سے کام لیا اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہے اسی طرح انہیں بھی چاہیے کہ وہ بھی تبلیغ اسلام کے راستے میں آنے والی مشکلات پر صبر کریں اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہیں۔

[۵] جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے وہ دن کفار کے لئے بڑا سخت ہوگا، انہیں کوئی امید کی کرن یا آسانی نظر نہیں آئے گی بلکہ مایوسی کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ اور سر ندامت سے جھکے ہوئے ہوں گے۔

[۶] مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کی مذمت میں نازل کی گئی ہیں، وہ کثرت مال واولاد کے نشہ میں اتنا سرکش اور ظالم بن گیا تھا کہ قرآن مجید کی آیات کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس سے پہلے سورہ قلم (۶۸) کی آیات نمبر ۱۰ تا ۱۶ میں بھی ولید بن مغیرہ کی مذمت کی گئی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ولید بن مغیرہ کی اسلام دشمنی سے پریشان نہ ہوں، اس کا معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود اس سے انتقام لوں گا۔ میں نے اسے تنہا پیدا کیا یعنی ایک تو وہ اپنے گھر میں اکلوتا تھا، اس کا کوئی بھائی بہن نہیں تھا کیونکہ اس کا باپ نامرد تھا اور اس کی ماں نے یہ نطفہ حرام حاصل کیا تھا اور دوسرا جب وہ پیدا ہوا تو دوسرے بچوں کی طرح وہ اپنے ساتھ کوئی مال اور اولاد نہیں لایا تھا، میں نے اسے مال و دولت سے نوازا، اس کو دس بارہ بیٹے عطا فرمائے جو اس کی تعظیم اور حفاظت کے لئے ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں مگر یہ شکر ادا کرنے کے بجائے سرکشی پر اتر آیا ہے۔ بہرحال آپ فکر نہ کریں اگر یہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو میں اس کو ذلیل و رسوا کر دوں گا۔ بعد میں اس کے تین بیٹے مسلمان ہو گئے تھے جن میں سے حضرت خالد بن ولید ؓ بہت ہی مشہور صحابی ہیں۔

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾

۱۵۔ پھر بھی وہ لالچ کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔

كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿١٦﴾

۱۶۔ ہرگز نہیں، بے شک وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے۔[۷]

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾

۱۷۔ عنقریب میں اسے صعود (آگ کے پہاڑ) پر چڑھاؤں گا۔[۸]

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾

۱۸۔ بے شک اس نے غور کیا اور فیصلہ کرلیا۔[۹]

---

[۷] یعنی میں نے اسے مال و دولت اور عزت و سرداری کے اعتبار سے بڑا اہم مقام دیا لیکن پھر بھی وہ بڑا لالچی ہے اور میری نافرمانی کے باوجود مزید مال و دولت کا طالب ہے، تاہم اب اسے مزید کوئی نعمت نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ ہماری نعمتیں کھا کر ہماری ہی آیتوں کی مخالفت کرتا ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں: ولید بن مغیرہ اچھی طرح پہچانتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت برحق ہے مگر بغض و عناد کی وجہ سے انکار کرتا تھا، سو اس آیت کے نزول کے بعد اس کے مال و اولاد میں زوال شروع ہو گیا حتیٰ کہ (فقیر و تنگدست ہو کر) مر گیا۔ (تفسیر خازن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۱۶)

[۸] ہم آخرت میں اسے نہایت سخت عذاب میں مبتلا کریں گے، یعنی ہم اسے دوزخ میں بار بار صعود پہاڑ پر چڑھائیں گے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ کے اندر ایک پہاڑ کا نام صعود ہے جس پر چڑھنے کے لئے کافر کو ستر سال لگیں گے، پھر اس سے ستر سال تک گرتا رہے گا اور وہ ہمیشہ اسی طرح چڑھتا اور گرتا رہے گا۔
(تفسیر خازن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۱۶)

[۹] ان آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں! جب سورہ مومن (۴۰) کی پہلی تین آیات نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھ کر سنایا تو ولید کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں نے محمد (ﷺ) سے ایسا کلام سنا ہے جو نہ کسی انسان کا کلام ہو سکتا ہے اور نہ کسی جن کا۔ اس میں بڑی حلاوت ہے، اس پر بڑی رونق ہے، اس کے اوپر پھل ہیں، اس کے نیچے پانی جاری ہے، بے شک وہ بہت بلند ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا اور یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ (ولید یہ کہہ کر چلا گیا تو) قریش کہنے لگے: ولید صابی ہو گیا ہے یعنی اس نے اپنا دین بدل لیا ہے اب اس کی وجہ سے سارے قریش بھی اپنا دین بدل لیں گے۔ ابو جہل نے کہا: فکر نہ کرو، میں تمہاری یہ مشکل حل کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے چند دوستوں کو ساتھ لیا اور غمگین شکل بنا کر ولید کے پاس گیا۔ ولید نے پوچھا: کیا بات ہے تم غمگین نظر آتے ہو۔ ابو جہل نے کہا: میں غمگین کیسے نہ ہوں، یہ قریش تمہارے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں تاکہ تیرے بڑھاپے میں تیری مدد کر سکیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ تم نے محمد (ﷺ) کے کلام کی تحسین اس لئے کی ہے تاکہ تم محمد (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا سکو اور ان کے ہاں کھانا کھا سکو۔ یہ سن کر ولید کو غصہ آ گیا اور وہ تکبر میں آ کر کہنے لگا: کیا میں محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی کے

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾

۱۹۔ پس وہ ہلاک ہو، اس نے کیسا فیصلہ کیا۔

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ پھر وہ ہلاک ہو، اس نے کیسا فیصلہ کیا۔[۱۰]

ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾

۲۱۔ پھر اس نے غور کیا۔

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔

ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾

۲۴۔ پھر وہ کہنے لگا: یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو (پہلے سے) نقل ہوتا آرہا ہے۔

ٹکڑوں کا محتاج ہوں، تم میرے مال و دولت کی کثرت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ مجھے لات اور عزیٰ کی قسم! مجھے ان کے کھانے کی کوئی حاجت نہیں، البتہ تم لوگ جو یہ کہتے ہو کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں، کیا تم نے کبھی انہیں دیوانگی کا کام کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں دیکھا، پھر ولید نے کہا: تم انہیں شاعر کہتے ہو، کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے ہوئے سنا ہے؟ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! کبھی نہیں سنا، پھر ولید نے کہا: تم انہیں جھوٹا کہتے ہو، کیا تمہیں کبھی ان سے جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے ان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، پھر ولید نے کہا: تم انہیں کاہن کہتے ہو، کیا تم نے کبھی ان سے کاہنوں والی کوئی بات سنی ہے؟ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! کبھی نہیں سنی، بلکہ وہ تو اپنی صداقت کی وجہ سے ہمیشہ صادق اور امین کے القاب سے معروف تھے، پھر قریش نے ولید سے کہا: پھر تم ہی بتاؤ کہ ہم انہیں کیا کہیں (اور کس طرح لوگوں کو ان سے دور رکھیں)؟ پھر اس نے غور و فکر کیا، اپنی نظر اٹھائی اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے منہ کو بگاڑا اور کہنے لگا وہ جادوگر ہے کیونکہ جس طرح جادوگر اپنے عمل سے میاں بیوی اور اولاد و احباب کے درمیان تفرقہ ڈال دیتا ہے اسی طرح محمد (ﷺ) نے بھی ہمارے گھروں میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ قرآن مجید نے ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا غور و فکر کیا؟

(تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۱۸)

[۱۰] جب ولید سے کہا گیا کہ تم ہی بتاؤ آخر ہم اس قرآن کو کیا کہیں جس نے ہمارے گھروں میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔ اس نے بہت غور و فکر کیا، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس سچے کلام کی کیسے مخالفت کرے۔ اس بے چینی کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے، بالآخر اس نے تیوری چڑھائی، منہ بگاڑا اور تکبر کے طور پر پیٹھ پھیرتے ہوئے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ جادو ہے جو پہلے لوگوں سے نقل ہوتا چلا آرہا ہے، پس وہ ہلاک ہو، اس نے بار بار سوچنے کے بعد بھی اپنے ضمیر کے خلاف فیصلہ کیا حالانکہ وہ خود کہتا تھا کہ یہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ یہ صرف بشر ہی کا کلام ہے۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ میں عنقریب اسے سقر (دوزخ) میں ڈال دوں گا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ سقر کیا ہے؟

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ وہ (ایسی آگ ہے جو) نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔[۱۱]

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ وہ آدمی کی کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔[۱۲]

---

[۱۱] دوزخ کے ناموں یا اس کے درجات میں سے ایک کا نام سقر ہے۔ سقر کی شدت بیان کرنے کے لئے سوالیہ انداز میں پوچھا گیا ہے یعنی کسی کو کیا معلوم کہ سقر کیا ہے؟ دراصل یہ ایسی سخت آگ ہے جو انسان کی کھال کو جھلسا کر اسے سیاہ کر دے گی اور انسان کو اتنی شدید تکلیف پہنچائے گی کہ نہ تو انسان کو زندہ رہنے دے گی اور نہ ہی اسے مرنے کے لئے چھوڑے گی بلکہ وہ موت وحیات کی کشمکش میں تڑپتا رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر وہ اس آگ میں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔ (قرآن: ۸۷:۱۳)

[۱۲] جب کفار مکہ نے سنا کہ اتنا بڑا دوزخ جس میں قیامت تک آنے والے لاتعداد مجرم لوگ ڈالے جائیں گے اور ان کے محافظ صرف ۱۹ فرشتے ہوں گے تو ابوجہل کہنے لگا: اے گروہ قریش! کیا تم میں سے ہر دس آدمیوں کا گروہ ایک ایک فرشتے پر غالب نہیں آ جائے گا؟ (تفسیر ابن کثیر: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۱) اس طرح ہمارے ۱۹۰ جوان ان کے ۱۹ فرشتوں پر غالب آ جائیں گے۔ سدی بیان کرتے ہیں کہ ابواشد بن کلدہ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: یہ انیس فرشتے تمہیں خوفزدہ نہ کریں، ان میں سے دس فرشتوں کو میں اپنے دائیں کندھے سے گرا دوں گا اور بقیہ نو فرشتوں کو اپنے بائیں کندھے سے ہٹا دوں گا، پھر تم سب جنت میں چلے جانا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۱)

کفار کا خیال تھا کہ ۱۹۰ جوان مل کر یا ایک پہلوان تنہا بھی ۱۹ فرشتوں پر غالب آ جائے گا، لیکن انہوں نے یہ نہ سوچا کہ فرشتے گوشت پوست کے آدمی نہیں بلکہ نورانی مخلوق ہیں، ہم ان کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو صرف ایک فرشتہ بھی سارے دوزخ کو کنٹرول کر سکتا ہے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جب ایک فرشتہ تمام مخلوقات کی روحیں قبض کر سکتا ہے تو پھر ۱۹ فرشتے اس کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ کچھ مخلوق کو عذاب دیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۰) یعنی تمام انسان تو جہنم میں نہیں جائیں گے، لہٰذا جب ایک فرشتہ سب انسانوں کی روحیں قبض کر سکتا ہے تو

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ

۳۱۔ اور ہم نے دوزخ کے محافظ صرف فرشتے ہی مقرر کیے ہیں اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور اہل ایمان کا ایمان اور بڑھ جائے، اور اہل کتاب اور اہل ایمان شک میں مبتلا نہ ہوں، [۱۳]

پھر ۱۹ فرشتے مل کر صرف دوزخیوں کو عذاب کیوں نہیں دے سکتے۔

اسی طرح ابو الفرج جوزی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین نے قوم لوط کی بستیوں کو زمین کی تہ سے اکھیڑا اور اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے اور پھر الٹا کر زمین پر پٹخ دیا۔ کہا گیا ہے کہ وہ پانچ بستیاں تھیں اور ان کے باشندوں کی تعداد چار ملین تھی۔ (تفسیر زاد المسیر: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۸۲: جلد ۴: ص ۱۱۰) اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ پانچ بستیوں کو زمین سمیت اور چالیس لاکھ افراد کو تنہا فضا میں اٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا ہے تو جہاں ۱۹ فرشتے ہوں گے ان سے دوزخ کے قیدی کیسے بھاگ سکیں گے۔ یہ انیس کی تعداد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مقرر فرمائی ہے لیکن حقیقت میں اسے کسی فرشتے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اگر چاہے تو صرف لفظ "کُنْ" کہہ کر بھی سب دوزخیوں کو سزا دے سکتا۔

نیز مفسرین لکھتے ہیں کہ جہنم کے محافظ صرف ۱۹ فرشتے نہیں ہوں گے بلکہ اس آیت میں جن ۱۹ فرشتوں کا ذکر ہے وہ جہنم کے مختلف محکموں کے سربراہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بے شمار فرشتے ہوں گے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ انیس فرشتے سربراہ اور مہتمم ہوں گے اور سب فرشتوں کی تعداد الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی، جیسا کہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس روز (قیامت کے دن) جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم: ۷۱۶۴: کتاب الجنۃ: باب ۱۲)

[۱۳] انیس کی تعداد سن کر مشرکین مذاق اڑانے لگے کہ ہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں تو صرف انیس ہمارا کیا بگاڑ سکیں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ ہم جنس آدمی نہیں بلکہ فرشتے ہیں اور فرشتوں کی طاقت جنات اور انسانوں سے زیادہ ہے، لہٰذا ان میں سے ایک فرشتہ بھی سارے دوزخ کا کنٹرول سنبھال سکتا ہے، جیسا کہ گزشتہ حاشیہ میں جبریل امین اور ملک الموت کی طاقت کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں، جب ایک ایک فرشتے میں اتنی طاقت ہے تو اندازہ لگائیں کہ انیس فرشتوں کی طاقت کتنی ہو گی۔

اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ

اور تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے وہ اور کفار کہنے لگیں کہ اس مثال (انیس کی تعداد) سے اللہ تعالیٰ نے کیا ارادہ فرمایا ہے؟[۱۴] اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے،[۱۵] اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا،[۱۶]

اہل کتاب کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فرشتوں کی قوت کا علم ہے اس لئے انہیں اس پر یقین ہے کہ انیس فرشتے دوزخ کو کنٹرول کر سکتے ہیں اور اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کا جب بھی کوئی حکم سنتے ہیں ان کے ایمان میں اور زیادہ مضبوطی آ جاتی ہے، لہٰذا اہل کتاب اور اہل ایمان کو اس تعداد پر کوئی شک یا اعتراض نہیں ہے مگر کفار چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فرشتوں کی طاقت کو نہیں سمجھتے اس لئے یہ تعداد ان کے لئے آزمائش بن گئی ہے اور وہ اس تعداد کو دوزخ کے کنٹرول کے لئے ناممکن سمجھتے ہیں۔

[۱۴] جن لوگوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق شک کی بیماری ہے یا جو لوگ اعلانیہ اسلام کے منکر ہیں وہ اس مثال کا مذاق اڑاتے ہیں کہ انیس کی تعداد بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟ دراصل کسی بھی چیز یا نظریہ کے مخالفین کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس میں نقص نکال کر اسے بدنام کیا جائے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ انیس کے بجائے کسی اور تعداد کا اعلان فرماتا تو بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے بلکہ اس میں بھی کوئی نقص نکالنے کی ناکام کوشش کرتے لیکن انہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار کل ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے کسی قول یا فعل پر پرسش نہیں کی جا سکتی۔ نیز وہ سب کا حاکم ہے کوئی اس کا حاکم نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے، البتہ بنی نوع انسان اس کے بندے ہیں اور ان پر اس کی اطاعت لازم ہے اس لئے ان سے ان کے افعال و اقوال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس سے پرسش نہیں کی جا سکتی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔ (قرآن: ۲۱:۲۳)

[۱۵] اس قسم کی مثالوں کے حوالے سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیتا ہے اور جو لوگ اس کی قدرت میں غور نہیں کرتے بلکہ دیدہ دانستہ گمراہی سے چمٹے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں گمراہی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے، وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور ہی ہدایت کو قبول کرے ورنہ انسان کی آزمائش کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

[۱۶] کفار نے جب انیس کی تعداد کا مذاق اڑایا کہ صرف انیس فرشتے دوزخ کے بے شمار قیدیوں کو کیسے سنبھال سکیں گے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی یہ انیس فرشتے تو صرف دوزخ کے انتظامات کے سربراہ ہیں باقی اللہ تعالیٰ کے

مَاهِیَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡبَشَرِ ﴿۳۱﴾ اور یہ (دوزخ کا بیان) تو لوگوں کی نصیحت کے لئے ہے۔[۱۷]

كَلَّا وَالۡقَمَرِ ﴿۳۲﴾ ۳۲۔ ہرگز نہیں، چاند کی قسم!

وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ ﴿۳۳﴾ ۳۳۔ اور رات کی قسم! جب وہ پلٹنے لگے۔

وَالصُّبۡحِ اِذَاۤ اَسۡفَرَ ﴿۳۴﴾ ۳۴۔ اور صبح کی قسم! جب وہ روشن ہو جائے۔

اِنَّهَا لَاِحۡدَى الۡكُبَرِ ﴿۳۵﴾ ۳۵۔ بے شک وہ (دوزخ) بڑی آفتوں میں سے ایک ہے۔[۱۸]

نَذِيۡرًا لِّلۡبَشَرِ ﴿۳۶﴾ ۳۶۔ انسان کو ڈرانے والی ہے۔

لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّتَقَدَّمَ اَوۡ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ ۳۷۔ ہر اس شخص کے لئے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہنا چاہے۔[۱۹]

لشکروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انسان ان کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ صرف فرشتوں ہی کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، پھر قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آتی۔(بخاری: ۳۲۰۷: کتاب بدء الخلق: باب ۶) اب ذرا اندازہ کریں کب سے یہ دنیا بنی ہے اور کب تک یہ قائم رہے گی اور ہر روز ستر ہزار نئے فرشتے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں، یہ تو ایک مخلوق یعنی فرشتوں کی تعداد کی ایک جھلک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ انسان صرف ان اقسام کو ہی شمار نہیں کر سکتا، پھر ان میں سے ہر مخلوق کی تعداد کو کیسے شمار کر سکتا ہے۔

[۱۷] گزشتہ آیات میں دوزخ اور اس کے احوال کا بیان لوگوں کے لئے نصیحت ہے تاکہ وہ دوزخ سے ڈریں اور ایسے کام نہ کریں جو دوزخ میں لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔

[۱۸] کفار مکہ کا یہ گمان تھا کہ کوئی قیامت یا دوزخ نہیں ہے۔ ان آیات میں ان کی تردید کی جا رہی ہے کہ جیسا تمہارا گمان ہے ایسا ہرگز نہیں ہوگا، قیامت ضرور آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تین اہم چیزوں یعنی چاند، رات کے جانے اور صبح کے آنے کی قسم کھا کر پوری تاکید سے فرمایا ہے کہ آنے والی بڑی آفتوں میں سے ایک دوزخ ہے اور وہ بہر صورت آ کر رہے گی۔

[۱۹] قیامت اور بالخصوص دوزخ کی شدت ایسی ہولناک چیز ہے جو انسان کو ڈرانے کے لئے کافی ہے، لہٰذا اب تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ تم میں سے کون خوش نصیب ہے جو نیکیاں کر کے اللہ تعالیٰ کے قرب میں آگے بڑھتا ہے اور کون بدنصیب ہے جو برائیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور مردود ہوتا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝٣٨

۳۸۔ ہر شخص اپنے عمل (کی جزا و سزا) میں گرفتار ہوگا۔[۲۰]

إِلَّآ أَصْحَٰبَ ٱلْيَمِينِ ۝٣٩

۳۹۔ سوائے اصحاب یمین کے۔

فِى جَنَّٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ۝٤٠

۴۰۔ وہ جنتوں میں ہوں گے اور پوچھیں گے۔

عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ۝٤١

۴۱۔ مجرموں سے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ۝٤٢

۴۲۔ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں ڈالا؟[۲۱]

قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ۝٤٣

۴۳۔ وہ کہیں گے: ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

---

[۲۰] مقاتل نے کہا: ہر شخص سے مراد کافر ہے جو اپنے شرک کی وجہ سے دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ (تفسیر بغوی: سورہ طور (۵۲): زیر آیت نمبر ۲۱) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین یعنی جن کے دائیں ہاتھ میں اعمالنامے ہوں گے ان کو گزشتہ حکم سے مستثنیٰ کر دیا ہے، لہٰذا وہ جنتوں میں ہوں گے۔

[۲۱] جنت کے بالا خانوں سے جنتی دوزخ کی طرف توجہ کریں گے اور مجرموں سے پوچھیں گے: کن جرائم کی پاداش میں تمہیں جہنم میں ڈالا گیا؟ تو وہ اپنے چار جرائم کا اعتراف کریں گے جن کی وجہ سے انہیں جہنم رسید کیا گیا:

۱۔ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔
۲۔ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔
۳۔ ہم بے ہودہ لوگوں کے ساتھ مل کر ناحق کام کرتے تھے۔
۴۔ ہم قیامت کا انکار کرتے تھے۔

جن لوگوں میں مذکورہ چار جرائم اکٹھے ہو جائیں وہ جہنم رسید ہوں گے کیونکہ ان میں سے ایک قیامت کا انکار ہے جو کہ صریح کفر ہے اور جن لوگوں کی موت کفر پر واقع ہوگی ان کے لئے کسی کو شفاعت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر کوئی کرے گا تو بھی قبول نہیں ہوگی کیونکہ شفاعت کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جن کی موت ایمان پر ہوگی۔

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت حق ہے۔ جو شخص شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ شفاعت کا مستحق نہیں ہوگا۔ (تفسیر مظہری: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۴۸)

☆ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت (ہر مومن کے لئے) مباح ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۴۸)

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾	۴۴۔ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔
وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾	۴۵۔ اور ہم لغو کام کرنے والوں کے ساتھ لغو کام کرتے تھے۔
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾	۴۶۔ اور ہم روز جزا کو جھٹلاتے تھے۔
حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾	۴۷۔ یہاں تک کہ ہم پر یقینی چیز (موت) آ گئی۔
فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾	۴۸۔ پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾	۴۹۔ پھر انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس نصیحت سے اعراض کرتے ہیں۔
كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾	۵۰۔ گویا وہ بدکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں۔ [۲۲]
فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾	۵۱۔ جو شیر سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔
بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾	۵۲۔ بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ انہیں کھلے ہوئے صحیفے دیئے جائیں۔ [۲۳]

[۲۲] کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ دوزخ کے ہولناک احوال سننے کے بعد بھی وہ قرآن مجید سے روگردانی کرتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے، اور قرآن مجید کی نصیحتوں سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے شیر کے خوف سے جنگل کے گدھے بھاگتے ہیں۔

[۲۳] مفسرین بیان کرتے ہیں کہ کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: (ہم صرف اسی صورت میں ایمان لا سکتے ہیں) کہ جب ہم صبح کو اٹھیں تو ہم میں سے ہر شخص کے سرہانے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کھلا ہوا صحیفہ پڑا ہو جس میں یہ لکھا ہو کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اس میں ہمیں آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ (تفسیر خازن: سورہ مدثر (۷۴): زیر آیت نمبر ۵۲) یعنی کفار مکہ کی خواہش یہ تھی کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی صحیفہ نازل ہو، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی طرف براہ راست صحیفے نازل کیے جائیں۔ اس ساری حجت بازی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اگر ان کا آخرت پر ایمان ہوتا تو اس کے عذاب سے ڈرتے اور ایسی حجت بازی نہ کرتے۔

كَلَّا ۭ بَل لَّا يَخَافُونَ الْاٰخِرَةَ ۝۵۳

۵۳۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ (حقیقت میں) وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝۵۴ۚ

۵۴۔ ہرگز نہیں، بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے۔[۲۴]

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۵۵ۭ

۵۵۔ پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝۵۶ۧ

۵۶۔ اور وہ صرف اسی وقت نصیحت حاصل کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اسی کی یہ شان ہے کہ وہ بخش دے۔[۲۵]

---

[۲۴] اللہ تعالیٰ نے دوبارہ تاکید فرمائی کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ان کی طرف بھی صحیفے نازل کئے جائیں بلکہ اب قیامت تک کے لئے یہ قرآن ہی نصیحت کے لئے کافی ہے، لہٰذا جو بھی نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اسی قرآن سے ہی نصیحت حاصل کرے۔

[۲۵] اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کسی کو نصیحت حاصل نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ صرف اسے توفیق دیتا ہے جو خلوص نیت سے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے، لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں کیونکہ وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اسی کی یہ شان ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گناہگار بھی جب خلوص نیت سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اسے معاف کردیتا ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، سو جو شخص مجھ سے ڈرا اور اس نے میرے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں بنایا تو میں اس کا اہل ہوں کہ میں اس کی مغفرت کردوں۔ (ترمذی: ۳۳۲۸؛ تفسیر القرآن: سورہ مدثر)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۲۶ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۳ تا ۲۶ نومبر یعنی تین دنوں میں سورہ مدثر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ القیمۃ (۷۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قیامت'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیام قیامت

کفار یہ خیال کرتے تھے کہ جب انسان مر کر مٹی ہو جائے گا تو پھر اسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ اس سورت کے آغاز اور آخر میں قیام قیامت کے لئے ایک عام فہم دلیل دی گئی ہے، یعنی کیا انسان نے کبھی سوچا کہ پانی کے جس معمولی قطرہ سے اسے پیدا کیا گیا ہے کیا اس قطرہ میں اسے انسان کی آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ وغیرہ نظر آتے تھے؟ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے اس قطرہ سے عظیم الشان انسان بنا دیا اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد اس جیسا انسان دوبارہ بنا دے۔

احوال قیامت

آیات نمبر ۷ تا ۱۵ میں پہلے قیامت کے منکرین کو قیامت کی نشانیاں بتائی گئی ہیں یعنی اس دن ایسی بجلی چمکے گی جس سے آنکھیں چندھیا جائیں گی، سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے، پھر قیامت قائم ہوگی اور جب ان کے ہاتھوں میں ان کے اعمالنامے دیئے جائیں گے تو وہ اپنا انجام بد دیکھ کر ادھر ادھر بھاگنے اور حیلے بہانے کرنے کی کوشش کریں گے مگر اس دن کسی کافر کا کوئی حیلہ بہانہ کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ ہر انسان کے اعمال سب لوگوں کے سامنے عیاں کر دیئے جائیں گے اور اس کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

قرآن مجید کی حفاظت

آیات نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں قرآن مجید کی حفاظت کا اعلان کیا گیا ہے یعنی میرے پیارے نبی! آپ وحی کو جلدی دہرانے کی مشقت نہ اٹھائیں بلکہ پورے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنیں اور بھول جانے کی فکر نہ کریں کیونکہ قرآن مجید کو حرف بحرف آپ کے سینہ مبارک میں جمع کرنا اور پھر بالکل اسی طرح ٹھیک ٹھیک آپ کی زبان مبارک سے اس کی تلاوت کرانا ہماری ذمہ داری ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب جبریل امین آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ غور سے سنتے اور جب وہ چلے جاتے تو نبی کریم ﷺ اسی طرح پڑھتے جیسے جبریل نے پڑھا تھا۔ (بخاری: ۵: کتاب بدء الوحی: باب ۴) اس طرح نبی کریم ﷺ نے بھی قرآن مجید زبانی حفظ کر لیا اور پھر نبی کریم ﷺ سے سن کر اکثر صحابہ ؓ نے بھی حفظ کر لیا۔ قرآن مجید کی حفاظت کی یہ ایک امتیازی شان ہے جو دنیا میں کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے، لہٰذا خدانخواستہ اگر کسی وجہ سے قرآن مجید کے سارے تحریری نسخے دنیا سے معدوم ہو جائیں تو بھی آٹھ نو سال کا ایک حافظ بچہ پورے قرآن مجید کو اس طرح تحریر کروا سکتا ہے کہ

اس میں زبر اور زیر کی بھی کی بیشی نہیں ہوگی۔

میدان حشر کے احوال

اس کے بعد میدان حشر میں لوگوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی قیامت کے دن اہل ایمان کے چہرے ان کی نیکیوں کی وجہ سے شگفتہ ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے، اور منکرین کے چہروں پر ان کے گناہوں کی نحوست چھائی ہوئی ہوگی اور وہ پریشان ہوں گے۔

ابو جہل

آیات نمبر ۳۱ تا ۳۵ میں ابو جہل کا کردار اور اس کا انجام بتایا گیا ہے، یعنی وہ نبی کریم ﷺ کو جھٹلاتا تھا اور تکبر کرتا تھا جس کی سزا اسے یہ ملی کہ وہ جنگ بدر میں بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ قتل کر دیا گیا اور آخرت میں بھی ہر مرحلے پر وہ ذلیل وخوار ہی ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز ہفتہ ۲۷ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ۴۰ ۷۵ سورۃ القیمۃ مکیۃ ۳۱ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱

۱۔ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔ [۱]

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲

۲۔ اور میں نفس لوامہ (برائیوں پر ملامت کرنے والے) [۲] کی قسم کھاتا ہوں۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳

۳۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہ کرسکیں گے۔

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴

۴۔ کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پورے بھی درست کردیں۔

---

[۱] مشرکین یہ خیال کرتے ہیں کہ جب انسان مرجائے گا، اس کی ہڈیاں گل سڑ کر مٹی، پانی اور ہوا میں تحلیل ہوجائیں گی تو پھر اسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں کھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ان کا خیال بالکل غلط ہے، ہم نے جس طرح پہلے انسان کو بنایا تھا اسی طرح ہم اسے دوبارہ بھی بنا سکتے ہیں، اور ہم نہ صرف اس پر قادر ہیں کہ اس کی ہڈیاں اور گوشت پوست دوبارہ مہیا کردیں گے بلکہ ہم اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو بھی درست کردیں گے اور ہر انسان کے پوروں کی لکیریں بھی اسی طرح ایک دوسرے سے مختلف ہوں گی جس طرح دنیا میں تھیں۔

[۲] نفس کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ نفس اَمّارۃ (قرآن: ۱۲:۵۳) اس سے مراد وہ نفس ہے جو ہر وقت برائی کا حکم کرتا رہتا ہے اور جو انسان نفس امارہ کی اطاعت کرے گا وہ سرکش اور نافرمان ہوگا۔

۲۔ نفس لوّامۃ (قرآن: ۷۵:۲) اس سے مراد وہ نفس ہے جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے اور جو انسان نفس لوامہ کی تنبیہ پر غور کرے گا وہ سچی توبہ کر کے نیک بن جائے گا۔

۳۔ نفس مُطمئنّۃ (قرآن: ۸۹:۲۷) اس سے مراد وہ نفس ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون اور اطمینان حاصل ہو اور جس انسان پر نفس مطمئنّۃ کا رنگ چڑھ جائے اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتا ہے۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵

۵۔ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ آئندہ بھی برے کام کرتا رہے۔[۳]

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶

۶۔ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷

۷۔ پھر جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔[۴]

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸

۸۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹

۹۔ اور سورج اور چاند (بے نور ہونے میں) یکساں ہو جائیں گے۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰

۱۰۔ اس دن انسان کہے گا: بھاگ جانے کی جگہ کہاں ہے؟

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱

۱۱۔ ہرگز نہیں، کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔[۵]

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲

۱۲۔ اس دن آپ کے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہوگی۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳

۱۳۔ اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا

---

[۳] اس آیت میں منکرین قیامت کے انکار کی وجہ بیان کی گئی ہے یعنی وہ نفسانی خواہشات کے ایسے غلام بن چکے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ پہلے بدکاری اور عیاشی کرتے رہے ہیں آئندہ بھی اسی طرح عیاشی میں مبتلا رہیں، لیکن اگر وہ قیامت پر ایمان لے آئیں تو پھر انہیں حساب و کتاب کے ڈر سے عیاشی چھوڑنا پڑے گی جس کے لیے وہ تیار نہیں ہیں۔

[۴] منکرین قیامت کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو بتاؤ قیامت کا دن کب آئے گا؟ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ یعنی قیامت کے پہلے مرحلے میں ایسی بجلی چمکے گی جس کے خوف سے آنکھیں چندھیا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا اور چاند کی طرح سورج کی روشنی بھی ختم ہو جائے گی۔ الغرض پورا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔

[۵] قیامت کے منکرین جب قیامت کے ہولناک مناظر دیکھیں گے تو پوچھیں گے: کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں بھاگ کر پناہ لی جا سکے۔ آواز آئے گی: آج کوئی جائے پناہ نہیں ہے، آج صرف ایک ہی جگہ ہے جہاں سب کو جانا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عدالت جہاں ہر انسان کو حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے۔

اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔[۶]

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ۙ﴿۱۴﴾ ۱۴۔ بلکہ انسان خود بھی اپنے نفس (کے احوال) پر آگاہ ہو گا۔[۷]

[۶] قیامت کے دن ہر شخص کو بتا دیا جائے گا کہ اس نے کیا اچھا یا برا کام اپنے لئے آگے بھیجا تھا اور کیا اچھا یا برا طریقہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔

موت کے بعد نیکیوں کا سلسلہ

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ تین طرح سے اس کے عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے ا صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم: ۴۲۲۳: کتاب الوصیۃ: باب ۳) پہلے دو کام تو ایسے ہیں جن میں مرنے والے کا بھی عمل دخل ہے لیکن لڑکے کی دعا تو لڑکے کا اپنا فعل ہے، اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

☆ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ (کیونکہ اس نیکی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس کسی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس برائی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: ۶۸۰۰: کتاب العلم: باب ۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی موت کے بعد جن نیک اعمال کا ثواب اس کو پہنچتا ہے ان میں سے وہ علم ہے جس کی اس نے تعلیم دی اور اس کی اشاعت کی یا نیک اولاد جو اس نے چھوڑی یا قرآن مجید کا نسخہ ہے جس کا اس نے وارث کیا یا وہ مسجد ہے جو اس نے بنائی یا وہ گھر ہے جو اس نے کسی مسافر کے لئے بنایا یا وہ نہر ہے جس کو اس نے جاری کیا یا وہ صدقہ ہے جو اس نے اپنی زندگی میں اپنی صحت کے ایام میں دیا، یہ سب نیکیاں ہیں جن کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی اس کو پہنچتا ہے۔ (ابن ماجہ: ۲۴۲: کتاب السنۃ: باب = ۲)

[۷] گزشتہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے تمام اگلے اور پچھلے اعمال بتا دیئے جائیں گے اور نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان خود بھی اپنے اعمال سے خوب آگاہ ہوگا کیونکہ وہ خود ان اعمال کا فاعل ہے۔

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اگرچہ وہ اپنے عذر (حیلے بہانے) بھی پیش کرے گا۔[۸]

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ (پیارے نبی!) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لئے وحی کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔[۹]

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ پس جب ہم اسے (بذریعہ وحی) پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔

---

[۸] قیامت کے منکرین قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لئے حیلے بہانے کرنے کی کوشش کریں گے مگر ان کا کوئی حیلہ کامیاب نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: پس اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ (قرآن: ۳۰: ۵۷) یعنی قیامت کے دن ظالموں کو جب اپنا برا انجام نظر آئے گا تو پکار اٹھیں گے: ہم سے غلطی ہوئی، ہم اب توبہ کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں معاف کر دیا جائے یا ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دیا جائے ہم ہرگز نافرمانی نہیں کریں گے مگر تب توبہ کا وقت گزر چکا ہوگا اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

اس دنیا میں بھی ہر انسان اپنے کرتوتوں سے خوب آگاہ ہوتا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کئی حیلے بہانے تلاش کر لیتا ہے مگر قیامت کے دن کوئی حیلہ کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ ہر انسان کے اعمال سب لوگوں کے سامنے عیاں کر دیئے جائیں اور اس کے اپنے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

[۹] ابتداء میں جب وحی نازل ہوتی اور جبریل امین کلام الٰہی کو پڑھنا شروع کرتے تو نبی کریم ﷺ بھی جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے اور جبریل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کر دیتے تاکہ پوری وحی کو اچھی طرح یاد کر لیں اور کوئی لفظ رہ نہ جائے، لیکن وحی کو سننا، سمجھنا اور فوراً دہرانا، یہ تینوں کام ایک وقت میں بڑے تکلیف دہ تھے، اس لئے اللہ تعالٰی نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ یعنی میرے پیارے نبی! آپ وحی کو جلدی دہرانے کی مشقت نہ اٹھائیں بلکہ پورے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنیں اور بھول جانے کی فکر نہ کریں کیونکہ قرآن مجید کو حرف بحرف آپ کے سینہ مبارک میں جمع کرنا اور پھر بالکل اسی طرح ٹھیک ٹھیک آپ کی زبان مبارک سے اس کا تلاوت کرانا ہماری ذمہ داری ہے، لہٰذا جب ہماری طرف سے جبریل امین قرآن مجید پڑھ لیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کر دیں، آپ بالکل اسی طرح پڑھیں گے جیسے آپ پر نازل ہوا تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب جبریل امین آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ غور سے سنتے اور جب وہ چلے جاتے تو نبی کریم ﷺ اسی طرح پڑھتے جیسے جبریل نے پڑھا تھا۔

(بخاری: ۵: کتاب بدء الوحی: باب ۴)

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔[۱۰]

کَلَّا بَلۡ تُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ ہرگز نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم جلدی ملنے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہو۔[۱۱]

وَتَذَرُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔

وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے۔[۱۲]

---

[۱۰] اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن مجید کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اسی طرح قرآن مجید کا بیان بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کو حدیث کہا جاتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی ہوئی باتیں ہیں، اس لئے انہیں بھی قرآن کی طرح ماننا ضروری ہے۔ اور اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو پھر قرآن پر عمل کرنا مشکل ہو جائے گا، جیسے نماز اور حج کا حکم تو قرآن مجید میں موجود ہے مگر ان کو ادا کرنے کا طریقہ حدیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

[۱۱] اس آیت میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہارے پاس انکار قیامت کی ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو اور اسی سے محبت رکھتے ہو کیونکہ اس میں ہر کام کا بدلہ جلدی مل جاتا ہے اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو کیونکہ اس کے آنے میں ابھی دیر ہے، اور انسان عام طور پر جلدی کو پسند کرتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا کہ اس جلد بازی کا انجام کیا ہوگا؟

[۱۲] جو لوگ اس دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث ہو قیامت کے دن ان کے چہرے تر و تازہ اور شگفتہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان پر خوش ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم: ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے ادنیٰ شخص کا یہ مقام ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خادموں اور تختوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ سکے گا۔ اور اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے [illegible]رے کا صبح اور شام دیدار کرے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی

اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔
وَ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍۭ بَاسِرَۃٌ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ اور اس دن کئی چہرے اداس ہوں گے۔
تَظُنُّ اَنۡ یُّفۡعَلَ بِہَا فَاقِرَۃٌ ﴿۲۵﴾	۲۵۔ وہ گمان کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔[۱۳]
کَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿۲۶﴾	۲۶۔ ہرگز نہیں، جب (ان کی) روح ہنسلی تک پہنچے گی۔[۱۴]
وَ قِیۡلَ مَنۡ ٜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾	۲۷۔ اور کہا جائے گا: ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟
وَّ ظَنَّ اَنَّہُ الۡفِرَاقُ ﴿۲۸﴾	۲۸۔ اور وہ جان لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔[۱۵]

سورہ قیامت کی آیات نمبر ۲۲۔ ۲۳ تلاوت فرمائیں۔ (ترمذی: ۲۵۵۳: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۱۷)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں اپنے رب کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ (بخاری: ۵۵۴: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۱۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ اور سورج کو دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہو گی۔
(ترمذی: ۲۵۵۴: صفۃ الجنۃ: باب ۱۷)

[۱۳] جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی نافرمانی میں زندگی تلف کر دیتے ہیں قیامت کے دن اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر اداسی اور پریشانی چھائی ہوئی ہو گی اور انہیں یقین ہو گا کہ ابھی انہیں ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جو ان کی کمر توڑ کے رکھ دے گا۔

[۱۴] منکرین قیامت یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے پاس کیسے جائیں گے؟ اس آیت میں ان کا رد کیا جا رہا ہے یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم میدان حشر کی حاضری اور اپنے کرتوتوں کی سزا سے بچ سکو بلکہ جس طرح تمہاری روح جب نکلنے کے لیے حلق تک پہنچ جائے تو کوئی ڈاکٹر یا جھاڑ پھونک کرنے والا اسے روک نہیں سکتا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم فرمائے گا تو کوئی اس کو روک نہیں سکے گا۔

[۱۵] جب دنیا کے سارے فانی سہارے جواب دے جاتے ہیں تو اس وقت انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب اس دنیا سے جدائی

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾	۲۹۔ اور (ایک) پنڈلی (دوسری) پنڈلی سے لپٹ جائے گی۔
اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ﹰالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾	۳۰۔ اس دن آپ کے رب کی طرف جانا ہوگا۔ [۱۶]
فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾	۳۱۔ پھر نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ [۱۷]
وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾	۳۲۔ بلکہ اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾	۳۳۔ پھر وہ اتراتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل پڑا۔
اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾	۳۴۔ تیرے لئے (مرتے وقت) خرابی ہے، پھر (قبر میں) خرابی ہے۔ [۱۸]

کی گھڑی آگئی ہے، اور وہ اتنا بے بس ہو جاتا ہے کہ اگر اس کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے تو اس میں اتنی طاقت نہیں ہوگی کہ وہ اپنی پنڈلی کو حرکت ہی دے سکے۔

[۱۶] قیامت کے دن ہر شخص کو اپنے رب کے پاس واپس حاضر ہونا ہے مگر اس کی پہلی منزل موت ہے کیونکہ اگر وہ مرے گا نہیں تو دوبارہ زندہ کیسے ہوگا؟

[۱۷] یہ آیات ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوجہل نے نہ تو نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور نہ ہی کبھی نماز پڑھی۔ (تفسیر قرطبی) بلکہ جب نبی کریم ﷺ لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے تو ابوجہل وہاں آکر آپ ﷺ کو جھٹلاتا اور قرآن مجید سے نفرت کا اظہار کرتا، اور جب مجلس ختم ہو جاتی تو ابوجہل اتراتا ہوا اپنے گھر روانہ ہوتا اور خوش ہوتا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی تبلیغ کو ناکام بنانے کا حق ادا کر دیا ہے۔

[۱۸] ان دو آیات میں ابوجہل کو یہ وعید سنائی گئی کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو اس کے لئے موت، قبر، حشر اور دوزخ ہر جگہ خرابی ہی خرابی ہوگی۔ علامہ قرطبی نے ایک قول نقل کیا ہے: ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد سے نکلے تو ابوجہل سامنے آرہا تھا، آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک بار یا دو بار جھنکا دیا اور فرمایا: تیرے لئے خرابی ہے، پھر خرابی ہے۔ اس پر ابوجہل نے کہا: کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو، پس اللہ کی قسم! میں اس وادی میں سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں، پھر رسول اللہ ﷺ پر انہی الفاظ میں یہ آیات نازل ہوئیں جیسے آپ ﷺ نے ابوجہل کو فرمایا تھا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ قیامت (۷۵): زیر آیت نمبر ۳۴)

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ابوجہل بڑے تکبر سے چلتا ہوا آرہا تھا کہ نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور

ثُمَّ اَوۡلٰى لَكَ فَاَوۡلٰى ﴿۳۵﴾

۳۵۔ پھر تیرے لئے (حشر میں) خرابی ہے، پھر (دوزخ میں) خرابی ہے۔

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾

۳۶۔ کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔[۱۹]

اَلَمۡ يَكُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِىٍّ يُّمۡنٰى ﴿۳۷﴾

۳۷۔ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جس کو ٹپکایا جاتا ہے؟[۲۰]

فرمایا: تیرے لئے خرابی، پھر خرابی ہے، پھر تیرے لئے خرابی ہے، پھر خرابی ہے۔ اس پر ابوجہل نے کہا: آپ اور آپ کا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنے لوگ آباد ہیں میں ان سب سے زیادہ معزز ہوں، پھر جب بدر کا دن آیا تو ابوجہل مسلمانوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: آج کے بعد کبھی اللہ کی عبادت نہیں کی جائے گی مگر اس دن وہ بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ —(تفسیر قرطبی: سورہ قیامت (۷۵): زیر آیت نمبر ۳۴)

[۱۹] کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اسے اشرف المخلوقات بنا کر یونہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ انسان کو اس دنیا میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور آخرت میں ان ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

اسی مفہوم کو سورہ مومنون میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ (قرآن: ۲۳: ۱۱۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی معمولی سا ذرہ بھی فضول پیدا نہیں فرمایا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اشرف المخلوقات حضرت انسان کو بے مقصد پیدا فرما دے۔ اس نے انسان کو عقل و فہم کی ایسی عظیم صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کی بدولت تمام جاندار اس کے زیر نگیں ہیں، لہٰذا ان عظیم نعمتوں کے بارے میں اسے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

[۲۰] ان آیات میں منکرین قیامت کو دعوت فکر دی جا رہی ہے: کیا انہوں نے کبھی سوچا کہ ان کی حقیقت کیا تھی؟ ایک معمولی سا

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾

۳۸۔ پھر وہ ایک معلق خون بن گیا، پھر اس کو پیدا فرمایا، پھر اس کو درست کیا۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ﴿٣٩﴾

۳۹۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی نطفہ سے دو قسمیں بنائیں یعنی مرد اور عورت۔

أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

۴۰۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو پھر سے زندہ کردے۔

پانی کا قطرہ جو رحم مادر میں ٹپکایا گیا، پھر اسی سے لوتھڑا بنا اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کے مختلف اعضاء یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، دل اور دماغ وغیرہ بنائے اور ان کو اپنی اپنی جگہ پر درست کر کے ایسا انسان بنایا جو آج ساری مخلوقات پر حکومت کر رہا ہے، پھر اسی پانی میں یہ صلاحیت بھی رکھ دی کہ ان میں کچھ مرد پیدا ہوں اور کچھ عورتیں پیدا ہوں تاکہ نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے۔ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے معمولی سے قطرہ سے اتنا عظیم الشان انسان بنا دیا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مرنے کے بعد اس جیسا انسان دوبارہ بنا دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اور قیامت کے دن سب منکرین بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز منگل ۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۷ تا ۳۰ نومبر یعنی تین دنوں میں سورہ قیامت کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الدھر (۷۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کے دو نام ہیں ''دہر'' اور ''انسان''۔ یہ دونوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ اس سورت کے زمانہ نزول میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ مدنی ہے اور بعض کے نزدیک اس کی کچھ آیات مکی ہیں اور کچھ مدنی مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

انسان کی حقیقت

اس سورت کے آغاز میں انسان کو اس کی حقیقت یاد دلائی جا رہی ہے یعنی اے انسان! آج جو تو اشرف المخلوقات بن کر ساری مخلوقات پر حکومت کر رہا ہے تو ہمیشہ ایسا نہیں تھا بلکہ پہلے تو کچھ بھی نہیں تھا، پھر ماں باپ کے مخلوط نطفہ سے تیری ابتدا ہوئی، پھر تیری آزمائش کے لئے تجھے سننے اور دیکھنے کی خصوصی صلاحیتوں سے نوازا تاکہ تو دلائل کو سنے اور قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کا شکر گزار بندہ بنے۔

نیک لوگوں کی صفات

آیات نمبر ۷ تا ۹ میں نیک لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں، قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

نیک لوگوں کا اجر عظیم

آیات نمبر ۱۰ تا ۲۲ میں نیک لوگوں کے اجر عظیم کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن کے عذاب سے بچالے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا جہاں انہیں رنگا رنگ نعمتیں عطا کی جائیں گی، جن کی تفصیل متعلقہ آیات کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید سراپا نصیحت ہے

آخر میں قرآن مجید کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ یہ سراپا نصیحت ہے، اس میں حق و باطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کے راستہ سے انحراف کیا ان کا انجام بد بھی بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے اپنے رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے اور جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز منگل ۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اٰیاتہا ۳۱ ۷۶ سُورَۃُ الدَّھْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۸ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

۱۔ بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔[۱]

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ②

۲۔ بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا تا کہ ہم اس کو آزمائیں، سو ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنا دیا۔[۲]

[۱] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد جنس انسان ہے اور وقت سے مراد حمل کے نو ماہ ہیں۔(تفسیر قرطبی) یعنی حمل قرار پکڑنے سے پہلے تو انسان معدوم تھا، لہٰذا اس کے کسی قسم کے ذکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ شکم مادر میں حمل قرار پکڑنے کے بعد نو ماہ کا عرصہ ایسا ہے جس میں اگرچہ انسان کے وجود کا ابتدائی مرحلہ شروع ہو جاتا ہے مگر اس وقت وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں ہوتا۔ ابتدا میں نطفہ پھر لوتھڑا اور پھر آہستہ آہستہ مختلف اطوار میں بدلتا رہا مگر کوئی پتہ نہیں آنکھیں اور ناک کیسی ہوگی؟ دماغ اور کردار کیسا ہوگا؟ پیدا ہو کر قوم کو فائدہ پہنچائے گا یا بدنامی کا باعث بنے گا؟ یہ ایسا دور ہے جس میں اس کے مستقبل کے بارے میں کوئی قطعی اور قابل ذکر فیصلہ نہیں کیا سکتا۔

اس آیت میں انسان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ جب وہ ایک خوب صورت اور کامل انسان کی صورت میں پیدا ہوتا ہے تو اسے اپنی نطفہ اور علقہ والی حقیقت یاد رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہیے جس نے اس کو کامل انسان بنا کر پیدا کیا۔

[۲] ہم نے انسان کو مرد اور عورت کے مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا اور اس کی پیدائش کا مقصد یہ تھا کہ اس کی آزمائش کی جائے، اسی لیے اس کو سننے اور دیکھنے کی خصوصی صلاحیتوں سے نوازا تا کہ وہ دلائل کو سنے اور قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر صحیح فیصلہ کرے۔ سورہ ملک میں اس مفہوم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔(قرآن: ۶۷:۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اور ازل سے ہر انسان کے اعمال کو جانتا ہے مگر آزمائش کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے اعمال کا علم ہو جائے اور قیامت کے دن جزا و سزا کے وقت کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

اِنَّا ہَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ﴿۳﴾

۳۔ بے شک ہم نے اسے (سیدھا) راستہ دکھادیا، (اب) خواہ وہ شکرگزار بنے یا ناشکرا۔ [۳]

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغۡلٰلًا وَّ سَعِیۡرًا ﴿۴﴾

۴۔ بے شک ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ [۴]

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ کَاۡسٍ کَانَ مِزَاجُہَا کَافُوۡرًا ﴿۵﴾

۵۔ بے شک نیک لوگ (شراب کے) ایسے جام پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ [۵]

عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوۡنَہَا تَفۡجِیۡرًا ﴿۶﴾

۶۔ (کافور) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے (نیک) بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اس چشمہ کو بہا کر لے جائیں گے۔ [۶]

---

[۳] ہم نے انسان کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمائی جو کہ علم حاصل کرنے کا بنیادی اور اہم ذریعہ ہیں، پھر ہم نے اس کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے اس کو حق اور باطل کے دونوں راستے دکھادیے اور ساتھ ان کا انجام بھی بتادیا کہ اگر تم حق کا راستہ اختیار کرو گے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر باطل کا راستہ اختیار کرو گے تو جہنم میں جانا پڑے گا۔ اب فیصلہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے چاہے تو حق کی فرمانبرداری کر کے شکرگزار بن جائے اور چاہے تو باطل کی فرمانبرداری کر کے ناشکرا بن جائے۔

[۴] جن لوگوں نے دانستہ باطل کا راستہ اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری میں اپنی زندگی تلف کر دی ان کے لئے زنجیریں، طوق اور دوزخ کی آگ تیار ہے، جونہی وہ میزان عدل سے فارغ ہوں گے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

[۵] نیک لوگوں کو جنت میں ایسا مشروب پیش کیا جائے گا جس میں کافور کے چشمہ کا پانی ملا ہوا ہوگا اور اس مشروب سے کافور جیسی مہک آرہی ہوگی۔

[۶] جنت میں ایک چشمہ کا نام کافور ہے جس کا پانی کافور کی طرح سفید ہوگا، اس سے کافور کی مہک آرہی ہوگی اور اس کا ذائقہ بڑا لذیذ ہوگا۔ یہ چشمہ اللہ تعالیٰ کے جنتی بندوں کے لئے جاری کیا گیا ہے اور وہ جہاں چاہیں گے اس چشمہ کا پانی وہیں حاضر ہو جائے گا۔ جس طرح جنتی جس پھل کو کھانے کا ارادہ کریں گے وہ پھل جھک کر ان کے قریب آجائے گا اور جس پرندے کا گوشت کھانا چاہیں گے وہ پرندہ بھنا ہوا ان کے سامنے آگرے گا۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝

۷۔ وہ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں [۷] اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر ہر سو پھیلا ہوا ہوگا۔ [۸]

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝

۸۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ [۹]

[۷] ان آیات میں نیک بندوں کی چند صفات بیان کی جارہی ہیں جن کی وجہ سے وہ جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ جب نذر مانتے ہیں تو پھر اس کو پورا بھی کرتے ہیں۔

نذر کی تعریف

اگر کوئی شخص کسی جائز کام کو اپنے اوپر لازم کرلے جو شریعت نے اس پر لازم نہیں کیا تو اس کام کو نذر کہتے ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فلاں نیکی یا اتنا صدقہ کروں گا یا اگر میرا فلاں کام ہوگیا یا میری فلاں مشکل آسان ہوگئی تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا صدقہ دوں گا یا فلاں نیک کام کروں گا تو اس کو نذر کہتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

نذر کی شرائط

☆ کسی ایسی نیکی کی نذر نہ مانی جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی لازم ہو، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر اس کا فلاں کام ہوگیا تو وہ فجر کی نماز پڑھے گا یا زکوٰۃ ادا کرے گا تو یہ نذر لغو ہوگی کیونکہ نماز اور زکوٰۃ تو پہلے ہی اس پر فرض ہیں جو اس کو بہرصورت ادا کرنی ہیں۔

☆ کسی ایسی چیز کی نذر مانی جائے جو جائز اور حلال ہو اور اگر کسی معصیت یا ناجائز کام کی نذر مان بیٹھے تو اس سے توبہ کرے، اسے پورا نہ کرے بلکہ اپنی قسم توڑ دے اور پھر قسم کا کفارہ ادا کرے۔ قسم کے کفارہ کے لئے سورہ تحریم (۶۶) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے (یعنی اس نذر کو پورا کرے) اور جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے (یعنی اس نذر کو پورا نہ کرے)۔

(بخاری: ۶۶۹۶: کتاب الایمان والنذور: باب ۲۸)

[۸] نیک لوگوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس میں ہر طرف خوف اور شر پھیلا ہوا ہوگا اور اس شر سے صرف وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں گے جو اس دن کے شر سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

[۹] نیک لوگوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ اگر کوئی مسکین، یتیم یا قیدی کھانے کا سوال کرے تو اگرچہ وہ خود کھانے کی خواہش رکھتے

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ⑨

۹۔ (اور کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں، ہم اس پر تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

ہوں پھر بھی وہ اپنے اوپر دوسرے حاجت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ ان کو کھانا بھی دیتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں: یہ ہم تم پر کوئی احسان نہیں کر رہے کہ تم ہمیں کوئی بدلہ دو یا ہمارا شکریہ ادا کرو بلکہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھانا پیش کر رہے ہیں۔

سب سے اچھا صدقہ

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب سب سے زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست بخیل ہو، تو فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہو اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو، اور اس وقت کا انتظار نہ کر کہ جان نکلنے لگے اور تو کہے کہ فلاں کے لئے اتنا مال ہے اور فلاں کے لئے اتنا مال ہے حالانکہ وہ مال تو فلاں کا ہو چکا ہے۔ (بخاری: ۱۴۱۹: کتاب الزکوۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے اپنی ضرورت کے باوجود کسی برہنہ مسلمان کو کپڑے پہنائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جس مسلمان نے اپنی بھوک کے باوجود کسی مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلمان نے پیاس کے باوجود کسی مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی شراب طہور پلائے گا۔ (ابو داؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوۃ: باب ۴۱)

مسکین

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امداد کی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو، اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور

إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ⑩

۱۰۔ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو بڑا اداس کرنے والا (اور) سخت ہوگا۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪

۱۱۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تروتازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔[۱۰]

وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫

۱۲۔ اور ان کے صبر کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔[۱۱]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آگیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے میرے خلیل! لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ اگرچہ کفار کے ساتھ واسطہ پڑے، تم نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ میں نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرے گا میں اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا، جنت کے خاص مشروبات سے سیراب کروں گا اور اپنے پڑوس میں قرب عطا کروں گا۔ (المعجم الاوسط: امام طبرانی: ۶۵۰۲ جلد ۷: ص ۲۶۱، الترغیب والترھیب: جلد ۳: ص ۴۰۷: الترغیب فی الخلق الحسن)

یتیم

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

قیدی

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جنگ بدر کے کافر قیدیوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان قیدیوں کی تکریم کریں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پہلے ان قیدیوں کو کھانا دیتے اور خود بعد میں کھاتے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ دہر (۷۶): زیر آیت نمبر ۸)

[۱۰] نیک لوگ چونکہ قیامت کے سخت دن کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت کے شر اور خوف سے بچالے گا اور اس خوشی سے ان کے چہرے تروتازہ اور شگفتہ ہوں گے۔

[۱۱] نیک لوگوں نے دین کے راستے میں آنے والی تکالیف پر صبر کیا اور دین پر ثابت قدم رہے جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ﴿۱۳﴾

۱۳۔ وہ جنت میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، وہ جنت میں نہ دھوپ کی تپش پائیں گے اور نہ ہی سردی کی شدت۔[۱۲]

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور درختوں کے سائے ان پر جھک رہے ہوں گے اور پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔[۱۳]

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ اور ان کے اوپر چاندی کے برتنوں [۱۴] اور شیشے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔

قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ وہ شیشے بھی چاندی سے بنے ہوں گے جن کو انہوں (ساقیوں) نے ٹھیک اندازے سے بھرا ہوگا۔[۱۵]

جنت میں داخل فرمائے گا اور انہیں ریشمی لباس پہنائے گا۔

[۱۲] وہ جنت میں زرنگار تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جنت میں نہ گرمی ہوگی اور نہ ہی سردی بلکہ بڑا معتدل اور خوش گوار موسم ہوگا۔

[۱۳] اگرچہ جنت میں سورج نہیں ہوگا لیکن جو بھی قدرت کا نور وہاں ہوگا اگر کبھی جنتی وہاں سایہ کی خواہش کریں گے تو درخت سایہ کرنے کے لئے اہل جنت کے حکم کے منتظر ہوں گے۔ اسی طرح پھلوں کے خوشے بھی اہل جنت کے اشاروں کے منتظر ہوں گے، جونہی وہ خواہش کریں گے پھلوں کے خوشے جھک کر ان کے پاس آجائیں گے۔

☆ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: جنت میں اولیاء اللہ اگر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے کسی پھل کی خواہش کریں گے تو وہ درخت جھک کر اپنا پھل ان کے قریب کردے گا اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے توڑ لیں گے۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الرحمٰن (۵۵): زیر آیت نمبر ۵۴)

[۱۴] سورہ زخرف (۴۳) کی آیت نمبر ۷۱ میں سونے کے برتنوں کا ذکر ہے اور یہاں چاندی کے برتنوں کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کو کبھی سونے کے برتنوں میں اور کبھی چاندی کے برتنوں میں کھانا پیش کیا جائے گا۔

[۱۵] اہل جنت کو شیشے کے جن گلاسوں میں پاکیزہ شراب پیش کی جائے گی وہ شیشے چاندی سے بنائے گئے ہوں گے اور پلانے والے خدام اتنے مزاج شناس ہوں گے کہ ہر جنتی کے گلاس میں اتنا ہی مشروب ڈالیں گے جتنا اس کی خواہش ہوگی۔

وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾

۱۷۔ اور انہیں وہاں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔[۱۶]

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾

۱۸۔ (یہ زنجبیل) جنت میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے۔

وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾

۱۹۔ اور ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہنے والے نوخیز لڑکے ان کے اردگرد گھومتے ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو تم گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔[۱۷]

وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾

۲۰۔ اور تم (جنت میں) جدھر دیکھو گے تمہیں نعمتیں اور عظیم سلطنت نظر آئے گی۔[۱۸]

---

[۱۶] اہل جنت کو مختلف اوقات میں مختلف مشروب پیش کیے جائیں گے جیسا کہ آیت نمبر ۵ میں ہے کہ اہل جنت ایسے جام پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی اور اس آیت میں یہ ہے کہ انہیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ یعنی اس مشروب میں زنجبیل کے چشمے کا پانی ملا ہوا ہوگا جس سے زنجبیل کی خوشبو تو آتی ہوگی مگر اس کا ذائقہ بڑا ہی خوشگوار ہو گا۔ زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے۔

[۱۷] اہل جنت کی خدمت کے لئے نوخیز لڑکے ان کے اردگرد گھوم رہے ہوں گے، وہ ہمیشہ نوخیز ہی رہیں گے، ان کی خوبصورتی اور معصومیت سدا بہار ہوگی اور وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔ وہ موتیوں کی طرح صاف، شفاف اور تابندہ ہوں گے اور جب وہ اہل جنت کی خدمت میں گھوم رہے ہوں گے تو ایسا معلوم ہوگا جیسے موتی بکھر رہے ہوں۔

[۱۸] اس آیت میں ان نعمتوں اور سلطنت کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جنت عطا فرمائے گا۔

جنت کی نعمتیں

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ (مسلم: ۷۱۳۲: کتاب الجنۃ: باب ۱)

جنت کی سلطنت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں سے جو شخص ادنیٰ درجہ کا ہوگا وہ دیکھے

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ ان (جنتیوں کے جسموں) پر سبز باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، [۱۹] اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ [۲۰]

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع

۲۲۔ (انہیں کہا جائے گا:) بے شک یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت مقبول ہوگئی۔ [۲۱]

گا کہ اس کا ملک دو ہزار سال کی مسافت تک پھیلا ہوا ہے اور وہ اپنے ملک کے دور والے حصے کو اس طرح دیکھ سکے گا جس طرح وہ قریب والے حصے کو دیکھتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ دہر (۷۶): زیر آیت نمبر ۲۰) اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: جب جنت میں ادنیٰ درجے والے جنتی پر اللہ تعالیٰ کی عطا کا یہ عالم ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجے والے جنتی کی سلطنت کتنی بڑی ہوگی؟ (تفسیر ابن کثیر: سورہ دہر (۷۶): زیر آیت نمبر ۲۰)

کلبی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: جنتی اپنے محل میں جلوہ گر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ اس کے پاس جنتی لباس، خوراک، مشروب اور تحفے لے کر آئے گا اور صاحب خانہ سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرے گا۔ یہ ہے وہ عظیم سلطنت جو اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندے کو عطا فرمائے گا کہ فرشتے بھی اجازت کے بغیر اس کے محل میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ دہر (۷۶): زیر آیت نمبر ۲۰)

[۱۹] اہل جنت اپنی خواہش کے مطابق کبھی باریک ریشم اور کبھی موٹے ریشم کے کپڑے زیب تن کریں گے اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سورہ کہف (۱۸) کی آیت نمبر ۳۱ میں سونے کے کنگنوں کا ذکر ہے اور یہاں چاندی کے کنگنوں کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کو ان کی خواہش کے مطابق کبھی سونے کے اور کبھی چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

[۲۰] پہلے دو قسم کی شرابوں کا ذکر گزر چکا ہے یعنی ایک شراب وہ ہوگی جس میں کافور کے چشمے کا پانی ملا ہوا ہوگا اور دوسری شراب وہ ہوگی جس میں زنجبیل کے چشمے کا پانی ملا ہوا ہوگا اور ان دونوں شرابوں کو غلمان یا فرشتے پیش کریں گے۔ اور یہ تیسری قسم کی شراب جس کو شراب طہور کا نام دیا گیا ہے یہ ان سے اعلیٰ قسم کی خصوصی شراب ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود اپنی شان کے مطابق اپنے دست قدرت سے اپنے بندوں کو پلائے گا۔

[۲۱] نیک لوگ جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے تو انہیں بتایا جائے گا: جنت کی یہ نعمتیں تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہیں، اور تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہاری کوشش کو قبول فرما لیا ہے۔ یہ صدائے دل نواز سن کر اہل جنت کی خوشیوں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿٢٣﴾

۲۳۔ بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل فرمایا ہے۔[۲۲]

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾

۲۴۔ پس آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں اور آپ ان میں سے کسی گناہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانیں۔[۲۳]

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾

۲۵۔ اور صبح وشام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾

۲۶۔ اور رات کے کچھ حصہ میں اس کو سجدہ کیا کریں اور رات کے طویل حصہ میں اس کی تسبیح کیا کریں۔[۲۴]

---

[۲۲] پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتب اور صحائف نازل ہوئے ان کا نزول یک بارگی ہوا لیکن ہم نے قرآن مجید کو مختلف سورتوں اور آیات کی صورت میں جدا جدا نازل فرمایا تاکہ لوگوں کو تلاوت کرنے اور حفظ کرنے میں آسانی ہو۔ نیز آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر اور درمیان میں فصل کر کے سنائیں تاکہ انہیں سمجھنے میں آسانی ہو۔ اور ہم نے اسے حالات وواقعات کے مطابق ۲۳ سالوں میں بتدریج نازل فرمایا تاکہ وہ آیات اور احکام کے موقع ومحل کو ذہن نشین رکھیں اور ان کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔

[۲۳] یعنی آپ اپنے رب کے احکام پر ثابت قدم رہیں، منکرین کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور کسی ناشکرے اور گناہگار کی باتوں میں نہ آئیں۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے مبلغین اسلام کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے کفار کے خوف، لالچ اور مظالم کے باوجود اپنے رب کی خاطر صبر سے کام لیا اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہے اسی طرح انہیں بھی چاہیے کہ وہ بھی تبلیغ اسلام کے راستے میں آنے والی مشکلات پر صبر کریں اور اپنے مشن پر ثابت قدم رہیں۔

[۲۴] یعنی فرض نمازوں کے علاوہ رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کریں اور صبح وشام اور رات کے طویل حصہ میں اپنے رب کے نام کی تسبیح اور اس کے نام کا ذکر کیا کریں۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احکام فرض کیے ہیں ان کے لئے ایک حد مقرر کردی ہے۔ (مثلاً پانچ نمازیں مخصوص اوقات میں، رمضان کے روزے، حج عمر میں ایک بار، زکوٰۃ سال میں ایک بار) اور ان میں عذر کے وقت معذور لوگوں کو رخصت دے دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوائے دیوانہ کے کسی کو ذکر سے رخصت نہیں دی بلکہ تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کھڑے ہو کر، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اور لیل ونہار میں، صبح وشام کو، بحر وبر میں، سفر وحضر میں، بیماری وتندرستی میں اور تنہائی ومجمع عام میں اس کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (تفسیر خازن: سورہ احزاب (۳۳): زیر آیت نمبر ۴۱)

إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾

۲۷۔ بے شک یہ لوگ (طالبان دنیا) جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور سخت بھاری دن (قیامت) کو اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔[۲۵]

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ أَسْرَهُمْ ۚ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾

۲۸۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ہم نے ہی ان کے جوڑ مضبوط بنائے ہیں اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے میں ان جیسے اور لوگ لے آئیں گے۔[۲۶]

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾

۲۹۔ بے شک یہ (قرآن) نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔[۲۷]

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افضل ذکر ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے اور افضل دعا ''الحمد للہ'' ہے۔ (ترمذی: ۳۳۸۳: کتاب الدعوات: باب ۹)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس طرح لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ زنگ کس طرح صاف ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرنے سے۔ (کنز العمال: ۳۹۲۴: جلد ۲: ص ۲۴۱) اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں سورہ الرعد (۱۳) کی آیت نمبر ۲۸ کا حاشیہ نمبر ۳۸ اور سورہ عنکبوت (۲۹) کی آیت نمبر ۴۵ کا حاشیہ نمبر ۴۱ ملاحظہ کریں۔

[۲۵] اس آیت میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تمہارے پاس انکار قیامت کی ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو اور اسی سے محبت رکھتے ہو کیونکہ اس میں ہر کام کا بدلہ جلدی مل جاتا ہے اور آخرت کو پس پشت ڈال دیتے ہو کیونکہ اس کے آنے میں ابھی دیر ہے، اور انسان عام طور پر جلدی کو پسند کرتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا کہ اس جلد بازی کا انجام کیا ہوگا؟

[۲۶] ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے جوڑوں کو پٹھوں اور رگوں کے ساتھ ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ وہ ساری زندگی ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ رہتے ہیں۔ کیا کفار مکہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جس طرح ہم نے انسان کو مضبوط بنایا ہے اسی طرح اگر وہ نافرمانی سے باز نہ آئے اور مسلسل اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے رہے تو ہم انہیں ہلاک کر کے ان کی جگہ اور لوگ پیدا کر سکتے ہیں۔

[۲۷] یہ قرآن مجید سراسر نصیحت ہے، اس میں حق و باطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝۳۰

۳۰۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے،[۲۸] بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝۳۱

۳۱۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے، اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

کے راستہ سے انحراف کیا ان کا انجام بد بھی بیان کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے اپنے رب کی رضا کی طرف لے جاتا ہے اور جو چاہے وہ راستہ اختیار کرے جو اسے جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

[۲۸] اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پا سکتا اور اللہ تعالیٰ صرف اسی کو ہدایت کی توفیق دیتا ہے اور صرف اسے ہی اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے جو خلوص نیت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور ظلم و ستم کا بازار گرم رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۳ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۳۰ نومبر تا ۳ دسمبر یعنی تین دنوں میں سورہ دہر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المرسلٰت (۷۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "مرسلات" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کا وعدہ

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آئے گی، لہٰذا تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو بلکہ اس کے لئے تیاری کرو۔ اس کے بعد قیامت کی نشانیاں اور اس کے چند احوال بیان کئے گئے ہیں اور پہلی قوموں میں سے جن لوگوں نے قیامت کا انکار کیا ان کی عبرت ناک سزا کا بیان کیا گیا ہے تاکہ منکرین ان سے عبرت حاصل کریں۔

دوبارہ زندہ ہونا

اس سورت کے درمیانی حصہ میں انسان کی تخلیق اور اس کی نشوونما کے مختلف مراحل کا ذکر کیا گیا ہے جن میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ جب پانی کے ایک حقیر قطرہ سے اتنا عظیم الشان انسان پیدا کرسکتا ہے تو وہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیوں نہیں کرسکتا۔

منکرین قیامت کی سزا

آیات نمبر ۲۹ تا ۴۰ میں ان احوال کا بیان کیا گیا ہے جن سے منکرین قیامت کو واسطہ پڑے گا اور جب وہ اپنے انجام بد سے گھبرا کر جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے تو ان کی زبانوں سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھ اور پاؤں کو دے دی جائے گی اور وہ صاف صاف حقیقت حال بیان کردیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (قرآن: ۳۶: ۶۵) یعنی ہمارے اعضاء ہماری ہر نقل و حرکت کے چشم دید گواہ ہیں اور سیکورٹی کیمروں کی طرح ہماری ہر نقل و حرکت کی فلم بنارہے ہیں۔ قیامت کے دن جو بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کرے گا تو یہ اعضاء اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے۔

نیکوکاروں کی جزا

آیات نمبر ۴۱ تا ۴۴ میں نیک لوگوں کے اجر عظیم کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں قبول کر کے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی رنگارنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ ۴ دسمبر ۲۰۱۰ء، بمطابق ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

ایاتھا ۵۰ — ۷۷ سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۳۳ — رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱
۱۔ ان خوشگوار ہواؤں کی قسم جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں۔[۱]

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲
۲۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو تند و تیز ہیں۔

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳
۳۔ اور ان ہواؤں کی قسم جو (بادلوں کو) پھیلاتی ہیں۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴
۴۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل میں فرق کرنے والے ہیں۔

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا ۝۵
۵۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو (دلوں میں اللہ تعالیٰ کا) ذکر ڈالنے والے ہیں۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶
۶۔ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کے لئے۔

---

[۱] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ قرآن مجید میں ان پانچ چیزوں کے نام ذکر نہیں کیے گئے البتہ ان کی صفات بیان کی گئی ہیں اس لئے ان چیزوں کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے۔ میں نے ترجمہ میں حافظ ابن کثیر کی رائے کو اختیار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک زیادہ واضح یہ ہے کہ پہلی تین قسموں کا تعلق ہواؤں سے ہے اور آخری دو قسموں کا تعلق فرشتوں سے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

پہلی تین قسمیں یہ ہیں یعنی ہواؤں کی قسم جو کبھی خوش گوار ہوتی ہیں جن سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی تند و تیز آندھی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جن سے نقصان ہوتا ہے اور کبھی وہ بادلوں کو مختلف علاقوں میں پھیلا دیتی ہیں جس کی وجہ سے بارش کا سلسلہ وسیع ہو جاتا ہے۔

آخری دو قسمیں یہ ہیں یعنی ان فرشتوں کی قسم جو حق و باطل کو واضح کرتے ہیں اور انبیاء و رسل علیہم السلام کے دلوں پر ذکر یعنی وحی نازل کرتے ہیں تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو جائے اور کوئی انکار نہ کر سکے کہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور ہم نے) خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے۔ (قرآن: ۴:۱۶۵)

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷

۷۔ بے شک تم سے جو (قیامت کا) وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور پورا ہوکر رہے گا۔ [۲]

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸

۸۔ پھر جب ستارے بے نور کردیئے جائیں گے۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹

۹۔ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔ [۳]

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰

۱۰۔ اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ کرکے) اڑادیئے جائیں گے۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱

۱۱۔ اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر جمع کیا جائے گا۔

لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝۱۲

۱۲۔ کس دن کے لئے (قیامت) کو موخر کیا گیا ہے۔ [۴]

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳

۱۳۔ فیصلہ کے دن کے لئے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴

۱۴۔ اور آپ کو کیا خبر کہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵

۱۵۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔ [۵]

---

[۲] اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسمیں کھا کر پوری تاکید کے ساتھ فرمایا کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور پورا ہوکر رہے گا، لہٰذا تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو بلکہ اس کے لئے تیاری کرو۔

[۳] ان آیات میں قیام قیامت کے چند احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی ستاروں کی روشنی زائل کردی جائے گی، آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ کرکے اڑادیئے جائیں گے اور جب ساری امتیں میدان حشر میں وقت مقررہ پر اکٹھی ہو جائیں گی تو ان پر گواہی دینے کے لئے انبیاء ورسل علیہم السلام بھی تشریف فرما ہوں گے۔

[۴] علامات قیامت کے رونپذیر ہونے میں تاخیر کیوں کی گئی ہے؟ قیامت کا دن چونکہ حتمی فیصلے کا دن ہے اس لئے اس کو موخر کرنے میں حکمت یہ تھی تاکہ سب لوگ اپنی اپنی زندگی کی مقررہ مدت پوری کرلیں اور اس کے بعد ان کی جزا وسزا کا فیصلہ کیا جائے۔

[۵] قیامت کے دن کی ہولناکی اور شدت کو بیان کرنے کے لئے تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے یعنی اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی، تباہی اور جہنم کی آگ ہوگی اور اگر اہل مکہ کو یقین نہیں آتا تو گزشتہ جھٹلانے والی قوموں یعنی عاد وثمود وغیرہ کے انجام سے عبرت حاصل کریں، اگر ہم انہیں ہلاک کرسکتے ہیں تو تمہیں بھی ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ ہم مجرموں کو ہمیشہ ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور اگر وہ اس دنیا میں سزا سے بچ گئے تو بھی انہیں آخرت کی خرابی اور جہنم کی آگ سے کوئی نہیں بچاسکے گا۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶﴾	۱۶۔ کیا ہم نے پہلے (جھٹلانے والے) لوگوں کو ہلاک نہیں کر دیا تھا؟
ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۷﴾	۱۷۔ پھر ہم ان کے بعد والے لوگوں کو لاتے رہے۔
كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۸﴾	۱۸۔ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔
وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔
اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۲۰﴾	۲۰۔ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟
فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں رکھا۔[۶]
اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾	۲۲۔ ایک معین مدت تک۔
فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ پھر ہم نے ایک اندازہ کیا، پس ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔
وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔
اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾	۲۵۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟
اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾	۲۶۔ زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔[۷]

[۶] اے انسان! کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ہم نے کس طرح تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا کیا۔ اس پانی کے قطرہ کو ہم نے ایک معین مدت یعنی تقریباً نو ماہ کے لئے شکم مادر میں رکھا اور وہاں ہم نے تمہارے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء کو ایسے حسین اندازے کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر چسپاں کیا کہ تم ایک کامل انسان بن کر نمودار ہوئے۔ اس کے باوجود بھی اگر تم میری قدرت کو جھٹلاتے ہو تو پھر آخرت کی خرابی اور جہنم کی آگ ہی تمہارا ٹھکانا ہوگا۔

[۷] اے انسان! ہم نے زمین کو اس انداز سے بچھایا ہے کہ یہ زندہ لوگوں کی خوراک کے لئے فصلیں اگاتی ہے اور مرنے والوں کے لئے قبر مہیا کرتی ہے۔ نیز زمین پر ہم نے بڑے مضبوط اور بلند پہاڑ رکھ دیئے ہیں جن میں معدنیات کے خزانے ہیں اور اسی زمین سے میٹھے پانی کے چشمے اور دریا جاری کر دیئے ہیں جو انسانوں اور حیوانوں کو پینے کا پانی مہیا کرتے ہیں۔

وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾	۲۷۔ اور ہم نے زمین میں بلند اور بھاری پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾	۲۸۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔
اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾	۲۹۔ چلو اس (آگ) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔[۸]
اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾	۳۰۔ چلو (دوزخ کے دھوئیں کے) اس سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔
لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾	۳۱۔ جو نہ (ٹھنڈا) سایہ فراہم کرتا ہے اور نہ ہی (آگ کے) شعلہ سے بچاتا ہے۔
اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾	۳۲۔ بلکہ وہ (دوزخ) محل کی طرح (بڑے بڑے) انگارے برسائے گی۔[۹]
كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

زمین اور پہاڑوں کے اس نظام میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی انسان اس کی قدرت کو جھٹلاتا ہے تو پھر اسے آخرت میں خرابی اور آگ کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔

[۸] منکرین قیامت کو میدان حشر میں جن احوال کا سامنا کرنا پڑے گا ان آیات میں ان کی نشاندہی کی جا رہی ہے یعنی انہیں کہا جائے گا: جہنم کی جس آگ کا تم انکار کرتے تھے اب اس کی طرف چلو تمہارا ٹھکانا وہی ہے۔ دوزخ کی آگ سے جو دھواں اٹھ رہا ہوگا وہ اس طرح پھیل جائے گا کہ منکرین کو دائیں، بائیں اور اوپر یعنی تینوں اطراف سے گھیر لے گا۔ پہلے پہل منکرین خیال کریں گے کہ یہ سایہ ہے مگر جب وہاں پہنچیں گے تو انہیں علم ہوگا کہ یہ سایہ نہیں جو انہیں سورج کی تپش اور آگ کے شعلوں سے بچائے بلکہ یہ تو دوزخ کی آگ کا دھواں ہے جو انہیں جھلسا کے رکھ دے گا۔

[۹] دوزخ کی آگ کے شعلے اور انگارے جب فضا میں بلند ہوں گے تو وہ اتنے بڑے ہوں گے جیسے محلات اور قلعے ہوتے ہیں اور جب وہ پست کر دوزخیوں پر برسیں گے تو یوں معلوم ہوگا جیسے سیاہی مائل زرد رنگ کے آگ کے اونٹ ان پر گر رہے ہیں جو انہیں جلا کر ان کا بھرکس نکال دیں گے، ان احوال کو سننے کے بعد بھی جو قیامت کو جھٹلاتے ہیں اس دن وہ اس آگ سے کیسے بچ سکیں گے۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿٣٤﴾

٣٤۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿٣٥﴾

٣٥۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ نہ بول سکیں گے۔[١٠]

وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ ﴿٣٦﴾

٣٦۔ اور نہ ہی انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿٣٧﴾

٣٧۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ۚ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ ﴿٣٨﴾

٣٨۔ یہ فیصلہ کا دن ہے جس میں ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔[١١]

---

[١٠] اس کا مطلب یہ نہیں کہ میدان حشر میں آتے ہی منکرین کی قوت گویائی سلب کر لی جائے گی، ایسا نہیں ہے بلکہ انہیں صفائی کا پورا موقع دیا جائے گا مگر جب وہ جھوٹ بولیں گے جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے ہم مشرک نہیں تھے۔ (قرآن: ٦:٢٣) تو اس واضح غلط بیانی پر ان کی زبانوں کو سیل کر دیا جائے گا یعنی ان کی زبانوں سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھ اور پاؤں کو دے دی جائے گی اور وہ صاف صاف حقیقت حال بیان کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (قرآن: ٣٦:٦٥) ہمارے اعضاء ہماری ہر نقل و حرکت کے چشم دید گواہ ہیں اور سیکورٹی کیمروں کی طرح ہماری ہر نقل و حرکت کی فلم بنا رہے ہیں۔ قیامت کے دن جو بھی جھوٹ بولنے کی کوشش کرے گا یہ اعضاء اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دیں گے۔

[١١] قیامت کے دن جب منکرین کو جہنم کا فیصلہ سنا دیا جائے گا تو انہیں کہا جائے گا: آج ایسے فیصلہ کا دن ہے جس میں صرف تم ہی نہیں بلکہ تم سے پہلے سب لوگوں کے فیصلے کر دیئے گئے ہیں۔ دنیا میں تو تم اپنے اثر و رسوخ اور حیلے بہانوں کے سہارے سزا سے بچ جایا کرتے تھے، اب اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مکر یا حربہ ہے جس کے ذریعہ تم میرے عذاب سے بچ سکو تو تم اس کو استعمال کر کے دیکھ لو، مگر یاد رکھو! آج تمہارا کوئی حربہ کامیاب نہیں ہوگا اور تمہیں انکار قیامت کی سزا بھگتنا پڑے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے گروہ جن و انس! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل سکو تو تم نکل جاؤ، تم جہاں بھی جاؤ گے وہاں اسی کی سلطنت ہوگی۔ (قرآن: ٥٥:٣٣) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سرکش جنات اور انسانوں کو فرمائے گا: اگر تم میری گرفت سے بچنے کے لئے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ، لیکن سن لو! تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ تم میری اجازت کے بغیر اس کائنات سے باہر نکل سکو اور بفرض محال اگر تم نکلنے کی کوشش بھی کرو تو جاؤ گے کہاں؟ ہر جگہ میری ہی سلطنت ہے، لہٰذا تم کہیں بھی میری سزا سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔

فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ كَيۡدٌ فَكِيۡدُوۡنِ ﴿۳۹﴾

۳۹۔ اب اگر تمہارے پاس کوئی چال ہے تو میرے خلاف استعمال کرلو۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۰﴾ ع ۱۲

۴۰۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ ﴿۴۱﴾

۴۱۔ بے شک پرہیزگار لوگ (خوشگوار) سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ [۱۲]

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۴۲﴾

۴۲۔ اور ان پھلوں میں ہوں گے جن کو وہ پسند کریں گے۔

كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓــًٔا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۳﴾

۴۳۔ (ان سے کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ان اعمال کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۴۴﴾

۴۴۔ بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۵﴾

۴۵۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

كُلُوۡا وَتَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

۴۶۔ (اے منکرو!) تم تھوڑا سا عرصہ کھالو اور فائدہ اٹھالو، بے شک تم مجرم ہو۔ [۱۳]

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۷﴾

۴۷۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

---

[۱۲] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جہاں خوشگوار سائے، میٹھے پانی کے چشمے اور ان کی پسند کے پھل موجود ہوں گے اور انہیں کہا جائے گا: یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کو خوب مزے سے کھاؤ اور پیو، یہ تمہارے ان نیک اعمال کا صلہ ہیں جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو اپنے فضل و کرم سے اسی طرح بہترین جزا عطا فرماتا ہے، مگر جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے اور قیامت کا انکار کرتے رہے آج ان کے لئے خرابی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

[۱۳] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے لوگوں کو بتایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے مجرم قرار پائیں گے، لہٰذا وہ زندگی کا محدود سا عرصہ خوب کھالیں اور دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھالیں اور پھر جرائم کی سزا کے لئے تیار ہو جائیں، جونہی مہلت کی گھڑیاں ختم ہوں گی تو انہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝۴۸

۴۸۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ (اپنے رب کے سامنے) جھکو تو وہ نہیں جھکتے۔ [۱۴]

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۹

۴۹۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۰

۵۰۔ اس (قرآن) کے بعد پھر وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ [۱۵]

---

[۱۴] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے قیامت کے دن ان کو خرابی اور تباہی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں ان میں قرآن مجید سب سے آخری کتاب ہے، اس میں حق و باطل کے راستوں کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر منکرین اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس بات پر ایمان لائیں گے؟ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کتاب پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز اتوار ۵ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۴ تا ۵ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ مرسلات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

۲۹ ویں پارہ کی تفسیر کا آغاز ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو کیا تھا اور آج ۵ دسمبر ۲۰۱۰ء یعنی ایک ماہ اور نو دنوں میں ۲۹ ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النَّبا (۷۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''نبا'' ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت برحق ہے

اس سورت کے آغاز اور اختتام پر منکرین قیامت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے بارے میں ان کا خیال ہرگز صحیح نہیں ہے، بلکہ قیامت برحق ہے اور وہ اپنے طے شدہ وقت پر ضرور آئے گی اور عنقریب وہ خود بھی جان لیں گے کیونکہ جونہی وہ مریں گے انہیں آخرت کے احوال کا انکشاف ہو جائے گا۔ اس دن کفار اپنے انجام بد کو دیکھ کر کہیں گے کہ کاش وہ مٹی ہوتے اور انہیں حساب و کتاب کے لئے کھڑا نہ کیا جاتا مگر اس دن کا پچھتانا بے سود ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

آیات نمبر ۶ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے چند ایسے مظاہر بیان کئے گئے ہیں جن میں غور کرنے سے قیامت پر ایمان لانا آسان ہو جاتا ہے یعنی جس اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، رات اور دن، پہاڑ، بادل اور سورج کو بنایا اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ انسان کو پہلے کی طرح دوبارہ پیدا کر دے۔

جنت اور دوزخ

آیات نمبر ۲۱ تا ۳۶ میں بیان کیا گیا ہے کہ سرکش لوگ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے اور جب بھی انہیں پیاس لگے گی تو انہیں پیپ اور کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جبکہ ان کے برعکس پرہیزگار لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے جہاں ہر قسم کے پھل، جوان سال ہم عمر بیویاں اور پاکیزہ شراب کے جام ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز پیر ۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۹ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

ایاتہا ۴۰ ۷۸ سورۃ النبا مکیۃ ۸۰ رکوعاتہا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ① — ۱۔ وہ لوگ کس چیز کے متعلق آپس میں سوال کرتے ہیں؟

عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ② — ۲۔ (کیا) اس بڑی خبر کے متعلق؟ [۱]

الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ③ — ۳۔ جس کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ④ — ۴۔ ہرگز نہیں، وہ عنقریب جان لیں گے۔ [۲]

ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ⑤ — ۵۔ پھر ہرگز نہیں، وہ عنقریب جان لیں گے۔

---

[۱] نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کو جب بڑی خبر یعنی قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دی تو وہ آپس میں سوال کرنے لگے: قیامت کیا ہے؟ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا کیسے ممکن ہے؟ اس پر کفار کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔

۱۔ بعض کفار نے قیامت کا صاف انکار کر دیا اور قرآن کے الفاظ میں وہ کہتے تھے: {ہماری زندگی صرف یہی دنیاوی زندگی ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے۔} (قرآن: ۶:۲۹)

۲۔ بعض کفار نے قیامت کا قطعی انکار تو نہ کیا لیکن انہیں یقین بھی نہ تھا کہ قیامت آئے گی یا نہیں آئے گی؟ قرآن کے الفاظ میں وہ کہتے تھے: {ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم صرف گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہیں تھے۔} (قرآن: ۴۵:۳۲)

۳۔ اور بعض کفار قیامت کے منکر بھی تھے مگر ان کا یہ گمان بھی تھا کہ اگر قیامت قائم ہوئی تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں عزت دی ہے اسی طرح وہاں بھی ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔ قرآن کے الفاظ میں اس گروہ کے نمائندے نے کہا: {اور میں گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً اس کے پاس میرے لئے اچھائی ہی ہوگی۔} (قرآن: ۴۱:۵۰)

[۲] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کے سوالات بیان فرمائے ہیں یعنی ان کے خیال میں قیامت نہیں آئے گی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کا جواب دیا ہے یعنی قیامت کے بارے میں ان کا خیال ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ قیامت ضرور آئے گی اور تاکید کے لئے دوبار فرمایا کہ عنقریب منکرین کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ قیامت برحق ہے کیونکہ جونہی وہ

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾	۶۔ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟
وَّ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ﴿۷﴾	۷۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔
وَّ خَلَقۡنٰکُمۡ اَزۡوَاجًا ۙ﴿۸﴾	۸۔ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔[۳]
وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾	۹۔ اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت (کا سبب) بنایا۔[۴]
وَّ جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِبَاسًا ﴿ۙ۱۰﴾	۱۰۔ اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔

مریں گے انہیں آخرت کے احوال کا انکشاف ہو جائے گا۔

[۳] آنے والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے چند ایسی نشانیوں کا ذکر کیا ہے جو اس کی عظیم قدرت اور حسین حکمت پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً زمین اگرچہ کرہ کی طرح گول ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو انسانوں کے فائدہ کے لئے فرش کی طرح بچھا دیا ہے اور اس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح نصب کر دیا ہے اور ان پہاڑوں میں بھی انسانوں کے فائدے کے لئے معدنیات کے خزانے موجود ہیں پھر اس نے انسانوں کو جوڑا جوڑا یعنی نر اور مادہ پیدا فرمایا ہے، اگر سب کو مرد یا سب کو عورت بنا دیتا تو نسل انسانی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا اور یہ زمین انسانوں سے محروم ہو چکی ہوتی۔ اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے وسیع زمین، عظیم پہاڑ اور حسین ترین انسان کو بنایا کیا اس میں اتنی قدرت نہیں کہ وہ انسان کو دوبارہ پیدا کر سکے؟

زمین گول ہے

زمین چپٹی نہیں ہے بلکہ کرہ اور گیند کی طرح گول ہے جیسا کہ امام رازی نے آج سے ۸۳۲ سال پہلے ۶۰۰ ہجری میں فرمایا:
بیشک یہ بات دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ زمین ایک کرہ ہے، اور کرہ جب بہت بڑا ہو تو اس کی ہر سطح چپٹی نظر آتی ہے۔
(تفسیر کبیر: سورہ رعد (۱۳): زیر آیت نمبر ۳)

[۴] دن کے وقت انسان کا دماغ، آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ روزگار کے مشاغل میں سرگرم رہتے ہیں۔ رات کو جب انسان سارے مشاغل سے منقطع ہو کر سوتا ہے تو نیند اس کے سارے اعضاء کی تھکاوٹ کو دور کر دیتی ہے۔ نیز جس طرح لباس انسان کے بدن کو چھپاتا ہے اور سردی گرمی کے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی ہر چیز کو چھپا لیتی ہے، دن کی روشنی غائب ہو جاتی ہے، لوگوں کی آمدورفت اور پرندوں کا شوروغل بھی ختم ہو جاتا ہے اور انسان موسم کے مطابق کپڑے استعمال کر کے مکمل راحت اور خلوت حاصل کرتا ہے، پھر جب دن کی روشنی آتی ہے تو تازہ دم ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور رزق کی تلاش میں سرگرم ہو جاتا ہے۔ رات اور دن کا یہ حسین نظام ایک عظیم مدبر یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتا ہے جس نے نظام زندگی میں توازن قائم رکھنے کے لئے دن اور رات کا سلسلہ شروع کیا۔

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾

۱۱۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔[۵]

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور ہم نے ایک روشن چراغ (سورج) بنایا۔

وَّأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾

۱۴۔ اور ہم نے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا۔

لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾

۱۵۔ تاکہ ہم اس کے ذریعہ اناج اور سبزہ اگائیں۔[۶]

وَّجَنّٰتٍ أَلْفَافًا ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور گھنے باغات۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿۱۷﴾

۱۷۔ بے شک فیصلے کا دن ایک طے شدہ وقت ہے۔[۷]

نیند بہت بڑی نعمت ہے

نیند سے امیر اور غریب دونوں یکساں استفادہ کرتے ہیں اور جس کو نیند نہ آئے اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، وہ خواب آور گولیوں کے ذریعہ نیند لانے کی کوشش کرتا ہے۔

[۵] کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ہم نے تمہارے اوپر آسمان کو کتنا مضبوط بنایا ہے کہ لاکھوں سال گزر جانے کے بعد بھی اس میں کوئی کمزوری اور دراڑ نہیں آئی۔ اسی طرح آسمان کے نیچے فلک میں سورج کو دیکھو لاکھوں سال گزر جانے کے بعد بھی اس کی روشنی اور حرارت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ جس اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا آسمان اور سورج پیدا فرمایا ہے کیا وہ ۶/۵ فٹ کے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟

[۶] اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی حتیٰ کہ آسمان کے نیچے جو فضا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس فضا میں جب پانی کے بخارات بلند ہوتے ہیں تو بادلوں کی صورت میں موسلا دھار پانی برساتے ہیں جس سے اناج، سبزہ اور گھنے باغات پروان چڑھتے ہیں اور انسانوں اور حیوانوں کی خوراک کا انتظام ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے صرف فضا کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا تو انسان کو سوچنا چاہیے کہ اس کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کا ایک مقصد ہے اور اسی مقصد کی جوابدہی کے لئے اسے قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے جتنے انسانوں کو پیدا کرنے کا پروگرام بنایا ہے جب تک وہ سارے انسان پیدا ہوکر اپنی اپنی زندگی کی مدت پوری نہ کرلیں اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، وہ

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔[۸]

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ بے شک دوزخ گھات میں ہے۔[۹]

لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾

۲۲۔ (وہ) سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾

۲۳۔ جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اس میں نہ وہ ٹھنڈک پا سکیں گے اور نہ ہی پینے کی کوئی چیز۔[۱۰]

اس سے پہلے نہیں آئے گی مگر جب وہ طے شدہ وقت آ گیا تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور سب لوگ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فوج در فوج میزان عدل کی طرف چلے آئیں گے۔

[۸] قیامت کے ابتدائی مرحلوں میں آسمان پھٹ کر دروازے ہی دروازے بن جائے گا یعنی اس میں جگہ جگہ شگاف پڑ جائیں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیئے جائیں گے اور ریت کے ان باریک ذروں کی طرح بن جائیں گے جو دور سے پانی کی طرح نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں پانی نام کی کوئی چیز وہاں نہیں ہوتی۔

[۹] اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو سرکشوں کا ٹھکانا بنایا ہے اس لئے وہ سرکشوں کا انتظار کر رہا ہے اور جب سرکش اس میں آ جائیں گے تو پھر ہمیشہ اسی میں رہیں گے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ آخرت کی مدتوں (احقاب) سے مراد ایسی مدت ہے جس کی کوئی انتہا نہ ہو یعنی سرکش لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (تفسیر قرطبی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔} (قرآن: ۷۲: ۲۳)

[۱۰] دوزخیوں کو جہنم کی تپش سے بچنے کے لئے نہ تو ٹھنڈک میسر ہوگی اور نہ ہی پینے کا پانی بلکہ جب بھی وہ پینے کی خواہش کریں گے تو انہیں پیپ اور کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا، اور یہ ان پر ظلم نہیں ہوگا بلکہ یہ سزا ان کے اعمال کے مطابق ہوگی۔

اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿۲۵﴾	۲۵۔ سوائے کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے۔
جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾	۲۶۔ (یہی ان کی سرکشی کا) پورا بدلہ ہے۔
اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾	۲۷۔ بے شک وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔[۱۱]
وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾	۲۸۔ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو خوب جھٹلایا۔
وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾	۲۹۔ اور ہم نے ہر چیز کو گن کر لکھ رکھا ہے۔[۱۲]
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾	۳۰۔ پس (اپنی سرکشی کا مزہ) چکھو! اب ہم تمہارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے۔
اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾	۳۱۔ بے شک پرہیز گاروں کے لئے کامیابی ہے۔[۱۳]
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾	۳۲۔ (ان کے لئے) باغات اور انگور ہیں۔
وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾	۳۳۔ اور جواں سال ہم عمر بیویاں ہیں۔

---

[۱۱] دوزخیوں کو دوزخ میں کیوں ڈالا جائے گا؟ ان دو آیات میں اس کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ قیامت کے منکر تھے اس لئے وہ حساب و کتاب کی امید نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے منکر تھے اس لئے اس کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ سب انسانوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ نیز اس نے لوح محفوظ اور نامہ اعمال میں بھی ہر چیز کو لکھا کر محفوظ کر دیا ہے اور قیامت کے دن منکرین کی ہر برائی کو گن کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا: پس اپنی سرکشی کا مزہ چکھو، اب تمہارا عذاب کبھی کم نہیں ہوگا بلکہ تمہاری سرکشی کے مطابق بڑھتا ہی رہے گا۔

[۱۳] سرکش لوگوں کی سزا کے بعد پرہیز گار لوگوں کی کامیابی اور ان کے لئے مخصوص انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے یعنی ان کے لئے جنت میں ایسے باغات ہوں گے جن میں ہر قسم کے پھل اور بالخصوص انگور کثرت سے ہوں گے، وہاں ان کے لئے جواں سال ہم عمر بیویاں اور شراب کے چھلکتے ہوئے جام ہوں گے، مگر وہ دنیاوی شراب نہیں ہوگی جس کے پینے کے بعد انسان کے حواس ناکارہ ہو جاتے ہیں اور وہ جھوٹی اور بے ہودہ باتیں کرنے لگتا ہے بلکہ یہ جنت کی ایسی بے نظیر شراب ہوگی جس کے پینے سے انسان کے حسن اخلاق اور حسن گفتار میں مزید نکھار پیدا ہوگا۔ اور یہ ساری نعمتیں پرہیز گاروں کی نیکیوں کے بدلے میں ان کے لئے کافی بڑا انعام ہوگا جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں عطا فرمائے گا۔

وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

۳۴۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾

۳۵۔ وہاں نہ تو وہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ ہی جھوٹ۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

۳۶۔ یہ آپ کے رب کی طرف سے بدلہ ہے، جو کافی بڑا انعام ہے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

۳۷۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے، بہت ہی مہربان ہے، اور کسی میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ (بغیر اجازت کے) اس سے بات بھی کر سکے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

۳۸۔ اس دن جبریل اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور کوئی بات نہیں کر سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمٰن تعالیٰ اجازت دے گا اور وہ بات بھی صحیح کہے گا۔ [۱۴]

---

[۱۴] اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا رب ہے اور بلاشبہ وہ بہت ہی مہربان ہے مگر قیامت کے دن اس کے جلال کا عالم یہ ہوگا کہ جبریل امین اور سارے فرشتے بھی صف بستہ خاموش کھڑے ہوں گے اور زمین و آسمان کی کسی مخلوق میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی شفاعت کے لئے لب کشائی کر سکے، البتہ وہ خوش نصیب جن کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گزارشات پیش کریں گے اور یہ وہی خوش نصیب ہوں گے جنہوں نے دنیا میں بھی حق بات کہی تھی اور میدان حشر میں بھی حق بات ہی کہیں گے۔ ان میں سرفہرست کون ہوگا؟ درج ذیل حدیث پڑھیں اور اپنے ایمان کو تازہ کریں!

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، سو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر وہ میرے پاس آئیں گے، پس میں کہوں گا کہ میں اس کے لئے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾

۳۹۔ وہ دن برحق ہے، پس جو شخص چاہے اپنے رب کے قرب میں اپنا ٹھکانا بنالے۔ [۱۵]

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

۴۰۔ بے شک ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے، اس دن ہر شخص دیکھ لے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوتا۔ [۱۶]

اجازت دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد کے ایسے کلمات ڈالے گا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدے میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ آپ سے کہا جائے گا: آپ جایئے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو، پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آ کر انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر کہا جائے گا: آپ جایئے جس کے دل میں ایک ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پھر میں تیسری بار انہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ جایئے جس کے دل میں ادنیٰ رائی کے دانے سے بھی ادنیٰ ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پس میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور پہلے کی طرح سجدے میں گر جاؤں گا تو حکم ہوگا شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! مجھے اس شخص کے لئے اجازت دیجئے جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا: میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو میں اس شخص کو ضرور دوزخ سے نکالوں گا۔
(بخاری: ۷۵۱۰: کتاب التوحید: باب ۳۶، مسلم: ۱۹۳: کتاب الایمان: باب ۸۴)

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ حق و باطل کو بالکل واضح فرما دیا ہے اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کا دن برحق ہے وہ بہر صورت آ کر رہے گا اور اس میں تمہارا حساب و کتاب ہوگا اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہاری جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے گا، لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ وہ جنت میں اپنے رب کا قرب حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔

[۱۶] اے انسان! ہم نے تجھے قیامت کے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے اور جونہی تیری موت آئے گی تیرے عذاب کے ابتدائی

مراحل شروع ہو جائیں گے اور ہر انسان نے جو اعمال کیے ہوں گے وہ ویڈیو فلم کی طرح اس کے سامنے عیاں ہو جائیں گے اور وہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ اس دن کافر اپنے انجام بد کو دیکھ کر خواہش کرے گا کہ کاش! وہ مٹی ہی رہتا، اس کو انسان نہ بنایا جاتا تو آج وہ اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتا، مگر اس دن کا پچھتانا بے سود ہوگا، لہٰذا آج ہی انسان کو چاہیے کہ پوری سنجیدگی کے ساتھ آخرت کو یاد رکھے اور اس کے لئے تیاری کرے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۶ تا ۸ دسمبر یعنی دو دنوں میں سورہ نبا کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة النّٰزعٰت (۷۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''نازعات'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت برحق ہے

کفار نے جب قیامت کے احوال سنے تو وہ اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے آپس میں کہنے لگے! بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب ہم مر کر بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس سورت کی ابتدائی ۱۴ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے پانچ احوال کی قسم کھا کر روز قیامت کے چند احوال بیان کئے ہیں۔ یعنی قیامت کے ابتدائی مراحل میں جب لرزا دینے والی صور کی پہلی آواز آئے گی تو ساری کائنات لرز اٹھے گی اور ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ پھر اس کے چالیس سال بعد جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اس سورت کی آخری پانچ آیات میں پھر قیامت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی قیامت کے منکرین جب خود قیامت کو دیکھ لیں گے تو وہ دنیاوی عیش وعشرت بھول جائیں گے اور انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں صرف ایک شام یا ایک صبح کا وقت ٹھہرے تھے یعنی دنیا کی زندگی انہیں بہت قلیل معلوم ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ

آیات نمبر ۱۵ تا ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی یاددہانی فرمائی ہے۔ یعنی ہم نے طویٰ کی مقدس وادی میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور اس کو حق اور انصاف کی دعوت دیں کیونکہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے، وہ رب ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے حقیقی رب کا نافرمان ہو گیا ہے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان کے حقوق غصب کر رہا ہے۔

قیامت کے دلائل

آیات نمبر ۲۷ تا ۳۳ میں منکرین قیامت کو قدرت کی چند نشانیوں کے حوالے سے قیامت کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں یعنی جس اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان آسمان، وسیع زمین اور مضبوط پہاڑ بنائے تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کر دے جس کو وہ پہلے ایک بار پیدا کر چکا ہے؟

میدان حشر کے احوال

آیات نمبر ۳۴ تا ۴۶ میں میدان حشر کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی جب قیامت قائم ہوگی تو ہر شخص کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا جس کو پڑھ کر ہر انسان کو اپنے بھولے ہوئے اعمال یاد آ جائیں گے، پس جس نے آخرت کو نظر انداز کر کے دنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور جس نے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے تیاری کی ہوگی اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۳ محرم ۱۴۳۲ھ

اٰیاتھا ۴۶ ۷۹ سورۃ النّٰزعٰت مکیۃ ۸۱ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾

۱۔ قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو غوطہ لگا کر (کفار کی جان) نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں۔[۱]

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾

۲۔ اور قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو (مومنوں کی جان کے) بند نہایت نرمی سے کھول دیتے ہیں۔[۲]

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾

۳۔ اور قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو (فضا میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں۔[۳]

[۱] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے پانچ احوال کی قسم کھا کر روز قیامت کے چند احوال بیان کئے ہیں تاکہ کفار کے دلوں میں قیامت کا ڈر پیدا ہو اور وہ اس پر ایمان لے آئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جو کفار کی روحوں کو نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) کفار کی روحیں چونکہ ان کے اجسام سے نکلنا نہیں چاہتیں اس لئے ملک الموت کے معاون فرشتے کفار کی رگوں میں گھس کر ان کی جان کو سختی سے گھسیٹ کر نکال لاتے ہیں۔

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جو مومنوں کی روحیں نکالتے ہیں یعنی مومنوں کی روحیں خوشی خوشی اپنے جسموں سے نکلتی ہیں کیونکہ موت کے وقت ان پر جنت پیش کی جاتی ہے جس میں وہ اپنی بیویوں اور حوروں کو دیکھ لیتے ہیں جو ان کو جنت کی طرف بلاتی ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (مسلم: ۷۴۱۷ کتاب الزھد: باب ۵۳) جس طرح اونٹ کے زانو بند کی گرہ جب کھول دی جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور آسانی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسی طرح جسم کے قید خانہ میں بند مومن کی روح کی گرہ جب کھولی جاتی ہے تو وہ بھی آسانی اور خوشی کے ساتھ باہر آ جاتی ہے۔

[۳] حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں بھی ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جو مومنوں کی روحوں کے ساتھ تیرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) یعنی مومنوں کی روحوں کو لے کر فضا میں تیرتے ہوئے اس قدر تیزی سے بارگاہ خداوندی میں جاتے ہیں جس طرح پانی کے اندر مچھلی تیزی سے تیرتی ہے۔ مچھلی جب پانی میں تیرتی ہے تو اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴
۴۔ پھر قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو (تعمیل ارشاد میں) دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔[۴]

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵
۵۔ پھر قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو مختلف امور کا انتظام کرتے ہیں۔[۵]

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶
۶۔ اس دن لرزا دینے والی (صور کی پہلی آواز) لرزا دے گی۔[۶]

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷
۷۔ پھر اس کے پیچھے آنے والی (صور کی دوسری آواز) آئے گی۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸
۸۔ اس دن بہت سے دل (خوف سے) کانپ رہے ہوں گے۔

اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹
۹۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰
۱۰۔ وہ کہتے ہیں: کیا ہم زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟[۷]

ہوتی، اسی طرح جب فرشتے فضا میں تیرتے ہیں تو ان کے راستے میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

[۴] اس آیت میں سب فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے کیونکہ سارے فرشتے احکام خداوندی کو بجالانے میں دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

[۵] اس آیت میں ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جن کے ذمہ مختلف اہم امور لگائے گئے ہیں اور وہ ان کا پورا پورا انتظام کرتے ہیں۔

[۶] پانچ قسمیں کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے ابتدائی مراحل میں جب لرزا دینے والی صور کی پہلی آواز آئے گی تو ساری کائنات لرز اٹھے گی اور ہر چیز فنا ہو جائے گی، پھر اس کے چالیس سال بعد جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس دن کے خوف سے مجرموں کے دل کانپ رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ندامت سے جھکی ہوئی ہوں گی مگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس دن مطمئن اور خوش ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (قیامت کی) سب سے بڑی گھبراہٹ بھی ان کو پریشان نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے، (اور کہیں گے:) یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (قرآن: ۲۱:۱۰۳)

[۷] کفار نے جب قیامت کے احوال سنے تو وہ اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے آپس میں کہنے لگے: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ہم

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾

۱۱۔ کیا اس وقت جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے؟

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ وہ کہتے ہیں: پھر تو یہ بڑے خسارے کی واپسی ہوگی۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ پس وہ تو صرف ایک جھڑکی ہوگی۔ [۸]

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ پھر وہ فوراً میدانِ (حشر) میں جمع ہو جائیں گے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾

۱۵۔ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی ہے؟

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾

۱۶۔ جب ان کے رب نے طویٰ کی مقدس وادی میں انہیں پکارا تھا۔ [۹]

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾

۱۷۔ کہ آپ فرعون کے پاس جائیں، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔

مر کر بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ دوبارہ کی زندگی ہمارے لئے بڑے خسارے کا باعث ہوگی کیونکہ ہم نے اس کے لئے کوئی تیاری ہی نہیں کی۔

[۸] کفار یہ سمجھتے تھے کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے تو ان کا دوبارہ زندہ ہونا ممکن نہیں ہے لیکن درمطلق اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے تو صرف ایک جھڑکی کی بات ہے، جونہی اس کے حکم سے دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تو فوراً سب لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔

[۹] یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی یاد دہانی فرمائی ہے۔ یعنی ہم نے طویٰ کی مقدس وادی میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور اس کو حق اور انصاف کی دعوت دیں کیونکہ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے، وہ رب ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے حقیقی رب کا نافرمان ہو گیا ہے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان کے حقوق غصب کر رہا ہے۔

اس واقعہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کفار مکہ کی مخالفت اور ہٹ دھرمی سے پریشان نہ ہوں کیونکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ نیز کفار مکہ کے مقابلہ میں فرعون کی حکومت اور فوج بہت بڑی تھی، جب وہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکام ہو گیا تو یہ کفار مکہ بھی بالآخر ناکام و نامراد ہو جائیں گے۔

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾	۱۸۔ اور اس سے کہیں: کیا تیری خواہش ہے کہ تو پاک ہو جائے؟[۱۰]
وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾	۱۹۔ اور یہ کہ میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تاکہ تو اس سے ڈرنے لگے۔
فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾	۲۰۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسے بڑی نشانی دکھائی۔[۱۱]
فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾	۲۱۔ مگر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔
ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾	۲۲۔ پھر اس نے روگردانی کی اور (موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں) سرگرم ہو گیا۔
فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾	۲۳۔ پھر اس نے (لوگوں کو) جمع کر کے اعلان کیا۔[۱۲]
فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾	۲۴۔ پس اس نے کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

[۱۰] آپ فرعون کے پاس جائیں اور اسے نرمی اور حکمت کے ساتھ توحید کی دعوت دیں اور اسے بتائیں کہ تیرا رب صرف ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے، لہٰذا میں تیری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، اگر تو چاہتا ہے کہ تو گناہوں سے پاک ہو جائے تو میں تجھے تیرے حقیقی رب کا راستہ دکھانے کے لئے آیا ہوں تاکہ تو اپنے رب سے ڈرے اور وہ تجھے گناہوں سے پاک کر دے۔

[۱۱] فرعون نے کہا: اگر آپ نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا جو اژدہا بن گیا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لایا بلکہ آپ کو جھٹلایا اور آپ کی مخالفت میں سرگرم ہو گیا۔

[۱۲] پھر فرعون نے پورے ملک سے بڑے بڑے جادوگروں کو بلایا تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں، اور سب رعایا کو ایک کھلے میدان میں جمع کر کے اعلان کیا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، لہٰذا تم صرف میری ہی عبادت اور فرمانبرداری کرو۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنانے پر اصرار کیا تو میں تمہیں قید خانہ میں بند کر دوں گا، جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے: {فرعون نے کہا: اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تم کو ضرور قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔} (قرآن: ۲۶:۲۹)

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾

۲۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔[۱۳]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

۲۶۔ بے شک اس (واقعہ) میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتا ہے۔[۱۴]

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾

۲۷۔ کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا، جس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا؟[۱۵]

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾

۲۸۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی چھت بلند کی، پھر اس کو درست کیا۔

وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو روشن کر دیا۔[۱۶]

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾

۳۰۔ اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔[۱۷]

---

[۱۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات دیکھنے کے بعد بھی جب فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی گرفت فرمائی کہ سمندر میں غرق کر کے اسے دنیا والوں کیلئے عبرت کا نشان بنا دیا اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے جو اسے جہنم میں ملے گا۔

[۱۴] اس واقعہ میں ہر اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کیونکہ جو شخص سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ بالآخر ناکام و ذلیل ہوتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حقیقی رب کو پہچانے اور اس کے مقابلہ میں سرکشی اور تکبر نہ کرے۔

[۱۵] آنے والی آیات میں منکرین قیامت کو قدرت کی چند نشانیوں کے حوالے سے قیامت کے دلائل پیش کئے جا رہے ہیں یعنی جس اللہ تعالیٰ نے اتنا عظیم الشان اور مضبوط آسمان بنایا کہ لاکھوں سال گزر جانے کے بعد بھی اس میں کوئی شگاف یا جھول نہیں پڑا تو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کر دے جس کو وہ پہلے ایک بار پیدا کر چکا ہے؟ کیا تمہیں دوبارہ پیدا کرنا آسمان کے بنانے سے زیادہ مشکل ہے؟

[۱۶] اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک بلند چھت کی طرح ہموار بنایا، اور رات اور دن کو آسمان کی طرف اس لئے منسوب کیا کیونکہ سورج آسمان کی طرف بلندی میں ہے اور اس کے طلوع و غروب سے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی وجود میں آتی ہے۔

[۱۷] آسمان کی عظمت اور اس کی حکمت بیان کرنے کے ساتھ اب ان آیات میں زمین کی اہمیت بتائی جا رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ

أَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾	۳۱۔ اس زمین سے اس کا پانی اور اس کا سبزہ نکالا۔
وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾	۳۲۔ اور پہاڑوں کو زمین میں نصب کر دیا۔
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾	۳۳۔ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے ہے۔
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾	۳۴۔ پھر جب سب سے بڑی آفت (قیامت) آجائے گی۔
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾	۳۵۔ اس دن انسان اپنے اعمال کو یاد کرے گا۔[۱۸]
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾	۳۶۔ اور ہر دیکھنے والے کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔[۱۹]
فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾	۳۷۔ پس جس نے سرکشی کی۔
وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾	۳۸۔ اور دنیاوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی۔[۲۰]

نے زمین کو اس طرح پھیلا دیا ہے کہ اس سے میٹھا پانی اور نباتات نکلتے ہیں جو انسانوں اور جانوروں کو خوراک مہیا کرتے ہیں، پھر اس پر پہاڑ نصب کر دیئے گئے ہیں، ان میں معدنیات کے خزانے موجود ہیں جن سے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ الغرض زمین ہو یا آسمان، دن ہو یا رات، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں کے فائدہ کے لئے بنائی ہیں اور ہر انسان ہر لمحہ ان نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے اور جو شخص ان نعمتوں کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا تو پھر اس سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا۔

[۱۸] جب سب سے بڑی آفت یعنی قیامت قائم ہو جائے گی تو ہر انسان کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا جس کو پڑھ کر ہر انسان کو اپنے بھولے ہوئے اعمال بھی یاد آجائیں گے اور پوری زندگی ایک فلم کی صورت میں اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے گی۔

[۱۹] قیامت کے دن کوئی شخص نابینا اور ان پڑھ نہیں ہوگا بلکہ ہر شخص بینا اور پڑھا لکھا ہوگا اور ہر شخص اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے گا۔ نیز اس دن ہر شخص کے سامنے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ مؤمن اس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا جس نے اس کو دوزخ سے بچا لیا اور کافر اسے دیکھ کر مزید غم و حسرت میں مبتلا ہو جائے گا۔

[۲۰] پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے آگے بڑھ گیا اور اس نے نفسانی خواہشات کی محبت میں دنیاوی زندگی اور

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾

۳۹۔ تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾

۴۰۔ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو (بری) خواہش سے روکے رکھا۔[۲۱]

دنیاوی عیش وعشرت کو ترجیح دی اور آخرت کو نظر انداز کر دیا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

نفسانی خواہشات

علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا: تمہاری خواہش تمہاری بیماری ہے۔ ہاں اگر تم اپنی خواہش کی مخالفت کرو تو یہی تمہاری دوا ہے، اور حضرت وہب نے فرمایا: اگر تمہیں دو امور میں شک پڑ جائے اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان دونوں میں سے کون سا بہتر ہے تو پھر دیکھو جو امر تمہاری خواہش سے دور ہے وہی بہتر ہے۔

(تفسیر قرطبی: سورہ جاثیہ (۴۵)؛ زیر آیت نمبر ۲۳)

دنیاوی زندگی کو ترجیح دینا

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب کیا، اور اپنے اہل وعیال کی کفالت اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لئے حاصل کیا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا، اور جس نے دنیا کو تو حلال طریقہ سے طلب کیا مگر اس لئے تاکہ لوگوں پر فخر کرے، دوسروں سے زیادہ مال جمع کرے اور ان کو اپنی شان دکھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(شعب الایمان: ۱۰۳۷۵۔ ۱۰۳۷۴: جلد ۷: ص ۲۹۸، حلیۃ الاولیاء: ۱۱۹۹۹: جلد ۸: ص ۲۳۵)

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو یا اس طرح جیسے کوئی شخص راستہ عبور کر رہا ہو، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا پتہ کس وقت موت آجائے؟) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے ایام کے لئے نیک عمل کرلو اور اپنی زندگی میں موت کے لئے نیک عمل کرلو۔

(بخاری: ۶۴۱۶: کتاب الرقاق: باب ۳)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جارہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے، تم آخرت کی اولاد بنو دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔

(بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔

(سورہ آل عمران: تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۱۸۵)

[۲۱] جو شخص اس لئے اپنے رب سے ڈرتا رہا کہ اسے ایک روز اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب وکتاب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾

۴۱۔ تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔

یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾

۴۲۔ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟[۲۲]

ڈرے اس نے اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکے رکھا تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

[۲۲] کفار کو جب قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو چونکہ وہ قیامت کے منکر تھے اور اس کو مسلمانوں کی طرف سے محض ایک دھمکی خیال کرتے تھے اس لئے وہ مذاق کے طور پر اکثر یہ سوال کرتے کہ جس قیامت سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا: قیامت کی تاریخ بتانے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس کا علم تو آپ کے رب کے پاس ہے۔

قیامت کا علم مخفی رکھنے کی حکمت

علامہ فخر الدین رازی نے محققین کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے وقت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ قیامت کب آئے گی تو وہ اس سے ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور قیامت آجائے، لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کوشاں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی حکمت کے پیش نظر عوام سے موت کے وقت کو مخفی رکھا گیا ہے کیونکہ اگر کسی کو بتا دیا جائے کہ وہ دس سال بعد مر جائے گا تو ہوسکتا ہے اس پر شیطان غالب آجائے اور وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے کہ 9 سال تو عیاشی میں گزارتا ہوں اس کے بعد توبہ کرلوں گا، یا اتنا ڈر جائے کہ سارے کام چھوڑ کر صرف عبادت میں مصروف ہوجائے اور اس کے اہل خانہ بھوک اور فقر کا شکار ہوجائیں۔ یہ دونوں صورتیں اس کے لئے اچھی نہیں ہیں۔ الغرض عوام سے قیامت کا وقت اس لئے مخفی رکھا گیا تاکہ وہ ہر وقت گناہوں سے بچنے میں کوشاں رہیں مگر انبیائے کرام علیہم السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی گناہوں سے پاک کر رکھا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، لہٰذا ان سے قیامت کو مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ احمد صاوی لکھتے ہیں: قیامت کا وقت ان مخفی امور میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے، وہ اس پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جن کو چاہے، لہٰذا یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ کے تمام غیوب پر مطلع فرمایا لیکن ان میں سے بعض کو مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ (حاشیہ صاوی: سورۃ الاعراف: زیر آیت نمبر ۱۸۷) اسی لئے آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں تو بتا دیں مگر اس کی تاریخ کو مخفی رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے اور لوگوں کو پہلے سے پتہ نہ چلے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {بے شک قیامت آنے والی ہے، میں اس (کے وقت) کو (لوگوں سے) مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص (قیامت کے ڈر سے نیک کام کرنے کی کوشش کرے اور

فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾ ۴۳۔ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟

قیامت میں اس) کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے۔}(قرآن: ۲۰: ۱۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا تا کہ لوگ زیادہ راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاریں اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کو بھی مخفی رکھا تا کہ لوگ جمعہ کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت اور موت کا وقت معین نہیں فرمایا تا کہ انسان ہر وقت گناہ سے بچتا رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ کر رہا ہو اور اسی وقت موت آ جائے۔

گناہوں سے بچنے کے لئے چند نصیحتیں

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت کو بیماری آنے سے پہلے، خوشحالی کو تنگ دستی آنے سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت کے آنے سے پہلے۔

(مستدرک: امام حاکم: ۷۸۴۶: جلد ۴: ص ۳۴۱)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر ہر روز پکار کر کہتی ہے: میں پردیس، تنہائی، مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ (ترمذی: ۲۴۶۰: ابواب القیامۃ: باب ۲۶) عبید ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک قبر کہتی ہے: اے ابن آدم! کیا تو جانتا نہیں کہ میں پردیس، کیڑوں اور تنہائی کا گھر ہوں، تو نے میرے لئے کیا تیار کیا ہے؟ (کتاب الخراج: امام ابو یوسف: ص ۱۸)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دن ابن آدم پر آتا ہے اس میں آواز دی جاتی ہے (یعنی دن خود آواز دیتا ہے:) اے آدم زاد! میں نیا ہوں تو جو کچھ کرے گا کل میں تیرے لئے شہادت دوں گا اس لئے میرے اندر تو نیکی کرنا تا کہ کل میں تیرے لئے اچھی شہادت دوں۔ میں اگر گزر گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہیں دیکھے گا اور رات بھی اسی طرح کہتی ہے۔

(تفسیر مظہری: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۱۸)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ) اس کو بلا کر اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا: کیا تو اپنی ماں کے لئے اسے پسند کرے گا؟ اس نے کہا: بخدا ہرگز نہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے زنا کو پسند نہیں کرتے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو اپنی بیٹی کے لئے زنا کو پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا: بخدا ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے زنا کو پسند نہیں کرتے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہن، چچی اور خالہ کے بارے میں اسی طرح پوچھا تو اس نے جواب دیا: بخدا ہرگز نہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس نوجوان کے سینے پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کا گناہ بخش دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما، اس

نصیحت کے بعد اس نوجوان کو زنا سے نفرت ہوگئی اور جب بھی اسے زنا کا خیال آتا تو وہ اپنی ماں اور اپنی بہن کو یاد کرتا اور زنا کا خیال غائب ہو جاتا۔ (مسند احمد: ج:۵:ص۲۵۶ تفسیر شعراوی: سورۂ نحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۱۲۵)

☆ ایک آدمی پر نفس امارہ غالب آ گیا تو وہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے کوئی ایسی نصیحت کر دو جو مجھے نافرمانیوں سے روک دے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: اگر تو پانچ کام کر سکتا ہے تو پھر تو نافرمان نہیں ہوگا۔ اس آدمی نے کہا: بتاؤ وہ کون سے پانچ کام ہیں؟

پہلا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو اس کا رزق مت کھا۔ اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ ساری دنیا کا رزق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو اس کا رزق کھائے اور اسی کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر دوسرا کام کیا ہے؟

دوسرا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو اس کے شہروں میں رہنا چھوڑ دے۔ اس آدمی نے پہلے سے زیادہ حیران ہو کر پوچھا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ سارے شہروں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: تو کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ تو اس کے شہروں میں رہے اور اسی کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر تیسرا کام کیا ہے؟

تیسرا کام

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے تو ایسی جگہ میں کر جہاں وہ تجھے نہ دیکھ سکے۔ اس آدمی نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو ہر مخفی اور پوشیدہ چیز کو جانتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: تو کیا تجھے زیب دیتا ہے کہ وہ دیکھ رہا ہو اور تو اس کی نافرمانی کرے؟ اس آدمی نے کہا: واقعی مجھے زیب نہیں دیتا مگر چوتھا کام کیا ہے؟

چوتھا کام

جب موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آئے تو اسے کہنا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے تیری موت مؤخر کر دے۔ اس آدمی نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ جب کسی کی موت کا وقت آ جائے تو اس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم یا تاخیر نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابراہیم نے کہا: جب تو یہ جانتا ہے تو پھر تیری نجات کیسے ہوگی؟ اس آدمی نے کہا: یہ تو ٹھیک ہے مگر پانچواں کام کیا ہے؟

پانچواں کام

میدان حشر میں جب جہنم کے فرشتے تجھے جہنم میں لے جانے لگیں تو تو ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دینا۔ یہ بات سننے کے بعد اس آدمی کے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے کہنے لگا: اے ابراہیم! اب کافی ہو گیا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اس کے بعد اس نے سچی توبہ کر لی اور مرتے دم تک نیک اور عبادت گزار رہا۔

(الخطبة العصرية: ابراهيم محمد الجمل: ص ۱۹٦: مكتبة القرآن: قاهره: مصر)

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾	۴۴۔ اس (کے علم) کی انتہا تو آپ کے رب کے پاس ہے۔
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾	۴۵۔ آپ تو صرف اس شخص کو ڈر سنانے والے ہیں جو اس (قیامت) سے ڈرتا ہے۔[۲۳]
كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾	۴۶۔ جس دن وہ اسے (قیامت کو) دیکھ لیں گے تو انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ (دنیا میں) ایک شام یا ایک صبح ٹھہرے تھے۔[۲۴]

ع

[۲۳] آپ کو اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ آپ لوگوں کو قیامت کا وقت بتائیں بلکہ آپ کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگوں کو قیامت سے ڈرائیں، اور قیامت سے ڈرانے کے لئے اس کے وقت کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

موت اور قیامت کا وقت

درج ذیل مثال سے اس حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یعنی جس طرح ہم سب جانتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک دن ضرور مرنا ہے لیکن ہمیں اس کے مرنے کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہم ہر شخص کو تلقین کرتے ہیں کہ جو کام مرنے سے پہلے کرنے ضروری ہیں وہ جلدی کر لو کیونکہ موت اچانک آجائے گی اور پھر اس کام کے کرنے کی مہلت نہیں مل سکے گی۔ اسی طرح ہم سب کو یقین ہے کہ قیامت ضرور آئے گی لیکن ہمیں اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے اس کے باوجود ہمیں ہر شخص کو تلقین کرتے رہنا چاہیے کہ قیامت سے ڈرو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔

قیامت سے ڈرانے کا حکم تو سب لوگوں کے لئے ہے مگر اس سے اصل فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو اس دن سے ڈریں جس میں حساب و کتاب ہوگا۔

[۲۴] قیامت کے منکرین جب خود قیامت کو دیکھ لیں گے تو وہ دنیاوی عیش و عشرت بھول جائیں گے اور انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں صرف ایک شام یا ایک صبح کا وقت ٹھہرے تھے یعنی دنیا کی زندگی انہیں بہت قلیل معلوم ہوگی۔

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز ہفتہ ۱۱ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۹ تا ۱۱ دسمبر یعنی دو دنوں میں سورہ نازعات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ عبس (۸۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "عبس" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

اس سورت کی ابتدائی آیات حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے سرداروں یعنی عتبہ، شیبہ، ابوجہل، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ادھر آ گئے اور کہنے لگے: "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم سکھایا ہے مجھے بھی وہ علم سکھائیں اور مجھے قرآن مجید پڑھ کر سنائیں۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پکارنے لگے اور بار بار اپنا سوال دہرانے لگے۔ (تفسیر الخازن، تفسیر کبیر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ان سرداروں کو تبلیغ کر رہے تھے جن کے اسلام لانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حریص تھے، اس دوران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قطع کلام کر کے اپنا سوال کر دینا مناسب نہیں تھا اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ناراضگی فرمانا ایک فطری امر تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منہ پھیر لیا اور سرداران قریش کو تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ مزید تفصیل کے لئے اس سورت کی ابتدائی آیات کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

قرآن سراسر نصیحت ہے

آیات نمبر ۱۱ تا ۱۶ میں قرآن مجید کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی قرآن مجید سراسر نصیحت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے صحیفوں میں محفوظ ہے اور جو فرشتے اس کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خصوصی عزت و شرف کے حامل ہیں۔

انسان کتنا ناشکرا ہے

آیات نمبر ۱۷ تا ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی حقیقت اور خوراک کے حوالے سے اپنی نعمتیں یاد کرائی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا اور پھر بارش برسا کر زمین سے اس کی خوراک کا انتظام فرمایا، پھر بھی جو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تو اس سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا؟

میدان حشر

آیات نمبر ۳۳ تا ۴۲ میں میدان حشر کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو کانوں کو بہرا کر دینے والی ایسی آواز آئے گی جس کی ہیبت سے تمام مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور سب لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے، اس دن ہر شخص دیکھ رہا ہوگا کہ اس کے بھائی، باپ، ماں، بیوی، اولاد اور گہرے دوستوں پر کیا

گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہوگا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہوگا۔

جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ جنت کی خوش خبری سن کر خوش وخرم ہوں گے۔ ان کے برعکس جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور کفر اور فسق وفجور میں اپنی زندگی تلف کر دیتے ہیں انہیں جہنم کی وعید سنا دی جائے گی جس کی وجہ سے ان کے غبار آلود چہروں پر اداسی اور سیاہی چھائی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۱۱ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۵ محرم ۱۴۳۲ھ

ایاتھا ۴۲ ۸۰ سورۃ عبس مکیۃ ۲۴ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝۱ ۱۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا۔[۱]

[۱] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ میں اسلام کی تبلیغ شروع کی تو آپ کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قریش کے سردار تھے، اس لئے آپ کی خواہش تھی کہ اگر ان سرداروں میں سے کوئی اسلام قبول کرلے تو اس کی وجہ سے کئی دوسرے لوگ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کی تبلیغ میں آسانی ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان دو آدمیوں یعنی ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اس سے اسلام کو عزت عطا فرما۔(ترمذی: ۳۶۸۱: ابواب المناقب: باب ۱۸) کیونکہ یہ دونوں اہل مکہ کے مقبول اور بارعب لیڈر ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھ کے روز یہ دعا مانگی اور دوسرے ہی روز یعنی جمعرات کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔(البدایۃ والنہایۃ: جلد نمبر ۳: ص ۳۱) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا تفصیلی واقعہ سورہ طٰہٰ (۲۰) کے تعارف میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک ایک سردار کے مسلمان ہونے میں بڑے حریص تھے مگر ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی محفل میں قریش کے کئی سرداروں کو اسلام کی دعوت دینے کا موقع مل گیا جن میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ (تفسیر کبیر)

عام طور پر لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب ان کے سردار کوئی بات مان لیں تو عام لوگ اپنے سرداروں کی اتباع کرتے ہیں، جیسا کہ مشہور ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پوری توجہ کے ساتھ ان کے سامنے اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ادھر آگئے اور کہنے لگے: "یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم سکھایا ہے مجھے بھی وہ علم سکھائیں اور مجھے قرآن مجید پڑھ کر سنائیں۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پکارنے لگے اور بار بار اپنا سوال دہرانے لگے۔(تفسیر الخازن، تفسیر کبیر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ان سرداروں کو تبلیغ کر رہے تھے جن کے اسلام لانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حریص تھے، اس دوران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قطع کلام کر کے اپنا سوال کر دینا مناسب نہیں تھا اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ناراضگی فرمانا ایک فطری امر تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منہ پھیر لیا اور سرداران قریش کو تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰی ؕ﴿۲﴾	۲۔ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔
وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰۤی ۙ﴿۳﴾	۳۔ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ (مزید) پاکیزگی حاصل کرتا۔[۲]
اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَهُ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۴﴾	۴۔ یا وہ نصیحت قبول کرتا تو نصیحت اس کو فائدہ دیتی۔
اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۵﴾	۵۔ لیکن جو بے پرواہی کرتا ہے۔
فَاَنۡتَ لَهٗ تَصَدّٰی ؕ﴿۶﴾	۶۔ تو آپ اس کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔[۳]

ان آیات کی تفسیر میں علامہ رازی نے ایک تفصیلی بحث رقم کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل عتاب کے مستحق تو عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے آداب رسالت کا خیال نہ رکھا اور تبلیغ اسلام میں مداخلت کی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب اس لئے کیا گیا کیونکہ اس موقع پر امراء کو غریبوں پر ترجیح دینے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو دین پر ترجیح دیتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

ان آیات کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ جو کچھ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے کیا وہ بظاہر گناہ اور معصیت تھا اور جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ واجب اور ضروری تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں عتاب فرمایا؟ اس کے جواب میں وہ خود لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے بظاہر یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیروں کو غریبوں پر ترجیح دی اور غریبوں کی دلآزاری کی کوئی پرواہ نہ کی اور یہ فعل منصب نبوت کے شایان شان نہیں تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل اور اولیٰ کو ترک کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا۔ (تفسیر روح البیان)

ثوری نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کی تکریم کرتے، ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے: خوش آمدید! اے وہ شخص جس کے لئے میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا اور پھر پوچھتے: اے ابن ام مکتوم! کوئی حاجت ہو تو بتاؤ (تاکہ میں اسے پورا کردوں)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تو مدینہ میں کسی کو اپنا خلیفہ بنا جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔
(تفسیر قرطبی)

[۲] یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نابینا صحابی کی طرف توجہ فرماتے تو وہ آپ کی تعلیم سے مزید پاکیزگی حاصل کرتا اور آپ کی نصیحت سے بھرپور استفادہ کرتا۔

[۳] لیکن جو کافر اسلام سے روگردانی کرتا ہے آپ اس کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں تاکہ وہ مسلمان ہوجائے، حالانکہ اگر وہ کافر اسلام قبول نہ کرے تو آپ پر کوئی الزام نہیں ہے کیونکہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کردیا ہے اب کافر کی اپنی مرضی ہے کہ

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾

۷۔ حالانکہ اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾

۸۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔[۴]

وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾

۹۔ اور وہ (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتا بھی ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾

۱۰۔ تو آپ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ یوں نہیں، بے شک یہ (قرآن) تو نصیحت ہے۔[۵]

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ سو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔

فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ یہ عزت والے صحیفوں میں ہے۔[۶]

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ جو بلند مرتبہ (اور) پاکیزہ ہیں۔

بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ یہ ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہے۔[۷]

وہ اسلام قبول کرے یا نہ کرے۔

[۴] لیکن جو مومن قرآن کا علم سیکھنے کے لئے آپ کی طرف دوڑا چلا آ رہا ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر بھی ہے، آپ اس کی قدر افزائی کریں اور اس سے بے اعتنائی آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

[۵] بلاشبہ قرآن مجید سراپا نصیحت ہے۔ آپ نے اس نصیحت کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے، اب یہ آپ کی ہرگز ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ کسی کو زبردستی مسلمان بنائیں بلکہ جو چاہے اپنی مرضی سے اس کی نصیحت کو قبول کرے اور نجات حاصل کرے۔

[۶] قرآن مجید بڑی عزت والی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے عزت والے صحیفوں میں محفوظ ہے جن کا مرتبہ بڑا بلند ہے، وہ صحیفے ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں، ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہیں اور شیاطین کی دسترس سے بہت دور ہیں۔

[۷] یہ قرآن مجید ایسے فرشتوں کی حفاظت میں ہے جو لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کی وحی کو نقل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں، یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے ہاں خصوصی عزت وشرف کے حامل ہیں اور نیکوکار ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانتداری کے ساتھ اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔

كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾

۱۶۔ جو بڑے بزرگ (اور) نیکوکار ہیں۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾

۱۷۔ ہلاک ہو جائے انسان، وہ کیسا ناشکرا ہے۔[۸]

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾

۱۸۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا ہے؟[۹]

مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾

۱۹۔ ایک نطفہ سے اسے پیدا کیا، پھر اس کو مناسب اندازہ پر رکھا۔

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾

۲۱۔ پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچا دیا۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾

۲۳۔ بے شک اس نے وہ فرض ادا نہیں کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا۔[۱۰]

---

[۸] جو انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرتوں کو دیکھنے کے بعد بھی اس پر ایمان نہیں لاتا وہ بہت بڑا ناشکرا ہے۔ وہ ہلاک ہو جائے، اسے اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

[۹] جو انسان تکبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آخرت کا انکار کرتا ہے ان آیات میں اس کو اپنی حقیقت یاد دلائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پانی کے ایک قطرہ سے پیدا فرمایا یعنی ماں کے پیٹ میں اس پانی سے اس کے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء بنائے اور ان کو اپنی اپنی جگہ پر درست کر کے ایک کامل اور خوبصورت انسان بنایا اور وہیں ماں کے پیٹ میں اس کی خوراک کا انتظام کیا اور پھر وہاں سے نکلنے کے لئے اس کا راستہ آسان کر دیا اور پھر اسے موت دے کر قبر میں پہنچا دیا اور پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ جس اللہ تعالیٰ نے پانی کے معمولی قطرہ سے اتنا عظیم الشان انسان بنا دیا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اس جیسا انسان دوبارہ پیدا کر دے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اور قیامت کے دن کوئی بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکے گا۔

ولادت کے وقت ماں کے پیٹ میں بچے کا سر نیچے اور اس کی ٹانگیں اوپر ہوتی ہیں، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ زندگی میں اپنا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکائے رکھے اور تکبر سے اوپر نہ کرے۔

[۱۰] اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اسے رنگارنگ نعمتوں سے نوازا اور اسے حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝۲۴	۲۴۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی خوراک میں غور کرے۔
أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝۲۵	۲۵۔ بے شک ہم نے خوب زور سے پانی برسایا۔
ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝۲۶	۲۶۔ پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا۔
فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝۲۷	۲۷۔ پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔
وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝۲۸	۲۸۔ اور انگور اور ترکاری۔
وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝۲۹	۲۹۔ اور زیتون اور کھجور۔
وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝۳۰	۳۰۔ اور گھنے باغات۔
وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝۳۱	۳۱۔ اور میوے اور چارہ۔
مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝۳۲	۳۲۔ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لئے ہے۔
فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝۳۳	۳۳۔ پھر جب کانوں کو بہرا کر دینے والی آجائے گی۔ [۱۱]

بنے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے، مگر اکثر انسانوں نے تکبر کیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم بجا نہ لائے۔ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی حقیقت کے حوالے سے اپنی نعمتوں کی یاددہانی کرائی اور اب آنے والی آیات میں خوراک کے حوالے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرائی جارہی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر زمین سے اناج، پھل، باغات اور سبزہ اگایا جن سے تمہاری اور تمہارے مویشیوں کی خوراک کا انتظام کیا اور اگر وہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کی خوراک کا انتظام نہ فرماتا تو کوئی بھی زندہ نہ رہ سکتا، پھر بھی جو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تو اس سے بڑا ناشکرا اور کون ہوگا؟

[۱۱] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو کانوں کو بہرا کر دینے والی ایسی آواز آئے گی جس کی ہیبت سے تمام مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور سب لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے، اس دن ہر شخص دیکھ رہا ہوگا کہ اس کے بھائی، باپ، ماں، بیوی، اولاد اور گہرے دوستوں پر کیا گزر رہی ہے لیکن وہ اپنے بارے میں اتنا متفکر ہوگا کہ اسے دوسرے کا حال پوچھنے کا ہوش نہیں ہوگا، البتہ اللہ والے اس دن بھی اپنے پیاروں کا خیال رکھیں گے اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾	۳۴۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾	۳۵۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾	۳۶۔ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾	۳۷۔ اس دن ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پرواہ کردے گی۔
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾	۳۸۔ اس دن کئی چہرے روشن ہوں گے۔
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾	۳۹۔ ہنستے ہوئے، خوش وخرم۔
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾	۴۰۔ اور اس دن کئی چہرے غبار آلود ہوں گے۔[۱۲]
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾	۴۱۔ ان پر سیاہی چھائی ہوگی۔
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع	۴۲۔ وہی لوگ کافر (اور) بدکردار ہوں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔}
(قرآن: ۴۳:۶۷)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے۔ سب سے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۱۲] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ جنت کی خوش خبری سن کر خوش وخرم ہوں گے۔ ان کے برعکس جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور کفر اور فسق وفجور میں اپنی زندگی تلف کردیتے ہیں انہیں جہنم کی وعید سنا دی جائے گی جس کی وجہ سے ان کے غبار آلود چہروں پر اداسی اور سیاہی چھائی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از عشاء بروز پیر ۱۳ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۷ محرم ۱۴۳۲ھ
اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۱۱ تا ۱۳ دسمبر یعنی دو دنوں میں سورہ عبس کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التکویر (۸۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''تکویر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کے احوال

آیات ۱ تا ۱۴ میں قیامت کی منظر کشی اس طرح کی گئی ہے جیسے انسان اسے دیکھ رہا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ قیامت کو اس طرح دیکھے جیسے وہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ سورتیں یعنی اذا الشمس کورت (۸۱) اذا السماء انفطرت (۸۲) اور اذا السماء انشقت (۸۴) (غور سے) پڑھے۔
(ترمذی: ۳۳۳۳: ابواب تفسیر القرآن: باب ۸۱)

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

آیات ۱۵ تا ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسموں کی تاکید کے بعد فرمایا کہ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جن دو واسطوں یعنی جبریل امین علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرآن مجید تم تک پہنچا ہے وہ دونوں عزت والے اور امین ہیں، لہٰذا اس قرآن مجید میں کسی کمی بیشی اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے

جس طرح قرآن مجید کو نازل کرنے والا تمام جہانوں کا رب ہے اور جس رسول مکرم پر قرآن مجید نازل ہوا وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی تمام جہانوں کے لئے سراپا نصیحت ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر کسی کو نصیحت حاصل نہیں ہوتی لیکن جو لوگ اس قرآن مجید کی راہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ سیدھے راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

فقیر ! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
قبل از فجر بروز منگل ۱۴ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۸ محرم ۱۴۳۲ھ

(ایاتہا ۲۹) (۸۱ سورۃ التکویر مکیۃ ۷) (رکوعہا ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ — ۱۔ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔[۱]

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ — ۲۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔[۲]

وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ — ۳۔ اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے۔[۳]

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ — ۴۔ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔[۴]

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ — ۵۔ اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں گے۔[۵]

---

[۱] آیات نمبر ایک تا چھ میں قیامت کے ان ابتدائی مراحل کا ذکر کیا گیا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی دفعہ صور پھونکیں گے اور ہر چیز کی فنا کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یعنی سورج کے بعض اجزاء کو بعض پر لپیٹ کر اس کی روشنی ختم کر دی جائے گی اور پھر اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی) پھر اللہ تعالیٰ مغرب سے ایک ہوا بھیجے گا جو سمندر میں پھونک مارے گی اور وہاں (سورج کی گرمی سے) آگ بھڑک اٹھے گی۔ (تفسیر الخازن اور تفسیر روح المعانی)

[۲] قیامت کے ابتدائی مرحلہ میں جب یہ زمین و آسمان فنا ہوں گے تو ان کے درمیان ستارے بھی ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گے یا سمندر میں گر جائیں گے۔

[۳] پہاڑ جو انتہائی مضبوط اور وزنی چیز ہیں اس دن کی ہیبت کے باعث یہ بھی اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں اڑ جائیں گے۔

[۴] چودہ صدیاں پہلے اہل عرب کے ہاں اونٹنی بڑا عزیز اور قیمتی مال تھا، وہ سفر میں سواری کا کام دیتی، گھر والوں کو دودھ مہیا کرتی اور حمل کے بعد اپنی نسل میں اضافہ کر دیتی۔ چنانچہ جب اونٹنی کے حمل کو دس ماہ گزر جاتے اور بچہ جننے کا وقت قریب آ جاتا تو اہل عرب ہر وقت اپنی اونٹنی کا خاص خیال رکھتے تاکہ کہیں اس کے حمل کو نقصان نہ پہنچے مگر جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا اور اس کائنات کے فنا کا عمل شروع ہو جائے گا تو اس ہولناک منظر میں ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہو گی اور کوئی حاملہ اونٹنی کی بھی پرواہ نہیں کرے گا۔

[۵] وحشی جانور انسانوں سے بہت دور جنگلوں میں رہتے ہیں اور ان میں سے بعض دوسروں کو کھا جاتے ہیں، جیسے شیر ہرن کو کھا

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾ — ۶۔ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔[۶]

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾ — ۷۔ اور جب جانیں (جسموں سے) ملادی جائیں گی۔[۷]

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ — ۸۔ اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔[۸]

جاتا ہے مگر اس دن صور کی ہولناک آواز سے جنگل کے جانور بھی اس قدر گھبرا جائیں گے کہ وہ آبادیوں میں آکر اکٹھے ہو جائیں گے اور شیر اور ہرن اس طرح خوفزدہ اور سہمے ہوئے اکٹھے کھڑے ہوں گے کہ انہیں ہوش بھی نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ دوسرا کون کھڑا ہے؟

[۶] یعنی سمندروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی حالانکہ پانی تو آگ بجھانے کے کام آتا ہے، لیکن جو اللہ تعالیٰ اس دن زمین وآسمان اور پہاڑ جیسی مضبوط چیزوں کو ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ پانی کو پٹرول اور گیس بنا کر اسے آگ لگا دے اور اس میں سورج کو پھینک کر اس کی گرمی اور حدت میں مزید اضافہ کردے۔

[۷] اب قیامت کے ان احوال کی منظر کشی کی جارہی ہے جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور روحوں کو جسموں کے ساتھ ملا کر انہیں دوبارہ زندہ کردیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۷)

[۸] اسلام سے پہلے اہل عرب بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے تھے اور بعض قبائل یعنی مضر، خزاعہ اور تمیم وغیرہ تو اس حد تک نفرت کرتے تھے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ نحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۸۵) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج وغم سے) بھر جاتا ہے، وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بری خبر کے باعث جو اسے دی گئی (اور سوچتا ہے کہ) اس بیٹی کو ذلت کے ساتھ رکھ لے یا مٹی میں دفن کردے۔} (قرآن: ۱۶: ۵۸۔۵۹)

اسلام کا عورت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس قبیح رسم کا ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد پورے عرب میں بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔

زمانہ جاہلیت میں بیٹی کی حالت زار

اسلام سے پہلے باپ اپنی بیٹیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اس کے متعلق ان کی کہانی ان کی زبانی ملاحظہ کریں:

☆ قیس بن عاصم ﷛ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں آٹھ بیٹیوں کو زندہ درگور کردیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کردو۔ قیس نے کہا: یانبی اللہ! میرے پاس تو اونٹ ہیں تو آپ نے فرمایا: پھر ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ ذبح کردو۔

(معجم کبیر: ۸۶۳: ج ۱۸: ص ۳۳۷)

بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ﴿۹﴾ ۹۔ کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھی؟

☆ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص ہمیشہ مغموم رہتا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کیوں مغموم رہتے ہو؟ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بہت بڑا گناہ کیا تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو نہیں بخشے گا اگرچہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنا گناہ بتاؤ۔ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے، میرے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ میری بیوی نے مجھ سے سفارش کی کہ میں اس کو چھوڑ دوں (قتل نہ کروں) حتیٰ کہ وہ بڑی ہوگئی اور وہ عورتوں میں خوبصورت ترین لڑکی تھی۔ لوگوں نے اس سے نکاح کرنے کا پیغام دیا۔ مجھے اس پر عار آیا اور میرے دل نے یہ برداشت نہ کیا کہ میں اس کا نکاح کر دوں یا بغیر نکاح کے گھر میں رہنے دوں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں فلاں فلاں قبیلے میں اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اس بیٹی کو بھی میرے ساتھ بھیجو، وہ یہ سن کر خوش ہوئی۔ ماں نے بیٹی کو اچھے کپڑے اور زیور پہنائے اور مجھ سے عہد لیا کہ میں اس بیٹی کے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔ میں اس کو ایک کنویں کے کنارے لے گیا اور اس میں دیکھا، وہ لڑکی سمجھ گئی کہ میں اس کو اس کنویں میں ڈالنا چاہتا ہوں، وہ میرے ساتھ چمٹ گئی اور رو کر کہنے لگی: اے میرے باپ! تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ مجھے اس پر رحم آیا، پھر میں نے کنویں میں دیکھا اور مجھ پر پھر عار غالب آ گیا، پھر وہ میرے ساتھ چمٹ کر کہنے لگی: اے میرے باپ! میری ماں کی امانت کو ضائع نہ کر۔ میں نے پھر دوسری مرتبہ کنویں میں دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھا، مجھے اس پر رحم آیا لیکن مجھ پر شیطان غالب آ گیا، میں نے اس کو پکڑا اور اوندھے منہ کنویں میں ڈال دیا اور وہ کنویں میں چلا رہی تھی: اے میرے باپ تو نے مجھے قتل کر دیا، میں اس کنویں کے پاس ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی آواز آنا بند ہوگئی، پھر میں واپس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونے لگے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے حکم دیا جاتا کہ میں کسی شخص کو زمانہ جاہلیت کے فعل پر سزا دوں تو میں تجھے سزا دیتا۔''

(تفسیر قرطبی: سورہ انعام (۶): زیر آیت نمبر ۱۴۰)

☆ آج بھی بعض لوگوں میں یہ جہالت پائی جاتی ہے کہ مرد، بیوی کی حیثیت سے تو لڑکی کو پسند کرتا ہے مگر بیٹی کی حیثیت سے اسے ناپسند کرتا ہے لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کی بیوی بھی آخر کسی کی بیٹی ہے اور اگر بیٹی کا وجود ختم ہو جائے تو نہ کوئی بیوی بن سکے اور نہ ہی نسل انسانی آگے چل سکے، لہٰذا بیٹی کو ناپسند کرنا حماقت اور خلاف فطرت ہے، اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اسلام میں اس تفریق کی گنجائش نہیں ہے۔ جس طرح بیٹا والدین کے لئے نعمت اور ان کے پیار کا مستحق ہے اسی طرح بیٹی ان کے لئے رحمت اور ان کے پیار کی مستحق ہے۔ اس فرق کو مٹانے کے لئے نبی کریم ﷺ نے لڑکیوں پر خصوصی شفقت کرنے کی ترغیب دی ہے۔

اسلام میں بیٹی کی فضیلت

☆ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ

تعالی عنہا کو آتے دیکھتے تو ان کو خوش آمدید کہتے، ان کی طرف کھڑے ہوتے اور ان (کے سر) کو بوسہ دیتے، پھر ان کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (الأدب المفرد: امام بخاری: ص ۲۷۸)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، بے شک وہ ہمدردی اور محبت کرنے والی ہوتی ہیں۔ (مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۵۱)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دو بچیوں کے بالغ ہونے تک ان کی کفالت کرے گا قیامت کے دن وہ اور میں اتنا قریب ہوں گے جتنا میرے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔
(مسلم: ۶۶۹۵: کتاب البر: باب ۴۶)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہوئی اس نے اس کو ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا اور اس کو علم سکھایا اور اچھا علم سکھایا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جو اس کو نعمتیں دیں ان نعمتوں میں سے اس نے اپنی بیٹی کو بھی نعمتیں دیں تو اس کی بیٹی اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب ہو جائے گی۔
(حلیۃ الاولیاء: حدیث نمبر ۶۳۴۸: ج ۵: ص ۶۷، کنز العمال: حدیث نمبر ۴۵۳۹۱: ج ۱۶: ص ۴۵۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔
(ابو داؤد: حدیث نمبر ۵۱۴۶: کتاب الأدب: باب ۱۳۰)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے اور سب سے افضل صدقہ پر آگاہ نہ کروں؟ اس نے عرض کیا: ضرور مہربانی فرمائیے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری وہ بیٹی جو (طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر) تیرے گھر واپس آ جائے اور تیرے سوا اس کے لئے کمانے والا کوئی نہ ہو۔ (ابن ماجۃ: ۳۶۶۷: ابواب الأدب: باب ۳، مسند احمد: جلد ۴: ص ۱۷۵) خدانخواستہ اگر کسی بیٹی کو طلاق ہو جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے اور اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو تو جو باپ اپنی بیٹی کو اپنے گھر میں تحفظ فراہم کرے اور اس کی کفالت کرے تو ایک طرف وہ صلہ رحمی کر کے اپنی بیٹی کی دعائیں لے گا اور دوسری طرف افضل صدقہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے گا۔

☆ علامہ اسماعیل حقی نقل کرتے ہیں کہ جس کے ہاں لڑکی پیدا ہو وہ لڑکے کی نسبت زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کی مخالفت ہو۔ اگر بیٹی ناپسندیدہ مخلوق ہوتی تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاں بیٹیاں پیدا نہ ہوتیں حالانکہ سردار انبیاء ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں اور آپ نے فرمایا: بیٹیوں سے کراہت نہ کرو کیونکہ میں بھی متعدد بیٹیوں کا باپ ہوں۔ (تفسیر روح البیان: سورہ نحل (۱۶): زیر آیت نمبر ۵۹)

قیامت کی ضرورت

اس آیت میں غور کیا جائے تو عقیدۂ قیامت کی ضرورت بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ یعنی ایک ظالم باپ اپنی بیٹی کو بغیر کسی

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ — ۱۰۔ اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے۔[۹]

وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ — ۱۱۔ اور جب آسمان کو بے حجاب کر دیا جائے گا۔[۱۰]

جرم کے زندہ درگور کر دے اور وہ مٹی کے نیچے چیختی چلاتی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور کوئی دن ایسا نہ آئے جس میں اس معصوم لڑکی کی دادرسی کی جائے اور اس کے بے رحم باپ کو قرار واقعی سزا دی جائے تو ایسی بے انصافی نہ تو کوئی عقل مند انسان گوارا کر سکتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی گنجائش ہے، لہٰذا قیامت کا دن ضروری ہے اور وہ ضرور آئے گا جس میں ہر شخص کو اپنے مظالم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

[۹] مقاتل بیان کرتے ہیں کہ جب انسان فوت ہوتا ہے تو اس کے اعمال کا صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۱۰) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، آج کے دن اپنا حساب کرنے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔ (قرآن: ۱۷: ۱۴) قیامت کے دن کوئی شخص نابینا اور اَن پڑھ نہیں ہوگا، اس دن ہر شخص پڑھا لکھا ہوگا اور وہ اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا جیسا کہ امام ابن جریر طبری نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: اس دن وہ شخص بھی پڑھ لے گا جو دنیا میں ان پڑھ تھا۔ (تفسیر ابنِ جریر طبری، تفسیر ابن ابی حاتم: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱۴)) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس اعمال نامہ کو ہر شخص پڑھے گا خواہ وہ دنیا میں امی تھا یا غیر امی۔ (تفسیر زاد المسیر: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱۴)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کے سامنے جب اس کا اعمال نامہ لایا جائے گا تو وہ پڑھ کر کہے گا کہ میں نے فلاں فلاں نیکیاں کی تھیں اس اعمال نامہ میں وہ درج نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ ہم نے ان نیکیوں کو اس لئے مٹا دیا کیونکہ تم لوگوں کی غیبت کرتے تھے۔
(تفسیر مظہری: سورہ بنی اسرائیل (۱۷): زیر آیت نمبر ۱۴)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کوئی شخص بے پڑھا نہ ہوگا، سب پڑھ سکیں گے اور سب عربی سے واقف ہوں گے کیونکہ اعمال نامہ کی تحریر عربی میں ہوگی، بلکہ مرتے ہی سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے کہ قبر میں سوالات عربی میں ہوتے ہیں اور سارے لوگ عربی میں جواب دیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان: سورہ کہف (۱۸): زیر آیت نمبر ۴۹) جنت کی زبان بھی عربی ہوگی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین وجوہ سے اہل عرب سے محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن کی زبان عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ (مستدرک: جلد ۴: ص ۹۸)

[۱۰] جس طرح جانور کو ذبح کر کے جب اس کی کھال اتار دی جائے تو اس کے اندر کی سب حقیقت نظر آ جاتی ہے اسی طرح یہ آسمان جو آج ہمیں دور سے نیلے رنگ کا نظر آتا ہے، قیامت کے دن جب یہ پھٹے گا اور اس کا ظاہری پردہ اتار دیا جائے گا تو سب کو آسمان کی حقیقت نظر آ جائے گی۔ یہ واقعہ پہلی دفعہ صور پھونکنے کے وقت پیش آئے گا کیونکہ دوسری دفعہ صور

وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور جب دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا۔ [۱۱]

وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ اور جب جنت قریب کردی جائے گی۔ [۱۲]

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ (تو اس دن) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ [۱۳]

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ستاروں کی۔

الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ سیدھے چلنے والے اور چھپنے والے ستاروں کی۔

وَ الَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔

وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ چمکنے لگے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ بے شک یہ (قرآن) ایک عزت والے رسول کا (یعنی جبریل علیہ السلام کا لایا ہوا) کلام ہے۔ [۱۴]

پھونکنے کے بعد تو قیامت قائم ہو جائے گی اور اس زمین و آسمان کی جگہ نئے زمین و آسمان وجود میں آجائیں گے۔

[۱۱] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور قیامت کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے دوزخ کی آگ کو خوب بھڑکا دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب بھی (جہنم کی) آگ بجھنے لگے گی تو ہم (آگ کو) ان پر اور بھڑکا دیں گے۔ (قرآن: ۱۷:۹۷)

[۱۲] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے قیامت کے دن جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اس دن) جنت متقی لوگوں کے قریب کر دی جائے گی۔ (قرآن: ۲۶:۹۰)

[۱۳] قیامت کے دن جب انسان کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھا جائے گا تو اس کے دماغ میں سارے اعمال کی یاد تازہ ہو جائے گی اور اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا ساتھ لے کر آیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اب اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

[۱۴] گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں، یعنی ان ستاروں کی قسم جو رات کے وقت مشرق کی طرف پیچھے ہٹتے ہیں اور ان ستاروں کی قسم جو رات کے وقت مغرب کی طرف سیدھے چلتے ہیں اور سب ستاروں کی قسم جو دن کے وقت

ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾

۲۰۔ جو قوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہے۔

مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾

۲۱۔ وہ (سب فرشتوں کا) سردار اور امین ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾

۲۲۔ اور تمہارے صاحب (نبی ﷺ) مجنون نہیں ہیں۔[۱۵]

چھپ جاتے ہیں اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی جانے لگے اور صبح کی قسم جب اس کی روشنی پھیلنے لگے۔ ان پانچ قسموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی کہ یہ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام کا لایا ہوا کلام ہے۔ اور جبریل علیہ السلام کوئی معمولی ہستی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے، عزت والا ہے، قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بڑے مرتبہ والا ہے، وہ سب فرشتوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا امین ہے، لہٰذا اس قرآن مجید میں کسی کمی بیشی اور کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

[۱۵] کفار مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارے صاحب حضرت محمد ﷺ مجنون نہیں ہیں بلکہ صادق اور امین ہیں۔ نیز گزشتہ تین آیات میں جبریل علیہ السلام کی جو صفات بیان کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ ساری صفات نبی کریم ﷺ کو بدرجہ اتم عطا فرمائی ہیں۔ اسی لئے بعض مفسرین نے ان آیات میں جبریل علیہ السلام کے علاوہ نبی کریم ﷺ کو بھی مراد لیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اس میں دو واسطے ہیں، ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبریل علیہ السلام) اور دوسرا پیغمبر عربی ﷺ، دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک وشبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ (تفسیر عثمانی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۱۵)

حضرت محمد ﷺ سب سے افضل ہیں

تمام مخلوقات میں سب سے افضل انسان ہیں، پھر ان میں سب سے افضل انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور پھر ان میں سب سے افضل حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ تمام فرشتوں بشمول جبریل امین علیہ السلام سب سے افضل ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے؛

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، یعنی الفاظ مختصر مگر معانی کا سمندر۔

۲۔ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

۳۔ میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا ہے۔

۴۔ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

۵۔ مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا ہے۔

۶۔ میری ذات کے ساتھ انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۷: کتاب المساجد: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور آدم اور ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔

(ترمذی: ۳۶۱۵: ابواب المناقب: باب ۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوں گا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں تمام اولین اور آخرین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مکرم ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔ (ترمذی: ۳۶۱۶: ابواب المناقب: باب ۳)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں آخری نبی ہوں اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔ (سنن دارمی: مقدمہ: باب ۸: ص ۲۷)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دو وزیر آسمان کے ہیں: جبریل اور میکائیل، اور میرے دو وزیر زمین کے ہیں: ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔

(مستدرک: ۳۰۴۶: جلد ۲: ص ۲۹۰، کنز العمال: ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تمام روئے زمین کے مشارق اور مغارب کو الٹ پلٹ کر کے دیکھا، مجھے کوئی شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ملا۔

(معجم اوسط: ۶۲۸۱: جلد ۷: ص ۱۵۵، مجمع الزوائد: جلد ۸: ص ۲۱۷)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو جنت کے خازن رضوان نے کہا: یا محمد! آپ کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جو علم انفرادی طور پر عطا فرمایا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیئے ہیں، لہٰذا آپ کا علم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے۔ (مواہب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۲۷)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں ہیں

مجنون اور دیوانہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے، وہ سچ اور جھوٹ، دانائی اور بے وقوفی اور

وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ۚ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور بے شک انہوں نے اس کو روشن کنارے پر دیکھا ہے۔[۱۶]

وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ۚ﴿۲۴﴾

۲۴۔ اور وہ (نبی ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔[۱۷]

امانت وخیانت میں فرق نہ کر سکے، بے ربط باتیں اور بے مقصد کام کرے، مگر نبی کریم ﷺ تو سچائی، دانائی، امانت اور دیانت کے اعلیٰ مرتبہ پر جلوہ گر ہیں، اور یہ وہ حقیقت ہے جس کو کفار مکہ اچھی طرح جانتے ہیں اور اسی لئے وہ اپنی امانتیں نبی کریم ﷺ کے پاس رکھتے اور اپنے اختلافات کا فیصلہ بھی آپ ﷺ ہی سے کراتے تھے۔

[۱۶] یعنی نبی کریم ﷺ نے آسمان کے روشن کنارے پر جبریل امین کو ان کی اصل شکل میں دیکھا جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں ابو احوص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین کو ان کی اصل صورت میں دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے۔
(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۳)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عامر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جبریل امین کو ان کی اصل صورت میں صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے کیونکہ جبریل امین آپ ﷺ کے پاس دحیہ کی صورت میں آتے تھے۔ ایک دفعہ وہ آپ ﷺ کے پاس ایسی صورت میں آئے جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا، ان پر سبز ریشم کا لباس تھا جس پر موتی لٹک رہے تھے۔
(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۳)

[۱۷] یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر جو وحی نازل فرمائی آپ ﷺ نے اس وحی کو تمہیں سکھانے میں کوئی بخل نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ تو اس پر حریص تھے کہ تم اس وحی پر ایمان لاؤ اور اس وحی کا علم سیکھو۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی لکھتے ہیں: جو کچھ تم کو بتا دینے کا حکم ہے بتا دیتے ہیں، جس کے بتانے کا حکم نہیں وہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے ہیں، اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں، جب حکم پاتے ہیں تو ہم کو بھی غیب داں بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم، علم حضوری ہے، اس کا علم لامتناہی ہے، حضور ﷺ کا علم عطیہ ہے جس قدر اللہ نے چاہا دے دیا۔
(فیوض القرآن: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۴: فیروز سنز لمیٹڈ لاہور پاکستان)

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے، ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت وبطلان سے یا جنت ودوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔ (تفسیر عثمانی: سورہ تکویر (۸۱): زیر آیت نمبر ۲۴)

مذکورہ حوالہ جات سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا ہے اور دوسرا یہ کہ اس میں سے جتنا بتانا ضروری تھا آپ ﷺ نے اس کے بتانے میں کوئی بخل نہیں کیا حتیٰ کہ اسلام مکمل ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾

۲۵۔ اور یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔[۱۸]

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

۲۶۔ پھر تم کہاں جا رہے ہو؟

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷۔ یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔[۱۹]

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾

۲۸۔ تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو سیدھی راہ چلنا چاہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

۲۹۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے سوائے اس کے کہ جو عالمین کا رب اللہ تعالیٰ چاہے۔

فرمایا: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔ (قرآن: ۵:۳)

[۱۸] کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ شیطان آپ کے پاس قرآن لے کر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے کیونکہ شیطان تو وہ باتیں کرتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرتی ہیں جبکہ قرآن مجید تمہیں اس راستہ کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب لے جاتا ہے۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم قرآن کا انکار کر کے کہاں جا رہے ہو؟

[۱۹] جس طرح قرآن مجید کو نازل کرنے والا تمام جہانوں کا رب ہے اور جس رسول کرم پر قرآن مجید نازل ہوا وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی تمام جہانوں کے لئے سراسر نصیحت ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی توفیق کے بغیر کسی کو نصیحت حاصل نہیں ہوتی لیکن جو لوگ اس قرآن مجید کی راہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ سیدھے راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز بدھ ۱۵ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۹ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۴ تا ۱۵ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ تکویر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانفطار (۸۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''انفطار'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کے احوال

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں قیامت کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی جب یہ کائنات فنا ہو جائے گی، ایک نیا جہان معرض وجود میں آ جائے گا، سارے انسان قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، ہر انسان کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا اور ہر انسان کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس نے دنیا کے لئے کیا کیا اور آخرت کے لئے کیا بھیجا؟

انسان کی تخلیق

پھر انسان کو اس کی تخلیق کے حوالے سے تنبیہ کی جارہی ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تجھے پانی کے ایک معمولی قطرے سے پیدا کیا، تجھے حسین اعضاء اور عظیم صلاحیتوں سے نوازا، تجھے کسی حقیر مخلوق میں پیدا نہیں فرمایا، اب چاہیے تو یہ تھا کہ تو اپنے رب کا شکر ادا کرتا مگر کس چیز نے تجھے اپنے رب سے بیگانہ کر دیا؟

کاتبین کرام

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ اپنے معزز فرشتوں کو نگہبان مقرر کر رکھا ہے، وہ اس کے ہر عمل کو لکھ کر اس کا اعمال نامہ تیار کر رہے ہیں جو قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور اسی کے مطابق نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم رسید ہوں گے۔

قیامت کے دن کس کی حکمرانی ہوگی؟

قیامت کے دن صرف اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہوگی، اس دن کوئی کسی کی از خود مدد نہیں کر سکے گا، البتہ اللہ تعالیٰ جن کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا وہ دوسروں کی مدد کر سکیں گے۔ اگرچہ آج بھی اصل حکمرانی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر اس نے امتحان کے لئے لوگوں کو اختیار دے رکھا ہے، اس لئے وہ ڈر، لالچ یا تعلقات کی بنا پر غلط فیصلے بھی کرتے ہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے صرف عدل و انصاف کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
قبل از فجر بروز جمعرات ۱۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتها ۱۹ — ۸۲ سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ — ۱۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔[۱]

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ — ۲۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ — ۳۔ اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے۔

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ — ۴۔ اور جب قبریں زیر وزبر کر دی جائیں گی۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝٥ — ۵۔ (اس دن) ہر شخص جان لے گا جو عمل اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔[۲]

---

[۱] پہلی تین آیات میں قیامت کے ابتدائی مراحل کا ذکر کیا گیا ہے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گے یا سمندر میں گر جائیں گے اور سمندروں کا پانی جو ایک جگہ جمع رہتا ہے اس کو آگ لگا کر ہر طرف پھیلا دیا جائے گا۔ ایسا لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ پانی کو پٹرول میں بدل کر ہر طرف آگ کا سیلاب جاری کر دے گا، یا ہو سکتا ہے کہ سمندروں کے پانی کو بخارات بنا کر اڑا دیا جائے اور زمین کی تہ میں جو پٹرول کے ذخیرے موجود ہیں ان سے سمندر کو بھر دیا جائے اور پھر اس میں آگ لگا کر پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے۔

[۲] اب قیامت کے ان احوال کو بیان کیا جا رہا ہے جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور قبریں الٹ پلٹ کر دی جائیں گی۔ یعنی ان سے مردے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، اور ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا اچھا یا برا کام اپنے لئے آگے بھیجا تھا اور کیا اچھا یا برا طریقہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔

موت کے بعد نیکی یا برائی کا سلسلہ

☆ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ (کیونکہ اس نیکی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس کسی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو ایجاد کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾

۶۔ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے متعلق دھوکے میں ڈالا؟

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾

۷۔ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے معتدل بنایا۔[۳]

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۙ﴿۸﴾

۸۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾

۹۔ بے شک تم روز جزا کو جھٹلاتے ہو۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾

۱۰۔ حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔[۴]

گے ان کے گناہ کے برابر اس کو بھی گناہ ملتا رہے گا (کیونکہ اس برائی کی بنیاد اس نے رکھی تھی) اور گناہ کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم: ۶۸۰۰: کتاب العلم: باب ۶)

[۳] اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے اس کریم اور مہربان رب کے متعلق دھوکے میں ڈال دیا کہ تو نے اس کا انکار کر دیا حالانکہ اس نے تجھے پانی کے ایک معمولی قطرے سے پیدا کیا، تیرے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دوسرے اعضاء بنائے اور ان کو بڑے اعتدال کے ساتھ مناسب جگہوں پر رکھا، اگر وہ صرف تیری آنکھوں کو ہی سر کی پچھلی طرف لگا دیتا تو تیرے لئے منہ میں لقمہ ڈالنا مشکل ہو جاتا، اور اگر وہ چاہتا تو تجھے کتا یا گدھا بنا دیتا، مگر اس نے تجھ پر کرم فرمایا، تجھے اشرف المخلوقات سے بنایا اور تجھے عقل وخرد کی دولت سے نوازا، پھر بھی تو اس کا شکر ادا نہیں کرتا تو خود سوچ لے آخرت میں تیرا حشر کیا ہوگا؟

[۴] ان آیات میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ میرے انبیائے کرام علیہم السلام نے تمہیں آخرت سے آگاہ کر دیا ہے، پھر تم اگر قیامت کو جھٹلاتے ہو تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز فرشتوں کو تم پر نگران مقرر کر رکھا ہے، وہ تمہارے ہر عمل کو جانتے ہیں اور اس کو لکھ کر تمہارا اعمال نامہ تیار کر رہے ہیں اور قیامت کے دن جب وہ اعمال نامہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا تو پھر تمہارے پاس کیا جواب ہوگا؟

مجاہد کہتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال کو خوب جانتا ہے لیکن پھر بھی اتمام حجت کے لئے اس نے دو فرشتے رات کو اور دو فرشتے دن کو مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال اور اقوال کو لکھنے کے لئے ہر وقت حاضر اور تیار رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کی دائیں طرف ہے جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ (۵۰): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) فرمایا: جب میرا بندہ

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ⑪ — ۱۱۔ جو معزز ہیں، لکھنے والے ہیں۔

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫ — ۱۲۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ⑬ — ۱۳۔ بے شک نیکوکار (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ⑭ — ۱۴۔ اور بے شک بدکار دوزخ میں ہوں گے۔

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ⑮ — ۱۵۔ وہ جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے۔[۵]

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ⑯ — ۱۶۔ اور وہ اس (دوزخ) سے کبھی غائب نہ ہو سکیں گے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑰ — ۱۷۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ روز جزا کیا ہے؟

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑱ — ۱۸۔ پھر آپ نے کیا سمجھا کہ روز جزا کیا ہے؟[۶]

گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو فوراً نہ لکھو، پھر اگر وہ گناہ کرلے تو اس کا ایک گناہ لکھو۔ اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور ابھی اس نے وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ لو۔
(مسلم:۳۳۴: کتاب الایمان: باب ۵۹)

[۵] قیامت کے دن نیکوکار اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنت کی نعمتوں میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ ان کے برعکس بدکار لوگ اپنی برائیوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور کبھی بھی اس سے غائب نہیں ہو سکیں گے۔

[۶] روز جزا کی ہولناکی کو اجاگر کرنے کے لئے دو بار تعجب کے ساتھ پوچھا جا رہا ہے: کیا آپ جانتے ہیں کہ روز جزا کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہوگی، اس دن کوئی کسی کی از خود مدد نہیں کر سکے گا، البتہ اللہ تعالیٰ جن کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا وہ دوسروں کی مدد کر سکیں گے، جیسا کہ:

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔}
(قرآن: ۴۳: ۶۷)

☆ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے، سب سے پہلے انبیاء، پھر علماء اور پھر شہداء۔ (ابن ماجۃ: ۴۳۱۳: ابواب الزھد: باب ۳۷)

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

۱۹۔ یہ وہ دن ہے جب کوئی شخص کسی کے لئے کسی چیز کا (از خود) مختار نہیں ہوگا، اور حکمرانی اس دن اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی۔

اگر چہ آج بھی اصل حکمرانی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے مگر اس نے امتحان کے لیے لوگوں کو اختیار دے رکھا ہے، اس لئے وہ ڈر، لالچ یا تعلقات کی بنا پر غلط فیصلے بھی کرتے ہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے صرف عدل وانصاف کے مطابق فیصلے کئے جائیں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۱۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ انفطار کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة المطففين (۸۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''مطففین'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنا

اس سورت کی ابتدائی چھ آیات میں ان تاجروں کو تنبیہ کی گئی ہے جو ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان تاجروں کو اس دن کے عذاب سے ڈرنا چاہیے جب انہیں قبروں سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور انہیں ایک ایک پنس کا حساب دینا پڑے گا۔

بدکار لوگوں کی سزا

آیات نمبر ۷ تا ۱۷ میں بدکاروں اور قیامت کے منکروں کو وعید سنائی گئی ہے کہ ان کے بداعمال اور بدعقائد کی وجہ سے قیامت کے دن انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رکھا جائے گا اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

نیکوکار لوگوں کی جزا

آیات نمبر ۱۸ تا ۲۸ میں نیکوکاروں کو جنت کی نعمتوں کی خوش خبری سنائی گئی ہے اور دوسرے لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ بھی نیکیوں میں سبقت کریں اور جنت کی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں۔

کسی کا مذاق اڑانا

آیات نمبر ۲۹ تا ۳۶ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں کفار ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ آخرت کی خیالی نعمتوں کے لئے دنیا کی حاضر لذتوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں مگر قیامت کے دن جب ایمان والے جنت کے تختوں پر جلوہ گر ہوں گے اور جہنم میں کفار کی حالت زار کا نظارہ کریں گے تو انہیں کفار کی سوچ پر ہنسی آئے گی کہ یہ کتنے احمق لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی عارضی خواہشات کی خاطر آخرت کی دائمی نعمتوں کا انکار کر دیا اور آج انہیں ان کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ مل گیا ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز جمعہ ۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۳۶ ۸۳ سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَکِّیَّۃٌ ۸۶ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١

۱۔ (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔[۱]

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢

۲۔ وہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

۳۔ اور جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔

---

[۱] اہل مکہ تجارت پیشہ لوگ تھے لیکن خائن تھے، بالخصوص حج کے موقع پر جب لوگ کثرت سے مکہ آتے اور اپنے اپنے علاقہ کی چیزیں بھی خرید و فروخت کے لئے ساتھ لاتے تو اس مذہبی موقع پر بھی اہل مکہ اپنے مہمانوں کے ساتھ ناپ تول میں کمی کرتے یعنی جب ان سے کوئی چیز لیتے تو پورا ناپ تول کرتے اور جب انہیں کوئی چیز دیتے تو اس میں ڈنڈی مارتے اور گھٹا کر دیتے۔ یہاں پر ناپ تول میں کمی کرنے والے سب تاجروں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر وہ اس خیانت اور دھوکہ بازی سے باز نہ آئے تو جب لوگوں کو اس کا علم ہوگا تو ان کا اعتماد ختم ہو جائے گا اور وہ ایسے تاجروں کے پاس نہیں جائیں گے، اور اگر اس دنیا میں ان کی خیانت نہ پکڑی گئی تو بہر حال قیامت کے دن تو وہ اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے تاجر بھی ناپ تول میں کمی کرتے تھے لیکن جب اہل مدینہ نے یہ آیت سنی تو انہوں نے اس خیانت سے توبہ کرلی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص کسی ناپ تول کرنے والے کو ملازم رکھے اور اس کو علم ہو کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے تو اس ملازم کا گناہ اس کے مالک پر ہوگا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (۸۳)؛ زیر آیت نمبر ۱)

سچا اور امانتدار تاجر

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقوں، اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی: ۱۲۰۹؛ ابواب البیوع: باب ۴)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(ابن ماجۃ: ۲۱۳۹؛ ابواب التجارات: باب ۱)

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ④

۴۔ کیا وہ گمان نہیں کرتے کہ وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔[۲]

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑤

۵۔ ایک بہت بڑے دن کے لئے۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑥

۶۔ جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ⑦

۷۔ بے شک بدکاروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہوگا۔[۳]

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ⑧

۸۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ سجین کیا ہے؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑨

۹۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔

---

[۲] ناپ تول میں کمی کرنے والے دراصل اس بڑے دن یعنی قیامت پر ایمان نہیں رکھتے جس دن انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا اور حساب و کتاب کے لئے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر انہیں قیامت کے ہولناک احوال پر یقین ہوتا تو وہ کسی کو نقصان نہ پہنچاتے۔

قیامت کے دن انسان کا پسینہ

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے (تو وہ اپنے پسینہ میں گھرے ہوئے ہوں گے) حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے پسینہ میں نصف کانوں تک ڈوبا ہوا ہوگا۔
(بخاری: ۴۹۳۸: کتاب التفسیر: باب ۸۳)

☆ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: قیامت کے دن سورج مخلوق کے اتنا قریب ہوگا حتیٰ کہ وہ مخلوق سے ایک میل کی مسافت پر ہوگا۔ سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ بخدا! میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میل سے کیا مراد تھی؟ زمین کی مسافت والا میل یا وہ سلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ ڈالا جاتا ہے (کیونکہ عربی میں اس سلائی کو بھی میل کہا جاتا ہے)۔ پھر لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ہوں گے، کسی کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی کمر تک اور کسی کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی اور (اور یہ فرماتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم: ۷۲۰۶: کتاب الجنۃ: باب ۱۵)

[۳] سِجِّیْن سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں دوزخیوں کے نام اور ان کے اعمال درج ہیں اور اس جگہ کو بھی سِجِّیْن کہتے ہیں جہاں مرنے کے بعد دوزخیوں کی روحوں کو قید کیا جاتا ہے اور ان کا اعمال نامہ بھی وہیں محفوظ ہوتا ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰

۱۰۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہوگی۔

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱

۱۱۔ جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲

۱۲۔ اور اس (روز جزا) کو کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا گناہگار ہے۔[۴]

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳

۱۳۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴

۱۴۔ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔[۵]

---

[۴] جو لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے بڑی خرابی اور بربادی ہوگی، لہٰذا قیامت کے دن کی تکذیب صرف وہی شخص کرے گا جو سرکش گناہ گار ہوگا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہوگا۔

[۵] منکرین قیامت کے سامنے جب قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر منکرین قیامت اس پر ایمان اس لئے نہیں لاتے کیونکہ مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے اور وہ ایسے ناکارہ ہوگئے ہیں کہ حق کو تسلیم نہیں کرتے۔

دل پر زنگ کیسے چڑھتا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ اس گناہ سے باز آجائے اور استغفار اور توبہ کرلے تو اس کا دل پاک اور صاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے (اور بار بار کرتا رہے) تو اس کے دل کی سیاہی بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کا سارا دل سیاہ ہوجاتا ہے، اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ مطففین (۸۳) کی آیت نمبر ۱۴ میں ذکر فرمایا ہے: بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال (بد) کا زنگ چڑھ جاتا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (ترمذی: ۳۳۳۴: ابواب تفسیر القرآن: باب ۸۳) پھر اس کے دل کے اندر ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، پھر وہ قرآن مجید کی آیات سنتا ہے تو بھی ان کا اثر قبول نہیں کرتا۔

دل کا زنگ کیسے اترتا ہے؟

جس طرح ایک خشک اور مردہ زمین پر جب باران رحمت برستی ہے تو وہ تروتازہ اور زندہ ہوجاتی ہے، اسی طرح جب

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ بے شک اس دن وہ اپنے رب (کے دیدار) سے روک دیئے جائیں گے۔[۶]

غافل دل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی شمع روشن ہوتی ہے تو اس سے غفلت کا زنگ اتر جاتا ہے اور وہ یادِ خداوندی سے زندہ ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح پانی سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے اسی طرح یہ دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ زنگ کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کی تلاوت اور موت کو زیادہ یاد کرنے سے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۲۱۶۸: کتاب فضائل القرآن: فصل ثالث)

☆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری: ۶۴۰۷: کتاب الدعوات: باب ۶۶)

[۶] جو لوگ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے چہروں پر اداسی اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم کر دیا جائے گا، لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں قیامت کے دن ان کے چہرے تروتازہ اور شگفتہ ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ زجاج نے کہا: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھائی دے گا، اور اگر ایسا نہ ہو تو اس آیت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ پھر اس میں کفار کی کوئی تخصیص اور تذلیل ہوگی کہ وہ اپنے رب کے دیدار سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ قیامت (۷۵) کی آیت نمبر ۲۲۔ ۲۳ میں فرمایا: اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (۸۳): زیر آیت نمبر ۱۵)

☆ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا اور وہ اس کو نہیں دیکھ سکیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے اپنے دیدار کی تجلی فرمائے گا اور وہ اپنے رب کو دیکھ لیں گے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ ناراضگی کی وجہ سے کفار کو اپنے دیدار سے محروم رکھے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہونے کی وجہ سے مومنین کو اپنا دیدار کرائے گا۔ سنو! اللہ کی قسم! اگر محمد بن ادریس کو یہ یقین نہ ہوتا کہ وہ قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھے گا تو وہ دنیا میں اس کی عبادت نہ کرتا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (۸۳): زیر آیت نمبر ۱۵)

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم یہاں کوئی مزید چیز بھی چاہتے ہو؟ اہل جنت کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ پھر وہ ضرور دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پھر (ان سے) کہا جائے گا: یہی وہ (جہنم) ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔[۷]

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ بے شک نیکو کاروں کا نامۂ اعمال علیین میں ہوگا۔[۸]

جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ پھر اللہ تعالیٰ حجاب کھول دے گا اور اہل جنت کو ایسی کوئی چیز نہیں عطا کی گئی ہوگی جو ان کو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔ (مسلم: ۴۴۹: کتاب الایمان: باب ۸۰)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے ادنیٰ شخص کا یہ مقام ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خادموں اور تختوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھ سکے گا۔ اور اہل جنت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخص وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کا صبح اور شام دیدار کرے گا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی سورہ قیامت کی آیات نمبر ۲۲۔ ۲۳ تلاوت فرمائیں۔ (ترمذی: ۲۵۵۳: ابواب صفۃ الجنۃ: باب نمبر ۱۷)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس موجود تھے، آپ ﷺ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں اپنے رب کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (بخاری: ۵۵۴: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب ۱۶)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ اور سورج کو دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہوگی۔

(ترمذی: ۲۵۵۴: صفۃ الجنۃ: باب ۱۷)

[۷] فرشتے جب منکرین قیامت کو جہنم رسید کرنے لگیں گے تو انہیں کہیں گے: یہی وہ جہنم کا عذاب ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے، لہٰذا اب تمہیں ہمیشہ اسی میں رہنا پڑے گا۔

[۸] عِلِّيِّيْن سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں نیکوکاروں کے نام اور ان کے اعمال درج ہیں، اور اس مقام کو بھی عِلِّيِّيْن کہا جاتا ہے جہاں مرنے کے بعد نیکوکاروں کی روحیں اور ان کے اعمالنامے رکھے جاتے ہیں، یہ مقام ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس مقام کی نگہداشت کرتے ہیں۔

فرشتے بندوں کے اعمال لے کر اوپر چڑھتے ہیں، جب وہ اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اپنے بندے کے دل کا نگہبان ہوں اور اس نے اخلاص سے میرے لئے عمل کیا ہے،

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾	۱۹۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ علیین کیا ہے؟
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾	۲۰۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔
يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾	۲۱۔ مقرب فرشتے اس کی نگہداشت کرتے ہیں۔
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾	۲۲۔ بے شک نیکوکار (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے۔
عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾	۲۳۔ تختوں پر بیٹھے (جنت کے) نظارے کررہے ہوں گے۔[۹]
تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾	۲۴۔ آپ ان کے چہروں پر نعمتوں کی تروتازگی پہچان لیں گے۔
يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾	۲۵۔ انہیں سربہ مہر خالص شراب پلائی جائے گی۔
خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾	۲۶۔ اس کی مہر کستوری کی ہوگی، اور اس کے لئے سبقت لے جانے والوں کو سبقت کرنی چاہیے۔[۱۰]

اس لیے اس کے اس عمل کو علیین میں رکھ دو، بے شک میں نے اس کو بخش دیا ہے، پھر فرشتے کسی اور بندے کے عمل کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، جب وہ اوپر پہنچتے ہیں تو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے: تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں، اس نے یہ عمل اخلاص سے میرے لئے نہیں کیا، لہٰذا اس عمل کو سجین میں رکھ دو۔
(تفسیر قرطبی: سورہ مطففین (۸۳): زیر آیت نمبر ۲۱)

[۹] نیکوکار جب جنت میں پہنچیں گے تو مرصع تختوں پر بیٹھ کر ان نعمتوں کا نظارہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہیں اور ان نعمتوں سے جو انہیں خوشی ہوگی اس کی تروتازگی ان کے چہروں سے عیاں ہوگی۔

[۱۰] جنت میں مقربین کو جو شراب پیش کی جائے گی وہ صاف، شفاف اور خالص ہوگی، اس میں تسنیم کے چشمہ کا پانی ملایا گیا ہوگا، اس کے اوپر کستوری کی مہر لگی ہوئی ہوگی اور جب وہ مہر کھولی جائے گی تو شراب سے پہلے کستوری کی خوشبو مقربین کا استقبال کرے گی، لہٰذا جو لوگ دنیا کی فانی چیزوں کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ جنت کی نعمتوں کے حصول میں سبقت کریں جو دائمی اور بے نظیر ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی ننگے مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝۲۷

۲۷۔ اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۸

۲۸۔ (یہ تسنیم) ایک چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝۲۹

۲۹۔ بے شک مجرم لوگ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝۳۰

۳۰۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔[۱۱]

وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝۳۱

۳۱۔ اور جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝۳۲

۳۲۔ اور جب وہ (کفار) ایمان والوں کو دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ ہیں۔[۱۲]

وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝۳۳

۳۳۔ حالانکہ وہ ایمان والوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو کستوری کی سربہ مہر شراب پلائے گا۔

(ابوداؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوٰۃ: باب ۴۱)

[۱۱] مکہ کے کافر سردار جب فقیر مسلمانوں کے پاس سے گزرتے تو ان پر ہنستے اور آپس میں آنکھوں کے اشاروں سے ان کا مذاق اڑاتے اور شام کو جب کفار اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوب مزے لے کر ایک دوسرے کو اپنی بہادری کے قصے سناتے کہ انہوں نے آج مسلمانوں کا خوب مذاق اڑایا ہے۔

[۱۲] کفار جب ایمان والوں کو دیکھتے تو آپس میں کہتے: یہ باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں اور آخرت کی خیالی نعمتوں کے لئے دنیا کی حاضر لذتوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو نگران بنا کر نہیں بھیجا کہ وہ ایمان والوں پر نظر رکھیں اور ان کے اعمال اور عقائد پر عیب لگاتے رہیں بلکہ انہیں اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۟ۙ	۳۴۔ پس آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔[۱۳]
عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۟ؕ	۳۵۔ تختوں پر بیٹھے (جنت کے) نظارے کررہے ہوں گے۔
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۟ع	۳۶۔ کیا کفار کو ان اعمالِ (بد) کا بدلہ دے دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟

[۱۳] آج تو کفار ایمان والوں کو گمراہ کہتے ہیں اور ان پر ہنستے ہیں مگر قیامت کے دن جب ایمان والے جنت کے تختوں پر جلوہ گر ہوں گے اور جہنم میں کفار کی حالت زار کا نظارہ کریں گے تو انہیں کفار کی سوچ پر ہنسی آئے گی کہ یہ کتنے احمق لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی عارضی خواہشات کی خاطر آخرت کی دائمی نعمتوں کا انکار کر دیا اور آج انہیں ان کے اعمال بد کا پورا پورا بدلہ مل گیا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۱ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ایک ہی دن میں سورہ مطففین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الانشقاق (۸۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''انشقاق'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت کا منظر

اس سورت کی ابتدائی چھ آیات میں قیامت کے واقع ہونے کا ایک مختصر مگر جامع منظر پیش کیا گیا ہے، یعنی جب آسمان پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور زمین اپنے اندر کے خزانے نکال کر خالی ہو جائے گی تو اس کے بعد انسان کو زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

اعمالناموں کی تقسیم

آیات نمبر ۷ تا ۱۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن تمام انسانوں کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک قسم کے لوگ وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ ان کی نجات کی نشانی ہوگی، لہٰذا وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے۔ اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ قیامت کے منکر تھے اس لئے انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

قیامت ضرور آئے گی

آیات نمبر ۱۶ تا ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن تمہیں شدائد و مصائب کی کئی حالتوں سے گزرنا پڑے گا، مگر ان کی عقل و خرد کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟

قرآن مجید کی تکذیب

آیات نمبر ۲۱ تا ۲۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور جو اس پر ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۱۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۲۵ ۸۴ سورۃ الانشقاق مکیۃ ۸۳ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾

۱۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔

وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾

۲۔ اور وہ (آسمان) اپنے رب کا حکم بجالائے گا اور اس پر فرض بھی یہی ہے۔[۱]

وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾

۳۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔

وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾

۴۔ اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔[۲]

وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾

۵۔ اور وہ (زمین) اپنے رب کا حکم بجالائے گی اور اس پر فرض بھی یہی ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ ۚ﴿۶﴾

۶۔ اے انسان! بے شک تو اپنے رب تک پہنچنے کے لیے بہت مشقت اٹھاتا ہے، سو تو اس سے ملنے والا ہے۔[۳]

---

[۱] اللہ تعالیٰ جب آسمان کو پھٹنے کا حکم دے گا تو وہ فوراً پھٹ جائے گا اور اس کا فرض بھی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

[۲] اور اللہ تعالیٰ جب زمین کو پھیل کر ہموار ہو جانے اور اپنے اندر کے خزانے نکال کر خالی ہو جانے کا حکم دے گا تو وہ فوراً اپنے پہاڑوں اور سمندروں کو ختم کر کے ایک چٹیل میدان کی طرح بہت وسیع ہو جائے گی اور اپنے اندر کے خزانے اور مردے نکال کر خالی ہو جائے گی، اور اس کا فرض بھی یہی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اسی طرح فوراً بجالائے۔

[۳] اس آیت میں اپنے رب تک پہنچنے اور اس سے ملنے سے مراد موت اور قیامت ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو مانے یا نہ مانے بہر حال اسے ایک دن اللہ تعالیٰ کی طرف ضرور لوٹنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

انسان نیکی کو اپنی منزل بنائے یا برائی کو بہر صورت منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے اسے جدوجہد کرنا پڑتی ہے اور وہ اپنے رب تک پہنچنے یعنی موت تک اس مشقت میں سرگرم رہتا ہے۔ موت کے بعد جب انسان اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچتا

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖۙ۝۷

۷۔ پس جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔[۴]

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاۙ۝۸

۸۔ تو عنقریب اس کا حساب آسانی سے لیا جائے گا۔

وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاؕ۝۹

۹۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ۝۱۰

۱۰۔ اور جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا۔[۵]

ہے تو اس کے اعمال کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ سنایا جاتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: یعنی اے انسان! تو اپنے اچھے یا برے کام کو انجام دینے میں مشقت اٹھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے رب سے تیری ملاقات کا یعنی تیری موت کا وقت آ جاتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ انشقاق (۸۴): زیر آیت نمبر ۶)

[۴] جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ اس کی نجات کی نشانی ہوگی، اس کو حساب کے لئے پیش تو کیا جائے گا مگر اس کی نیکیوں کی برکت سے اس کے گناہوں سے درگزر کر دیا جائے گا اور وہ جنت کا پروانہ لے کر خوشی خوشی اپنے اہل ایمان گھر والوں کی طرف لوٹے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، (یہ لوگ) اہل جنت میں سے ہیں۔ (قرآن: ۴۶:۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی ﷺ کو ایک نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! آسان حساب کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال نامے کو دیکھے اور اس سے درگزر فرمائے، کیونکہ جس سے مناقشہ کیا جائے گا وہ تو ہلاک ہو جائے گا، مگر مومن پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے، اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ اسے جو کانٹا چبھتا ہے۔ (مستدرک: ۹۳۶: جلد اول: ص ۲۸۵، مسند احمد: جلد ۶: ص ۴۸)

[۵] جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا وہ اپنا برا انجام دیکھ کر پکار اٹھے گا: کاش میں مرا ہی رہتا اور دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا یا مجھے موت ہی آ جائے تاکہ مر کر مٹی ہو جاؤں اور اس عذاب سے بچ جاؤں، مگر اس وقت پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اسے پکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

دوزخیوں کو پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ دینے کی کیا وجہ ہے؟ ہو سکتا ہے کہ ان کے ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بائیں ہاتھ میں نہ لینے کی وجہ سے اپنے ہاتھ پیچھے کر لئے ہوں اس لئے فرشتوں نے پیچھے سے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے ہوں۔ بہر حال اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ ۱۱۔ تو وہ عنقریب موت کو پکارے گا۔

وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿۱۲﴾ ۱۲۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ ۱۳۔ بے شک وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں میں بہت خوش رہتا تھا۔

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ ۱۴۔ بے شک اس نے گمان کر رکھا تھا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف) ہرگز لوٹ کر نہیں جائے گا۔[۶]

بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ ۱۵۔ کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ ۱۶۔ پس میں شفق کی قسم کھاتا ہوں۔

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ ۱۷۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے جمع کرلیا ہے۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ ۱۸۔ اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ تم ضرور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جاؤ گے۔[۷]

---

[۶] قیامت کے دن جن لوگوں کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دے کر جہنم میں بھیجا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے گھر والوں کے ساتھ خوب خوشی خوشی زندگی گزارتے تھے اور انہیں گمان تھا کہ یہی دنیا ہی سب کچھ ہے اس کے بعد انہیں کہیں لوٹ کر نہیں جانا اور کوئی حساب و کتاب نہیں دینا مگر ان کا یہ گمان ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ انہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ضرور لوٹنا ہے، وہ ہر شخص کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے اور اس کے اعمال کے مطابق اس کی جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

[۷] گزشتہ تین آیات میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، یعنی:

۱۔ شفق کی قسم، غروب آفتاب اور رات کی تاریکی چھانے کے درمیان جو پہلے سرخی اور پھر سفیدی ظاہر ہوتی ہے، ان میں سے پہلے کو سرخ شفق اور دوسرے کو سفید شفق کہا جاتا ہے۔

۲۔ رات کی قسم۔

۳۔ ان چیزوں کی قسم جن کو رات کی تاریکی نے جمع کر دیا ہے، مثلاً رات کے وقت انسان، حیوان، درندے، پرندے

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾

۲۰۔ پس انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے ؟

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۲۱﴾ السجدة

۲۱۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔[۸]

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ بلکہ کفار تو اسے جھٹلاتے ہیں۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ دلوں میں چھپاتے ہیں۔[۹]

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۴﴾

۲۴۔ پس آپ انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿۲۵﴾ ع

۲۵۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔[۱۰]

وغیرہ سب اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں میں جمع ہو جاتے ہیں، گویا ان سب چیزوں کی قسم کھائی جا رہی ہے۔

۴۔ اور چاند کی قسم جب وہ پورا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن تمہیں شدائد و مصائب کی کئی حالتوں سے گزرنا پڑے گا، مگر ان کی عقل و خرد کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے ؟

[۸] یعنی ان کی ہٹ دھرمی کی انتہا ہے کہ قرآن مجید جیسا حکیمانہ کلام سن کر بھی اپنے رب کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں اور اسے شعر اور جادو قرار دیتے ہیں۔

[۹] اس آیت میں منکرین کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق جو بغض و عناد انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے اور اسی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔

[۱۰] البتہ جو لوگ قرآن مجید پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا اجر تیار کر رکھا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۱۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۲ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی عشاء کے بعد چند گھنٹوں میں سورہ انشقاق کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ البروج (۸۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "بروج" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

خندق والے

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد خندق والوں کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے خندق کھود کر اس میں آگ بھڑکائی اور پھر اس میں ایمان والوں کو جلا دیا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا تو پھر ان کی کوئی مدد نہ کر سکا۔

اللہ تعالیٰ کی صفات

آیات نمبر ۱۳ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق اور اس کی بخشش، محبت، حکومت اور قدرت کا ذکر کیا گیا ہے۔

فرعون اور ثمود کے لشکر

آیات نمبر ۱۷ تا ۲۰ میں کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ فرعون اور ثمود کے لشکر ان سے زیادہ طاقتور اور دولتمند تھے، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچ سکے۔ اور اگر کفار مکہ بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟

قرآن مجید کی حفاظت

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قرآن ایسی لوح میں لکھا ہوا ہے جو ہر لحاظ سے محفوظ ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۱۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتها ۲۲ ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱

۱۔ قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ [۱]

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲

۲۔ اور (قسم ہے) اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ [۲]

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳

۳۔ اور قسم ہے دیکھنے والے کی اور دیکھے جانے والے کی۔ [۳]

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴

۴۔ خندقوں والے ہلاک کر دیئے گئے۔ [۴]

[۱] آسمان کی قسم جس کے نیچے فلک میں بڑے بڑے ستارے ہیں جو اپنے اپنے فلک میں محو گردش ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے لیل ونہار اور شمس وقمر کو پیدا فرمایا، سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔
(قرآن: ۲۱:۳۳)

فلک اور آسمان میں کیا فرق ہے؟

اکثر مفسرین کے نزدیک فلک اور آسمان دو مختلف چیزیں ہیں، آسمان اوپر ہے اور افلاک نیچے ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فلک ایک موج کا نام ہے جسے اس کے طبقہ میں روک دیا گیا ہے اور وہ آسمان کے نیچے ہے اور شمس وقمر اسی میں گردش کر رہے ہیں۔ اور ضحاک کا قول یہ ہے کہ فلک کسی ایسی چیز کا نام نہیں جس کا کوئی جسم ہو بلکہ جہاں یہ سیارے گردش کرتے ہیں ان کے مدار کا نام ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ انبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۳۳)

[۲] قیامت کے اس دن کی قسم جس کا بار بار وعدہ کیا گیا ہے اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔

[۳] اس آیت میں دو قسمیں کھائی گئی ہیں یعنی دیکھنے والے (شاہد) اور دیکھے جانے والے (مشہود) کی قسم ان دونوں سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ شاہد سے مراد میدان حشر کا سب سے بڑا اجتماع ہے جس میں اولین اور آخرین سب جمع ہوں گے، اور مشہود سے مراد قیامت کا ہولناک منظر ہے جس کو سب لوگ دیکھیں گے۔
(تفسیر کبیر: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۳)

نوٹ: اس سورت کے آغاز میں چار قسمیں کھانے کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں ظالموں کو اپنے مظالم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

[۴] آیات نمبر ۴ تا ۸ میں ایک ایسی قوم کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا جرم سمجھتے تھے، اس لئے ان میں سے جو ایمان

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵

۵۔ (یعنی) بھڑکتی ہوئی آگ والے۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶

۶۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔

وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷

۷۔ اور وہ جو کچھ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸

۸۔ اور انہیں ایمان والوں کی صرف یہ بات ناپسند تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو سب پر غالب لائق حمد وثنا ہے۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹

۹۔ جس کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰

۱۰۔ بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچائی، پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے جہنم ہے اور ان کے لئے آگ میں جلنے کا عذاب ہے۔[۵]

لائے انہوں نے ان کو سزا دینے کے لئے خندق کھودی، اس میں ایندھن ڈال کر آگ بھڑکائی اور ایمان والوں کو اس آگ میں ڈال دیا اور خود کنارے پر بیٹھ کر ان کو جلتا دیکھ رہے تھے کہ اچانک آگ نے پھیل کر کنارے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر جلا دیا۔ مفسرین نے یہاں پر گزشتہ اقوام کے چند واقعات نقل کئے ہیں، ان میں سے کسی ایک کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے ایک قوم کے انجام کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ جن مومنوں کو خندق میں ڈالا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو آگ میں پہنچنے سے پہلے قبض کر لیا (لہٰذا جب وہ آگ میں پہنچے تو صرف مردہ جسم تھے) مگر آگ اتنی زیادہ بھڑک اٹھی کہ اس نے خندق سے پھیل کر ان ظالموں کو بھی جلا دیا جو خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، اور کہا گیا ہے کہ ایمان والے نجات پا گئے اور آگ نے خندق کے کنارے بیٹھے ہوئے ظالموں کو جلا دیا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۴)

[۵] جن ظالموں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو صرف اس لئے جلا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور پھر اپنی سرکشی سے توبہ بھی نہ کی، ان کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے جہاں انہیں خصوصی آگ میں جلایا جائے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۱۱﴾	۱۱۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔
اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۱۲﴾	۱۲۔ بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔[۶]
اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ﴿۱۳﴾	۱۳۔ بے شک وہی پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔
وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ﴿۱۴﴾	۱۴۔ اور وہ بہت بخشنے والا بہت محبت فرمانے والا ہے۔[۷]
ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ﴿۱۵﴾	۱۵۔ عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو جہنم کی آگ میں جلانے کی وعید سنائی ہے مگر ساتھ یہ قید بھی لگا دی ہے کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو پھر انہیں جہنم رسید کیا جائے گا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس بہیمانہ قتل پر بھی نادم ہوں اور توبہ کرلیں تو انہیں جہنم رسید نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے علامہ خازن لکھتے ہیں کہ دانستہ قتل کرنے والے کی توبہ بھی مقبول ہو جاتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۱۰) جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو اسلام اور شرف صحابیت سے مشرف فرمایا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو زندہ جلا کر ان کا تماشا دیکھا لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی انہیں توبہ اور مغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۶] ظالم اور سرکش لوگ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں کوئی پکڑنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے اچھی طرح آگاہ ہے اور وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں۔ نیز اس نے اپنی حکمت کے مطابق ان کی سزا کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو رب تعالیٰ کی گرفت اتنی سخت ہوگی کہ پھر انہیں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

[۷] ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات بیان کی جارہی ہیں یعنی جس طرح اس نے پہلی بار انسان کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح وہ دوبارہ بھی پیدا فرمائے گا، اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرلے تو وہ اسے بخشنے والا ہے، مخلوق سے محبت کرنے والا ہے، سزا صرف اسی وقت دیتا ہے جب کوئی سرکشی سے باز نہیں آتا، وہ عرش کا مالک ہے یعنی اس کی کرسی (حکومت) زمین و آسمان کو محیط ہے، لہٰذا کوئی سرکش اس کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾	۱۶۔ جو کچھ چاہتا ہے اسے کرگزرنے والا ہے۔[۸]
هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾	۱۷۔ کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟
فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾	۱۸۔ یعنی فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی۔[۹]
بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾	۱۹۔ بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ تو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔
وَّاللّٰهُ مِن وَّرَآئِهِم مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾	۲۰۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾	۲۱۔ دراصل یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے۔
فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾	۲۲۔ ایسی لوح میں (لکھا ہوا) ہے جو محفوظ ہے۔[۱۰]

[۸] یعنی اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور مختار کل ہے، جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ سے ان کے مرض موت میں کسی نے پوچھا: کیا کسی طبیب نے آپ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ سائل نے پوچھا: تو پھر اس نے کیا کہا؟ آپ ؓ نے فرمایا: اس نے کہا: میں جو چاہتا ہوں کر دیتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ بروج (۸۵): زیر آیت نمبر ۱۶) یعنی اب معاملہ طبیبوں سے گزر چکا ہے، میرا آخری وقت آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی میرا طبیب ہے اور اس کی مشیت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

[۹] میرے پیارے نبی! آپ کفار کی مخالفت سے غمگین نہ ہوں، کیا آپ فرعون اور ثمود کے لشکروں کو نہیں جانتے؟ وہ کفار مکہ سے زیادہ طاقتور اور مالدار تھے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے میں مصروف رہتے تھے اور اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ انہیں کوئی زیر نہیں کر سکتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا اقتدار کفار کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑا تو پھر کوئی بھی انہیں ہلاکت سے نہ بچا سکا۔

[۱۰] یہ قرآن مجید بڑا عظمت والا کلام ہے، اس میں کسی شک وشبہ اور حذف واضافہ کا امکان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی لوح میں لکھا ہوا ہے جو ہر لحاظ سے محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۱۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۳ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ بروج کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الطارق (۸۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''طارق'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

ہر انسان پر ایک محافظ مقرر ہے

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ستاروں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر فرشتوں کا ایک محافظ دستہ مقرر کر رکھا ہے جو اس کے اعمال لکھ کر انہیں محفوظ کر لیتا ہے اور قیامت کے دن کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔

قیامت برحق ہے

آیات نمبر ۵ تا ۱۰ میں منکرین قیامت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنی تخلیق پر ہی غور کر لیں تو انہیں یقین کرنا پڑے گا کہ جو اللہ تعالیٰ انسان کو پہلی بار پانی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کر سکتا ہے وہ قیامت کے دن اس جیسا انسان دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، لہٰذا اس دن سے ڈرو کیونکہ وہ دن برحق ہے، اس دن تمہارے سب مخفی اعمال اور راز ظاہر کر دیئے جائیں گے اور تمہیں دوزخ کے عذاب سے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔

قرآن مجید فیصلہ کن کلام ہے

اللہ تعالیٰ نے بارش برسانے والے آسمان کی اور پھٹنے والی زمین کی قسمیں کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ یہ قرآن کوئی مذاق، مبہم اور بے مقصد کتاب نہیں بلکہ فیصلہ کن، واضح اور بامقصد کلام ہے۔ اس میں کسی کمی بیشی یا شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور جو لوگ اس قرآن کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں آپ ان کی فکر نہ کریں میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز پیر ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۱۷ ۸۶ سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ ۳۶ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ ١ ۔ قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔[۱]

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ ۲۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ ۳۔ وہ نہایت روشن ستارہ (ثاقب) ہے۔[۲]

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ ۴۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی محافظ (مقرر) نہ ہو۔[۳]

---

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ثاقب ستارے کی قسم کھائی ہے۔ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کی چمک زیادہ ہوتی ہے یا وہ ستارے مراد ہیں جو شیطانوں کا پیچھا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر جو شیطان کچھ جھپٹ لینا چاہتا ہے تو شہاب ثاقب اس کا تعاقب کرتا ہے۔ (قرآن: ۳۷: ۱۰)

[۲] اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ جناب ابو طالب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو نبی ﷺ نے ان کو روٹی اور دودھ پیش کیا، جس وقت وہ بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے تو ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور پھر وہ آگ ہو گیا، جناب ابو طالب نے گھبرا کر پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس ستارے سے شیطان کو مارا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، تو ابو طالب کو تعجب ہوا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔
(تفسیر کبیر: سورہ طارق (۸۶): زیر آیت نمبر ۳)

[۳] اللہ تعالیٰ نے آسمان اور ستاروں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ ہر انسان پر ایک محافظ مقرر ہے۔ اس محافظ سے مراد کون ہے؟ اس کے متعلق تین اقوال ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ محافظ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کی حفاظت اور بقا کے وسائل پیدا فرمائے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: پس اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ (قرآن: ۱۲: ۶۴)

۲۔ محافظ سے مراد ان فرشتوں کا دستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت کے لئے مقرر کر رکھا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انسان کے لئے یکے بعد دیگرے آنے والے (فرشتے) ہیں جو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ (قرآن: ۱۳: ۱۱) ہم اکثر اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ انتہائی شدید حادثہ میں کوئی انسان بچ نکلتا ہے تو دراصل ان حادثہ کا شکار ہونا اس کی تقدیر میں نہیں تھا اس لئے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن جو

مصیبت اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے تحت اس کے لئے مقدر کر رکھی ہے جب اس کا وقت آجاتا ہے تو یہ فرشتے اس انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ رعد (۱۳): زیر آیت نمبر ۱۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ۱۶۰ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ایسے حادثات سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جو اس کی تقدیر میں نہیں ہیں۔۔۔ اگر انسان کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے اپنے حوالے کر دیا جائے تو شیاطین اس کو اچک لیں۔

(تفسیر قرطبی: سورہ طارق (۸۶): زیر آیت نمبر ۴)

۳۔ محافظ سے مراد ان فرشتوں کا دستہ ہے جو انسان کے اعمال لکھ کر انہیں محفوظ کر لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں، جو معزز ہیں، لکھنے والے ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ (قرآن: ۸۲: ۱۰۔۱۲) اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب دو لینے والے (فرشتے اس کے ہر قول و فعل کو لکھ) لیتے ہیں جو اس کی دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں، وہ جو بات بھی کہتا ہے اس کے پاس ایک نگہبان (فرشتہ لکھنے کے لئے) تیار ہوتا ہے۔ (قرآن: ۵۰: ۱۷۔۱۸)

مجاہد کہتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال کو خوب جانتا ہے لیکن پھر بھی اتمام حجت کے لئے اس نے دو فرشتے رات کو اور دو فرشتے دن کو مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال اور اقوال کو لکھنے کے لئے ہر وقت حاضر اور تیار رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کی دائیں طرف ہے جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا اس کی بائیں طرف ہے جو اس کی برائیاں لکھتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ (۵۰): زیر آیت نمبر ۱۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) فرمایا: جب میرا بندہ گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو فوراً نہ لکھو، پھر اگر وہ گناہ کرلے تو اس کا ایک گناہ لکھو۔ اور جب وہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور ابھی اس نے وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ لو۔

(مسلم: ۳۳۴: کتاب الایمان: باب ۵۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا: جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اس کو مت لکھو حتیٰ کہ وہ اس برے کام کو کرے، اگر وہ برا کام کرلے تو اس کی ایک برائی لکھ لو اور اگر وہ میری وجہ سے اس برے کام کو ترک کردے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو۔ اور اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو نہ کر سکے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو اور اگر وہ اس نیک کام کو کرلے تو اس کے لئے وہ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک لکھ دو۔

(بخاری: ۷۵۰۱: کتاب التوحید: باب ۳۵)

ہر ملک کی اپنی کرنسی ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہاں کے لوگ اپنی ضروریات زندگی خریدتے ہیں، آخرت کی کرنسی نیکیاں ہیں، جو لوگ اس دنیا میں نیکیوں کا ذخیرہ نہیں کرتے وہ آخرت میں نامراد رہتے ہیں۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵

۵۔ پس انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔[۴]

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶

۶۔ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷

۷۔ جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸

۸۔ بے شک وہ اس کو پھر واپس لانے پر بھی قادر ہے۔

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ۝۹

۹۔ جس دن سب راز ظاہر کر دیے جائیں گے۔[۵]

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰

۱۰۔ پھر اس کے پاس نہ خود کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔[۶]

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱

۱۱۔ قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲

۱۲۔ قسم ہے پھٹنے والی زمین کی۔

---

[۴] اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ایسے اچھلتے ہوئے پانی یعنی نطفہ سے پیدا فرمایا جو مرد و عورت کی پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ ان آیات میں منکر قیامت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر وہ اپنی تخلیق پر ہی غور کرے تو اسے یقین کرنا پڑے گا کہ جو اللہ تعالیٰ انسان کو پہلی بار پانی کے ایک حقیر قطرہ سے پیدا کر سکتا ہے وہ قیامت کے دن اس جیسا انسان دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

[۵] اس آیت میں منکرین قیامت کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اس دن کے عذاب سے ڈرو جس دن تمہارے پوشیدہ اعمال، عقائد اور مکر و فریب کو سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ گویا ایک بہت بڑی سکرین پر تمہارے ظاہر اور پوشیدہ اعمال کی فلم چلا دی جائے گی اور سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تاکہ جب اعمال کی جانچ پڑتال کے بعد تمہاری سزا کا فیصلہ سنایا جائے تو کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

[۶] قیامت کے دن جو شخص اپنے بد اعمال کی وجہ سے جہنم کا مستحق قرار پائے گا تو پھر نہ تو اس کے اپنے پاس اتنی قوت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی اور اس کی مدد کر سکے گا۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾	۱۳۔ بے شک یہ (قرآن) فیصلہ کن کلام ہے۔[۷]
وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔
اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾	۱۵۔ بے شک وہ خوب سازشیں کر رہے ہیں۔
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾	۱۶۔ اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔[۸]
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾ ع	۱۷۔ پس آپ کفار کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں۔

[۷] اللہ تعالیٰ نے بارش برسانے والے آسمان کی اور پھٹنے والی زمین کی قسمیں کھا کر پوری تاکید سے فرمایا کہ یہ قرآن کوئی مذاق، مبہم اور بے مقصد کتاب نہیں بلکہ فیصلہ کن، واضح اور بامقصد کلام ہے، اس میں کسی کمی بیشی یا شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

[۸] ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ یہ کفار ہر وقت اسلام کے خلاف سازشوں میں سرگرم رہتے ہیں مگر آپ ان کی اذیت رسانی پر غمگین نہ ہوں بلکہ صبر کریں اور ان کو تھوڑی سی مہلت دیں، میں بھی ان کی ناکامی کی تدبیر کر رہا ہوں اور زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ ان کی ساری سازشیں ناکام ہو جائیں گی اور اسلام کا پرچم سربلند ہوگا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی سورہ طارق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاعلیٰ (۸۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''اعلیٰ'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، سب سے برتر ہے اور اسی نے کائنات کی ہر چیز کو بڑے حسین اور درست انداز ے پر پیدا فرمایا ہے، لہٰذا وہی اس قابل ہے کہ اس کی تسبیح کی جائے۔

حفظ قرآن مجید

آیات نمبر ۶ تا ۸ میں نبی کریم ﷺ کو خوش خبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے قرآن مجید کو اتنا آسان کر دے گا کہ آپ اس کو آسانی سے حفظ کر لیں گے اور کبھی نہیں بھولیں گے، اور آپ کی برکت سے اہل ایمان کے لئے بھی حفظ قرآن کو آسان کر دیا گیا ہے حتی کہ نو دس سال کا بچہ بھی اس کو آسانی سے یاد کر لیتا ہے۔

قرآن سراپا نصیحت ہے

آیات نمبر ۹ تا ۱۱ اور ۱۸ تا ۱۹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کوئی غیر معروف کتاب نہیں بلکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے صحیفوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے، یہ سراپا نصیحت ہے، لہٰذا اس کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرو، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا وہ اس نصیحت کو قبول کر کے جنت میں جائے گا اور جس پر بدبختی اور سرکشی سوار ہوگی وہ اس سے گریز کر کے جہنم کی بڑی آگ میں جا پڑے گا۔

کون فلاح پائے گا

آیت نمبر چودہ اور پندرہ میں فلاح حاصل کرنے کے لئے تین شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی وہ اپنے آپ کو کفر و شرک سے پاک کرے، اپنے رب کے نام کو ہر وقت یاد رکھے تاکہ شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے اور پانچ نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز منگل ۲۱ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۱۹ ۸۷ سورۃ الاعلیٰ مکیۃ ۸ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ ا۔ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔[1]

---

[1] اپنے رب کے نام کی تسبیح کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو خشوع اور خضوع سے لیا جائے، اس کے نام کی تعظیم اور تکریم کی جائے اور اس کو کسی ایسے نام سے نہ پکارا جائے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اور بہتر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان ہی خوب صورت ناموں سے یاد کیا جائے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور نقص سے بالاتر ہے اسی طرح اس کے نام بھی ہر عیب اور نقص سے پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: {فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ} (پس آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو بڑی عظمت والا ہے: قرآن: ۵۶: ۷۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں رکھ لو۔ (یعنی رکوع میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ پڑھا کرو) اور جب سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت نازل ہوئی: {سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی} (آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کریں جو سب سے برتر ہے: قرآن: ۸۷: ۱) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے سجدہ میں رکھ لو۔ (یعنی سجدہ میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلَی پڑھا کرو)۔

(ابوداؤد: ۸۶۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۶)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے {سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی} تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے: سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلَی۔ (ابوداؤد: ۸۸۳: کتاب الصلاۃ: باب ۱۴۸)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے اور جب سجدہ کرے اور تین مرتبہ کہے: سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلَی تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے۔ (ترمذی: ۲۶۱: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں فرماتے: سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ اور سجدہ میں فرماتے: سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلَی اور جب بھی آپ رحمت کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے اور جب آپ عذاب کی آیت پڑھتے تو توقف کر کے اس سے پناہ طلب کرتے۔

(ترمذی: ۲۶۲: ابواب الصلاۃ: باب ۷۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمات ایسے ہیں جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝۲
۲۔ جس نے پیدا کیا، پھر اسے درست بنایا۔[۲]

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝۳
۳۔ اور جس نے (صحیح) اندازہ کیا، پھر اسے ہدایت دی۔

وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝۴
۴۔ اور جس نے (زمین سے) چارہ نکالا۔[۳]

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝۵
۵۔ پھر اس کو سیاہی مائل خشک کر دیا۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی ۝۶
۶۔ ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے، پس آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔[۴]

بہت ہلکے اور سہل ہیں اور میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔
(بخاری: ۷۵۶۳: کتاب التوحید: باب ۵۸)

[۲] رب تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا، اس کی ضروریات کے لحاظ سے اس کے اعضاء بنائے اور ان کو ایسے معتدل اور مناسب اندازے کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر چسپاں کیا کہ اس سے بہتر صورت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان میں اگر تبدیلی کی جائے تو اس مخلوق کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں، مثلاً اگر انسان کی صرف آنکھیں سر کی پچھلی طرف لگا دی جائیں تو اس کا اپنے ہی منہ میں لقمہ ڈالنا مشکل ہو جائے گا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا اس کے اندر اس مقصد کو حاصل کرنے کا شعور اور طریقہ بھی ودیعت کر دیا مگر انسان کا مقصدِ تخلیق چونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اس لئے اس کی رہنمائی کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے ہی زمین جیسی سخت چیز سے نرم و نازک چارہ نکالا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کو سیاہی مائل خشک کر دیا مگر یہ چارہ دونوں صورتوں میں مویشیوں کے لئے نعمت ہے، جب وہ سرسبز اور تر و تازہ ہو تو بھی مویشی اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور جب یہ خشک ہو جائے تو اسے پورا بھی اور ریزہ ریزہ کر کے بھوسہ کی شکل میں بھی ذخیرہ کر لیا جاتا اور دوسرے موسم میں یہی خشک چارہ مویشیوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

[۴] ابتدا میں جب وحی نازل ہوتی اور جبریل امین کلام الٰہی کو پڑھنا شروع کرتے تو نبی کریم ﷺ بھی جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے اور جبریل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کر دیتے تاکہ پوری وحی کو اچھی طرح یاد کر لیں اور کوئی لفظ بھول نہ جائے، لیکن وحی کو سننا، سمجھنا اور فوراً دہرانا، یہ تینوں کام ایک وقت میں بڑے تکلیف دہ تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی میرے پیارے نبی! آپ وحی کو جلدی دہرانے کی مشقت نہ اٹھائیں بلکہ پورے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا یَخْفٰی ؕ﴿۷﴾

۷۔ مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، بے شک وہ ظاہر اور مخفی سب کو جانتا ہے۔[۵]

وَ نُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی ۚۖ﴿۸﴾

۸۔ اور ہم آپ کے لئے آسانی پیدا کر دیں گے۔[۶]

اس کو سنیں اور بھول جانے کی فکر نہ کریں، ہم اس کو آپ کے دل میں محفوظ کر دیں گے۔ لہٰذا جب ہماری طرف سے جبریل امین قرآن مجید پڑھ لیں تو اس کے بعد آپ پڑھنا شروع کر دیں، آپ بالکل اسی طرح پڑھیں گے جیسے آپ پر نازل ہوا تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ غور سے سنتے اور جب وہ چلے جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پڑھتے جیسے جبریل نے پڑھا تھا۔
(بخاری: ۵: کتاب بدء الوحی: باب ۴)

وقتی طور پر اگر تلاوت کے وقت کوئی لفظ یا آیت رہ جائے تو ایسا ممکن ہے جیسا کہ نماز میں بعض دفعہ ایسا ہوا تا کہ لقمہ دینے کا مسئلہ معلوم ہو جائے، لیکن ہمیشہ کے لئے کسی حکم خداوندی کو بھول جانا ممکن نہیں ورنہ آپ کی تبلیغ اور نبوت میں نقص پیدا ہو جائے گا جس سے آپ پاک ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

اس آیت کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہے کہ آپ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محنت عطا ہوئی اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب عظیم بغیر محنت و مشقت اور بغیر تکرار کے آپ کو حفظ ہوگئی۔ (خزائن العرفان: سورہ اعلیٰ (۸۷): زیر آیت نمبر ۶)

[۵] یعنی اللہ تعالیٰ اگر کوئی حکم منسوخ کرنا چاہے تو وہ اس حکم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن سے بھلا دے گا تو پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا شمار نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسخ کا فیصلہ ہوگا اور کسی حکم کو ذہن سے بھلا دینا بھی نسخ ہی کی قسم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی (دوسری) آیت لے آتے ہیں۔ (قرآن: ۲:۱۰۶) چونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ظاہر و باطن کو اچھی طرح جانتا ہے اس لئے اپنی حکمت کے مطابق جس وقت جو مناسب ہوتا ہے وہی نازل فرماتا ہے۔

[۶] اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک درج ذیل ہے، جس کو علامہ خازن نے بھی نقل کیا ہے: ہم آپ کے لئے وحی (قرآن) کو اتنا آسان کر دیں گے کہ آپ اس کو آسانی سے حفظ کر لیں گے اور کبھی نہیں بھولیں گے۔ (تفسیر الخازن: سورہ اعلیٰ (۸۷): زیر آیت نمبر ۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے قرآن مجید کا حفظ کرنا اتنا آسان کر دیا گیا ہے کہ دس سال سے کم عمر کے بچے بھی پورا قرآن مجید اس طرح حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زبر اور زیر کا بھی فرق نہیں آتا۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ ۹۔ پس آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت فائدہ دے۔ [۷]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ پنڈت رام چند حضرت صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے تمہارے "قرآن" کے چودہ پارے حفظ ہیں، تم بتاؤ تمہیں ہمارا "وید" کتنا حفظ ہے؟ حضرت نے کہا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا ورنہ بہت ذلیل ہو گے۔ اس نے کہا: تم باتیں نہ بناؤ، اگر "وید" یاد ہے تو سناؤ۔ حضرت نے فرمایا: یہ تو میرے "قرآن" کا کمال اور اعجاز ہے کہ دشمن کے سینہ میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے "وید" کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی "وید" اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں "قرآن" حفظ ہے۔ یہ جواب سن کر پنڈت مبہوت ہو کر چلا گیا۔ اسی طرح تورات، زبور اور انجیل آسمانی کتابیں ہیں لیکن دنیا میں ان میں سے کسی آسمانی کتاب کا کوئی حافظ نہیں ہے اور یہ صرف قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اس کے بے شمار حافظ موجود ہیں۔
(تفسیر تبیان القرآن: جلد ۱۱: ص ۵۸۵)

حفظ قرآن کی فضیلت

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حافظ قرآن سے کہا جائے گا: تو قرآن مجید پڑھ اور (جنت کے درجات پر) اوپر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا تیری منزل وہاں ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔ (ترمذی: ۲۹۱۴: فضائل القرآن: باب ۱۸)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پیٹ میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی: ۲۹۱۳: فضائل القرآن: باب ۱۸) سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص قرآن مجید کی دو مکمل سورتیں ہیں اور تقریباً ہر مسلمان کو زبانی یاد ہوتی ہیں اس لئے دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جس کو قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ زبانی یاد نہ ہو۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا پھر اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور حافظ کو اپنے ان دس رشتہ داروں کی شفاعت کا حق دے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (ترمذی: ۲۹۰۵: فضائل القرآن: باب ۱۳)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حافظ قرآن حاضر ہوگا تو قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! اس کو لباس عطا فرما، پس اس کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! اس کو اور عطا فرما! پھر اس کو عزت کا حلہ پہنایا جائے گا، پھر قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! تو حافظ قرآن سے راضی ہو جا، پس اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا، پھر حافظ قرآن کو کہا جائے گا: قرآن پڑھ اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں اس کی ایک نیکی زیادہ کر دی جائیگی۔ (ترمذی: ۲۹۱۵: فضائل القرآن: باب ۱۸)

[۷] میرے پیارے نبی! قرآن مجید سراسر نصیحت ہے اور سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے، لہٰذا آپ اس قرآن کے ذریعہ سب لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں تا کہ منکرین پر حجت قائم ہو جائے مگر زیادہ توجہ ان لوگوں پر دیں جن کو نصیحت فائدہ دے اور

سَیَذَّکَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۱۰﴾
۱۰۔ عنقریب وہی نصیحت قبول کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

وَ یَتَجَنَّبُہَا الۡاَشۡقَی ﴿۱۱﴾
۱۱۔ اور انتہائی بدبخت ہی اس سے دور رہے گا۔[۸]

الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡکُبۡرٰی ﴿۱۲﴾
۱۲۔ جو (قیامت کے دن) سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا۔

ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿۱۳﴾
۱۳۔ پھر وہ اس میں نہ مرے گا اور نہ جیئے گا۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾
۱۴۔ بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا۔[۹]

وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾
۱۵۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۱۶﴾
۱۶۔ مگر تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔[۱۰]

نصیحت قبول کرنے والے وہی لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے، اور جو لوگ ہٹ دھرم اور متعصب ہیں ان پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔ (قرآن: ۵۰:۴۵)

[۸] وہ شخص انتہائی بدبخت ہوگا جو قرآن مجید کی نصیحت سے اجتناب کرے گا کیونکہ قیامت کے دن اسے جہنم کی سب سے بڑی آگ میں داخل ہونا پڑے گا جہاں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا بلکہ موت وحیات کی کشمکش میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔

[۹] آیت نمبر چودہ اور پندرہ میں حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لئے تین شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی وہ اپنے آپ کو کفر وشرک سے پاک کرے، اپنے رب کے نام کو ہر وقت یاد رکھے تاکہ شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے اور پانچ نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرے۔

[۱۰] آیت نمبر سولہ اور سترہ کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: یعنی اے بدبختو! تم نہ تزکیہ کرتے ہو، نہ اللہ کی یاد کرتے ہو اور نہ نماز پڑھتے ہو بلکہ آخرت کی زندگی پر دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر ہے، اس میں بڑی بڑی لذتیں ہیں، تمام کدورتوں سے خالی ہے، سب سے بڑی نعمت اللہ کا دیدار، وصال اور رضامندی ہے جو آخرت میں حاصل ہوگی اور وہ لازوال بھی ہے، دنیوی زندگی ایسی نہیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ اعلیٰ (۸۷): زیر آیت نمبر ۱۶۔۱۷)

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۱۷ ۱۷۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝۱۸ ۱۸۔ بے شک یہ پہلے صحیفوں میں (بھی مذکور) ہے۔[۱۱]

آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا

☆ حضرت عمرو بن عوف ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر و غربت کا اندیشہ نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی، پھر تم دنیا کے مال و متاع میں رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا کے مال و متاع میں رغبت کی تھی، پھر یہ دنیا تمہیں بھی ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ (بخاری: ۶۴۲۵: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت عقبہ بن عامر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور احد والوں (شہدائے احد) پر اس طرح نماز ادا فرمائی جس طرح میت پر نماز ادا کی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! مجھے تم پر اپنے بعد شرک کا اندیشہ نہیں لیکن مجھے تم پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (بخاری: ۶۴۲۶: کتاب الرقاق: باب ۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب کیا، اور اپنے اہل و عیال کی کفالت اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لئے حاصل کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا۔ اور جس نے دنیا کو تو حلال طریقہ سے طلب کیا مگر اس لئے تاکہ لوگوں پر فخر کرے، دوسروں سے زیادہ مال جمع کرے اور ان کو اپنی شان دکھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(شعب الایمان: ۱۰۳۷۵۔۱۰۳۷۴: جلد ۷: ص ۲۹۸، حلیۃ الاولیاء: ۱۱۹۹۹: جلد ۸: ص ۲۳۵)

☆ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: دنیا سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور آخرت سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے، تم آخرت کی اولاد بنو دنیا کی اولاد نہ بنو کیونکہ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں ہوگا۔ (بخاری: کتاب الرقاق: باب ۴)

☆ حضرت علی ﷛ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے: دیکھنے میں دنیا بڑی نرم اور خوشنما لگتی ہے مگر اس کا زہر بڑا سخت اور قاتل ہے۔ (سورہ آل عمران: تفسیر کبیر: زیر آیت نمبر ۱۸۵)

[۱۱] قرآن مجید کوئی غیر معروف کتاب نہیں بلکہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے صحیفوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں۔

فقیر ! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز منگل ۲۱ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی سورہ اعلیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الغاشیۃ (۸۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "غاشیہ" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

دوزخیوں کے احوال

آیات نمبر ایک تا سات میں دوزخیوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی قیامت کے دن ندامت سے ان کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور جب انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا تو انہیں پینے کے لئے کھولتا ہوا گرم پانی اور کھانے کے لئے خاردار جھاڑیاں دی جائیں گے۔

جنت والوں کے احوال

آیات نمبر ۸ تا ۱۶ میں جنت والوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی قیامت کے دن ان کے چہرے خوشی سے شگفتہ ہوں گے اور جنت میں رنگا رنگ نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اس سورت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے یعنی آپ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے، اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے اور آپ کو اذیت پہنچانے سے باز نہیں آتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے کیونکہ انہوں نے آخر کار ہمارے ہی پاس آنا ہے اور ہم نے ہی ان کا حساب لینا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ محرم ۱۴۳۲ھ

ایاتھا ۲۶ ۸۸ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؕ ①

۱۔ کیا آپ کو چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ [۱]

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ ②

۲۔ اس دن کئی چہرے ذلیل وخوار ہوں گے۔ [۲]

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ ③

۳۔ مشقت میں مبتلا، تھکے ہوئے ہوں گے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ ④

۴۔ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ ⑤

۵۔ انہیں کھولتے ہوئے چشمہ سے پلایا جائے گا۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ ⑥

۶۔ ان کے لئے خاردار جھاڑیوں کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا۔ [۳]

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ؕ ⑦

۷۔ جو نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک ہی دور کرے گا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ ⑧

۸۔ اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ [۴]

---

[۱] آیات نمبر ایک تا سات میں دوزخیوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی اے میرے پیارے نبی! یقیناً آپ کے پاس قیامت کی خبر آچکی ہے، وہ بڑا سخت دن ہے جس کی ہولناکی سب لوگوں پر چھائی ہوئی ہوگی۔

[۲] اس دن دوزخیوں کے چہروں پر ذلت اور رسوائی برس رہی ہوگی اور ندامت سے ان کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، دوزخ کے سخت عذاب سے ان کا برا حال ہوگا اور عذاب کی مشقت کے باعث وہ تھک کر چوز چور ہو چکے ہوں گے۔ جو لوگ اس دنیا میں عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے چہرے اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکاتے قیامت کے دن ان کے چہرے ذلت ورسوائی سے جھکے ہوئے ہوں گے۔

[۳] دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جب انہیں پیاس لگے گی تو انہیں کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا اور جب انہیں بھوک لگے گی تو انہیں خاردار جھاڑیاں کھلائی جائیں گی جن سے نہ تو ان کا جسم موٹا ہوگا اور نہ ہی ان کی بھوک دور ہوگی، یعنی ان جھاڑیوں میں نہ تو خوراک بننے کی صلاحیت ہوگی اور نہ ہی بھوک دور کرنے کی بلکہ وہ عذاب میں مزید شدت کا باعث بنیں گی۔

[۴] آیات نمبر ۸ تا ۱۶ میں جنت والوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں یعنی اس دن جنت والوں کے چہرے شگفتہ ہوں گے، وہ

لِّسَعۡیِهَا رَاضِیَةٌ ۙ﴿۹﴾	۹۔ وہ اپنی کاوشوں کے باعث خوش ہوں گے۔
فِیۡ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ﴿۱۰﴾	۱۰۔ وہ عالی شان جنت میں ہوں گے۔
لَّا تَسۡمَعُ فِیۡهَا لَاغِیَةً ﴿ؕ۱۱﴾	۱۱۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔
فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ ﴿ۘ۱۲﴾	۱۲۔ اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔
فِیۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ۙ﴿۱۳﴾	۱۳۔ اس میں اونچے اونچے تخت (بچھے) ہوں گے۔
وَّ اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ۙ﴿۱۴﴾	۱۴۔ اور جام (بڑے قرینے سے) رکھے ہوں گے۔
وَّ نَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ۙ﴿۱۵﴾	۱۵۔ اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گے۔
وَّ زَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ﴿ؕ۱۶﴾	۱۶۔ اور نرم و نفیس قالین بچھے ہوں گے۔
اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿ٝ۱۷﴾	۱۷۔ کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا ہے؟[۵]
وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿ٝ۱۸﴾	۱۸۔ اور آسمان کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟[۶]

اپنے نیک کاموں پر اظہار مسرت کریں گے جن کی وجہ سے وہ عالی شان جنت میں داخل ہوئے، وہاں ہر طرف خوشی کا ماحول ہوگا، کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے جو انہیں ناپسند ہو، ہر طرف میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے جاری ہوں گے، ان کے کناروں پر سونے اور چاندی کے جام بڑے قرینے سے رکھے ہوں گے، اونچے اونچے تخت جن کے نیچے نرم و نفیس قالین اور ان کے اوپر گاؤ تکیے قطار در قطار پڑے ہوں گے تاکہ جہاں کسی جنتی کا جی چاہے آرام کرے۔

[۵] آیات نمبر ۱۷ تا ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے چند شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ منکرین ان میں غور کریں اور اپنے رب پر ایمان لے آئیں، مثلاً اہل عرب کے ہاں اونٹ بہت اہم جانور ہے جو دودھ بھی دیتا ہے، بوجھ بھی اٹھاتا ہے، جو سواری کے کام بھی آتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور اتنا بڑا جانور ہونے کے باوجود انسان کا تابع ہے۔

[۶] اسی طرح آسمان کتنا بلند ہے جو لاکھوں سالوں سے بغیر ستونوں کے کھڑا ہے، بڑے بڑے پہاڑ جو میخوں کی طرح زمین پر نصب ہیں اور زمین اگرچہ گول اور سخت ہے مگر پھر بھی انسان کی رہائش کے لئے فرش کی طرح بچھی ہوئی ہے اور اس کی

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾

١٩۔ اور پہاڑوں کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے نصب کئے گئے ہیں؟

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

٢٠۔ اور زمین کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ وہ کیسے بچھائی گئی ہے؟

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾

٢١۔ پس آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾

٢٢۔ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔[۷]

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾

٢٣۔ مگر جس نے روگردانی کی اور کفر کیا۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾

٢٤۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا۔

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾

٢٥۔ بے شک انہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

٢٦۔ پھر بے شک ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔

خوراک پیدا کرنے کے لئے نرم ہے۔ منکرین ان عظیم نشانیوں میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اور خالق حقیقی پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ جس اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی بڑی چیزیں پیدا کی ہیں اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کردے۔

[۷] یعنی زمین و آسمان اور پہاڑ جیسے شواہد دیکھنے کے بعد بھی اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کو اذیت پہنچانے سے باز نہیں آتے تو آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے۔ نیز آپ کو اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ آپ ان کو زبردستی مسلمان بنائیں بلکہ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے جو آپ نے کردی ہے، اب اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو ہم انہیں سخت عذاب دیں گے بالآخر انہوں نے ہمارے ہی پاس آنا ہے اور ہم نے ہی ان کا حساب لینا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز بدھ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ محرم ۱۴۳۲ھ
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ غاشیہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفجر (۸۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''فجر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

قیامت ضرور آئے گی

اس سورت کی ابتدائی پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھا کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی جس دن سب کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

سرکش قوموں کا انجام

آیات نمبر ۶ تا ۱۴ میں عاد، ثمود اور قوم فرعون کا ذکر کر کے کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ قومیں تم سے زیادہ طاقتور اور دولتمند تھیں مگر جب انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو رب تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اور اگر تم نے ان سے عبرت حاصل نہ کی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔

عزت اور ذلت کا دارومدار، دولت اور غربت پر نہیں

آیات نمبر ۱۵ تا ۲۰ میں ناشکرے لوگوں کے ذہن کی عکاسی کی گئی ہے یعنی جب انہیں عزت اور نعمت ملتی ہے تو وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے اور جب ان کے رزق میں تنگی آتی ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و ذلت کا دارومدار، دولت اور غربت پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نافرمانی پر ہے۔

میدان حشر کا منظر

آیات نمبر ۲۱ تا ۲۶ میں میدان حشر کا منظر بیان کیا جارہا ہے یعنی جب اس زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عدل و انصاف کی عدالت قائم فرمائے گا، آسمانوں کے فرشتے صفیں بنا کر کھڑے ہوں گے اور جہنم کو حاضر کیا جائے گا، اس دن منکر قیامت کو بھی سمجھ آجائے گی اور وہ کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس دائمی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا جو آج میرے کام آتا، مگر اس دن پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اسے زنجیروں سے جکڑ کر ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جس کا آج کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اطمینان پانے والے

اس سورت کی آخری چار آیات میں اس خوش نصیب کا ذکر کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے دلی اطمینان پاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے جوارِ رحمت کی طرف بلا رہا ہے اور اسے خوشخبری سنا رہا ہے کہ تو نے جو میری رضا حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کی ہے میں نے اسے قبول کر لیا ہے، لہٰذا اس کا اجر عظیم لینے کے لئے میرے پاس واپس آجا اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز بدھ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۶ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ٣٠ ٨٩ سُورَۃُ الفَجرِ مَکِّیَّۃٌ ١٠ رکوعہا ١

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡفَجۡرِ ۙ﴿۱﴾ ١۔ قسم ہے فجر کی۔[١]

وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۙ﴿۲﴾ ٢۔ اور دس راتوں کی۔[٢]

وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۙ﴿۳﴾ ٣۔ اور جفت اور طاق کی۔[٣]

[١] فجر سے مراد صبح کا وقت ہے جب رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن کی روشنی پھیل جاتی ہے، اور یہ وہ وقت ہے جب انسان، پرندے اور حیوانات رات کی پرسکون نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور دن کے معمولات کے لئے تیاری کرتے ہیں۔

[٢] ان دس راتوں کے بارے میں متعدد اقوال منقول ہیں، ان میں سے تین اقوال درج ذیل ہیں جن کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

١۔ ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں۔

٢۔ رمضان کی آخری دس راتیں۔

٣۔ محرم کی پہلی دس راتیں۔

ان تینوں اقوال کی فضیلت میں ایک ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی اور دن کی عبادت اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کے دس دنوں کی عبادت سے زیادہ پسند نہیں ہے، ان میں سے ہر دن میں روزہ رکھنا ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان کی راتوں میں سے ہر رات میں قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (ترمذی: ٧٥٨: ابواب الصوم: باب ٥٢)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری: ٢٠١٧: کتاب لیلۃ القدر: باب ٣)

☆ حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر پوچھا: یارسول اللہ! مجھے بتایئے کہ اگر میں رمضان کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھوں تو کس مہینہ میں روزے رکھوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم رمضان کے بعد کسی مہینہ میں روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم کے مہینہ میں روزے رکھو کیونکہ وہ اللہ کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور وہ اس مہینہ میں دوسروں کی توبہ بھی قبول فرمائے گا۔ (ترمذی: ٧٤١: ابواب الصوم: باب ٤٠)

[٣] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے مجاہد، ابن عباس، ابو سعید خدری، قتادہ اور دیگر جلیل القدر علمائے تفسیر سے جو اقوال نقل

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ ﴿۴﴾ ۴۔ اور رات کی جب وہ گزرنے لگے۔[۴]

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ؕ ﴿۵﴾ ۵۔ بے شک ان میں عقل مند کے لئے بڑی قسم ہے۔[۵]

کئے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جفت

جفت سے مراد مخلوق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم غور وفکر کرو، (قرآن: ۵۱: ۴۹) یعنی ایمان وکفر، سعادت وشقاوت، ہدایت وگمراہی، روشنی وتاریکی، لیل ونہار، گرمی وسردی، شمس وقمر، زمین وآسمان، جن وانس وغیرہ سب دو دو ہیں۔

طاق

طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ فرمادیں: وہ اللہ ایک ہے۔ (قرآن: ۱۱۲: ۱) حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس شخص نے ان کو حفظ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔ (مسلم: ۶۸۰۹: کتاب الذکر والدعاء: باب ۲)

[۴] جب رات گزرنے کے قریب پہنچتی ہے تو یہ وہ روحانی اور نورانی وقت ہے جب اللہ والے نماز تہجد اور استغفار میں مشغول ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر اپنی شان کے مطابق جلوہ گر ہوکر ان کی دعائیں سنتا ہے۔

نماز تہجد کی فضیلت

☆ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرسکو تو یاد کرو۔
(ترمذی: ۳۵۷۹: کتاب الدعوات: باب ۱۱۸)

☆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کے آخری تیسرے حصہ میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟
(بخاری: ۱۱۴۵: کتاب التہجد: باب ۱۴، ترمذی: ۴۴۶)

[۵] اہل مکہ کو اسلام کی جن چیزوں سے سخت اختلاف تھا ان میں سرفہرست توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد تھے، اسی لئے مکی سورتوں میں ان تینوں عقائد پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ یہاں پر مفسرین لکھتے ہیں کہ پانچ قسمیں کھانے کے بعد ان کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں تمہیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ﴿۶﴾

۶۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے (قومِ) عاد کے ساتھ کیا کیا؟[۶]

اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۙ﴿۷﴾

۷۔ اِرَم کے ساتھ جو بڑے بڑے ستونوں والے تھے۔

الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى الۡبِلَادِ ۙ﴿۸﴾

۸۔ جن کی مثل (دنیا بھر کے) ملکوں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا۔

وَثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۙ﴿۹﴾

۹۔ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانوں کو کاٹ ڈالا تھا۔[۷]

وَفِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ ۙ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔[۸]

اگرچہ ان پانچ قسموں میں سے ہر ہر قسم ایک کافی ثبوت ہے کہ قیامت ضرور آئے گی مگر اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے لئے پانچ قسمیں کھائی ہیں۔ اب عقل مند کے لئے تو یہ تاکید بہت کافی ہے اور اسے مزید کسی قسم کی ضرورت نہیں ہے لیکن جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں ان کے لئے جتنی بھی قسمیں کھائی جائیں ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

[۶] اہل مکہ کو اپنی تعداد، سرداری، طاقت اور دولت پر بڑا گھمنڈ تھا، اس لئے وہ نبی ﷺ کو جھٹلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ آیات نمبر ۶ تا ۱۳ میں اہل مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتور، دولتمند اور کثیر تعداد والی قومیں بھی گزر چکی ہیں جن میں عاد، ثمود اور قوم فرعون سرفہرست ہیں، جب انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو رب تعالیٰ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا یعنی انہیں تباہ و برباد کردیا۔ ان قوموں کی بربادی کے واقعات تم اکثر سنتے رہتے ہو، لہٰذا ان سے عبرت حاصل کرو، اور اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔ ان قوموں پر عذاب کی تفصیل پیچھے کئی مقامات پر گزر چکی ہے، یہاں پر صرف اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔ عاد ارم یعنی عاد اولیٰ جو بڑے بڑے ستونوں والے قلعوں میں رہتے تھے اور وہ خود بھی ستونوں کی طرح بڑے مضبوط اور لمبے قد والے تھے اور اس وقت پوری دنیا میں ان جیسے کہیں نہیں تھے۔

ارم قبیلہ کی دو شاخیں ہیں، ایک کا نام عاد اُولیٰ ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے۔ دوسری شاخ کا نام ثمود یا عاد ثانیہ ہے جس کی طرف حضرت صالح علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے اور اِرَم کا لفظ عاد اولیٰ اور ثمود دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں شاخوں کی اصل اِرَم ہے۔

[۷] قوم ثمود کے لوگ بھی بڑے طاقتور تھے اور انہوں نے وادی قریٰ میں چٹانوں کو کاٹ کر بڑے مضبوط مکانات بنا رکھے تھے۔

[۸] فرعون کو میخوں والا اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ اپنے مخالفین کو سزا دیتا تھا تو پہلے ان کے ہاتھ پاؤں میں میخیں لگا دیتا تاکہ

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ جنہوں نے اپنے ملکوں میں سرکشی کی تھی۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾

۱۲۔ اور ان میں بڑا فساد پھیلا رکھا تھا۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

۱۴۔ بے شک آپ کا رب (سرکشوں کی) تاک میں ہے۔[۹]

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ مگر جب انسان کو اس کا رب آزماتا ہے یعنی اس کو عزت دیتا ہے اور اسے نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھ پر کرم فرمایا۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ اور جب وہ اس کو (اس طرح) آزماتا ہے کہ اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔[۱۰]

وہ حرکت نہ کرسکیں۔ نیز اس کے لشکروں نے اپنے ملکوں میں سرکشی اور فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا، لیکن جب ان سرکش قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برسا تو پھر انہیں کوئی نہ بچا سکا۔

[۹] کسی کی تاک یا گھات میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی پوشیدہ مقام پر چھپ کر بیٹھ جائے، مجرموں پر نظر رکھے، ان کی حرکات کی فلم بنائے اور پورے شواہد تیار کرنے کے بعد مناسب وقت کا انتظار کرے اور پھر انہیں گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق لوگوں کا مشاہدہ فرما رہا ہے، فرشتوں کے ذریعہ ان کے اعمال کی فلم اور تحریر تیار کروا رہا ہے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کے اعمال کے مطابق ان کی جزا و سزا کا فیصلہ فرمائے گا، جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی باتیں اور سرگوشیاں سنتا ہے اور ان کے اعمال اور راز جانتا ہے، چنانچہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۱۴)

[۱۰] ان آیات میں ناشکرے اور نافرمان ذہن کی عکاسی کی جا رہی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ ایسے انسان کی آزمائش کے لئے اسے عزت اور نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ مغرور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: یہ میرے علم و ہنر کا نتیجہ ہے، لہٰذا میں اسی کا مستحق تھا، اور یہ اس چیز کا بھی ثبوت ہے کہ میرا رب مجھ پر راضی ہے اسی لئے اس نے مجھ پر اپنا فضل و کرم فرمایا ہے۔ اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی آزمائش کے لئے اس کے رزق میں تنگی کرتا ہے تو وہ بے صبرا ہو کر پکار اٹھتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہے، حالانکہ اس کا یہ خیال ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اور ذلت کا دارومدار، دولت اور غربت پر نہیں

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ ۱۷۔ ایسا ہرگز نہیں، دراصل تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔[۱۱]

بلکہ دولت اور غربت تو آزمائش کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اس کو ملتی ہے جو وسعتِ رزق پر شکر ادا کرتا ہے اور قلت رزق پر صبر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ قرطبی نے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں جس کو عزت دیتا ہوں تو کثرت دنیا کی وجہ سے نہیں اور جس کو ذلیل کرتا ہوں تو قلت دنیا کی وجہ سے نہیں بلکہ میں اپنی اطاعت کی وجہ سے کسی کو سرفراز کرتا ہوں اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے کسی کو ذلیل وخوار کرتا ہوں۔

(تفسیر قرطبی: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۱۷)

الغرض دنیاوی رزق کی فراوانی اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے کیونکہ بہت سے منکروں یعنی قارون اور فرعون وغیرہ کے پاس بھی رزق کی فراوانی تھی۔ اسی طرح رزق کی کمی بھی اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے کیونکہ بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام اور صالحین کے پاس ظاہری رزق کی کمی تھی اور نبی کریم ﷺ نے تو اپنے لئے فقر وفاقہ کو خود پسند فرمایا۔

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! لیکن میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔

(ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ مساکین اپنے دور کے اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو خالی واپس نہ کر اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔ اے عائشہ! مساکین سے محبت کر اور ان کو اپنا قرب عطا کر اس کے بدلے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۲۳۵۲: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۱۱] یعنی تم میں جن مالداروں کا رزق تنگ ہو جاتا ہے تو تم ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے بلاوجہ تم کو مال و دولت سے محروم کر دیا ہے بلکہ تم نے اس کی عطا کردہ دولت کا شکر ادا نہیں کیا۔ ان آیات میں ناشکری کی چند مثالیں بیان کی جا رہی ہیں، یعنی تمہیں یتیم پر بھی ترس نہ آیا اور اس کی بیکسی کے باوجود تم نے اس کی سرپرستی نہ کی۔

یتیم کی تعریف

یتیم اس بچے یا بچی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے اور وہ ابھی نابالغ ہو۔

یتیم کی سرپرستی

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی یتیم کے سر پر

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ ۱۸۔ اور نہ تم ایک دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ [۱۲]

محبت بھرا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا، میں اور وہ جنت میں ان (دو انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلہ کیا۔ (مسند احمد: جلد ۵: ص ۲۵۰)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۹: ابواب الادب: باب ۶)

☆ امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سری سے روایت کیا ہے: جو شخص یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا تو اس کے منہ، اس کے کانوں، اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ (تفسیر در منثور: سورہ نساء (۴): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۱۲] تمہارے پڑوس میں مسکین بھوکا تھا تم نے نہ خود اس کو کھانا دیا اور نہ کسی اور کو اس کے کھانا کھلانے کی ترغیب دی، یہ ایسی ناشکری ہے جو مال و دولت کے زوال کا باعث ہے۔

مسکین کی مدد

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

(بخاری: ۵۳۵۳: کتاب النفقات: باب ۱)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے، جب ان کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو وہ کسی آدمی کو تلاش کرتے جو ان کے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اجنبی آدمی کو ملے۔ جب وہ آپ کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو فرمایا: بسم اللہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ اللہ کون ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیتا رہا ہوں اور تم نے اس کو ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام گھبرا کر اس کی تلاش میں نکلے اور اس کو واپس بلایا۔ اس نے کہا: میں اس وقت تک نہیں آؤں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ اب مجھے واپس کیوں بلا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا واقعہ سنایا، تو اس نے کہا: یہ تو بڑا کریم رب ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں واپس آ گیا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۶۹)

وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ ۱۹۔ اور تم وراثت کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔[۱۳]

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص کامل مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ۴۹۹۱: کتاب الآداب: باب الشفقة: فصل ثالث)

[۱۳] یعنی تمہارا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے تو تمہاری کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کی ساری وراثت تم خود ہی سمیٹ لو اور دوسرے مستحقین کو محروم کر دو، حتیٰ کہ مرحوم کے یتیم ہونے والے بچوں اور بیوہ ہونے والی عورت کا حصہ بھی غصب کرنے سے گریز نہیں کرتے، جیسا کہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: مشرکین، عورتوں اور بچوں کو ورثہ میں سے کچھ نہ دیتے تھے بلکہ ان کے حصہ کو بھی اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر کھا جاتے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۱۹)

کیا تم نے کبھی غور کیا کہ خدانخواستہ اگر آپ کے چھوٹے اور نادار بچے پیچھے رہ جائیں تو آپ مرتے وقت ان کے لئے کتنے فکرمند ہوں گے، اسی طرح یہ بھی کسی کے بچے ہیں، جیسا معاملہ اپنے بعد اپنے یتیم بچوں اور غریب رشتہ داروں سے چاہتے ہو ایسا ہی معاملہ دوسروں کے یتیم اور غریب بچوں کے ساتھ کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی سچا مؤمن نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری: ۱۳: کتاب الایمان: باب ۷)

عرب میں دستور یہ تھا کہ مرنے والے کے جوان بیٹے یا بھائی ساری جائیداد کے مالک بن جاتے اور میت کے بچے، بچیاں اور بیوی وراثت سے محروم رہتے اور وجہ یہ بیان کی جاتی کہ جو میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کے قابل نہیں وہ وراثت پانے کا بھی حقدار نہیں، حالانکہ عورت اور معصوم بچے وراثت کے زیادہ مستحق تھے تاکہ وہ اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکیں لیکن ان کے ساتھ یہ ظلم و ستم رواج پذیر تھا۔ اس روئے زمین پر اسلام پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے عورتوں اور بچوں کو بھی وارث قرار دیا، ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ان کے حصے مقرر کیے۔

اسلام سے پہلے دنیا کے کسی معاشرے میں عورت کو وراثت سے حصہ نہیں ملتا تھا۔ یورپ میں اگر مرنے والوں کو وصیت کا موقع نہ ملتا تو میت کا بڑا بیٹا ساری جائیداد کا مالک بن جاتا (Primogeniture) میت کی بیوی، بچیاں اور چھوٹے بیٹے سب محروم رہ جاتے۔ ۱۹۲۵ء تک انگلینڈ میں یہی قانون نافذ رہا۔ اس کے بعد بڑے بیٹے کے بجائے بیوی کو جائیداد کا مالک بنا دیا گیا اور اولاد کو ماں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور یہ بیوہ جب کسی اور مرد سے شادی کرے گی تو ظاہر ہے اس کا دوسرا خاوند اپنی اولاد کو ترجیح دے گا اور پہلے خاوند کی اولاد سے لاپرواہی برتے گا جس کے نتیجہ میں ان بچوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا کیونکہ وراثت سے تو ■ پہلے ہی محروم ہو چکے ہیں۔ بہر حال ساری وراثت چاہے بڑے بیٹے کو ملے یا بیوی کو دونوں صورتوں میں چھوٹے بچوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اسلام میں عورت کے حق وراثت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پرنس چارلس کہتا ہے: ''قرآن نے مسلمان عورتوں کے وراثت و جائیداد، طلاق کی صورت میں تحفظ اور کاروبار

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

۲۰۔ اور تم مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔[۱۴]

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾

۲۱۔ بے شک جب زمین توڑ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔[۱۵]

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

۲۳۔ اور اس دن جہنم حاضر کی جائے گی، اس دن انسان کو سمجھ آ جائے گی مگر اب اس کے سمجھنے کا کیا فائدہ؟

کرنے کے جو حقوق چودہ سو سال پہلے بیان کیے تھے ان میں سے بعض ۱۹۲۵ء تک برطانیہ میں ناول شمار ہوتے تھے یعنی برٹش عورتیں ان حقوق سے محروم تھیں۔''

"The rights of Muslim women to property and inheritance, to protection if divorced, and to the conducting of business, were rights prescribed by the Quran fourteen hundred years ago. In Britain at least, some of these rights were novel even to my grandmother's generation."

(Islam and The West: page:15)

[۱۴] یعنی تم مال سے اتنی محبت کرتے ہو کہ مرتے دم تک اس کو جمع کرنے میں سرگرداں رہتے ہو، حالانکہ مال سے محبت کرنا ایک فطری امر ہے اور اس کو جمع کرنا مذموم نہیں ہے مگر اس کی محبت میں حد سے بڑھنا حتیٰ کہ حلال و حرام کی بھی تمیز نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

☆ حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (بخاری: ۶۴۳۶: کتاب الرقاق: باب ۱۰)

☆ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: دو بوڑھے سیر نہیں ہوتے: طالب علم اور طالب دنیا۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲)

[۱۵] ان آیات میں میدان حشر کا منظر بیان کیا جا رہا ہے یعنی جب اس زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ نئی زمین معرض وجود میں لائی جائے گی جو چٹیل میدان کی طرح ہموار اور صاف ہوگی، اس میں پہاڑ اور سمندر نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جلوہ فرما ہوگا اور اس کے عدل و انصاف کی عدالت قائم ہوگی، آسمانوں کے فرشتے صفیں بنا کر کھڑے ہوں گے اور جہنم کو حاضر کیا جائے گا جس کو دیکھ کر ہر طرف نفسی نفسی یعنی ہر ایک کو اپنی جان کی فکر پڑ جائے گی اور اس دن منکرین قیامت کو بھی سمجھ آ جائے گی اور وہ اپنے انکار پر نادم ہوں گے مگر اس دن کی سمجھ اور ندامت کا انہیں کوئی

يَقُولُ يٰلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾

۲۴۔ (اس دن دوزخی) کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ [۱۶]

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾

۲۵۔ پس اس دن نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب دے سکے گا۔

وَّلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾

۲۶۔ اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑ سکے گا۔

يٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾

۲۷۔ اے اطمینان پانے والے نفس!

ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾

۲۸۔ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ [۱۷]

فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ عمل کا دن نہیں بلکہ جزا وسزا کا دن ہے۔

[۱۶] اس دن سرکش اور نافرمان کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس دائمی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا جو آج میرے کام آتا، مگر اس دن پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اسے زنجیروں سے جکڑ کر ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جس کا آج کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

[۱۷] جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی یاد سے حقیقی اطمینان پاتا ہے، یہ وہ خوش نصیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت کی طرف بلا رہا ہے اور اسے خوش خبری سنا رہا ہے کہ تو نے جو میری رضا حاصل کے لئے جدو جہد کی ہے میں نے اسے قبول کر لیا ہے، لہٰذا اس کا اجر عظیم لینے کے لئے میرے پاس واپس آجا اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

اطمینان والے نفس کو یہ خوش خبری کس وقت سنائی جائے گی؟ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ خوش خبری مرتے وقت سنائی جائے گی اور بعض کی رائے یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو اس وقت انہیں سنائی جائے گی لیکن حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ خوش خبری موت اور روز قیامت دونوں اوقات میں سنائی جائے گی۔

(تفسیر ابن کثیر: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! یہ کتنی اچھی بات ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! عنقریب تمہیں بھی

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ ۲۹۔ پس تو میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا۔

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ ۳۰۔ اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

یہ خوش خبری سنائی جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر: سورہ فجر (۸۹): زیر آیت نمبر ۲۸)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعرات ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۷ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۲ تا ۲۳ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ فجر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البلد (۹۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''بلد'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مکہ شہر کی قسم

اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مکہ شہر کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ قیام پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی بڑی مکرم ہے اسی وجہ سے مکہ کو مکرم قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو دیکھ رہا ہے

آیات نمبر ۵ تا ۷ میں دنیاداروں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ فضول کاموں میں ڈھیروں مال خرچ کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ان سے کوئی بالاتر نہیں جو ان سے باز پرس کر سکے تو ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، وہ ان کی فضول خرچیوں کو دیکھ رہا ہے اور وقت آنے پر ایک ایک پنس کا حساب لے گا۔

خیر اور شر کے راستے

آیت نمبر ۱۰ سے آخر سورت تک اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کو خیر و شر کے دونوں راستوں سے آگاہ کیا اور پھر خیر کے اعمال اور عقائد کی نشاندہی کی جن کو اختیار کرنے سے انسان جنت کا مستحق قرار پائے گا، اور آخر میں عقیدہ شر کی نشاندہی کی ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے گا وہ جہنم کی آگ کا مستحق قرار پائے گا۔

فقیر ؛ محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعہ ۲۴ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۸ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتها ۲۰ — ۹۰ سورۃ البلد مکیۃ ۳۵ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ — ۱۔ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔

وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ — ۲۔ اس حال میں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔[۱]

[۱] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس حرمت والے شہر کی اس لئے قسم کھائی ہے کیونکہ آپ ﷺ اس شہر میں ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ مکرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ سے بہت محبت ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۲) علامہ رازی لکھتے ہیں: گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اس وجہ سے مکرم قرار دیا ہے کہ آپ اس میں مقیم ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۲)

مکہ مکرمہ کو بہت ساری عظمتیں حاصل ہیں مثلاً اس میں بیت اللہ ہے، مقام ابراہیم ہے، آب زمزم ہے، صفا و مروہ ہیں اور حجر اسود ہے۔ ان میں سے ہر عظمت اس لائق ہے کہ اس کی قسم کھائی جائے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وجہ سے قسم کھائی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہا ہے کہ اے میرے پیارے نبی! مکہ کی ساری عظمتیں قابل قدر ہیں مگر اس شہر میں آپ کا قیام ایک نرالی اور امتیازی شان کا حامل ہے اس لئے میں آپ کی وجہ سے اس شہر کی قسم کھا رہا ہوں۔

مکہ مکرمہ کی فضیلت

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آج کون سا دن ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حرمت والا دن ہے۔ (پھر فرمایا:) کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حرمت والا شہر ہے۔ (پھر فرمایا:) کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حرمت والا مہینہ ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرمت والی بنائی ہیں جس طرح تمہارا آج (حج) کا دن، تمہارا یہ مہینہ (ذوالحجہ) اور تمہارا یہ شہر (مکہ مکرمہ) حرمت والا ہے۔ (بخاری: ۱۷۴۲: کتاب الحج: باب ۱۳۲)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے غار (ثور) کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے مکہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے مکہ! تو اللہ تعالیٰ کو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی تو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تجھ میں رہنے والے مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے جدا نہ ہوتا۔

(تفسیر قرطبی: سورہ محمد (۴۷): زیر آیت نمبر ۱۳)

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾	۳۔ اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی۔ [۲]
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾	۴۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ [۳]
اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾	۵۔ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی قابو نہ پاسکے گا؟ [۴]
یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾	۶۔ وہ کہتا ہے: میں نے ڈھیروں مال خرچ کیا ہے۔ [۵]
اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۷﴾	۷۔ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟
اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾	۸۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ [۶]

---

[۲] اس آیت میں والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں اور اولاد سے مراد ساری نسل انسانی ہے جو ابتدا سے لے کر قیامت تک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ وہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی سب سے عمدہ مخلوق ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

[۳] انسان کو مشقت میں پیدا کیا گیا ہے یعنی ماں کے پیٹ میں پہلے سانس سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک اسے محنت، مشقت، مصائب اور شدائد سے گزرنا پڑتا ہے، ہر لحہ خطرہ رہتا ہے کہ دل کا ایک دورہ، زلزلے کا ایک جھٹکا یا کوئی حادثہ اچانک اس کی زندگی کا چراغ گل کر سکتا ہے، لہٰذا ہر انسان کا جسم، دل یا دماغ کسی نہ کسی حوالے سے مشقت اور دباؤ کا شکار رہتا ہے اور مسلمان کی زندگی تو خاص طور پر سراپا امتحان ہے اور جو شخص امتحان کے لئے محنت اور مشقت نہیں اٹھاتا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

[۴] ہر وقت خطرات میں گھرا ہوا انسان اگر یہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی بالاتر نہیں ہے جو اس سے باز پرس کر سکے تو یہ اس کی حماقت ہے بلکہ جس نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ اس سے ضرور حساب بھی لے گا۔

[۵] دنیادار لوگ اپنی دنیاوی شان و شوکت دکھانے کے لئے فضول کاموں میں ڈھیروں مال خرچ کرتے ہیں اور پھر اس فضول خرچی پر فخر کرتے ہیں حالانکہ اس کے پڑوس میں کئی انسان بھوک اور پیاس سے مر رہے ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ایک لقمہ تک نہیں دیتے، ایسے خود غرض لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ان کا ڈھیروں مال کسی حادثہ یا زلزلہ کا شکار ہو گیا تو پھر کیا کریں گے۔ نیز اگر ان کا یہ خیال ہے کہ ان کی فضول خرچیوں کو کوئی دیکھ نہیں رہا تو یہ ان کی غلط فہمی ہے جس اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ ڈھیروں مال دیا ہے وہ ان کی فضول خرچیوں کو بھی دیکھ رہا ہے اور وقت آنے پر ایک ایک پائی کا حساب لے گا۔

[۶] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند اہم نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انسان ان میں غور کرے اور اپنے خالق حقیقی کا عرفان

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝۹	۹۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیئے)؟
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝۱۰	۱۰۔ اور ہم نے اسے (خیر وشر) دونوں راستے دکھادیئے۔[۷]
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱	۱۱۔ مگر وہ (خیر کی) گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا۔[۸]
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲	۱۲۔ اور آپ کیا سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟
فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳	۱۳۔ وہ (غلامی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہے۔[۹]

حاصل کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو آنکھیں دی ہیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور دو ہونٹ دیئے ہیں جن سے وہ اپنے منہ کو گرد وغبار سے بچاتا ہے اور ایک زبان دی ہے جس سے وہ بات کرتا ہے۔

☆ ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اگر تیری زبان کسی حرام بات کرنے کا مطالبہ کرے تو میں نے تجھے دو غلاف (یعنی دو ہونٹ) دیئے ہیں تو ان کو بند کردے (تاکہ تیری زبان حرام بات نہ کرسکے) اور اگر تیری آنکھ کسی حرام چیز کو دیکھنے کا مطالبہ کرے تو میں نے تجھے دو غلاف (یعنی دو پلکیں) دی ہیں تو ان کو بند کردے (تاکہ تیری آنکھ حرام چیز کو نہ دیکھ سکے)۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۸)

[۷] اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں دیں اور پھر اسے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ نہیں دیا کہ وہ صحرا میں بھٹکتا پھرے بلکہ اس کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے جنہوں نے اس کو خیر وشر کے دونوں راستے دکھائے اور ساتھ ان کا انجام بھی بتادیا کہ اگر اس نے خیر کا راستہ اختیار کیا تو وہ جنت میں جائے گا اور اگر اس نے شر کا راستہ اختیار کیا تو وہ جہنم میں جائے گا، اب فیصلہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرکے کہاں جانا چاہتا ہے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارے لئے دو راستے ہیں، ایک خیر کا راستہ اور دوسرا شر کا راستہ، پس تو خیر کا راستہ چھوڑ کر شر کا راستہ کیوں پسند کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۱۰)

[۸] پہاڑ کے دشوار گزار راستہ کو گھاٹی (عقبہ) کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خیر کے راستے کو گھاٹی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس میں انسان کو اپنی خواہش اور خود نمائی کے خلاف خرچ کرنا ہوتا ہے اور دنیا پرست لوگ چونکہ صرف خودنمائی کے لئے خرچ کرتے ہیں اس لئے وہ خیر کا راستہ اختیار نہیں کرتے۔

[۹] آیات نمبر ۱۳ تا ۱۶ میں خیر کے ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق مال ودولت سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو مال کی فراوانی عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کرے۔ عرب میں عرصہ دراز سے غلامی کا رواج تھا اور اس کو فوری طور پر ختم کرنا تو مشکل تھا مگر اسلام نے ان کو آزاد کرنے پر اجر وثواب کی بشارتیں دیں اور کئی کفاروں میں

اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ﴿۱۴﴾ ۱۴۔ یا بھوک والے دن (غریبوں کو) کھانا کھلانا ہے۔[۱۰]

غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ غلامی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آج دنیائے اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کا وجود نظر نہیں آتا۔

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا۔ (مسلم: ۳۷۹۵: کتاب العتق: باب ۵)

☆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے سوال کیا: یا رسول اللہ! مجھے وہ عمل بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام آزاد کر یا اسے آزاد کرانے میں اس کی مدد کر۔

(شعب الایمان: ۴۳۳۵: باب فی العتق: جلد ۴: ص ۶۵)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے معاذ! کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں کی (یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ فعل غلام آزاد کرنا ہے اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل طلاق ہے)۔(مشکوۃ المصابیح: ۳۲۹۴: کتاب النکاح: باب الخلع والطلاق، سنن دار قطنی: ۳۹۳۹: کتاب الطلاق: جلد ۴: ص ۲۳)

[۱۰] نادار لوگوں کو کھانا کھلانے میں بڑا اجر و ثواب ہے لیکن قحط سالی کے ایام میں بھوکے کو کھانا کھلانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

کھانا کھلانے کی فضیلت

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی ننگے مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو کستوری کی سربہ مہر شراب پلائے گا۔

(ابوداؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوۃ: باب ۴۱)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص کامل مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ۴۹۹۱: کتاب الآداب: باب الشفقۃ: فصل ثالث)

☆ محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغفرت کے موجبات سے یہ ہے کہ بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا جائے۔

(کنز العمال: ۱۶۳۰۷: جلد ۶: ص ۴۲۴)

☆ حبان بن ابی جبلہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صدقہ سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ آسمان پر چڑھتا

يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ یتیم کو جو رشتہ دار ہے۔[۱۱]

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ یا مسکین کو جو خاک نشین (بے گھر) ہے۔[۱۲]

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے[۱۳] اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔[۱۴]

ہے وہ یہ ہے کہ انسان بہت عمدہ کھانا تیار کرے اور پھر اپنے (مسلمان) بھائیوں کو کھلائے۔

(کنز العمال: ۱۶۳۶۹: جلد ۶: ص ۴۲۳)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اسلام کا کون سا کام سب سے اچھا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر ایک کو سلام کرو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں۔

(بخاری: ۱۲: کتاب الایمان: باب ۶)

☆ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے کھجور اور دودھ ملا کر حلوہ بنایا، اسی اثنا میں ایک مسکین آ گیا، آپ نے وہ حلوہ اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا، اہل مجلس میں سے کسی نے کہا: امیر المومنین! اس لذیذ حلوے کی قدر یہ بے چارہ مسکین کیا سمجھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: لیکن مسکین کا رب تو جانتا ہے کہ یہ کیا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰: جلد ۵: ص ۴۱۱)

[۱۱] ہر یتیم کی کفالت میں بڑا ثواب ہے لیکن جب یتیم رشتہ دار ہو تو اس کی کفالت کا دوگنا ثواب ہے، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ یتیم کی کفالت کے لئے سورہ فجر (۸۹) کی آیت نمبر ۱۷ کا حاشیہ نمبر ۱۱ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۲] اس سے مراد انتہائی مسکین ہے جس کے پاس رہنے کے لئے اپنا گھر تک نہ ہو اور زمین پر سو کر رات بسر کرتا ہو۔ مسکین کی مدد کے لئے اسی سورت کا حاشیہ نمبر دس اور سورہ فجر (۸۹) کی آیت نمبر ۱۸ کا حاشیہ نمبر ۱۲ ملاحظہ فرمائیں۔

[۱۳] اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: تمام اعمال خیر کی قبولیت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو۔ (تفسیر قرطبی: سورہ بلد (۹۰): زیر آیت نمبر ۱۷) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایماندار ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے، انہیں وہاں بے حساب رزق دیا جائے گا۔ (قرآن: ۴۰:۴۰)

[۱۴] اس آیت میں اسلامی معاشرے کی ایک بنیادی خصوصیت کی نشاندہی کی گئی ہے یعنی اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ دین کے راستہ میں مشکلات پر خود بھی صبر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور مصائب کے وقت خود بھی دوسروں پر رحم کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی رحم کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے اعمالنامے ان کے

دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

نصیحت کرنا

☆ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین، نصیحت (یعنی خیر خواہی کا نام) ہے۔ ہم نے عرض کیا: کس کے لئے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ، قائدین امت اور عام مسلمانوں کے لئے (خیر خواہی کرنا)۔ (مسلم: ۱۹۶: کتاب الایمان: باب ۲۳)

نصیحت سے مراد اخلاص اور خیر خواہی ہے۔ اسلام کے ہر کام میں اخلاص اور خیر خواہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لایا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ اس کی کتاب کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا علم حاصل کر کے اس کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی رسالت کی تصدیق کی جائے اور ان کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ قائدین امت کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان کے قول وفعل میں اسلام جلوہ گر ہو ان کی فرماں برداری کی جائے اور عام مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں بلکہ اس کے بغیر تو ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری: ۱۳: کتاب الایمان: باب ۷) بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں نبی ﷺ نے فرمایا: وأن تُحبّ للنّاس ماتحب لنفسک وتکرہ لھم ماتکرہ لنفسک وأن تقول خیرًا أو تصمت۔ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہ ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اور بھلائی کی بات کرو یا خاموش رہو۔

(مسند احمد: ۲۲۴۸۳: جلد ۵: ص ۲۴۷)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس شرط پر مسلمان کیا کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔ انہوں نے یہ شرط قبول کر کے اسلام کی بیعت کی اور پھر زندگی بھر خیر خواہی کا دامن نہیں چھوڑا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے آپ کے لئے ایک بہترین گھوڑا صرف تین سو میں خریدا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب وہ گھوڑا دیکھا تو آپ گھوڑے کے مالک کے پاس آئے اور اس سے کہا: دراصل آپ کا گھوڑا تین سو کا نہیں بلکہ آٹھ سو کا ہے (ممکن ہے آپ کو اس کی قیمت کا علم نہ ہو یا آپ کو جلد بیچنے کی کوئی مجبوری ہو مگر میں آپ کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا، چنانچہ) حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اس کو پانچ سو مزید ادا کئے اور کہا:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا۔ (عمدۃ القاری: جلد اول: ص ۳۲۳) یا اللہ! آج ہمیں بھی ایسی ہی خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ کوئی مسلمان کسی کی نادانی، سادگی یا مجبوری سے غلط فائدہ نہ اٹھائے۔ آمین!

صبر کرنا

☆ حضرت صہیب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم: ۲۹۹۹: کتاب الزھد: باب ۱۳) اہل علم کہتے ہیں: جس نعمت کے بعد شکر اور مصیبت کے بعد صبر کی توفیق ملے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں اور جس نعمت کے بعد تکبر اور مصیبت کے بعد بے صبری کی نوبت آجائے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

رحم کرنا

☆ حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری: ۷۳۷۶: کتاب التوحید: باب ۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی ﷺ کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ کے پاس اس وقت اقرع بن حابس حاضر تھا۔ اقرع نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
(بخاری: ۵۹۹۷: کتاب الادب: باب ۱۸)

☆ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک عمر رسیدہ شخص نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حاضرین نے اس کو بیٹھنے کی جگہ دینے میں سستی کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑے کی عزت نہ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی: ۱۹۱۹: ابواب البر: باب ۱۵)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ (ترمذی: ۱۹۲۴: ابواب البر: باب ۱۶)

☆ حضرت نعمان بن بشیر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مومنوں کو آپس میں رحم، محبت اور ہمدردی کے معاملہ میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے، جب ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بیدار رہتا ہے اور بخار محسوس کرتا ہے۔
(بخاری: ۶۰۱۱: کتاب الادب: باب ۲۷)

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مومن، دوسرے مومن کے لئے دیوار کی طرح ہے

أُولَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ ۝١٨

۱۸۔ وہی لوگ دائیں طرف والے ہیں۔

وَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِنَا هُمۡ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ ۝١٩

۱۹۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہی لوگ بائیں طرف والے ہیں۔ [۱۵]

عَلَيۡهِمۡ نَارٞ مُّؤۡصَدَةُۢ ۝٢٠ ع ۱۵

۲۰۔ ان پر آگ چھائی ہوئی ہوگی۔

کیونکہ اس کا ہر حصہ دوسرے حصہ کو تقویت دیتا ہے، پھر اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل کیا۔

(بخاری: ۶۰۲۶: کتاب الادب: باب ۳۶)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ہی اس کو بے یار ومددگار چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے مصائب دور کردے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(بخاری: ۲۴۴۲: کتاب المظالم: باب ۳)

[۱۵] جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں ان کے اعمالنامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، پھر انہیں جہنم کی آگ میں پھینک کر جہنم کے دروازے بند کردیئے جائیں گے اور وہ ہمیشہ اسی آگ میں رہیں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز ہفتہ ۲۵ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۹ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۴ تا ۲۵ دسمبر یعنی ایک دن میں سورہ بلد کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الشمس (۹۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''شمس'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

کامیابی اور ناکامی کا دارومدار

اس سورت کے ابتدائی آدھے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے متعدد قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید کے ساتھ جس حقیقت کو آشکارا کیا وہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو کفر و شرک سے پاک کرلیا وہ فلاح پائے گا اور جس نے اپنے آپ کو گناہوں میں مبتلا کرلیا وہ ناکام و نامراد ہوگا۔

قوم ثمود کا قصہ

اس سورت کے آخری آدھے حصہ میں کفار مکہ کو قوم ثمود کی سرکشی اور ان کے دردناک انجام کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں قوم ثمود کے تباہ شدہ مکانات دیکھ چکے تھے اور اس کی تباہی و بربادی کے قصے بھی عرب میں بہت مشہور تھے۔ اس قصہ کے ذریعہ کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہوسکتا ہے، لہٰذا قوم ثمود سے عبرت حاصل کرو اور اپنے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اٰیاتہا ۱۵ ۹۱ سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۶ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱
۱۔ قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲
۲۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ (غروبِ) آفتاب کے بعد آئے۔[۱]

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳
۳۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو ظاہر کرے۔[۲]

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴
۴۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو ڈھانپ لے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵
۵۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس (ذات اقدس) کی جس نے اسے بنایا۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶
۶۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس (ذات اقدس) کی جس نے اسے بچھایا۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷
۷۔ اور قسم ہے نفس کی اور اس (ذات اقدس) کی جس نے اسے درست بنایا۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸
۸۔ پھر اس (نفس) کو اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کی سمجھ عطا فرمائی۔[۳]

---

[۱] آفتاب کے بعد آنے سے مراد یہ ہے کہ قمری مہینہ کے ابتدائی نصف میں سورج غروب ہونے کے بعد چاند نمودار ہوتا ہے۔

[۲] یعنی دن، سورج کو ظاہر کر دیتا ہے اور رات اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔

[۳] قسم ہے نفس کی اور اس ذات اقدس کی جس نے انسان کے ظاہری اعضاء اور اس کے دل و دماغ وغیرہ کو بڑے حسین اور متوازن طریقہ پر پیدا کیا اور پھر اسے خیر و شر کے دونوں راستوں کی سمجھ عطا فرمائی اور انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعہ ان دونوں راستوں کے انجام سے بھی آگاہ فرمایا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾

۹۔ بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (گناہوں سے) پاک کرلیا۔ [۴]

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾

۱۰۔ اور بے شک وہ شخص نا کام ہو گیا جس نے اس (نفس) کو (گناہوں میں) ملوث کرلیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾

۱۱۔ ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث (اپنے نبی) کو جھٹلایا۔ [۵]

---

[۴] اللہ تعالیٰ نے متعدد قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید کے ساتھ جس حقیقت کو آشکارا کیا وہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ فلاح پائے گا اور جس نے اپنے آپ کو گناہوں میں مبتلا کرلیا وہ ناکام و نامراد ہوگا۔

[۵] اس سورت کے آخری حصہ میں کفار مکہ کو قوم ثمود کی سرکشی اور ان کے دردناک انجام کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں قوم ثمود کے تباہ شدہ مکانات دیکھ چکے تھے اور اس کی تباہی و بربادی کے قصے بھی عرب میں بہت مشہور تھے۔ اس قصہ کے ذریعہ کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر تم بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے، لہٰذا قوم ثمود سے عبرت حاصل کرو اور اپنے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ قوم ثمود کے احوال پیچھے کئی مقامات پر گزر چکے ہیں، یہاں پر بھی اس کا مختصر قصہ ملاحظہ فرمائیں:

قوم ثمود کے لوگ مشرک تھے اور حجاز اور شام کے درمیان آباد تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو پتھر کی اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے اونٹنی ظاہر فرما دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: یہ اونٹنی میری نبوت کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، لہٰذا تم اس کو آزاد چھوڑ دو جہاں سے اس کا جی چاہے کھاتی پھرے، کوئی اس کو تنگ نہ کرے۔ نیز حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کو یہ بھی آگاہ کر دیا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن قوم ثمود یعنی ہر ایک فریق اپنی باری والے دن پانی پیئے گا اور دوسرے کی باری میں مداخلت نہیں کرے گا، ورنہ تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تھی تو وہ سارا پانی پی جاتی تھی اور اس دن لوگ پانی کی مقدار کے برابر اس اونٹنی کا دودھ دوہتے اور پیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قمر (۵۴): زیر آیت نمبر ۲۸) یہ اونٹنی ان کے لئے بڑی نعمت تھی۔ وہ ایک دن پانی پیتے اور دوسرے دن مفت میں اس اونٹنی کا دودھ پیتے مگر انہوں نے اس نعمت کی ناقدری کی اور ایک دن اپنے ایک بڑے بدبخت ساتھی یعنی قُدار بن سالف کو تیار کیا تاکہ وہ اس اونٹنی کو مار ڈالے، چنانچہ اس نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔ چونکہ اس گناہ میں پوری قوم اس بدبخت کے ساتھ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ

اِذِ انۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾	۱۲۔ جب اس قوم کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾	۱۳۔ (حالانکہ) اللہ تعالیٰ کے رسول نے انہیں بتادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی حفاظت کرنا۔
فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾	۱۴۔ پھر بھی انہوں نے رسول کو جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر ہلاکت نازل کی اور پوری بستی کو (خاک میں ملا کر) برابر کر دیا۔
وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع	۱۵۔ اور اللہ تعالیٰ کو ان کے تباہ کن انجام سے کوئی خوف نہیں ہے۔[۶]

نے ان پر عذاب نازل کیا اور ساری بستی کو خاک میں ملا کر برابر کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون تھا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ بعد والوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہوگا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا قاتل سب سے زیادہ بدبخت ہوگا۔ (تفسیر قرطبی (سورہ شمس (۹۱): زیر آیت نمبر ۱۲)

[۶] یعنی قوم ثمود کو تباہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو یہ کوئی خطرہ نہیں ہے کہ کوئی طاقت اللہ تعالیٰ سے اس کا بدلہ لے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور کسی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلہ کو چیلنج کر سکے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ شمس کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الّیل (۹۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''الّیل'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اعمال کی دو قسمیں ہیں

آیات نمبر ۱ تا ۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھا کر فرمایا کہ جس طرح دن اور رات اور نر اور مادہ دو مختلف اور متضاد چیزیں ہیں اسی طرح انسان کے اعمال بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ بعض اعمال ایسے ہیں جو انسان کو جنت کا مستحق بناتے ہیں، مثلاً جو شخص توحید کی تصدیق کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اور بعض اعمال ایسے ہیں جو انسان کو جہنم کا مستحق بنا دیتے ہیں، مثلاً جو شخص توحید کو جھٹلاتا ہے، آخرت سے بے پرواہی کرتا ہے اور مال میں بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور بالآخر وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔

بھڑکتی ہوئی آگ

آیات نمبر ۱۲ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کیا ہے، اس کے باوجود جو توحید کو جھٹلاتا ہے اور آخرت سے بے پرواہی کر کے جہنم میں جا گرتا ہے تو اس سے بڑا بدبخت اور کون ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا

آیات نمبر ۱۷ تا ۲۱ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کی مخلوق پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، کسی کے احسان کا بدلہ دینے کے لئے نہیں بلکہ اپنے آپ کو پاک کرنے اور اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتا ہے تو یہی وہ خوش نصیب ہے جس پر اس کا رب راضی ہوگا، اس کو جہنم سے دور رکھے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

ایاتہا ۲۱ ۹۲ سورۃ الیل مکیۃ ۹ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝١ ۱۔ قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢ ۲۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝٣ ۳۔ اور قسم ہے اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝٤ ۴۔ بے شک تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے۔[۱]

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝٥ ۵۔ پس جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور پرہیزگاری اختیار کی۔[۲]

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦ ۶۔ اور اس نے اچھی بات کی تصدیق کی۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ ۷۔ تو ہم عنقریب اس کو آسان راستے پر ڈال دیں گے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝٨ ۸۔ لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ رہا۔[۳]

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے رات، دن اور مرد و عورت کی تخلیق کی قسم کھانے کے بعد جس حقیقت کو آشکارا فرمایا وہ یہ ہے کہ جس طرح دن اور رات اور نر اور مادہ دو مختلف اور متضاد چیزیں ہیں اسی طرح تمہارے اعمال بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ تم میں سے بعض کے اعمال تمہیں جہنم میں لے جائیں گے اور بعض کے اعمال تمہیں جنت میں لے جائیں گے، لہٰذا تم ایک جیسے نہیں ہو سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت والے ہی کامیاب ہیں۔ (قرآن: ۵۹:۲۰)

[۲] ان آیات میں ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کو جنت کا مستحق بناتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور اچھی بات یعنی توحید کی تصدیق کرتا ہے تو ہم بھی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیں گے۔ حضرت ابن عباس اور ضحاک بیان کرتے ہیں: اچھی بات سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورۃ الیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۶)

[۳] ان آیات میں ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو انسان کو جہنم کا مستحق بناتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اس کی راہ

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿٩﴾	۹۔ اور اس نے اچھی بات کو جھٹلایا۔
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿١٠﴾	۱۰۔ تو ہم عنقریب اس کو مشکل راستے پر ڈال دیں گے۔
وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿١١﴾	۱۱۔ اور جب وہ ہلاکت (کے گڑھے) میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آسکے گا۔
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿١٢﴾	۱۲۔ بے شک رہنمائی کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ [۴]
وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿١٣﴾	۱۳۔ اور بے شک ہم ہی آخرت اور دنیا کے مالک ہیں۔
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿١٤﴾	۱۴۔ پس میں نے تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کر دیا ہے۔
لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾	۱۵۔ اس میں صرف وہی داخل ہو گا جو بڑا بدبخت ہے۔ [۵]
الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾	۱۶۔ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾	۱۷۔ اور اس (دوزخ) سے اس شخص کو دور رکھا جائے گا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ [۶]

میں خرچ نہیں کرتا، آخرت کے عذاب سے بے پرواہی کرتا ہے اور توحید کو جھٹلاتا ہے تو ہم بھی اس کے لئے جہنم کا راستہ آسان کر دیں گے اور جب وہ جہنم میں گرے گا تو اس کا مال اسے جہنم سے نہ بچا سکے گا۔

[۴] ہم نے انسان کو پیدا کر کے اس کی رہنمائی کی ذمہ داری لی تھی، چنانچہ ہم نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیج کر انسان کی رہنمائی کا وعدہ پورا کر دیا، اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ باطل کو چھوڑ کر حق کا راستہ اختیار کرے اور اگر وہ حق کا راستہ اختیار نہیں کرے گا تو وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ ہی وہ ہماری گرفت سے بچ سکتا ہے کیونکہ دنیا و آخرت میں ہماری ہی حکومت ہے اور ہم مناسب وقت پر اس کے کرتوتوں کی اسے سزا دیں گے۔

[۵] ہم نے تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے آگاہ کر دیا تھا، اس کے باوجود جو توحید کو جھٹلاتا ہے اور آخرت سے بے پرواہی کر کے جہنم میں جا گرتا ہے تو اس سے بڑا بدبخت اور کون ہوگا۔

[۶] ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کی مخلوق پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، کسی کے احسان کا بدلہ

دینے کے لئے نہیں بلکہ اپنے آپ کو پاک کرنے اور اپنے رب کی رضاجوئی کے لئے خرچ کرتا ہے تو یہی وہ خوش نصیب ہے جس پر اس کا رب راضی ہوگا، اس کو جہنم سے دور رکھے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔

ان آیات کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ہمارے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
(تفسیر کبیر: سورہ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۱۷)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس سورت کی آخری آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں، انہوں نے چھ یا سات غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا تھا، ان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان سے کسی بدلہ یا شکریہ کی خواہش نہیں تھی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے انہیں آزاد کرایا تھا۔
(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۱۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے اپنی دولت خرچ کی۔ ہجرت سے پہلے نومسلم غلاموں اور کنیزوں کو ان کے کافر مالکوں سے خرید کر آزاد کرایا اور ہجرت کے بعد اپنی بقیہ دولت بھی اسلام کی خاطر صرف کر دی حتیٰ کہ غزوہ تبوک کے موقع پر اپنے گھر کا سارا سامان بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈھیر کر دیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑا پرہیزگار قرار دیا ہے اور یہ درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (قرآن ۴۹: ۱۳)

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے اور ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا اور سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ (صفوۃ التفاسیر، تفسیر قرطبی)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال کیا اس کا درجہ ان سے بلند ہے جنہوں نے یہ دونوں کام فتح مکہ کے بعد کئے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے لئے نمایاں خرچ کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور اسلام کے لئے نمایاں قتال کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کے ذکر کو قتال کرنے والے کے ذکر پر مقدم کیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ نیز خرچ کرنا باب رحمت سے ہے اور قتال کرنا باب غضب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے، لہٰذا خرچ کرنے والا قتال کرنے والے سے آگے ہے۔ بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے مگر ان کا خرچ کرنا اسی وقت ثابت ہوگا

جب انہوں نے بڑے بڑے مواقع پر نمایاں مال خرچ کیا ہو جبکہ یہ چیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت ہے اور انہوں نے ہی اسلام کے لئے سب سے پہلے قتال کیا کیونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اور اس وقت وہ قتال کرنے والے نہیں تھے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت سب سے آگے بڑھ کر اسلام کا دفاع کرتے تھے حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ لڑتے لڑتے موت کے قریب تک پہنچے۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مشرکین، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذیت دے رہے تھے اور پھر بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ احد، احد (یعنی اللہ ایک ہے) کی آواز بلند کر رہے تھے۔ اس اثنا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور فرمایا: جس احد یعنی اللہ تعالیٰ کا تم نام لے رہے ہو وہ تمہیں اس ظلم سے نجات دے گا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے تنگ کیا جا رہا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا سمجھ گئے، اسی وقت اپنے گھر لوٹے اور ایک رطل سونا لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مالک امیہ بن خلف کے پاس گئے اور اس سے کہا: کیا تو بلال کو بیچنا چاہتا ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا کر کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور آزاد کر دیا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔
(تفسیر قرطبی: سورہ الیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۱۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی گروہ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور پھر کوئی اور ان کی امامت کرائے۔ (ترمذی: ۳۶۷۳: ابواب المناقب: باب ۴۲)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی ہم پر کوئی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، کیونکہ ان کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ ان کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا، اور کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا۔ اگر مجھے کوئی خلیل بنانا ہوتا تو میں یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا مگر غور سے سن لو! تمہارا صاحب اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔
(ترمذی: ۳۶۶۱: ابواب المناقب: باب ۳۴)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں مجھے فرمایا: میرے لئے اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں (ان کے لئے) ایک مکتوب لکھ دوں۔ کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میں ہی (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو مسترد کر دیں گے۔ (مسلم: ۶۱۸۱: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۱)

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو

گئی تھی تو آپ ﷺ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نرم دل ہیں، جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ رو پڑیں گے اور وہ قرآن نہیں پڑھ سکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر پہلے کی طرح عرض کیا: آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ نبی ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے باہر نکلے اور میں آپ کو دیکھ رہی تھی، آپ ﷺ پیر گھسیٹ کر چل رہے تھے جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نمازیوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔

(بخاری: ۷۱۲: کتاب الاذان: باب ۶۷)

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم دوزخ سے اللہ تعالی کے عتیق (آزاد کردہ) ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: اس دن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عتیق پڑ گیا۔ (ترمذی: ۳۶۷۹: ابواب المناقب: باب ۴۶)

۶۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم پھر آنا۔ اس نے کہا: آپ فرمائیں، اگر میں آؤں اور پھر آپ کو نہ پاؤں؟ گویا وہ یہ کہہ رہی تھی کہ آپ کی وفات ہو چکی ہو تو پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔

(بخاری: ۳۶۵۹: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ: باب ۵)

۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم غار میں بھی میرے صاحب تھے اور حوض پر بھی میرے صاحب ہو گے۔ (ترمذی: ۳۶۷۰: ابواب المناقب: باب ۳۹)

۸۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مولود کی ناف پر اس مٹی کا رنگ چڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے، اور آخری عمر میں انسان کو اسی مٹی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا حتی کہ اس مٹی میں اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، بے شک میں (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) ایک مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔ (کنز العمال: ۳۲۶۷۳: جلد ۱۱: ص ۵۶۵)

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے۔ ابو عاصم نے کہا: تم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اس جیسی فضیلت نہیں پا سکو گے کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ ﷺ کی مٹی سے ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹: جلد ۲: ص ۳۱۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۵۳۱: جلد ۳: ص ۵۱۵)

۱۰۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷜ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ حضرت ابوبکر ﷜ اور حضرت عمر ﷜ بھی ادھر آتے دکھائی دیئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں سب پہلے اور پچھلے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے (کیونکہ نبیوں کا مرتبہ ان سے بلند ہے) اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔ (ترمذی: ۳۶۶۵: مناقب: باب ۱۶) دوسری روایت میں اس طرح ہے: اے علی! جب تک یہ دونوں زندہ ہیں ان کو نہ بتانا۔

(ابن ماجۃ: ۹۵: کتاب السنۃ: باب ۱۱)

۱۱۔ حضرت ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر ﷜ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تاکہ آپ (کے چہرہ) کو دیکھتا رہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! بے شک میری امت میں آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابوداؤد: ۴۶۵۲: کتاب السنۃ: باب ۸)

۱۲۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ﷜، عمر ﷜، عثمان ﷜، علی ﷜، طلحہ ﷜، زبیر ﷜، عبدالرحمان بن عوف ﷜، سعد بن ابی وقاص ﷜، سعید بن زید ﷜ اور ابوعبیدہ بن الجراح ﷜ جنت میں جائیں گے۔ (ترمذی: ۳۷۴۷: مناقب: باب ۲۵)

۱۳۔ حضرت عمر ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ بعض صحابہ کو بادشاہوں کی طرف بھیجوں تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں جس طرح عیسیٰ ﷤ نے اپنے حواریوں کو بھیجا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا: آپ ابوبکر اور عمر کو کیوں نہیں بھیجتے کیونکہ وہ اچھے طریقہ سے تبلیغ کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: مجھے ان کی ضرورت ہے کیونکہ دین میں ان کا وہی درجہ ہے جو جسم میں آنکھ اور کان کا ہے۔ (کنزالعمال: ۳۲۶۷۴: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

۱۴۔ حضرت علی ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسلام میں کوئی بچہ حضرت ابوبکر ﷜ اور حضرت عمر ﷜ سے زیادہ پاک، صاف اور فضیلت والا پیدا نہیں ہوا۔ (کنزالعمال: ۳۲۶۸۵: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

۱۵۔ حضرت ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکر ﷜ اور حضرت عمر ﷜ آسمان و زمین والوں سے بہتر ہیں بلکہ قیامت تک آنے والوں سب سے بہتر ہیں۔ (کنزالعمال: ۳۲۶۸۶: جلد ۱۱: ص ۵۶۷)

۱۶۔ حضرت سفینہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسجد بنائی تو ابوبکر ﷜ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو رکھ دیا، پھر عمر ﷜ ایک پتھر لے آئے اور اس کو رکھ دیا، پھر عثمان ﷜ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کو رکھ دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد یہ (تینوں یکے بعد دیگرے) حکمران ہوں گے۔ (مستدرک للحاکم: ۴۲۸۴: جلد ۳: ص ۱۴) امام حاکم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۱۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر منی وانا منہ و ابوبکر اخی فی الدنیا

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾

۱۸۔ جو اپنے آپ کو پاک کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾

۱۹۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾

۲۰۔ بلکہ محض اپنے رب برتر کی رضا کا طالب ہے۔

وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾ ع

۲۱۔ اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔[۷]

والآخرۃ۔ ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(کنز العمال: ۳۲۵۰۰: جلد ۱۱: ص ۵۴۴)

۱۸۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابودرداء! کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! نبیوں اور رسولوں کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہیں ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوا ہو۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵۶)

۱۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت میری امت پر واجب ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵۶)

۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کریں۔

(السیرۃ الحلبیۃ: جلد ۲: ص ۵۶)

۲۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر اہل آسمان سے اور دو وزیر اہل زمین سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر اہل آسمان سے جبرائیل و میکائیل ہیں اور اہل زمین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ترمذی: ۳۶۸۰: ابواب المناقب: باب ۱۷، کنز العمال: ۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

نوٹ: گزشتہ سورتوں میں مختلف مقامات پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث درج تھیں ان کو وہاں سے کاپی کر کے اس جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے، البتہ افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سورہ فتح (۴۸) کی آیت نمبر ۲۹ کا حاشیہ نمبر ۳۴ ملاحظہ فرمائیں۔

[۷] اس آیت کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی ہو جائے گا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر جنت میں اپنی

نعمتوں کی ایسی بارش برسائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے رب سے راضی ہو جائیں گے۔(تفسیر قرطبی: سورہ الّیل (۹۲): زیر آیت نمبر ۲۱) اور یہ اس خوش خبری کی برکت ہے جو اگلی سورت میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے رہا ہے یعنی: عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (قرآن: ۹۳:۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے چغہ پہنا ہوا تھا جس کو کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا تھا۔ اس اثناء میں جبریل امین علیہ السلام آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پڑھ سنایا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا چغہ پہنا ہوا ہے جس کو کانٹوں سے جوڑا گیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتح سے پہلے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں اور ان سے پوچھیں: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ جبریل امین علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں اور تیرا رب تجھ کو فرماتا ہے: کیا تو اس فقر و تنگ دستی پر مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے رب پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تجھے فرماتا ہے: بے شک میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں جس طرح تو مجھ سے راضی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جبریل امین علیہ السلام نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! جب سے آپ کے یار نے چغہ پہنا ہے حاملین عرش بھی اسی قسم کے چغے پہنے ہوئے ہیں۔

(تفسیر منیر، تفسیر قرطبی: سورۃ الحدید (۵۷): زیر آیت نمبر ۱۰)

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے — خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۲۶ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں سورۃ الّیل کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الضحیٰ (۹۳)

یہ سورت مکی ہے،اس کا نام ''ضحیٰ'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور دو یا تین راتیں نماز تہجد کے لئے نہ اٹھے۔ آپ ﷺ کی چچی ام جمیل جو کہ ابولہب کی بیوی تھی اور اس کا گھر نبی کریم ﷺ کے گھر کے متصل تھا، اس گستاخ عورت نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ان کا رب ان سے ناراض ہو کر ان کو چھوڑ گیا ہے اور دو یا تین راتوں سے ان کے پاس نہیں آیا اس لئے یہ رات کو نہیں اٹھے۔ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جب چند دنوں کے لئے آپ ﷺ پر وحی کا آنا رک گیا تو ابولہب کی بیوی نے یہ کہا تھا: اے محمد! میرا گمان ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا ہے تو اس کے رد میں یہ سورت نازل ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں کھا کر فرمایا: میرے پیارے نبی ﷺ! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ اس سورت کا آغاز اسی خوش خبری سے ہوا ہے۔

ہر لحظہ ترقی پذیر

آیات نمبر ۴ تا ۵ میں اللہ تعالیٰ نے دوسری خوش خبری یہ سنائی کہ دنیا و آخرت میں ہر لحظہ آپ کی شان ترقی پذیر رہے گی اور دونوں جہان میں آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

بعثت سے پہلے کے انعامات

آیات نمبر ۶ تا ۸ میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی یاد دہانی کرائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعثت سے پہلے عطا فرمائی تھیں یعنی آپ یتیم تھے آپ کو مہربان دادا اور چچا کی کفالت عطا فرمائی، آپ میری محبت میں وارفتہ تھے تو آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دیا اور آپ مالی طور پر حاجت مند تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی کے ذریعہ آپ کو غنی کر دیا۔

تعلیم و تربیت

آیات نمبر ۹ تا ۱۰ میں معاشرہ کے نادار اور بے کس لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور سختی کے بجائے نرمی کا سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا، سو بہت اچھا ادب سکھایا۔

(الجامع الصغیر: ۳۱۰: جلد اول: ص ۲۵، کنز العمال: ۳۱۸۹۵: جلد ۱۱: ص ۴۰۶)

نعمتوں کا تذکرہ

اس سورت کی آخری آیت میں آپ ﷺ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن انعامات سے نوازا ہے آپ ان کا تذکرہ کیا کریں تاکہ لوگوں کو آپ کی شان کا علم ہو اور وہ آپ پر ایمان لائیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم برطانیہ

قبل از فجر بروز منگل ۲۸ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۲ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۱۱ — ۹۳ سورۃ الضحیٰ مکیۃ ۱۱ — رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ ۱۔ قسم ہے چاشت کے وقت کی۔[1]

[1] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں کھائی ہیں یعنی چاشت کے وقت کی قسم جب سورج طلوع ہو کر خاصا بلند اور بالکل نمایاں ہو جاتا ہے اور ہر طرف اپنی روشنی پھیلا دیتا ہے اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی ہر طرف چھا جاتی ہے۔

چاشت اور رات سے کیا مراد ہے

۱۔ چاشت سے مراد نبی کریم ﷺ کا ظاہر ہے جس میں مخلوق نے آپ ﷺ کا کوئی عیب نہیں دیکھا اور رات سے مراد آپ ﷺ کا باطن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا کوئی عیب نہیں دیکھا۔ (تفسیر کبیر: سورہ ضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۱) گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کے ظاہر اور باطن کی قسم کھائی ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی (یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تمام مخلوق سے زیادہ مکرم ہے اور یہ آپ کی تعظیم اور تکریم کی انتہا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ حجر (۱۵): زیر آیت نمبر ۷۲)

۲۔ چاشت سے مراد نبی کریم ﷺ کا روشن چہرہ ہے اور رات سے مراد نبی کریم ﷺ کی سیاہ زلفیں ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ ضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۱) گویا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روشن چہرہ اور سیاہ زلفوں کی قسم کھائی ہے۔

چاشت کے وقت اور چہرہ مصطفیٰ ﷺ میں ایک بڑا حسین اور لطیف ربط ہے۔ جس طرح چاشت کے وقت سورج بالکل نمایاں ہو کر رات کی تاریکیوں کو ختم کر دیتا ہے اور چاند تاروں کی روشنی پر غالب آ کر ہر طرف اپنے نور کا سکہ بٹھا دیتا ہے، اسی طرح چہرہ مصطفیٰ ﷺ نے فاران کی چوٹی سے طلوع ہو کر باطل کی تاریکیوں کو ختم کر دیا اور دنیا کے حسینوں کو مات کرتے ہوئے ہر طرف اپنے حسن کا سکہ بٹھا دیا۔ آپ ﷺ کی شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔

جب تک سورج پردے میں ہوتا ہے تو دنیا میں چاند تاروں کی بہار ہوتی ہے، ان کی چمک اور روشنی ہی لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہوتی ہے مگر جب سورج طلوع ہوتا ہے تو چاند تارے مات کھا جاتے ہیں، اسی طرح جب تک چہرہ مصطفیٰ ﷺ پردے میں تھا تو کہیں حسن یوسف کے چرچے تھے، کہیں دم عیسیٰ کی مسیحائی تھی اور کہیں ید بیضا کی کرشمہ سازیاں تھیں مگر جونہی چہرہ مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر ہوا تو سب حسین ماند پڑ گئے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ پیدا ہوئے تو جنت کے خازن رضوان نے کہا: یا محمد! آپ کو

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲ ۲۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔

بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جو علم انفرادی طور پر عطا فرمایا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیئے ہیں، لہٰذا آپ کا علم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے۔ (مواہب لدنیہ: جلد اول: ص ۱۲۷)

چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی چند جھلکیاں

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے حفصۃ بنت رواحۃ سے سوئی اُدھار مانگی۔ میں اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سی رہی تھی کہ وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ میں نے اس کو تلاش کیا لیکن وہ مجھے نظر نہ آئی۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے تو آپ کے چہرے کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مجھے نظر آ گئی۔

(کنز العمال: ۳۵۴۹۲: جلد ۱۲: ص ۴۲۹)

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: جس روز سے ہم نے آپ ﷺ کو لیا ہم کو کبھی چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑی، آپ ﷺ کے چہرہ کی روشنی چراغ سے زیادہ نورانی تھی۔ اگر ہم کو کسی جگہ چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی تو ہم آپ ﷺ کو وہاں لے جاتے اور آپ ﷺ کے چہرے کی نورانیت سے وہ جگہ روشن ہو جاتی۔

(تفسیر مظہری: سورہ نور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۵)

☆ ایک سال قحط پڑا تو جناب ابو طالب حضرت محمد ﷺ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا کرنے کعبہ کے پاس پہنچے، کعبہ کی دیوار سے اپنی پشت لگائی اور حضرت محمد ﷺ کی انگلی پکڑ کر دعا کی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا، دعا مانگنے کی دیر تھی کہ فوراً ادھر ادھر سے بادل ہجوم کر آئے اور خوب موسلا دھار بارش برسی یہاں تک کہ وادیاں بہنے لگیں۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب ابو طالب نے یہ شعر کہا:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

وہ گورے رنگ والے (حضرت محمد ﷺ) جن کے رخ تاباں کے صدقے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیوہ عورتوں کی ناموس کے محافظ ہیں۔ (تفسیر مظہری: سورہ نور (۲۴): زیر آیت نمبر ۳۵)

☆ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک اور آپ کے سر مبارک میں چودہ سفید بال شمار کیے تھے۔ (مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۶۵)

حسن مصطفیٰ ﷺ کی چند جھلکیاں

حضرت جابر بن سمرہ ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک چاندنی رات میں نبی ﷺ کو دیکھا اس وقت آپ نے سرخ لباس پہنا ہوا تھا، میں رسول اللہ ﷺ اور چاند کو دیکھنے لگا تو میری نگاہ میں نبی ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

(ترمذی: ۲۸۱۱: ابواب الادب: باب ۴۷)

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ③ ۳۔ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔[۲]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

واحسن منک لم ترقط عینی — واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءًا من کل عیب — کأنک قد خلقت کما تشاء

(یارسول اللہ! آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمیل عورتوں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، گویا کہ آپ کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے جیسے آپ کی مرضی تھی۔) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی اس محدود زندگی میں کتنے حسین دیکھے ہوں گے؟ آیئے ذرا اس جبریل امین علیہ السلام سے پوچھتے ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر زمانے کے حسین ترین نبی کو دیکھا ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تمام روئے زمین کے مشارق اور مغارب کو الٹ پلٹ کر دیکھا، مجھے کوئی شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ملا۔
(معجم اوسط: ۶۲۸۱: جلد ۷: ص ۱۵۵، مجمع الزوائد: جلد ۸: ص ۲۱۷)

سارے جہاں کے خوب رو تیری قسم تیرے سوا — جچتے نہیں نگاہ میں اپنی نظر کو کیا کروں
چراغ مہر و ماہ لے کر فلک دن رات پھرتا ہے — اسے ثانی نہیں ملتا شہنشاہِ دو عالم کا
تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانیٔ محمد — ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا
رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا کوئی اور آئینہ — نہ ہماری چشمِ خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

[۲] حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور دو یا تین راتیں نمازِ تہجد کے لئے نہ اٹھے۔ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے محمد! میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے، دو یا تین راتوں سے میں نے اس کو تمہارے قریب آتے ہوئے نہیں دیکھا (کیونکہ آپ رات کی نماز کے لئے نہیں اٹھے)۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں، یعنی آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ (بخاری: ۴۹۵۰: کتاب تفسیر القرآن: سورۃ الضحیٰ (۹۳): باب ۱) علامہ خازن لکھتے ہیں: اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس عورت کا نام ام جمیل تھا اور وہ ابولہب کی بیوی تھی۔ (تفسیر الخازن) یہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھی اور اس کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے متصل تھا۔ اس گستاخ عورت نے جب یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ ان کے رب نے ان کے پاس آنا چھوڑ دیا ہے اور وہ ان سے ناراض ہو گیا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو اس عورت کے طعنہ کی تردید کی اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ پہلے چھوڑا ہے اور نہ آئندہ چھوڑے گا بلکہ آپ کی تعلیم و تربیت کر کے آپ کو ان بلندیوں تک پہنچائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور آپ کی وہ بلندیاں ہمیشہ ترقی پذیر رہیں گی۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰىؕ۝۴ ۴۔ اور بے شک ہر بعد والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔[۴]

[۴] یعنی میرے پیارے نبی! آپ کفار مکہ کی ایذا رسانی سے پریشان نہ ہوں اور صبر و استقامت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ جاری رکھیں، یہ کفار جو آج آپ کے خون کے پیاسے اور آپ کے مشن کے مخالف ہیں، بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور آپ کا ہر آنے والا دور آپ کے پہلے دور سے بہتر ہو گا۔ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فتوحات دکھائیں جو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت کو عطا فرمائے گا تو ان کو دیکھ کر نبی ﷺ خوش ہو گئے۔ اس وقت جبریل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے یعنی آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہو گی۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۴) اور یہ خوش خبری صرف دنیا تک محدود نہیں بلکہ میدان حشر کا تصور کرو، جب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے سب انسانوں کا جم غفیر ہو گا اور ہمارے پیارے نبی ﷺ مقام محمود یعنی شفاعت کبریٰ کے منصب پر فائز ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (قرآن: ۱۷:۷۹)

تقسیم ایوارڈز کا سب سے بڑا اجتماع

قیامت کے پچاس ہزار سالہ طویل ترین دن میں حساب و کتاب کا مرحلہ اور جنت و دوزخ کا فیصلہ تو بالکل مختصر وقت میں مکمل ہو جائے گا، باقی سارے دن میں کیا ہو گا؟ آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کرتے ہیں۔

میدان حشر کی گرمی اور سختی سے گھبرا کر سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: آپ ہم سب کے باپ اور سب سے پہلے نبی علیہ السلام ہیں، آج اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو۔ وہ فرمائیں گے: آج اللہ تعالیٰ جلال میں ہے مجھے تو خود اپنی فکر لاحق ہے، لہٰذا آپ اس سفارش کے لئے کسی اور کے پاس جائیں۔ سارے انسان مختلف انبیائے کرام علیہم السلام سے یہی جواب سنتے ہوئے آخر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پاس آئیں گے۔ رحمت عالم حضور اکرم ﷺ اس سفارش کی حامی بھر کر بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یا محمد ﷺ! اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم: ۱۹۳: کتاب الایمان: باب ۸۴) اس تفصیل کو ایک شعر میں ملاحظہ کریں!

خلیل و نجی، مسیح و صفی، سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

اس کے بعد حساب و کتاب شروع ہو گا اور بہت جلد مکمل ہو جائے گا۔ اب کفار مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے اور ان کے لئے جہنم کا اعلان ہو گا، مگر کفار کو کیا خبر کہ جن اہل ایمان کو وہ زندگی میں ستایا کرتے تھے ان کو جنت میں کیا ملے گا؟ کیونکہ کفار تو جنت میں جا نہیں سکیں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ میدان حشر میں ان کفار کے سامنے اہل ایمان کو ایوارڈز

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ ۝۵ ۵۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔[۴]

اور اعزازات سے نوازیں گے تا کہ کفار کو بھی اہل ایمان کی عظمتوں کا مشاہدہ ہو جائے۔

میرے خیال میں یہ خدائی ایوارڈز کی تقسیم کا سب سے بڑا اجتماع ہوگا جس میں انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے کافر اور مؤمن موجود ہوں گے۔ بنی نوع انسان کا اتنا بڑا اجتماع نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ قیامت کے بعد کبھی ہوگا۔ اس اجتماع میں اہل ایمان خواتین و حضرات، کمسن بچوں اور کمسن بچیوں کو ان کے مراتب کے مطابق نورانی کرسیاں، عرش کا سایہ، حق شفاعت، نورانی جبے اور نورانی تاج عنایت کئے جائیں گے۔ مگر اعلیٰ قسم کے ایوارڈز انبیائے کرام علیہم السلام کو ملیں گے جو نورانی منبروں پر تشریف فرما ہوں گے۔ اس سارے اجتماع میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شان نرالی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ ایوارڈ مقام محمود عطا فرما کر اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ نمبر ۱۷ :آیت نمبر ۷۹) اور آپ کی شفاعت سے گناہ گار اہل ایمان کی بخشش کا سلسلہ شروع ہوگا۔ وہ کیسا سہانا منظر ہوگا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

ذرا اس عظیم مرتبہ کو نگاہوں میں رکھیں اور پھر اس آیت کو دوبارہ پڑھیں یعنی آپ کی ہر بعد والی گھڑی پہلی سے بہتر ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقام محمود کی شان میں بھی ہر گھڑی اضافہ ہوتا رہے گا اور آخرت میں نہ آپ کی زندگی ختم ہوگی اور نہ ہی آپ کے ترقی درجات میں رکاوٹ آئے گی بلکہ ہر لمحہ آپ کے درجات میں ہمیشہ کے لئے ترقی ہوتی رہے گی۔

[۴] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ آپ کو اتنا دیا جائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے مگر اس چیز کا تعین نہیں فرمایا کہ وہ کیا دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دنیا و آخرت کی ہر خواہش پوری کرے گا۔ جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کریمانہ وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کے نفس کو کمال عطا فرمائے گا، آپ کو اولین اور آخرین کے علوم عطا فرمائے گا، آپ کی نبوت کو غلبہ اور آپ کے دین کو سربلندی عطا فرمائے گا ان فتوحات کے باعث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے زمانہ میں یا دوسرے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں حاصل ہوں گی اور اسلام کی دعوت زمین کے مشارق اور مغارب میں پہنچ جائے گی۔ نیز یہ وعدہ ان عنایات اور اعزازات کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گا جن کی حقیقت اور نہایت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۵)

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ⑥ — ٦۔ کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا، پھر اس نے (آپ کو) ٹھکانا دیا۔[۵]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (قرآن: ٩٣:۵) اور حدیث میں ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (٩٣): زیر آیت نمبر ۵)

امت کے لئے شفاعت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک ایسی دعا عطا کی جاتی ہے جس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھا ہوا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (مسلم: ٣٣٨: کتاب الایمان: باب ٨٦)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور کہا: ''اے اللہ! میری امت، میری امت۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، انہیں کیا چیز رلاتی ہے؟ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی فکر میں رو رہے ہیں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔

(مسلم: ٤٩٩: کتاب الایمان: باب ٨٧)

[۵] آنے والی عظمتوں کی خوش خبری کے بعد اب گزشتہ نعمتوں کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسکین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ پہلے کبھی آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آئندہ کبھی چھوڑے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ مبارک میں تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، لہٰذا آپ یتیم پیدا ہوئے، ولادت کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ اور دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی، جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور جب آپ کی عمر ٨ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا جان کا بھی انتقال ہو گیا، حضرت عبدالمطلب نے جناب ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ اپنے بھتیجے کی کفالت کریں کیونکہ جناب ابو طالب اور حضرت عبداللہ دونوں کی ماں ایک تھی۔ (تفسیر کبیر) چنانچہ آپ کے حقیقی چچا جناب ابو طالب نے آپ کی کفالت کا ذمہ لیا اور عمر بھر پوری شفقت سے آپ کی سرپرستی کی حتیٰ کہ اعلان نبوت کے بعد جب مکہ والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہو گئے تو بھی جناب ابو طالب نے آپ کی نصرت و حمایت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کرتے

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ ۷۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔[۶]

ہوئے فرمایا یعنی آپ یتیم پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دادا اور آپ کے چچا کے دل میں آپ کے لئے ایسا محبت بھرا ٹھکانا بنا دیا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ آپ کا خیال رکھا۔

علامہ رازی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابو طالب نے حضرت عباس سے کہا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ میں نے اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) سے کیا عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں؟ ابو طالب نے کہا: میں دن اور رات کے کسی وقت بھی ان کو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ رات کو بھی اپنے پاس سلاتا تھا، ان کا جسم بہت نرم، ملائم اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔۔ بہت مرتبہ آدھی رات کو میں ان سے ایسا کلام سنتا جس سے مجھے بہت تعجب ہوتا، ہم کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے اور نہ کھانے کے بعد الحمد للہ پڑھتے اور وہ کھانے سے پہلے کہتے تھے: بسم اللہ الاحد، اور کھانے کے بعد کہتے تھے: الحمد للہ۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوتا تھا، میں نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا، نہ جاہلیت کی طرح ہنستے دیکھا اور نہ بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۶)

امام جلال الدین سیوطی روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے آقا اور اے ہمارے معبود! آپ کا نبی ابھی شکم مادر میں ہے کہ اس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان کا کارساز، محافظ اور مددگار ہوں، تم ان کے میلاد سے برکت حاصل کرو کیونکہ ان کا میلاد بڑا برکت والا ہے اور ان کے میلاد کے لئے اللہ تعالیٰ آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دے گا۔ (الخصائص الکبریٰ ا جلد اول: ص ۴۷) اس موقع پر امام زرقانی روایت کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا: تم نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو اور ان کے نام سے برکت حاصل کرو۔ (شرح زرقانی: جلد اول: ص ۲۰۷) یعنی ابھی نبی کریم ﷺ کی پیدائش بھی نہیں ہوئی پھر بھی فرشتے ان کے نام سے برکت حاصل کر رہے ہیں اور آپ پر درود پڑھ رہے ہیں۔

[۶] اس آیت کی تفسیر لکھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ بعثت سے پہلے نبی کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔

بعثت سے پہلے نبی کا کفر وشرک سے پاک ہونا

ہر نبی پیدائشی طور پر کفر وشرک سے پاک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کفار نے اپنے انبیاء کی مخالفت کی تو ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے مگر کسی نبی پر کسی امت نے یہ الزام نہیں لگایا کہ تم بھی تو نبوت کے دعویٰ سے پہلے ہماری طرح بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے عیسائی راہب بحیریٰ کا قصہ بیان کیا ہے: جب نبی کریم ﷺ بچپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام تشریف لے گئے تو راستے میں بحیریٰ راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ میں نبوت کی علامات دیکھیں تو آزمانے کے لئے اس نے آپ ﷺ کو لات وعزیٰ کی قسم کھانے کے لئے کہا: نبی کریم ﷺ نے اپنی کم سنی کے باوجود ارشاد فرمایا: اے راہب! مجھ سے ان بتوں کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو۔ اللہ کی

قسم! مجھے جتنی نفرت ان سے ہے اور کسی سے نہیں۔ (تلخیص تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

بعثت سے پہلے نبی کا ایمان

علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بعثت سے پہلے مؤمن ہوتے ہیں کیونکہ وہ کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے بھی اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے جاہل ہوں یا ان میں سے کسی بات میں ان کو شک ہو۔ بکثرت ایسی احادیث اور آثار موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بچپن میں ہی ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں اور ان کی نشوونما توحید اور ایمان پر ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الشوریٰ (۴۲): زیر آیت نمبر ۵۲)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ نبی پیدائشی مؤمن ہوتا ہے اور وہ ایک آن کے لئے بھی ایمان کے بغیر نہیں ہوتا۔ (تفسیر تبیان القرآن: سورہ طٰہٰ (۲۰): زیر آیت نمبر ۱۳)

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: تمام پیغمبر نبوت سے قبل اپنے غور و فکر سے ایمان بالغیب حاصل کر چکے ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو منصب نبوت عطا کرتے وقت ایمان بالشہادۃ عطا کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن: سورہ ہود (۱۱): زیر آیت نمبر ۲۸)

سید ابو الاعلیٰ مودودی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: قرآن مجید کی نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت یعنی ''اپنے رب کا نام لے کر پڑھو'' سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ اس وحی کے آنے سے پہلے ہی صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانتے اور مانتے تھے۔ اسی لئے یہ کہنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی کہ آپ کا رب کون ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔ (تفہیم القرآن: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۱)

آیت کی تفسیر

مذکورہ مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب اس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے لئے 'ضال' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں اس کے متعدد معانی بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً گمراہ، ناواقف، غافل اور محبت میں وارفتہ وغیرہ، ان میں سے پہلا معنی یعنی گمراہ تو کسی نبی کی شان کے لائق نہیں، البتہ دیگر معانی کو مفسرین نے متعدد تاویلات کے ساتھ صحیح قرار دیا ہے، ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ گمراہ: علامہ رازی لکھتے ہیں: جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی کفر نہیں کیا۔ (تفسیر کبیر: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ کبھی راہ حق سے ہٹے اور نہ کبھی راہ حق کو گم کیا (قرآن: ۵۳: ۲)۔ لہٰذا گمراہ والا معنی تو کسی بھی نبی کے لئے درست نہیں ہے کیونکہ سارے نبی معصوم ہیں اور ان میں کوئی بھی گمراہ نہیں ہے، البتہ اس کی ایک تاویل ہو سکتی ہے جس کو ابو حیان اندلسی نے بیان کیا ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ ۸۔ اور اس نے آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔ [۷]

ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین کے اقوال ایسے ہیں جو کسی بھی نبی کی شان کے لائق نہیں ہیں البتہ میں ایک رات خواب میں اس آیت کی ترکیب پر غور کر رہا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اصل عبارت اس طرح ہے: وَوَجَدَ رَھطَکَ ضَالًّا فَھَدَاہُ بِکَ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا تو آپ کے ذریعہ آپ کی قوم کو ہدایت دی)۔ اور ابوحیان اندلسی نے مضاف کے محذوف ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف (۱۲) کی آیت نمبر ۸۲ میں فرمایا: وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ (اور اس بستی سے پوچھ لو) تو یہاں بھی مضاف محذوف ہے یعنی اصل عبارت اس طرح ہے: وَسْئَلْ اَھْلَ الْقَرْيَةِ (یعنی بستی والوں سے پوچھ لو)۔ (تفسیر بحر محیط: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷) کیونکہ بستی سے پوچھنے کا تو کوئی مطلب نہیں بنتا۔

۲۔ ناواقف: ضحاک بیان کرتے ہیں: یعنی آپ از خود قرآن مجید اور احکام شریعت کو پہلے نہیں جانتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کا علم اور احکام شریعت کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ (نزول قرآن سے پہلے از خود) نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان (کی تفصیل) کیا ہے؟ (قرآن: ۴۲:۵۲)

۳۔ غافل: یعنی آپ گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے تفصیلی قصوں سے غافل تھے، پھر ہم نے آپ کو ان کے حالات سے آگاہ فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم آپ سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اگرچہ آپ اس سے پہلے (اس قصہ سے) غافل تھے۔
(قرآن: ۱۲:۳)

۴۔ محبت میں خود رفتہ: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب مصر سے ان کا قمیص لے کر روانہ ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ اگر تم مجھے بڑھاپے میں بہکا ہوا خیال نہ کرو تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج مجھے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے تو گھر والوں نے جو جواب دیا اس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے: گھر والوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو اپنی اسی پرانی محبت (ضلال) میں خود رفتہ ہیں۔ (قرآن: ۱۲:۹۵)

مذکورہ آیت کے حوالے سے علامہ رازی لکھتے ہیں کہ یہاں بھی وہی محبت (ضلال) مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو ایسی شریعت عطا فرمائی جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا تقرب حاصل کر سکیں۔
(تفسیر کبیر: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۷)

[۷] حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ کی مالدار خاتون تھیں، جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا تو انہوں نے اپنا سارا مال نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو مالی اعتبار سے حاجت مند پایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی کے ذریعہ آپ کو غنی کر دیا اور پھر ہجرت کے

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ ٩ ۹۔ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں۔[۸]

بعد فتوحات کے ذریعہ آپ کو بکثرت مال غنیمت اور مال فے عطا فرمایا مگر آپ نے کثیر مال آنے کے باوجود فقر کو پسند کیا اور مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا، کیونکہ اصل غِنا تو دل کا غِنا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تونگری، ساز وسامان کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصل تونگری دل کی تونگری ہے۔

(مسلم: ۲۴۲۰: کتاب الزکوٰۃ: باب ۴۰)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی وادیوں کو سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: نہیں اے میرے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور تجھ کو یاد کروں گا اور جب میں سیر ہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔ (ترمذی: ۲۳۴۷: ابواب الزھد: باب ۳۵)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو اس چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر نمایاں تھے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے لئے بستر بنا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے، میں اس دنیا میں ایک سوار مسافر کی طرح ہوں، جس نے ایک درخت کے سائے میں آرام کیا، پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ (ترمذی: ۲۳۷۷: ابواب الزہد: باب ۴۴)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے دن مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ مساکین اپنے دور کے اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو خالی واپس نہ کر اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دے۔ اے عائشہ! مساکین سے محبت کر اور ان کو اپنا قرب عطا کر، اس کے بدلے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (ترمذی: ۲۳۵۲: ابواب الزھد: باب ۳۷)

[۸] یعنی جس طرح آپ کے دادا اور چچا نے آپ کی یتیمی کی حالت میں آپ کی سرپرستی اور دلجوئی کی اسی طرح آپ بھی اور آپ کی امت بھی یتیم کی خبر گیری اور کفالت کریں اور اس پر سختی نہ کریں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یتیم روتا ہے تو اس کے رونے کی وجہ سے خدائے رحمان کا عرش لرزنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! اس یتیم کو کس نے رلایا ہے؟ حالانکہ اس کا باپ تو مٹی میں غائب ہو چکا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: تو خود بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! تم گواہ ہو جاؤ، جس نے اس یتیم کو چپ کرایا اور اس کو راضی کیا میں اس کو قیامت کے دن راضی کروں گا۔

(تفسیر روح المعانی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سنگدلی کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ ۱۰۔ اور کسی مانگنے والے کو نہ جھڑکیں۔ [۹]

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱ ع ۱۱۔ اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب تذکرہ کریں۔ [۱۰]

فرمایا: اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۹) یتیم کے متعلق سورہ فجر (۸۹) کے حاشیہ نمبر گیارہ اور تیرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

[۹] یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا ہے، ظاہری اور باطنی خزانوں سے مالا مال کر دیا ہے، لہٰذا کوئی سائل آئے، آپ اس کی ضروریات کے مطابق اسے عطا کریں اور کسی طرح بھی اس کی دل شکنی نہ ہو۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ''نہ'' کبھی نہیں فرمایا۔ (بخاری: ۶۰۳۴: کتاب الادب: باب ۳۹)

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔
(بخاری: ۷۱: کتاب العلم: باب ۱۴)

[۱۰] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور ان کا بیان کرنا بھی شکر کی ایک صورت ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۱۱) اظہار تشکر کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ اور ان کا اظہار قابل تعریف فعل ہے لیکن تکبر اور فخر کے لئے قابل مذمت ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص نے کوئی نیکی کی ہے اس کا صلہ دینا چاہیے اور اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے تو اس کی نیکی کا ذکر کرنا چاہیے، پس جس نے اس نیکی کا ذکر کیا اس نے اس کا شکر ادا کر دیا۔
(مسند احمد: جلد ۶: ص ۹۰)

☆ حضرت شعیب اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر نظر آئے۔ (ترمذی: ۲۸۱۹: ابواب الادب: باب ۵۴)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور آدم اور ہر نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا۔
(ترمذی: ۳۶۱۵: ابواب المناقب: باب ۳)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوں گا اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا

ہوں گا اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں تمام اولین اور آخرین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مکرم ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا۔

(ترمذی:۳۶۱۶:ابواب المناقب:باب ۳)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں آخری نبی ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ میں فخریہ نہیں کہتا۔

(سنن دارمی: مقدمہ: باب ۸: ص ۲۷)

☆ حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے دو وزیر آسمان کے ہیں: جبریل اور میکائیل، اور میرے دو وزیر زمین کے ہیں: ابوبکر ؓ اور عمر ؓ۔

(مستدرک:۳۰۴۶: جلد ۲: ص ۲۹۰، کنز العمال:۳۲۶۴۷: جلد ۱۱: ص ۵۶۰)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز بدھ ۲۹ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۳ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۸ تا ۲۹ دسمبر یعنی تقریباً ڈیڑھ دن میں سورہ ضحیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الم نشرح (۹۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''الم نشرح'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کو سورہ انشراح اور سورہ شرح بھی کہا جاتا ہے۔

شرح صدر

اس سورت کی پہلی تین آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب منصب نبوت کی ذمہ داری اور اپنی قوم کی جہالت اور ہٹ دھرمی میں غور کرتے تو انتہائی گرانی اور بے چینی محسوس کرتے۔ جس طرح مادی بوجھ انسان کی پیٹھ کو بوجھل بنا دیتا ہے اسی طرح احساس ذمہ داری کا بوجھ آپ کے دل کو بوجھل اور بے چین کرنے لگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کے ساتھ آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا اور آپ کا حوصلہ اتنا بلند کر دیا کہ سب مشکلات اور خطرات آسان نظر آنے لگے۔

رفعت ذکر

آیت نمبر ۴ میں نبی کریم ﷺ کو آپ کے رفع ذکر کی خوش خبری سنائی گئی ہے یعنی اسلام کے ابتدائی دور میں مکہ والے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ نبی ﷺ کو مجنون کہہ کر ان کو اتنا بدنام کر دیا جائے کہ کوئی ان کی بات تک نہ سنے، عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ ہم نے نبی ﷺ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ کے ذکر کو مٹانے والے خود مٹ گئے اور نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر ہمیشہ کے لئے بلند ہو گیا۔

مشکل کے بعد آسانی

آیات نمبر ۵ تا ۶ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مکہ میں مشرکین کی اذیت رسانی کے باعث نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تنگی اور سختی کا شکار رہتے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے دوبار تاکید سے فرمایا کہ جن سخت حالات سے آپ دوچار ہیں یہ ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں بلکہ سختی کی رات عنقریب ختم ہوگی اور آسانی کا سورج بہت جلد طلوع ہوگا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور پورے عرب میں مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا۔

مقصد زندگی

اس سورت کی آخری دو آیات میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ سب مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جب تمہیں دین اور دنیا کے فرائض اور ضروری امور سے فراغت ملے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو، اس کی یاد میں سرگرم ہو جاؤ اور بے مقصد باتوں اور فضول کاموں سے اجتناب کرو۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۸ — ۹۴ سورۃ الم نشرح مکیۃ ۱۲ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱
۱۔ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟[۱]

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲
۲۔ اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا ہے۔[۲]

[۱] فرعون صرف مصر کا حکمران ہی نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب بھی کہلاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور اسے حق کی طرف دعوت دیں کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔ (قرآن: ۲۰:۲۵) اس دعا کا مطلب ظاہر ہے، یعنی اے میرے رب! میرے سینہ کو رسالت کے علوم و معارف سے کشادہ فرما دے تاکہ تیرا پیغام پہنچانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے اور میرے دل میں جرأت اور حوصلہ کو وسیع فرما دے تاکہ کوئی مشکل اور خوف میرے پائے استقامت کو متزلزل نہ کر سکے۔

کفار مکہ کی سرکشی اور بت پرستی بھی فرعونیوں سے زیادہ مختلف نہ تھی، اس لئے گویا اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے کہ اگرچہ سارا مکہ مخالفت پر اتر آیا ہے مگر آپ فکر نہ کریں رسالت کے لئے جن علوم و معارف اور جس جرأت و حوصلہ کی ضرورت ہے ہم نے ان سب لوازمات سے آپ کے سینہ کو مالامال کر دیا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورہ انعام کی یہ آیت تلاوت کی یعنی: پس اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ (قرآن: ۶:۱۲۵) تو ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کے دل میں نور داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دار الخلود (آخرت) کی طرف رجوع کرنا، دار الغرور (دنیا کی زیب و زینت) سے اجتناب کرنا اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

(تفسیر بغوی: سورہ انعام (۶): زیر آیت نمبر ۱۲۵، مستدرک: ۷۸۶۳: جلد ۴: ص ۳۱۱)

[۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منصب نبوت کی ذمہ داری اور اپنی قوم کی جہالت اور ہٹ دھرمی میں غور کرتے تو انتہائی گرانی اور بے چینی محسوس کرتے۔ جس طرح مادی بوجھ انسان کی پیٹھ کو بوجھل بنا دیتا ہے اسی طرح احساس ذمہ داری کا بوجھ آپ کے دل کو بوجھل اور بے چین کرنے لگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کے ساتھ آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا اور آپ کا حوصلہ اتنا بلند کر دیا کہ سب مشکلات اور خطرات آسان نظر آنے لگے۔

الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾ ۳۔ جس نے آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر دیا تھا۔

وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾ ۴۔ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ [۳]

---

[۳] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا: میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے: میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔
(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے آپ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ کا ذکر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کی بشارت دیں، ہم نے آسمان پر فرشتوں میں آپ کا ذکر بلند کیا، زمین پر مومنوں میں آپ کا ذکر بلند کیا اور آخرت میں آپ کو مقام محمود اور بلند درجات عطا کریں گے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۴)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اذان، اقامت، تشہد، جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ، ایام تشریق، یوم عرفات، صفا و مروہ، خطبہ نکاح اور زمین کے مشارق و مغارب میں جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور جنت اور دوزخ اور دیگر عقائد کی تصدیق کرے اور صرف یہ گواہی نہ دے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اس کی عبادت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ کافر رہے گا۔
(تفسیر قرطبی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۴)

اسی طرح اگر دنیا کے سارے ممالک میں مختلف اوقات کے حوالے سے دیکھا جائے تو ہر وقت دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر بلند ہو رہا ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے!

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ اِلٰى اسْمِهٖ اِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے جب کہ مؤذن روزانہ پانچ وقت اذان میں اشہد کہتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہے۔

ایک مثال

مفکر ملت سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی (انڈیا) نے ایک دفعہ اپنے خطاب میں فرمایا: نماز میں کچھ فرائض ہوتے ہیں اور

کچھ سنتیں۔ فرض کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور سنت کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف۔ ہم کوئی بھی نماز پڑھیں چاہے نماز فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل، اس میں جہاں فرائض ہیں وہاں سنتیں بھی ہیں، مثلاً نماز میں ثناء یعنی سبحانک اللھم پڑھنا سنت ہے مگر قرآن مجید کی تلاوت کرنا فرض ہے۔ اب اگر میں یہ سوال کروں کہ کیا نماز فرض سے شروع ہوتی ہے یا سنت سے؟ تو جواب ظاہر ہے کہ ہر نماز کی ابتدا فرض اور سنت دونوں سے اکٹھی ہوتی ہے۔ نماز میں تکبیر تحریمہ یعنی پہلی دفعہ اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور رفع یدین یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر حضور اکرم ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ اس کو علیحدہ کرنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

اللہ تعالیٰ نے صرف نبی کریم ﷺ کا نام ہی اپنے نام کے ساتھ نہیں ملایا بلکہ جہاں اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا وہاں نبی ﷺ کی فرمانبرداری کی بھی تاکید کی ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (قرآن: ۴:۸۰)

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کو بلند کرنے کی نسبت

سارے مسلمان رات دن اپنے پیارے نبی ﷺ کی عظمت کے گیت گاتے ہیں اور ان کے ذکر کو بلند کرنے میں سرگرم رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس رفعتِ ذکر کی نسبت مسلمانوں کی طرف نہیں بلکہ اپنی طرف فرمائی ہے یعنی ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ میرے خیال میں اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ نبی ﷺ کے ذکر کی بلندی کسی انسان کے مرہون منت نہیں بلکہ آپ کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے۔

۲۔ انسان فانی ہے اور اس کی بنائی ہوئی چیزیں بھی ایک دن فنا ہو جائیں گی مگر ذکر مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کر کے بتا دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ فنا ہوگا اور نہ ذکر مصطفیٰ فنا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ (قرآن: ۳۳:۵۶)

۳۔ انسان اپنی بنائی ہوئی چیزیں خود بگاڑ سکتا ہے مثلاً بجلی کا بلب یا تیل کا چراغ انسان خود جلاتا ہے اور اپنی انگلی کے ادنیٰ اشارہ سے اسے بجھا سکتا ہے لیکن اگر پوری دنیا کے انسان مل کر سورج کو بجھانا چاہیں تو وہ قدرت سے ٹکر نہیں لے سکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے پیارے نبی! تیرے ذکر کی شمع میں خود روشن کر رہا ہوں، جو اس کو بجھانا چاہے گا وہ خود تو بجھ سکتا ہے مگر آپ کے ذکر کی شمع کو نہیں بجھا سکتا، حالانکہ یہ آیت اسلام کے اس ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب مکہ کے لوگ آپ ﷺ کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کو مجنون کہتے اور صفحہ ہستی سے آپ کا ذکر خیر مٹانے میں سرگرم تھے۔ اس وقت کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کا ذکر دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے پیارے نبی ﷺ سے کیا وہ پورا ہو کر رہا اور آپ کے ذکر خیر کو مٹانے والے خود مٹ گئے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان

بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے:

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے　　　نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تاریخ شاہد ہے کہ کفار مکہ جو آپ کو مجنون کہتے تھے ان کا نام ونشاں مٹ گیا اور ان کی نسلیں مسلمان ہو گئیں۔ اسی طرح جو آج حضور اکرم ﷺ کو دہشت گرد کہہ رہے ہیں، میرا ایمان ہے ان کا نام ونشاں بھی مٹ جائے گا اور ایک دن آئے گا جب ان کی نسلیں اسلام قبول کریں گی اور زمینی حقائق گواہ ہیں کہ آج مغرب میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔ (قرآن: ۶۱:۸)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ کی حد

اس کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک مثال پر غور کریں جس کو غازی ملت سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی (انڈیا) نے ایک دفعہ اپنے خطاب میں ذکر کیا کہ فٹ بال کو جب ۱۲، ۱۳ سال کا بچہ اپنے پاؤں سے ضرب (Kick) لگائے تو وہ تقریباً ۳۰ فٹ بلند ہوتا ہے۔ جب ۲۵ سال کا جوان اسے ضرب لگائے تو وہ ۵۰ فٹ بلند ہوتا ہے اور جب کوئی نامور کھلاڑی ضرب لگائے تو وہ ۷۰، ۸۰ فٹ بلند ہوتا ہے۔ اب اگر فٹ بال سے پوچھا جائے کہ تیرا وزن اور حجم ایک ہے، تیری بلندی میں فرق کیوں ہے؟ بچے نے ضرب لگائی تو تو ۳۰ فٹ بلند ہوا، جوان نے ضرب لگائی تو تو ۵۰ فٹ بلند ہوا اور جب نامور کھلاڑی نے ضرب لگائی تو تو ۷۰، ۸۰ فٹ بلند ہوا۔ یہ تیری بلندی میں فرق کیوں ہے؟ فٹ بال زبان حال سے جواب دیتا ہے: میری حقیقت اور ماہیت ایک ہے، میری بلندی میں فرق اس لئے ہے کہ مجھے بلند کرنے والے کی طاقت میں فرق ہے، بچے میں اتنی ہی طاقت تھی کہ وہ مجھے ۳۰ فٹ بلند کر سکتا تھا، جوان میں اتنی ہی طاقت تھی کہ وہ مجھے ۵۰ فٹ بلند کر سکتا تھا اور پھر یہ نامور کھلاڑی کی طاقت تھی جو مجھے ۷۰، ۸۰ فٹ بلندی پر لے گیا۔

اس مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیئے ہمارے پیارے نبی ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اب جتنی اللہ تعالیٰ کی طاقت ہوگی اتنا حضور اکرم ﷺ کا ذکر بلند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت کتنی ہے؟ قرآن کہتا ہے: ان اللہ علی کل شیء قدیر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی طاقت غیر محدود ہے، تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر محدود طاقت کے ساتھ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا ذکر بلند کیا ہوگا تو اس کی حد کیا ہوگی؟ نتیجہ تو یہی ہونا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ کے ذکر کی بلندی بھی غیر محدود ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ غیر محدود صفات صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں، حضور اکرم ﷺ کے ذکر کی ایک حد ہے مگر وہ حد اتنی بلند ہے کہ ہمارے حساب وکتاب کے پیمانے ختم ہو سکتے ہیں اس حد کو ناپا نہیں جا سکتا۔

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تک ہے وہاں تک ہے
خدا جانے کہاں سے جلوہ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

اگر ہم حضور اکرم ﷺ کی عظمت کے گیت گائیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے اور اگر ہم اس میں کوتاہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کا ذکر بلند کرنا ہی ہے وہ کسی اور سے یہ کام لے لے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہجرت کی رات جب مکہ والے آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے غار ثور کے دروازہ پر پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالا اور کبوتری کے انڈوں کے ذریعہ آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ اور آج اگر مغرب کے بعض لوگ آپ ﷺ کو دہشت گرد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں تو اسی مغرب سے کچھ لوگ آپ ﷺ کو کائنات کا سب سے بڑا لیڈر ثابت کر رہے ہیں۔

مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) نے ۵۷۲ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب (The 100) لکھی ہے، جس میں اس نے تاریخ انسانیت کی ایک سو سب سے زیادہ متاثر کن شخصیات کے درمیان موازنہ کیا ہے اور اس میں پہلے نمبر پر مصنف نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو رکھا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیسرے نمبر پر رکھا ہے حالانکہ مصنف خود عیسائی ہے، وہ لکھتا ہے:

My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still powerful and pervasive.

''دنیا میں جن شخصیات نے لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے ان میں حضرت محمد ﷺ کا نام پہلے نمبر پر ہے، میرا یہ انتخاب بعض قارئین کو حیران کرے گا لیکن تاریخ انسانیت میں یہ واحد شخصیت ہیں جو مذہبی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئی ہے، آپ ﷺ کے وصال کے تیرہ سو سال بعد آج بھی ان کا اثر طاقتور اور ہر جگہ نمایاں ہے۔''

ایک دفعہ میلاد النبی ﷺ کے جلسہ میں کچھ انگریز کونسلر بھی مدعو تھے۔ ایک مقرر نے جب حضور اکرم ﷺ کا نام لیا تو مسلمانوں نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے۔ ایک انگریز کونسلر نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلمان سے پوچھا: یہ تم سب نے ایک ساتھ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پہ کیوں رکھے ہیں؟ اس نے جواب دیا: جب کوئی فنکار یا لیڈر عوام سے دور سٹیج پر یا ٹی وی سٹیشن پر ہو اور وہ اپنے محبت کرنے والوں سے محبت کا اظہار کرنا چاہے تو وہ اپنی انگلیاں چوم کر ان کی طرف اشارہ کر کے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح جب ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کا نام سنتے ہیں تو چونکہ وہ ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں اس لئے ہم درود پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کا نام چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھتے ہیں اور ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ جب اس انگریز کونسلر کو سٹیج پر بلایا گیا تو اس نے اپنی تقریر میں کہا:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ ۵۔ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ ۶۔ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔[۴]

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ ۷۔ پس جب آپ فارغ ہوں تو ریاضت میں لگ جائیں۔[۵]

وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ ۸۔ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔

There is none in the history of mankind whose [illegible] is being kissed by his followers even after 14 centuries.

''تاریخ انسانیت میں کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جس کو اس دنیا سے رخصت ہوئے چودہ صدیاں گزر گئی ہوں اور پھر بھی اس کے ماننے والے اس کے نام کو چوم کر آنکھوں پہ رکھتے ہوں۔ یہ عظمت صرف مسلمانوں کے نبی (حضرت محمد ﷺ) کو حاصل ہے۔''

علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے ۔۔۔ رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

[۴] مشرکین کی اذیت رسانی کے باعث مکہ میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب ؓ بڑی تنگی اور سختی کا شکار تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے دوبارہ تاکید سے فرمایا کہ جن سخت حالات سے آپ دوچار ہیں یہ ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں بلکہ سختی کی رات عنقریب ختم ہو گی اور آسانی کا سورج بہت جلد طلوع ہو گا، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور پورے عرب پر مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا۔

[۵] جس طرح گزشتہ دو آیات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سب مسلمانوں کو یہ خوش خبری سنائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے، اسی طرح ان دو آیات میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ سب مسلمانوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ جب تمہیں دین اور دنیا کے فرائض اور ضروری امور سے فراغت ملے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو، اس کی یاد میں سرگرم ہو جاؤ اور بے مقصد باتوں اور فضول کاموں سے اجتناب کرو، جیسا کہ ایک غزوہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے مجاہدوں سے فرمایا: تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آ گئے ہو۔ عرض کیا گیا: وہ بڑا جہاد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا خود اپنی خواہش نفس کے خلاف جہاد کرنا۔

(خطیب بغدادی فی تاریخہ: جلد ۱۳: ص ۵۲۳، کنز العمال: جلد ۴: ص ۶۱۶)

بامقصد زندگی

☆ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ انسان کا بے کار بیٹھنا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہونا جس کا نہ اسے دین

میں کوئی فائدہ ہو اور نہ دنیا میں تو یہ اس انسان کی بے عقلی، نادانی اور انتہائی غفلت کا ثبوت ہے۔

(تفسیر روح المعانی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد چیزوں کو ترک کر دے۔

(ترمذی: ۲۳۱۷: ابواب الزھد: باب ۱۱)

☆ امام غزالی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نصیحت فرمائی: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے اعراض فرماتا ہے تو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ بندہ بے مقصد کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے ۔۔۔ اور جس شخص کی عمر چالیس سالوں سے زیادہ ہوگئی ہو اور ابھی تک اس کی نیکی اس کی برائی پر غالب نہیں آئی تو وہ جہنم کی آگ کے لئے تیاری کر لے۔

(ایھا الولد: امام غزالی: Awakening Publications 2000 UK Swansea)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم میں سے کسی کو نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں کہ نہ وہ دنیا کا کوئی کام کر رہا ہو اور نہ ہی اپنی آخرت کو سنوار رہا ہو۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ الم نشرح (۹۴): زیر آیت نمبر ۷)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن زیادہ گناہ اس شخص کے ہوں گے جو زیادہ بے مقصد باتیں کرتا ہے۔

(الجامع الصغیر: ۱۳۸۶: جلد اول: ص ۸۶)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعرات ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۴ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ الم نشرح کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃالتین (۹۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''تین'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

بہترین ساخت

اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تمام مخلوق سے زیادہ خوبصورت ہے۔

کبھی نہ ختم ہونے والا اجر

جو لوگ اپنی حسین شکل وصورت اور خداداد صلاحیتوں کی صحیح قدردانی کرتے ہیں یعنی ایمان لانے کے بعد نیک اعمال میں سرگرم رہتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور انہیں کبھی ختم نہ ہونے والا اجر عطا فرمائے گا۔ ان کے برعکس جو لوگ ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ذلیل حرکتوں میں سرگرم رہتے ہیں انہیں جہنم کی سب سے نچلی وادی میں گرادیا جائے گا۔

روزِ جزا کا انکار

بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک انسان ساری زندگی اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لئے تکلیفیں برداشت کرتا رہے اور ایک دوسرا انسان لوگوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتا رہے اور پھر کوئی ایسا دن نہ آئے جس میں مظلوم کی دادرسی ہو اور ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے اور اس نے اس جزا وسزا کے لئے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے جو اپنے وقت مقرر پر ضرور آئے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ یکم جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۶ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۸ ۹۵ سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ ۲۸ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝۱ | ۱۔ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔ [۱]

وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝۲ | ۲۔ اور قسم ہے طور سینین کی۔ [۲]

وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝۳ | ۳۔ اور اس امن والے شہر کی۔ [۳]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝۴ | ۴۔ بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔ [۴]

---

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں انجیر سے مراد وہی انجیر ہے جو تم کھاتے ہو اور زیتون سے مراد وہی زیتون ہے جس سے تم تیل نکالتے ہو۔ (تفسیر قرطبی) یہ دونوں بڑے مشہور پھل ہیں اور انسان کے لیے بہت مفید ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انجیر سے بھری ہوئی ایک ٹوکری بطور ہدیہ پیش کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کھاؤ اور خود بھی انجیر کھائی، پھر فرمایا: اگر میں یہ کہوں کہ یہ پھل جنت سے نازل ہوا ہے تو کہہ سکتا ہوں کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی کے ہوں گے، لہٰذا اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور گٹھیا کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی) نیز حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں اس کے پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانپا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کھاؤ اور اس کا تیل استعمال کرو کیونکہ یہ برکت والے درخت سے ہے۔ (ترمذی: ۱۸۵۱: ابواب الاطعمۃ: باب ۴۳)

[۲] طور سینین سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ اس پہاڑ کو طور سینا اور طور سینا بھی کہا جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

[۳] امن والے شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اس شہر کے امن کا یہ عالم ہے کہ انسان کو قتل کرنا تو بڑی بات ہے جانور تک کا شکار بھی جائز نہیں۔ جو انسان حدود حرم میں داخل ہو جائے اسے بڑے سے بڑے دشمن کا بھی خطرہ نہیں رہتا اور پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کافر بھی حرم شریف کا احترام کرتے اور اس علاقہ میں کسی پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کی فضیلت کے لیے سورہ بلد (۹۰) کی آیت نمبر ۲ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ فرمائیں۔

[۴] اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے دو بہت ہی مفید درختوں اور دو بابرکت مقامات کی قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید

سے انسان کی برتری کا اعلان فرمایا۔

اسلام میں انسان کی عظمت و برتری

کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس نے حضرت انسان کو جس طرح شکل وصورت، عظمت و برتری اور علم و حکمت کی صلاحیتوں سے نوازا ہے وہ کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں ہیں، مثال کے طور پر:

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا۔} (قرآن: ۲:۳۰)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا علم دیا کہ فرشتوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا۔} (قرآن: ۲:۳۴)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی۔} (قرآن: ۱۵:۲۹)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی۔} (قرآن: ۱۷:۷۰)

☆ {اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا۔} (قرآن: ۳۱:۲۰)

☆ {اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا۔} (قرآن: ۹۵:۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (بخاری: ۶۲۲۷: کتاب الاستئذان: باب ۱) اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کا نور ہے اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، پھر انسان کو اپنی صورت پر بنانے اور اس میں اپنی روح پھونکنے سے مراد انسان کی تکریم اور عزت افزائی ہے۔ اس حدیث میں صورت بہ معنی صفت بھی ہو سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بعض صفات کا مظہر بنایا ہے جیسے ارادہ کرنا، کلام کرنا، سننا، دیکھنا وغیرہ۔

☆ حیوانات، جمادات اور نباتات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو انسان کی ہمسری کر سکے، بڑے سے بڑے مویشی اور خونخوار درندے سب انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔ نیز حیوانات کے جسم اور منہ دونوں جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ کھانے کے لئے اپنا سر خوراک کے سامنے جھکاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح سیدھا بنایا ہے کہ اس کے ہاتھ خوراک کو اٹھا کر اس کے منہ تک پہنچاتے ہیں تاکہ انسان کا سر خوراک کے سامنے نہ جھکے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے جو اس کا اصل خالق اور حقیقی معبود ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

انسان کی شکل وصورت

خلیفہ منصور کے دور میں عیسیٰ نامی ایک آدمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک رات اس نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو تجھے تین بار طلاق ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی وہاں سے اٹھ کر علیحدہ ہوگئی اور کہا: تم نے مجھے طلاق دے دی ہے (کیونکہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی)۔ عیسیٰ نے وہ رات بڑے غم واندوہ میں گزاری اور صبح ہوتے ہی خلیفہ منصور کے دربار میں یہ مسئلہ پیش کیا تو ایک حنفی عالم نے سورہ والتین کی

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝۵

۵۔ پھر ہم نے اسے پست ترین حالت میں لوٹا دیا۔[۵]

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶

۶۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے تو ان کے لئے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔[۶]

تلاوت شروع کردی یعنی بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔ (قرآن: ۹۵: ۴) اور کہا: اے امیر المؤمنین! انسان سب چیزوں سے (حتیٰ کہ چاند سے بھی) زیادہ خوبصورت ہے، لہٰذا اس عورت کو طلاق نہیں ہوئی اور وہ بدستور عیسیٰ کی بیوی ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ والتین: زیر آیت نمبر ۴)

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

اہل علم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ صرف فرماں برداری ہی کرتے ہیں اور حیوانوں میں صرف شہوت رکھی ہے اس لئے وہ عیاشی کرتے ہیں لیکن انسان میں عقل اور شہوت دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے، لہٰذا اگر اس کی عقل شہوت پر غالب آ جائے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہو جاتا ہے اور اگر اس کی شہوت عقل پر غالب آ جائے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

[۵] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آنکھ، کان، دل اور دماغ دیئے تاکہ وہ دیکھ سن کر غور و فکر سے کام لیں اور جنت کا راستہ تلاش کریں مگر ان میں سے اکثر نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں کا غلط استعمال کر کے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہ لوگ صورت میں تو انسان ہیں مگر سیرت کے اعتبار سے حیوانوں کی طرح ہیں کہ ان کو سوائے کھانے پینے اور عیش و عشرت کے اور کوئی کام ہی نہیں اور اگر غور کیا جائے تو حیوان بھی اپنے نفع اور نقصان کا خیال رکھتے ہیں اور جلتی ہوئی آگ کے قریب نہیں جاتے مگر یہ عقل کے اندھے حیوانوں سے بھی بدتر ہیں جو دانستہ جہنم کی آگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی حماقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم کے لئے پیدا کئے۔ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں لیکن وہ ان سے سنتے نہیں، وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ (قرآن: ۷: ۱۷۹)

[۶] لیکن جو لوگ اپنی حسین شکل و صورت اور خداداد صلاحیتوں کی صحیح قدر دانی کرتے ہیں یعنی ایمان لانے کے بعد نیک اعمال میں سرگرم رہتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور انہیں کبھی ختم نہ ہونے والا اجر عطا فرمائے گا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝

۷۔ پھر اس کے بعد کون ہے جو آپ کو (روزِ) جزا کے بارے میں جھٹلاتا ہے۔[۷]

[۷] بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک انسان ساری زندگی اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لیے تکلیفیں برداشت کرتا ہے، اور دوسرا لوگوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتا رہے اور پھر کوئی ایسا دن نہ آئے جس میں مظلوم کی دادرسی ہو اور ظالم کو اس کے کیے کی سزا ملے تو پھر کوئی انسان کس امید پر ملک وملت کے لیے قربانی دے گا۔ اس سلسلہ میں درج ذیل چند مثالیں غور طلب ہیں:

شہید کا صلہ

ایک مجاہد جس نے حق کی سربلندی اور اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کردی اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو شایانِ شان صلہ دیا جائے۔ صرف قومی پرچم میں لپیٹ کر دفن کرنے یا اس کے نام کی یادگار بنانے سے اس کی ذات کو کیا فائدہ؟ نیز جان جیسی عزیز ترین چیز کا صلہ صرف تاریخی شہرت کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس فانی زندگی کے بعد ایک باقی زندگی بھی ہو جہاں ان شہیدانِ ملت کو ان کے شایانِ شان اجرِ عظیم سے نوازا جائے۔

مقتول کا بدلہ

ایک ستر سالہ بوڑھا جو اپنی زندگی کا سنہری حصہ گزار چکا ہے اگر وہ بندوق سے فائر کرکے بلاوجہ ایک تیس سالہ نوجوان کو قتل کردے۔ اب دنیا کا قانون اس بوڑھے قاتل کو پانچ دس سال جیل کردے گا یا زیادہ سے زیادہ اسے پھانسی پر لٹکا دے گا۔ کیا اس سے اس نوجوان مقتول کا حق ادا ہوجائے گا؟ کیا اس سے اس کی جوان بیوہ اور یتیم بچوں کا حق ادا ہوجائے گا؟ ہرگز نہیں، انسانی حقوق کا تقاضا ہے کہ قیامت کا دن آئے جس میں مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے اور ظالم کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

Yorkshire Ripper

پیٹر ولیم سٹ کلف (Peter William Sutcliffe) جو کہ یورک شائر رپر (Yorkshire Ripper) کے نام سے مشہور ہے اس نے 1975ء سے 1980ء تک کے عرصہ میں تیرہ خواتین کو قتل کیا اور سات خواتین کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ جج نے اس کو 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دی۔ (The Guardian, Friday, May 22, 1981) یعنی اس کے پاس ایک زندگی ہے جو یہ جیل میں گزارے گا اور اگر اس کے پاس 20 زندگیاں ہوتیں تو میں 20 خواتین کے بدلے میں اسے 20 زندگیاں جیل میں گزارنے کی سزا دیتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آخرت کی لمبی زندگی ہو جس میں Yorkshire Ripper کو بقیہ 19 خواتین کے قتل کی سزا بھی دی جائے۔

Holocaust

دوسری عالمی جنگ کے دوران اور اس سے پہلے Hitler کے حکم سے چھ ملین یہودیوں کا قتل عام کیا گیا۔ اب دنیا کا کوئی

ع ٨ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿٨﴾ ۸۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟[۸]

قانون ایسے ظالم کو قرار واقعی سزا نہیں دے سکتا، لہٰذا آخرت کی دائمی زندگی کا ہونا ضروری ہے تاکہ Hitler سے باری باری چھ ملین یہود کے قتل کا بدلہ لیا جاسکے۔

[۸] دورِ حاضر کے مہذب حکمران اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اپنے ملک کے وفاداروں کو انعامات دیں اور مجرموں کو سزا دیں، تو اللہ تعالیٰ جو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے، اس نے بھی قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ اپنے وفاداروں اور مجرموں کی جزا و سزا کا فیصلہ کرے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از چاشت بروز ہفتہ یکم جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۶ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ تین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العلق (۹۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''علق'' ہے جو اس سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کو سورہ اقرأ بھی کہا جاتا ہے جو کہ اس سورت کا پہلا لفظ ہے۔

سب سے پہلی وحی

قرآن مجید کی سب سے پہلے جو آیات نازل ہوئیں وہ اس سورت کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ (تفسیر قرطبی) اس وقت نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ کے قریب غار حرا میں تشریف فرما تھے جب جبریل امین ان پانچ آیات کو لے کر نازل ہوئے۔

وحی کی تعریف

شریعت میں وحی سے مراد وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیائے کرام پر نازل ہوتا ہے، چاہے وہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا بغیر کسی واسطہ کے۔

وحی کے متعلق حدیث

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو جو کچھ فرشتہ نے کہا ہوتا ہے میں اسے یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اختیار کرتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ کو وحی اترنے کی حالت میں دیکھا ہے، جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوتا تو سخت سردی کے دن میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔ (بخاری: ۲: کتاب بدء الوحی: باب ۲)

وحی نازل ہونے کی صورتیں

اس حدیث میں وحی نازل ہونے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں کیونکہ اکثر انہی دو صورتوں میں وحی نازل ہوتی تھی۔ ان دونوں صورتوں میں وحی کا نزول فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا تھا، پہلی صورت میں فرشتہ نظر نہیں آتا تھا صرف گھنٹی کی آواز سنائی دیتی تھی اور دوسری صورت میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور حاضرین کو نظر بھی آتا تھا۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نبی کے دل میں اپنا کلام نازل فرماتا ہے، مثلاً:

براہ راست کلام

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہ راست بغیر فرشتہ کے کلام فرمایا۔ (قرآن: ۴: ۱۶۴) اسی طرح

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ سے براہ راست کلام فرمایا اور پچاس نمازوں کا تحفہ بھی عطا فرمایا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے ۴۵ نمازیں معاف ہوگئیں اور پانچ باقی رہ گئیں۔ (بخاری: ۷۵۱۷: کتاب التوحید: باب ۳۷)

نیز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: بے شک میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے کہ جو ان نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرے گا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی وعدہ نہیں۔ (ابوداود: کتاب الصلاۃ: باب ۹)

خواب میں کلام

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب تعالیٰ کو بڑی حسین صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے نفی میں جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور جو کچھ زمین میں تھا۔ (ترمذی: ۳۲۳۳: تفسیر القرآن)

جبریل امین کا نزول

امام احمد قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ ابن عادل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جبریل امین نبی کریم ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ نازل ہوئے۔
(مواہب لدنیۃ: جلد اول: ص ۲۱۰)

سب سے پہلی وحی کی تفصیل

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا نیند میں نیک اور سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح (سچا ہوکر) نمودار ہوتا۔ پھر آپ ﷺ کے دل میں خلوت نشینی کی محبت ڈال دی گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ غار حرا میں خلوت فرمانے لگے اور کئی کئی راتوں تک وہاں مصروف عبادت رہتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس گھر تشریف لاتے اور اپنی خلوت نشینی کے لئے پہلے کی طرح مزید توشہ لے جاتے یہاں تک کہ حق (پیغام الٰہی) آپ ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ غار حرا میں ہی تھے۔ چنانچہ فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: پڑھیے! آپ ﷺ نے جواب دیا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے نے مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور (دوبارہ) کہا: پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر دوبارہ اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور (تیسری بار) کہا: پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر تیسری بار اس قدر زور سے دبایا کہ مجھے انتہائی مشقت ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور (چوتھی بار) کہا:

{اقرء باسم ربک الذی خلق★خلق الانسان من علق★اقرء وربک الاکرم} پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا۔ پڑھیے! اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ (قرآن: ۹۶: ۱۔ ۳) پھر رسول اللہ ﷺ ان آیات سے اپنے سینے کو منور فرما کر اس حال میں گھر لوٹے کہ آپ کا دل (وحی الٰہی کے رعب و جلال سے) کانپ رہا تھا۔ (حتیٰ کہ دونوں شانوں اور گردن کے درمیان کا گوشت بھی کانپ رہا تھا۔) جب آپ ﷺ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے تو فرمایا: مجھے چادر اُڑھا دو، مجھے چادر اُڑھا دو۔ انہوں نے آپ ﷺ کو چادر اُڑھا دی۔ جب آپ ﷺ کی گھبراہٹ جاتی رہی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پورا قصہ سنایا اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والے مصائب پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گیا تھا، وہ عبرانی زبان کا کاتب تھا اور انجیل سے حسب توفیق خداوندی عبرانی زبان میں لکھتا تھا، لیکن وہ اس وقت بہت بوڑھا اور نابینا ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا: اے میرے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو! ورقہ نے آپ سے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا سب بتا دیا۔ یہ سن کر ورقہ نے آپ سے کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم کے لوگ آپ کو ملک بدر کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے ملک بدر کر دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں جب بھی کوئی شخص ایسا پیغام لایا جو آپ لائے ہیں تو اس سے دشمنی کی گئی ہے۔ اور اگر میں نے آپ کے اس زمانہ کو پایا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس کے بعد حضرت ورقہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور جلد ہی فوت ہو گئے اور وحی کا سلسلہ بھی کچھ عرصہ کے لئے منقطع ہو گیا۔ (بخاری: ۳: کتاب بدء الوحی: باب ۳)

بعثت سے پہلے نبی کا کفر و شرک سے پاک ہونا

سورہ الضحیٰ (۹۳) کی آیت نمبر ۷ کا حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں۔

بعثت سے پہلے نبی کا ایمان

سورہ الضحیٰ (۹۳) کی آیت نمبر ۷ کا حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں۔

بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(ترمذی: ۳۶۰۹: ابواب المناقب: باب ۱، کنز العمال: حدیث نمبر ۳۱۹۱۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں اس پتھر کو آج بھی اچھی طرح پہچانتا

ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم: ۵۹۳۹: کتاب الفضائل: باب ۱) پتھر کن الفاظ سے سلام کرتے تھے؟ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷛ نے فرمایا: میں مکہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو بھی پہاڑ یا درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(ترمذی: ۳۶۲۶: ابواب المناقب: باب ۶)

امام قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعلان کرنا چاہا تو آپ ﷺ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ کو اس طرح سلام کرتا تھا: السلام علیک یا رسول اللہ۔

(المواھب اللدنیۃ: جلد اول: ص ۲۰۰)

بحیریٰ راہب: اس واقعہ کو امام ترمذی اور دیگر مؤرخین نے نقل کیا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے: جب نبی کریم ﷺ کی عمر بارہ سال کے قریب پہنچی تو آپ نے جناب ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ جب یہ قافلہ وادی بصریٰ میں داخل ہوا تو بحیریٰ نامی ایک عیسائی راہب نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔

بحیریٰ نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا تو اسے خیال آیا کہ جس صادق وامین نبی کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں اسے قریب سے دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس راہب نے قافلہ کے تمام افراد کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا، جناب ابو طالب اور نبی کریم ﷺ کو روک لیا اور نبی کریم ﷺ سے ان کی نیند اور بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔ آخر میں اس نے نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور اس نے مہر نبوت کو ہو بہو اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر مہر نبوت کو چوم لیا۔

جب بحیریٰ اس سے فارغ ہوا تو جناب ابو طالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیریٰ نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ تب جناب ابو طالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے تو بحیریٰ نے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں، اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ ان کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔ ھٰذا رسولُ ربِّ العالمین یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ چنانچہ جناب ابو طالب قافلہ کے ساتھ شام گئے اور جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر آپ کو لے کر واپس مکہ لوٹ آئے۔ (ترمذی: حدیث نمبر ۳۶۲۰: ابواب المناقب: باب ۳)

جس نبی کو حضرت آدم ﷤ کی تخلیق سے پہلے اپنی نبوت کا علم ہو، جس کو بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ کے پتھر یا رسول اللہ کہہ کر پکاریں اور بارہ سال کی عمر میں جس کی نبوت کی گواہی عیسائی راہب بھی دے چکا ہو اس کو اگر اپنی کتاب اور اپنے ایمان کا علم نہیں ہو گا تو اور کس کو ہو گا؟

پڑھنے اور لکھنے کی ترغیب

پہلی پانچ آیات میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ رب تعالیٰ کے نام کی برکت سے پڑھنے اور لکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آج یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ جس قوم کی مذہبی کتاب کا نام قرآن یعنی پڑھنا ہے اور اس کتاب کے نازل ہونے والے پہلے لفظ میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات میں پڑھنے اور لکھنے کی ترغیب دی گئی ہے وہ قوم آج تعلیم کے میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے ہے۔

ابوجہل کی مذمت

اس سورت کی آخری چودہ آیات میں ابوجہل کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ مکہ میں نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں یہ بدبخت سب سے پیش پیش تھا، نہ صرف یہ کہ نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا تھا بلکہ نماز پڑھنے کی صورت میں برے انجام کی دھمکیاں دیتا تھا۔ ان آیات میں ابوجہل کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو اسے زمین پر گھسیٹ کر ذلیل وخوار کیا جائے گا، چنانچہ جنگ بدر میں اسلام کے مجاہدین نے اس کی لاش کو گھسیٹ کر بدر کے گڑھے میں پھینکا اور قیامت کے دن جہنم کے فرشتے بھی اسے گھسیٹ کر جہنم رسید کریں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز پیر ۳ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۸ محرم ۱۴۳۲ھ

اس سورت کی پہلی پانچ آیات کے حوالے سے کئی سال پہلے میں نے دو تفصیلی مضامین لکھے تھے یعنی:

کیا ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پڑھ سکتے تھے؟

قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی

یہ مضامین اخبارات، رسائل اور کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں، اس سورت کی نسبت سے انہیں یہاں بھی نقل کیا جا رہا ہے۔

کیا حضرت محمد ﷺ پڑھ سکتے تھے ---؟

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سب سے آخری کتاب ہے جو سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید ۲۳ سالوں کے دوران بتدریج نازل ہوا لیکن اس کی پہلی وحی کا نزول ماہ رمضان میں ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) پھر رمضان کے مہینے میں کون سی رات تھی جس میں پہلی وحی کا نزول ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ (قرآن: ۹۷: ۱)

کیا آپ ﷺ جبریل امین کو پہچانتے تھے؟

اس سلسلے میں علامہ قسطلانی کا سوال وجواب ملاحظہ کریں:

سوال: حضرت محمد ﷺ کو کیسے علم ہوا کہ جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ ہے اور جن نہیں ہے؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ میں ایسا ضروری علم (ملکہ) پیدا فرمایا جس کی وجہ سے آپ کو یقین ہو جاتا تھا کہ جبریل امین اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہے، یہ نہ جن ہے اور نہ شیطان۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جبریل امین میں بھی ایسا ضروری علم (ملکہ) پیدا فرمایا جس کی وجہ سے جبریل امین کو یقین ہو جاتا تھا کہ اس کے ساتھ بات کرنے والا اور اس کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے کوئی اور نہیں ہے۔ (مواہب لدنیۃ: جلد اول: ص ۱۹۹) لہٰذا نبی کریم ﷺ کو یقین تھا کہ یہ جبریل امین ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام لایا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جبریل امین سے یہ سوال نہیں پوچھا کہ تو کون ہے اور یہ کس کا کلام لایا ہے؟

پہلی وحی کے نزول کی کیفیت

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ غار حراء میں تھے کہ فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا: یامحمد انا جبریل وانت رسول اللہ، ثم قال: اقرأ۔ اے محمد ﷺ میں جبریل ہوں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، پھر اس نے کہا: پڑھیے۔

(تفسیر ابن جریر طبری: سورہ علق)

امام المحدثین امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، اس کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ غار حراء میں نبی کریم ﷺ کے پاس اچانک فرشتہ (جبریل امین) آیا اور اس نے کہا: پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ماانابقاریٔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ I am not a reader تو فرشتے نے مجھے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر زور سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور سینے سے لگا کر زور سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور تیسری بار کہا: پڑھیے۔ میں نے پھر کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پھر اس نے مجھے پکڑا اور سینے سے لگا کر زور سے دبایا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور چوتھی بار (اس سورت کی پہلی پانچ آیات تلاوت کریں) یعنی {پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا ☆ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا ☆ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے ☆ جس نے قلم کے واسطہ سے علم سکھایا ☆ اسی نے انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا} تو رسول اللہ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ وحی کو وصول کر کے گھر تشریف لائے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ حدیث تین مقامات پر درج کی ہے، کتاب بدء الوحی کے باب نمبر ۳ میں، کتاب التعبیر کے باب نمبر ۱ میں اور کتاب تفسیر القرآن کی سورہ نمبر ۹۶ میں۔ اور تینوں مقامات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل امین نے پہلے تین بار جب صرف یہ کہا کہ پڑھیے تو نبی کریم ﷺ نے پڑھنے سے انکار فرمایا اور چوتھی بار جب اس نے پوری پانچ آیات پڑھیں یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھیے ۔۔۔۔ تو آپ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا۔ حدیث پاک کے اس حصہ میں ایک جملہ ہے "ماانابقاریٔ" اس جملہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کیونکہ میری

درج ذیل تحریر کا تعلق اسی جملہ سے ہے۔

مااانابقاریٔ

اس کا لفظی معنیٰ ہے ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' اور اگر اسم فاعل بمعنیٰ فعل مضارع معروف لیا جائے تو اس کا معنیٰ ہوگا ''میں نہیں پڑھتا'' یا ''میں نہیں پڑھوں گا'' اس طرح اس کے تین معانی بنتے ہیں: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، میں نہیں پڑھتا اور میں نہیں پڑھوں گا۔ اور ان تینوں معانی کو بعد میں قرآن مجید سے ثابت کیا جائے گا لیکن بعض حضرات نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ''میں پڑھ نہیں سکتا''.I cannot read (تفسیر حقانی) ''میں تو پڑھنا نہیں جانتا'' I do not know how to read (تفسیر ماجدی) اگر اس معنیٰ کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ جبریل امین کے سامنے اپنی بے بسی اور مجبوری کا اظہار کر رہے ہیں کہ میں پڑھنا جانتا ہی نہیں تو کیسے پڑھوں؟ مجھے اس معنیٰ سے اختلاف ہے کیونکہ یہ معنیٰ نبی کریم ﷺ کے شایان شان نہیں ہے۔

یہ ٹھیک ہے اس کا ایک معنیٰ یہ بھی بنایا جاسکتا ہے کہ میں نہیں پڑھ سکتا مگر یہاں یہ معنیٰ ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ کسی بھی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کا سیاق وسباق اور جس شخصیت کے بارے میں وہ عبارت ہے اس کا مقام ومرتبہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے ورنہ معنیٰ الٹ بھی ہوسکتا ہے۔ آیئے قرآن مجید سے میں آپ کے سامنے اس کی مثال پیش کرتا ہوں:

سورہ آل عمران (۳): آیت نمبر ۵۷: وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا)

سورہ آل عمران (۳): آیت نمبر ۸۶: وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا)

سورہ اعراف (۷): آیت نمبر ۴۴: فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ اَنْ لَّعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ (پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو)

سورہ بقرہ (۲): آیت نمبر ۱۲۴: وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ (اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب تعالیٰ نے چند باتوں میں آزمایا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سب کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں تمہیں تمام انسانوں کا امام (پیشوا) بنانے والا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اور میری اولاد سے بھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا۔) یعنی کوئی ظالم نبی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کوئی نبی ظالم ہوسکتا ہے یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن حضرت یونس علیہ السلام فرماتے ہیں:

سورہ انبیاء (۲۱): آیت نمبر ۸۷: حضرت یونس علیہ السلام نے کہا: لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا)

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑتی ہے، ظالم نبی نہیں ہوسکتا اور ساتھ ہی حضرت یونس علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں ظالم ہوگیا ہوں۔ اب اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ

رکھے کہ حضرت یونس علیہ السلام العیاذ باللہ ظالم تھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن میں بیان کیا ہے تو ہم کیوں نہیں کہہ سکتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کرے جس کا ظاہری معنیٰ اس کے شایان شان نہ ہو تو اس کی تاویل کرنا پڑتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے لئے ہاتھ، منافقوں کا مذاق اڑانا اور ان کے ساتھ مکر وفریب کرنا کے الفاظ استعمال کئے ہیں، تو چونکہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہیں اس لئے ہم ان کا ظاہری معنیٰ چھوڑ کر وہ معنیٰ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ اسی طرح قرآن و حدیث میں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لئے یا کسی نبی نے اپنے لئے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا ہے جس کا ظاہری معنیٰ نبی کی شان کے شایان نہیں ہے تو اس کی بھی تاویل کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے جو چاہے انہیں کہہ سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہیں اس کے سامنے جس طرح چاہیں اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کر سکتے ہیں مگر ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی ایسا معنیٰ کریں جو ان کے شایان شان نہ ہو۔

اب حضرت یونس علیہ السلام کی مثال کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیئے ماانابقاری کے بارے میں غور کرتے ہیں، یہ الفاظ نہ تو اللہ تعالیٰ کے ہیں اور نہ ہی جبریل امین کے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے استعمال کئے ہیں لہٰذا ان کا معنیٰ کرتے وقت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ کہیں بے ادبی سے ہماری نیکیاں ضائع نہ ہو جائیں۔ دراصل انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ خود علم سکھاتا ہے اور پہلی وحی آنے سے پہلے ہر نبی علم کے اس عظیم مقام پر فائز ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ وحی کو پڑھ بھی سکتا ہے اور اس کو پڑھا بھی سکتا ہے یعنی وہ وحی کا صرف عالم نہیں بلکہ اس کا معلم بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ۱۲۴۰۰۰ کے لگ بھگ جتنے بھی انبیائے کرام آئے ان میں سے حصول وحی کے وقت کسی نبی نے یہ نہیں کہا: ماانابقاری کہ وہ پڑھ نہیں سکتا تو پھر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں پڑھ سکتے؟

حضرت آدم علیہ السلام کا پڑھنا

حضرت آدم علیہ السلام اپنی لغزش پر سالہا سال تک روتے رہے لیکن مغفرت کی خوش خبری نہ ملی، آخر ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی:

یا ربِّ! أسئلک بحق محمد أن غفرت لی، فقال اللہ تعالی: یا آدم! کیف عرفت محمدا و لم أخلقہ بعد؟ فقال یا ربِّ لأنک لمّا خلقتنی بیدک و نفخت فیّ من روحک، رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، فعلمت أنک لم تضف إلی اسمک إلا أحب الخلق إلیک، فقال اللہ تعالی صدقت یا آدم! إنہ لأحب الخلق إلیّ وإذ سألتنی بحقہ فقد غفرت لک و لو لا محمد ما خلقتک (المواھب اللدنیۃ: جلداول: ص ۸۲، البدایہ و النھایہ: جلداول: ص ۸۱، شرح زرقانی: جلداول: ص ۱۱۹، المعجم الاوسط للطبرانی ۱ حدیث نمبر ۶۴۹۸: جلد ۷: ص ۲۵۹) اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کیسے ہوا حالانکہ میں نے ابھی تک انہیں پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے اوپر سر اٹھایا تو پائے عرش پر یہ لکھا ہوا

پایا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، پس میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ دوسرا نام وہی ہوسکتا ہے جو آپ کو ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! آپ نے سچ کہا، محمد ﷺ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تو نے ان کے وسیلہ سے دعا کی ہے تو میں نے تیری بخشش فرمادی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پڑھنا

اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف (۷) کی آیت نمبر ۱۴۵ میں فرمایا: اور ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کے لئے (تورات کی) تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا:) پس ان تختیوں کو مضبوطی سے پکڑلو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ بھی ان کو اچھے طریقے سے پکڑلیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پڑھنا

سورہ مریم (۱۹) کی آیت نمبر ۳۰ میں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں ہیں اور کہا: قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔

لمحہ فکریہ

حضرت آدم علیہ السلام عرش پر لکھا ہوا کلمہ شریف پڑھ لیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام تختیوں پر لکھی ہوئی تورات کو پڑھ لیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں کلام الٰہی پڑھنا شروع کردیں لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ جو سارے نبیوں کے امام اور سردار ہیں وہ چالیس سال کی عمر میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام نہ پڑھ سکیں۔ نیز دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو اعلان نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خود پڑھنا سکھادیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو اعلانِ نبوت کے بعد جبریل امین پڑھنا سکھارہے ہیں۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے شایان شان نہیں ہے۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے لکھنے اور پڑھنے کا اظہار نہیں کیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اعلان نبوت سے) پہلے آپ نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (کیونکہ اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست لوگ ضرور شک وشبہ میں پڑ جاتے۔ (قرآن: ۲۹: ۴۸) یعنی اعلان نبوت سے پہلے اگر آپ ﷺ لکھتے اور پڑھتے تو اہل باطل یہ شبہ کرسکتے تھے کہ آپ نے پہلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کرلی ہیں اور اب آہستہ آہستہ لوگوں کو سنا رہے ہیں۔ اگرچہ دنیا کے سارے پڑھے لکھے لوگ مل کر بھی قرآن جیسی کتاب تیار نہیں کرسکتے تھے، تاہم اہل باطل کو بات بنانے کا ایک موقع مل سکتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن سے پہلے آپ کو پڑھنے لکھنے سے دور رکھا۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: محققین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ قید ہے کہ آپ نزول قرآن سے پہلے پڑھتے لکھتے نہیں تھے اور نزول قرآن کے بعد جو آپ نے لکھا یا پڑھا وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق سے سیکھے بغیر آپ کا لکھنا پڑھنا ایک الگ معجزہ ہے۔

(تفسیر تبیان القرآن: سورہ عنکبوت (۲۹): زیر آیت نمبر ۴۸)

نبی کریم ﷺ کا لکھنا

اعلان نبوت کے بعد جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو آپ سے لکھنا اور پڑھنا دونوں ثابت ہیں۔ اس سلسلے میں صلح نامہ حدیبیہ کا واقعہ ملاحظہ کریں جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کا احرام باندھا (اور مکہ روانہ ہوئے) لیکن اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ آخر صلح اس پر ہوئی کہ (اس سال آپ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں، آئندہ سال آئیں اور) مکہ میں تین دن تک قیام کریں گے۔ جب انہوں نے لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی۔ کفار نے کہا: ہم اس کو نہیں مانتے اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹادو۔ (چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معاہدہ تحریر کر رہے تھے اس لئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں (رسول اللہ کے الفاظ) کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کو پکڑا (رسول اللہ کے الفاظ اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ بخاری: حدیث نمبر ۲۶۹۸) اور لکھا: یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ---

(بخاری: ۲۶۹۹: کتاب الصلح: باب ٦)

عمر بن شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے نبی کریم ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے کہ اس وقت اچانک آپ نے لکھنا شروع کر دیا۔ (خصائص کبریٰ: جلد دوم: ص ۲۳٦) علامہ آلوسی نے آپ ﷺ کے لکھنے پڑھنے کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں''۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ الاعراف (۷): زیر آیت نمبر ۱۵۷) اس سے معلوم ہوا کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو علم عطا فرمایا اسی طرح لکھنا پڑھنا بھی سکھایا، البتہ تبلیغ اسلام میں آپ کو لکھنے پڑھنے کی ضرورت بہت کم پڑی کیونکہ اہل عرب کی اکثریت ان پڑھ تھی اور انہیں زبانی تبلیغ کی ہی ضرورت تھی۔ شہاب الدین خفاجی نے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ نے نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی ہے یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں لکھنے کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا تاکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے''۔ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین سے اٹھالیا تاکہ کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ پڑے۔

(نسیم الریاض: جلد ۲: ص ۳۹۸: النبی الامی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کو ''امی'' کہا ہے جس کا معنی ''ان پڑھ'' بھی ہے تو پھر آپ کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ لیکن قرآن مجید میں یہ بھی تو ہے! {وہ اللہ ہی ہے جس نے امیوں (ان پڑھ لوگوں) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں قرآن کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے} (قرآن: ٦۲: ۲) نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (دارمی: مقدمہ: باب ۳۲) اب جس کو اللہ تعالیٰ پوری

امت کا معلم اور استاد بنائے اس کو ان پڑھ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اگر اعلان نبوت سے پہلے آپ کو ان پڑھ کہا جائے تو اس پر بات ہو سکتی ہے مگر اعلان نبوت کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم کتاب و حکمت بنا دیا ہے اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ فضل عظیم ہے۔ (قرآن: ۴: ۱۱۳) تو اس کے بعد آپ کو ان پڑھ کہنا درست نہیں ہے۔ بہر حال امی کا معنیٰ صرف ان پڑھ نہیں ہے، امی کے اور معانی بھی ہیں، میں یہاں چند معانی کا ذکر کرتا ہوں!

۱۔ ان پڑھ قوم والا

نبی کریم ﷺ کو اُمی کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ امی یعنی ان پڑھ قوم کی طرف مبعوث ہوئے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ ہم امی لوگ ہیں ہم نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ (بخاری: کتاب الصوم: باب ۱۳) پھر فرمایا: اِنِّي بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّيْنَ (ترمذی: ۲۹۴۴: کتاب القراءات: باب ۱۱) میں امی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ کیونکہ اہل عرب میں عام طور پر تعلیم کا رواج نہیں تھا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا کیونکہ کاتبانِ وحی اسلام لانے سے پہلے بھی پڑھے لکھے تھے اور غزوۂ بدر کے بعد جن کفار قیدیوں کو مدینہ کے بچوں کا استاد بنایا گیا وہ بھی پڑھے لکھے تھے۔ تاہم ان کی غالب اکثریت ان پڑھ تھی اس لئے ان کو امی قوم کہا جاتا تھا۔

۲۔ ماں والا

ماں کو عربی میں اُم کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے اُمی کا معنیٰ ہوگا: ماں والا یعنی جو بچہ شکم مادر سے پیدا ہونے کے بعد اسی حالت پر رہے اور کسی استاد سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھے اُسے اُمی (ویسا ہی جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا) کہتے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے شکم مادر سے پیدا ہونے کے بعد کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، اس اعتبار سے آپ ﷺ بھی اُمی تھے۔

۳۔ امت والا

جیسے مکہ سے مکی بنتا ہے اسی طرح اُمہ سے اُمی (اُمت والا) بنتا ہے۔ جس طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام امت والے ہیں اسی طرح آپ ﷺ بھی صاحب امت ہیں۔ حضرت ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا! عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ: اِذْ لِكُلِّ نبي يوم القيامة منبر أمن نور وإني لعلى أطولها وأنورها، فيجيئ مناد فينادي: أين النبي الامي؟ فيقول الانبياء: كلنا نبي امي فإلى أينا أرسل؟ فيرجع الثانية فيقول: أين النبي الامي العربي؟ قیامت کے دن ہر نبی کے لئے نور کا ایک منبر ہوگا اور میں سب سے اونچے اور سب سے زیادہ نور والے منبر پر متمکن ہوں گا کہ ایک منادی ندا کرے گا: نبی اُمی کہاں ہے؟ انبیائے کرام علیہم السلام کہیں گے: ہم میں سے ہر ایک نبی اُمی (امت والا) ہے، پھر کس کے پاس پیغام آیا ہے؟ منادی دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا: نبی اُمی عربی کہاں ہے؟ اس پر نبی کریم ﷺ منبر سے اُتر کر آئیں گے۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور آپ ﷺ کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔۔۔

(ابن حبان: ۶۴۸۹: جلد ۶: ص ۱۰۸: باب الحوض والشفاعة)

آج کسی عالم یا معلم کو ان پڑھ کہنا اس کی توہین ہے تو حضورِ اکرم ﷺ جو ساری مخلوقات سے بڑے عالم اور قرآن مجید جیسی عظیم کتاب کے معلم ہیں ان کو اُمی بمعنیٰ ان پڑھ کہنا لمحہ فکریہ ہے۔ جب اُمی کے عظمت والے معانی موجود ہیں تو نقص والا معنیٰ

استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اگر ہمارے نبی کریم ﷺ امی بمعنی ان پڑھ ہیں تو باقی نبی کون سی یونیورسٹی سے پڑھے تھے۔

اسم فاعل کی نفی

ما انا بقارئ میں قاری اسم فاعل ہے جس کو انگلش میں The Acti■ Present Participle کہا جاتا ہے۔ اور عام طور پر اسم فاعل کی نفی سے استعداد اور طاقت کی نفی مراد نہیں ہوتی جیسے سورہ کافرون میں کفار کو فرمایا گیا: ولا انا عابد ما عبدتم۔ اسم فاعل کی مناسبت سے اس کا ترجمہ تین طرح سے کیا جاسکتا ہے۔ پہلا ترجمہ: میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ دوسرا ترجمہ: میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور تیسرا ترجمہ: میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ (قرآن: ۱۰۹: ۴) کسی نے بھی اس کا ترجمہ یہ نہیں کیا کہ میرے اندر بتوں کی عبادت کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ تو مطلب اس کا یہ ہوا کہ طاقت تو ہے مگر میں بتوں کی عبادت اس لئے نہیں کرتا کیونکہ وہ عبادت کے اہل نہیں ہیں۔ اگر طاقت ہی نہیں تو یہ کہنے کا کوئی ثواب نہیں ہے، جیسے اگر اندھا کہے کہ میں نے غیر محرم عورت کو کبھی نہیں دیکھا تو یہ اس کا کمال نہیں ہے اور نہ ہی اسے اس بات کا کوئی ثواب ملے گا۔ اس قسم کی قرآن مجید میں درجنوں آیات ہیں مثلاً: قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ۔ (سورہ ہود (۱۱): ۵۳)

قرآن پاک میں ہابیل اور قابیل کا واقعہ ذکر ہوا ہے، اس سے بھی یہ حقیقت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جب ہابیل نے قابیل کو کہا: لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (قرآن: ۵: ۲۸) اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اب اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہابیل کے پاس اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ قابیل کی طرف بڑھا سکے۔ دراصل اس کے ہاتھوں میں طاقت تو ہے مگر وہ قابیل کی طرف ہاتھ اس لئے نہیں بڑھا رہا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمہور مفسرین کے نزدیک ہابیل، قابیل سے زیادہ طاقتور تھا اسی لئے ہابیل سو رہے تھے تو اس نے بے خبری میں ان کے سر پر پتھر مارا جس سے ہابیل کی موت واقع ہوئی۔

(تفسیر قرطبی: سورہ مائدہ (۵): زیر آیت نمبر ۲۸)

نبی کریم ﷺ کے نہ پڑھنے کی حکمت

اس کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، البتہ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ غار حرا کی تنہائی میں پوری یکسوئی کے ساتھ ذکر الٰہی میں اس قدر مگن تھے کہ آپ پر استغراق کی کیفیت طاری تھی، تو ایسی صورت میں کسی دوسری جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا آسان نہیں تھا، مگر چونکہ جبریل امین کو اپنا فریضہ ادا کرنا تھا اس لئے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے تین بار پورے زور کے ساتھ معانقہ کیا مگر نبی کریم ﷺ اپنے خالق حقیقی کی یاد میں ہی مستغرق رہے، گویا زبان حال سے فرما رہے تھے: اے جبریل! مجھے تصور جاناں میں ہی مستغرق رہنے دے حتیٰ کہ جبریل امین نے جب اسی رب کے نام سے پڑھنے کی استدعا کی جس کے مشاہدۂ جمال میں آپ مستغرق تھے تو آپ استغراق کی کیفیت سے باہر آئے اور سورہ علق کی

ابتدائی آیات سے اپنے سینہ مبارک کو منور کیا۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ (نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری: زیر حدیث نمبر ۳: جلد اول: ص ۱۹۲) غار حرا میں نبی کریم ﷺ پر کچھ ایسی ہی کیفیت طاری ہوگی جس کی وجہ سے آپ نے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بازو میں تیر کا پھل رہ گیا، اسے کھینچنے پر بہت تکلیف ہوتی تو آپ نے فرمایا: جب میں نماز پڑھوں تو کھینچ لیا جائے، مجھے خبر نہیں ہوگی۔ واقعی جب نماز کے دوران تیر نکالا گیا تو آپ کو احساس تک نہ ہوا۔ (منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: جلد اول: ص ۴۴۹) جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے مستغرق تھے کہ انہیں جسمانی تکلیف محسوس نہ ہوئی اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی ذکر الٰہی میں ایسے مستغرق ہوں گے کہ انہیں جبریل امین کا احساس نہ ہوا۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ ہر سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا واجب ہے (تفسیر کبیر: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۱) اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ جبریل امین نے پہلے تین بار اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر پڑھنے کو کہا اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نہیں پڑھتا۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ بتانا چاہتے تھے کہ میں تمام لوگوں کو یہ تبلیغ کروں گا کہ ہر کام سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں خود اپنے رب کے نام کے بغیر پڑھنا شروع کر دوں۔ چنانچہ چوتھی بار جب جبریل امین نے رب تعالیٰ کا نام لیا تو آپ نے انکار نہیں فرمایا۔

قرآن کی روشنی میں اسلامی تعلیمی پالیسی

اسلامی تعلیم

تاریخ مذاہب میں قرآن مجید پہلی کتاب ہے جس کی پہلی وحی کا پہلا لفظ تعلیم کی ترغیب دے رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: اقرأ پڑھو، مگر کیا پڑھو؟ اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، البتہ اس پڑھنے کے ساتھ شرط یہ ہے کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھو۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے رب کا علم حاصل کرو، اس کے بعد ہر وہ علم حاصل کر سکتے ہو جس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، چاہے وہ علم قرآن کا ہو یا حدیث کا، سائنس کا ہو یا ٹیکنالوجی کا، قانون کا ہو یا سیاست کا، بزنس کا ہو یا زراعت کا الغرض جو انسان خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے وہ چاہے دینی علم حاصل کرے یا دنیاوی، یہ علم اس کو جنت میں لے جائے گا کیونکہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہے اور وہ کسی علم کو غلط استعمال نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس جو انسان خدا پر ایمان نہیں رکھتا وہ چاہے دینی علم حاصل کرے یا دنیاوی، یہ علم آخرت میں اس کے کام نہیں آئے گا کیونکہ وہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔
میری اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی تعلیم سب سے مقدم ہے یعنی مسلمان کو کوئی بھی علم حاصل کرنے سے پہلے اپنے رب کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

جنرل تعلیم

تعلیم کے حوالے سے پہلی وحی میں دو دفعہ پڑھنے کا حکم ہے۔ ایک دفعہ پہلی آیت میں یعنی (اپنے رب کے نام کے ساتھ

پڑھو) اور دوسری دفعہ تیسری آیت میں یعنی (پڑھو، آپ کا رب بڑا کریم ہے) اور دو دفعہ پڑھانے کا ذکر ہے۔ ایک دفعہ چوتھی آیت میں یعنی (جس نے قلم کے ذریعہ علم پڑھایا) اور دوسری دفعہ پانچویں آیت میں یعنی (اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم پڑھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) اور لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں آیات میں پڑھانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور پڑھنے والے انبیائے کرام ہیں۔

اور ایک دفعہ قلم یعنی لکھنے کا ذکر ہے۔ (جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی وحی اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ ہے اور دوسری وحی ن والقلم و مایسطرون ہے۔ قسم ہے قلم کی اور جو وہ لکھتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: سورہ قلم ۶۸:۱) یعنی لکھنے والے قلم کی بھی قسم اور اس تحریر کی بھی قسم جو قلم کے ساتھ لکھی جاتی ہے اور اس پوری سورت کا نام بھی قلم رکھا گیا ہے۔ آپ اس سے کتابت اور قلم کی اہمیت کا اندازہ لگائیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ لکھنے کو پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ پڑھنا بھول جاتا ہے مگر لکھنا محفوظ رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

(دارمی: مقدمۃ: باب ۴۳)

شہید کا خون اور قلم کی سیاہی

آج کمپیوٹر نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا ہے اور ساری دنیا کی معلومات کو اکٹھا کر کے آپ کے سامنے میز پر رکھ دیا ہے۔ یہ لکھنے کی ہی ایک ترقی یافتہ صورت ہے اور لکھنے کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے فرمایا: قیامت کے دن شہیدوں کے خون کا علماء کے قلم کی سیاہی کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ (میزان کے ایک پلڑے میں شہید کی رگوں کا خون اور دوسرے میں عالم کے قلم کی سیاہی رکھی جائے گی) اور علماء کے قلم کی سیاہی ثواب کے اعتبار سے شہیدوں کے خون سے بھاری ہو گی۔ (کنز العمال: ۲۸۸۹۹ جلد ۱۰: ص ۱۴۱) ذرا اندازہ کریں ایک آدمی اپنے ملک و ملت کے دفاع کے لئے اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور اپنی رگوں کا خون دے کر شہادت حاصل کرتا ہے، اس کے خون سے عالم کے قلم کی سیاہی زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ بظاہر اس بات کو سمجھنا مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر آپ درج ذیل مثال میں غور کریں تو بات آسان ہو جائے گی۔ امام بخاری کے زمانہ میں نہ جانے کتنے سیکڑوں انسان شہید ہوئے ہوں گے وہ اپنا خون دے کر جنت کے مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے مگر آج ہم ان کے نام تک نہیں جانتے لیکن امام بخاری نے قلم کی سیاہی سے جو احادیث لکھی تھیں وہ گزشتہ 1200 سالوں سے لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔

سائنسی تعلیم

پہلی وحی میں دو دفعہ پڑھنے کا حکم، دو دفعہ پڑھانے کا ذکر، ایک دفعہ لکھنے کا ذکر اور تین دفعہ سائنسی تعلیم یعنی فزیکل ورلڈ میں تحقیق کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس دور کے مشہور محقق Maurice Bucaille نے کتاب لکھی ہے: The Bible, The Qur'an and Science اس کے صفحہ نمبر 204 پر لکھتا ہے: ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کے مختلف مراحل جو قرآن نے 1400 سال پہلے بیان کئے ہیں سائنس نے ان کو اس دور میں دریافت کیا ہے۔ ان مراحل میں سے ایک "علق" ہے یعنی ماں کے پیٹ میں پانی کا قطرہ جب clinging clot یا ایک جامد خون کی شکل اختیار کرتا ہے اس کیفیت کو علق کہا جاتا ہے۔ موریس بکیل

کہتا ہے: قرآن مجید میں بچے کی تخلیق کے ان مراحل کا پانچ جگہوں پر ذکر ہوا ہے۔ ان میں سے پہلی جگہ پہلی وحی کی دوسری آیت ہے (اللہ تعالیٰ نے انسان کو علق سے پیدا فرمایا) اور یہ کوئی معمولی کیفیت نہیں یہ اتنی اہم ہے کہ اس کی وجہ سے پوری سورت کا نام علق رکھا گیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ علق میں غور کرو۔ جمے ہوئے خون کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا جس میں جان نہیں ہے، جو حرکت نہیں کر سکتا، بول نہیں سکتا، دیکھ نہیں سکتا، سن نہیں سکتا، سوچ اور سمجھ نہیں سکتا، اس چھوٹے سے بے جان ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اتنی حکمتیں رکھی ہیں کہ اس سے چھ فٹ کا انسان بن جاتا ہے جو بولتا بھی ہے اور سنتا بھی، دیکھتا بھی ہے اور چلتا بھی۔ اس میں سائنسی تحقیق کی ترغیب ہے کہ جس طرح جمے ہوئے خون میں چھ فٹ انسان کی صلاحیتیں موجود ہیں اسی طرح کائنات کی دوسری چیزوں میں بھی غور کرو، ان میں بھی بے شمار حکمتیں پڑی ہوئی ہیں۔

سائنسی تعلیم کی دوسری ترغیب پہلی وحی کی پہلی آیت ہے۔ یعنی (اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا) مگر کس کو پیدا کیا؟ مفعول کا یہاں ذکر نہیں ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے: الذی خلق الانسان جس نے انسان کو پیدا فرمایا۔ حالانکہ انسان تو دوسری آیت میں پہلے ہی موجود ہے۔ تو دو دفعہ انسان کی کیا ضرورت ہے؟ میں کہتا ہوں: ہاں اس کی ضرورت ہے کیونکہ دوسری آیت کا ترجمہ ہے: (اس نے انسان کو علق سے پیدا کیا)، اب اس میں حضرت آدم علیہ السلام شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ علق سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ براہ راست مٹی سے پیدا ہوئے تھے، لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام کو شامل کرنے کے لئے پہلے انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے انسان سے مراد اولاد آدم علیہ السلام ہوگا اور آیت کا مفہوم اس طرح ہوگا: الذی خلق آدم من تراب و خلق بنی آدم من علق جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور اولاد آدم علیہ السلام کو علق سے پیدا فرمایا، تو جس طرح موریس بکیل کہتا ہے کہ علق سے انسان کا بننا سائنس کی ترغیب ہے تو اسی طرح میں کہتا ہوں کہ مٹی سے انسان کا بننا بھی سائنس کی ترغیب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز میں غور و فکر کرو کیونکہ ہر چیز میں حکمتیں موجود ہیں۔

سائنسی تعلیم کی تیسری ترغیب پانچویں آیت میں ہے یعنی (اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم پڑھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) وہ کون سا انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیا پڑھایا۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۳۱ (اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔) یعنی اس فزیکل ورلڈ کی ہر چیز کا نام، اس کی خاصیات، اس کی صفات، اس کے فوائد اور اس کے نقصانات کا علم دیا اور اسی کو سائنس کہتے ہیں۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا، فرمایا: مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو، سب فرشتوں نے کہا: تو پاک ہے ہم تو صرف وہی کچھ جانتے ہیں جو تو نے ہمیں سکھایا) ان چیزوں کے متعلق نہ تو نے ہمیں بتایا اور نہ ہمیں ان کا علم ہے۔ اب ذرا غور کریں ایک طرف نور سے پیدا ہونے والے لاتعداد فرشتے دوسری طرف مٹی سے پیدا ہونے والا صرف ایک انسان، فرشتوں پر انسان کی برتری ثابت کرنے کے لئے علم کا مقابلہ ہو رہا ہے اور پتہ ہے سوال کیا ہے؟ سوال توحید اور عقیدے کا نہیں تھا کیونکہ توحید اور عقیدے کے مسائل تو فرشتے بھی جانتے تھے اور اسی لئے وہ رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

انسان کو سائنسی تعلیم کی ضرورت

فرشتوں کے پاس توحید و عبادت کے جو علوم تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیئے تھے اور تخلیق

کے بعد جو علم سب سے پہلے سکھایا وہ ان مادی چیزوں کا علم تھا جو فرشتوں کے پاس نہیں تھا اور نہ فرشتوں کو اس کی ضرورت تھی۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں۔ فرشتوں کو کھانے کے لئے روٹی کی ضرورت نہیں، رہنے کے لئے مکان کی ضرورت نہیں، پہننے کے لئے کپڑے کی ضرورت نہیں، سواری کے لئے کار کی ضرورت نہیں۔ ہم مادے سے بنے ہیں یہ ہماری ضرورتیں ہیں اسی لئے ان چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نہیں دیا بلکہ انسان کو دیا تا کہ وہ ان چیزوں میں غور کر کے اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ امام شعرانی اپنی کتاب البدر المنیر (حدیث نمبر ۱۵۰۷) میں نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ایک ہزار پیشوں کا علم بھی عطا فرمایا۔

قابل غور نکتہ

پہلی وحی میں نہ نماز روزے کا ذکر ہے اور نہ حج زکوۃ کا۔ ذکر ہے تو کس کا ایک اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا تعلیم کا۔ اور اس کی ضرورت اتنی اہم ہے کہ جس قدر ۱۴۰۰ سال پہلے اس کی ضرورت تھی اسی طرح آج بھی اس کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے الیکشن جیتنے کے لئے تعلیم ہی کا نعرہ لگایا اور کہا Education, Education and Education تعلیم، تعلیم اور تعلیم۔ اور تین نومبر ۲۰۰۶ء کو آکسفورڈ میں تقریر کرتے ہوئے کہا Britain must 'stand up for science' by encouraging youngsters to become scientists. برطانیہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نوجوانوں کو سائنس دان بننے کی ترغیب دے۔

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ مسلمان لیڈروں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نوجوان مسلمانوں کو سائنس دان بننے کی ترغیب دیں۔ ٹونی بلیئر نے تین بار جنرل تعلیم کی بات کی اور ایک بار سائنسی تعلیم کی مگر قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے صرف پہلی وحی میں پانچ دفعہ جنرل تعلیم کی بات کی ہے اور تین دفعہ سائنسی تعلیم کی۔ جس قوم کی مذہبی کتاب کی پہلی وحی میں آٹھ دفعہ تعلیم پر زور دیا گیا ہو اگر وہ قوم تعلیم میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جائے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ جب تک مسلمان دین کے ساتھ ساتھ سائنسی تعلیم میں بھی سرگرم رہے تو وہ Super power رہے لیکن جب سائنس کو چھوڑا تو ذلیل وخوار ہو گئے۔ افغانستان نے بڑے بڑے مفتی، مبلغ اور محدث تو پیدا کئے مگر وہ سائنسدان پیدا نہیں کئے جو امریکہ کے میزائل کا جواب دے سکیں اس لئے شکست کھائی، اگر ان کے پاس بھی سائنس اور ٹیکنالوجی ہوتی تو آج صورت حال مختلف ہوتی۔

درس قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا　　　یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

اس دور کی اصل طاقت

آج دنیا میں مسلمان مظلوم ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہے، یہ اسلام پر عمل نہیں کرتے، اس لئے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ مجھے اس سے جزوی طور پر اختلاف ہے، ٹھیک ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے مگر ساری وجہ یہی نہیں ہے۔ مکہ میں ۱۳ سال تک مسلمان مظلوم تھے، وہ کون سا ظلم ہے جو حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر نہیں ڈھایا گیا۔

کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ مسلمان مکہ میں اس لئے مظلوم تھے کہ ان میں اتفاق نہیں تھا یا وہ اسلام پر عمل نہیں کرتے تھے، ہرگز نہیں، دراصل بات یہ ہے کہ اس دور کے ظلم کو روکنے کے لئے افرادی قوت کی ضرورت تھی کیونکہ وہ تلوار کا زمانہ تھا اور one-to-one لڑائی ہوتی تھی اور مسلمانوں کے پاس افرادی قوت نہیں تھی اس لئے مظلوم تھے اور جب مدینہ میں افرادی قوت حاصل ہوگئی تو پھر کوئی مسلمانوں پر ظلم نہ کر سکا۔ مکرم قارئین! اُس دور میں طاقت کا سرچشمہ افرادی قوت تھی مگر آج طاقت کا سرچشمہ صرف افرادی قوت نہیں بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی ہے، جب تک ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے نہیں بڑھیں گے اسی طرح مار کھاتے رہیں گے اور اب تو ہم ترقی کی دوڑ میں اتنا پیچھے رہ گئے ہیں کہ شاید ہمارا اتحاد بھی ہمیں نہ بچا سکے۔

ایک مثال کے ذریعہ میں اس نکتہ کو اور واضح کر دیتا ہوں۔ اگر ایک طرف ایک ملین نوجوان مسلمان کھڑے کر دیئے جائیں اور ان کے ہاتھوں میں نئی کلاشن کوف بھی ہو اور دوسری طرف ایک بوڑھا لاغر انسان کھڑا کر دیا جائے جس کا ہاتھ ایٹم بم کے بٹن پر ہے۔ اب اگر ان کے درمیان لڑائی ہو تو کون جیتے گا؟ خدا کی قدرت کی علیحدہ بات ہے مگر اس کی سنت یہی ہے کہ وہ ایک بوڑھا جیتے گا اور یہ ایک ملین نوجوان مریں گے، کیونکہ سائنس نے اس کو ایسا ہتھیار مہیا کر دیا ہے جس کا مقابلہ ایک ملین نوجوان نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی اتنی بڑی طاقت ہے کہ سائنس سے محروم لاکھوں نوجوان مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، لہٰذا دنیا میں باوقار رہنے کی صورت یہی ہے کہ ہم اتحاد ملت اور اسلام پر عمل کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھیں۔

برٹش مسلمان طلبہ

ایک سروے کے مطابق مغرب میں ایک ملین میں سے تین ہزار افراد سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کرتے ہیں جو ایک ہزار میں تین افراد بنتے ہیں اور مسلمان ممالک میں ایک ملین میں صرف ایک شخص سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کرتا ہے۔ یہ بات مسلمان ممالک کے لئے لمحہ فکریہ ہے، انہیں چاہیے کہ وہ مغرب کی طرح معیاری یونیورسٹیاں قائم کریں، مگر اے برطانیہ میں رہنے والے مسلمان طلبہ! تمہیں تو ان یونیورسٹیز میں پڑھنے کی سہولت حاصل ہے، لہٰذا ان سے بھرپور استفادہ کرو۔

آج برطانیہ میں تقریباً چار لاکھ مسلمان طلبہ اور طالبات پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک زیر تعلیم ہیں۔ اگر ایک ہزار میں سے تین نہ سہی صرف ایک نوجوان بھی سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کرے تو آئندہ پندرہ بیس سالوں میں برطانیہ میں چار سو مسلمان سائنسی علوم میں پی ایچ ڈی کر سکتے ہیں، اور اگر ان میں سے تین چار بھی کوئی نئی چیز ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو مسلمانوں کی عزت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر پندرہ سالوں کے بعد ہر سال برطانیہ میں تین چار مسلمان سائنس دان پیدا ہونا شروع ہو جائیں تو اس سے برطانیہ کو بھی ترقی ملے گی اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا مستقبل بھی روشن ہو جائے گا۔

میرے پیارے بچو اور میری پیاری بچیو! اللہ تعالیٰ اور اپنے پیارے نبی کی ذات سے محبت کرو، اسلام پر چلنے کی کوشش کرو۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرو اور خاص کر سیاست، میڈیا، سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھو۔ اگر تم میں سے کوئی کینسر کا علاج تلاش کر لے یا پٹرول کی بجائے پانی سے کار چلانے کا طریقہ ایجاد کر لے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے کردار کو دیکھ کر انگریز عوام تمہاری عزت کریں گے اور تمہاری سائنسی تحقیق کو دیکھ کر انگریز حکومت تمہاری عزت کرے گی۔

ہمت کرو جوانو کشتی بھنور سے نکلے ایسا نہ ہو کہ بلبل روتا چمن سے نکلے

اسلام اور سائنس

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک زمین و آسمان کی پیدائش اور لیل و نہار کی گردش میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔ (قرآن: ۳: ۱۹۰) اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے یہ آیت پڑھی اور اس میں غور و فکر نہیں کیا اس کے لئے خرابی اور جہنم ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورہ آل عمران: زیر آیت نمبر ۱۹۰)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عالم اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک گھڑی کے لئے جب اپنے علم میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کی وہ ایک گھڑی ایک عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(کنز العمال: ۲۸۷۸۹: جلد ۱۰: ص ۱۵۴)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ تمام لوگوں سے افضل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔

(جمع الجوامع: ۱۰۷۱۶: جلد ۴: ص ۱۲۷)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز میں غور و فکر کرو مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر نہ کرو۔ (الجامع الصغیر: ۳۳۴۵: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مخلوق میں غور و فکر کرو، خالق میں غور و فکر نہ کرو، کیونکہ تم اس کی قدر کا اندزہ نہیں کر سکتے۔ (الجامع الصغیر: ۳۳۴۶: جلد ۱: ص ۲۰۱)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور و فکر کرو، اللہ تعالیٰ میں غور و فکر نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (الجامع الصغیر: ۳۳۴۷: جلد ۱: ص ۲۰۱) یعنی تم اللہ تعالیٰ کی حقیقت نہیں سمجھ سکو گے اور اپنے غلط اندازوں کی وجہ سے گمراہ ہو جاؤ گے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اسے پائے وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ (ترمذی: ۲۶۸۷: ابواب العلم: باب ۱۹)

☆ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: کائنات میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تفکر کے ہم پایہ کوئی عبادت نہیں۔ (تفسیر بیضاوی: سورہ آل عمران (۳): زیر آیت نمبر ۱۹۱)

لمحہ فکریہ

مہلک امراض کے علاج کے لئے تحقیق کرنا، ملک کی حفاظت اور ترقی کے لئے سائنسدان پیدا کرنا، انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور انسانی سہولیات میں اضافہ کرنے کے لئے کائنات میں غور و فکر کرنا واقعی بہت بڑی عبادت ہے۔ میرے خیال میں آج مسلمانوں کو دنیا میں باوقار زندگی گزارنے کے لئے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ سب سے

مقدم فرض اور افضل عبادت ہے۔

اس افضل عبادت کے سلسلہ میں آج ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم چاند پر اتر چکے ہیں اور ہمارے لئے عید کا چاند تلاش کرنا ابھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم قومیں کائنات میں غور و فکر کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے آسمان پر پہنچ چکی ہیں اور ہم ابھی زمین پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا ۔ کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب تک مسلمان کائنات میں غور و فکر کرتے رہے اور دنیا کو نئی ایجادات سے بہرہ ور کرتے رہے تو دنیا ان کی عظمت کے گیت گاتی رہی لیکن جب مسلمانوں نے تفکر اور تدبر سے پہلو تہی کر لی تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر ۔ اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

درس قرآں نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا ۔ یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

مکمل انسان

تعلیم کے بغیر انسان مکمل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب اپنی قدرت سے پیدا فرمایا تو پڑھا ہوا پیدا فرمایا۔ اور جب والدین کے وسیلہ سے پیدا فرمایا تو اس کی تعلیم کی ذمہ داری اس کے والدین پر چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تین دفعہ اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔

نمبر ایک: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پڑھا ہوا پیدا فرمایا اسی لئے انہوں نے پیدا ہوتے ہی عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پڑھ لیا۔

(المواهب اللدنية: جلد اول: ص ۸۲، البداية والنهاية: جلد اول: ص ۸۱، شرح زرقانی: جلد اول: ص ۱۱۹)

نمبر دو: حضرت مریم پر جب الزام لگایا گیا کہ تیری شادی نہیں ہوئی، یہ بچہ کہاں سے لائی ہو؟ حضرت مریم نے فرمایا: تم اسی بچے سے پوچھو کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ تو قرآن بیان کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں فرمایا: قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔
(قرآن: ۱۹: ۳۰)

نمبر تین: قیامت کے دن جب لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دوبارہ زندہ ہوں گے تو خواہ کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم، کوئی عورت ہو یا مرد سب کی زبان عربی ہوگی اور سب پڑھے ہوئے ہوں گے۔ ہر ایک کے سامنے اس کا اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا۔ اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، آج کے دن اپنا حساب کرنے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔ (قرآن: ۱۷: ۱۴)

آیاتہا ۱۹ | ۹۶ سورۃ العلق مکیۃ ۱ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① — ۱۔ پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا۔[۱]

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② — ۲۔ جس نے انسان کو معلق خون سے پیدا فرمایا۔[۲]

---

[۱] قرآن مجید ۲۳ سالوں کے دوران بتدریج نازل ہوا لیکن اس کی سب سے پہلی وحی اس سورت کی پہلی پانچ آیات ہیں جو غار حرا میں نازل ہوئیں۔ پہلی آیت میں بسم اللہ پڑھنے اور علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ پہلی وحی کے حوالے سے وحی کی تعریف، وحی نازل ہونے کی صورتیں، پہلی وحی کی تفصیل، بعثت سے پہلے نبی کا کفر وشرک سے پاک ہونا، بعثت سے پہلے نبی کا ایمان، بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا علم، کیا نبی ﷺ پڑھ سکتے تھے؟ کیا نبی ﷺ جبریل امین کو پہچانتے تھے؟ اور علم حاصل کرنے کی اہمیت وفضیلت وغیرہا کے لئے اس سورت کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

غار حرا

غار حرا جس پہاڑ کی چوٹی پر ہے اس کا نام جبل نور ہے۔ غار حرا چار گز لمبی اور دو گز چوڑی ہے۔ جبل نور اور اس کے ارد گرد جتنے پہاڑ ہیں وہ خشک اور بے آب وگیاہ ہیں۔ راستہ اتنا کٹھن اور دشوار گزار ہے کہ صحت مند اور طاقتور آدمی بھی وہاں بڑی مشکل سے پہنچنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اگرچہ اب پہاڑ کو کاٹ کر سیڑھیاں بنائی گئی ہیں پھر بھی پون گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ یہ پہاڑ مسجد حرام سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اب تو مکہ شہر اتنا پھیل گیا ہے کہ اس کی عمارتیں جبل نور تک پہنچی ہوئی ہیں۔

ابو العباس قسطلانی لکھتے ہیں کہ ابن ابی جمرہ نے کہا: اگرچہ دوسرے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی اس قسم کے گوشہ عزلت کو تلاش کیا جاسکتا تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی گوشہ نشینی کے لئے غار حرا کو اس لئے پسند فرمایا کہ یہاں یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت بھی ہوسکتی تھی کیونکہ کعبہ شریف کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: جلد اول: ص ۱۰۶: کتاب الوحی: باب ۳) لیکن اب بلند عمارتوں کے باعث غار حرا سے کعبہ نظر نہیں آتا۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر بنی آدم کو علق سے پیدا فرمایا۔ اس میں انسان کو اس کی حقیقت یاد کرائی جارہی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے خون کے لوتھڑے سے خوب صورت انسان بنایا، لہٰذا وہ سرکشی اور تکبر نہ کرے بلکہ شکر ادا کرے۔ نیز اس آیت میں سائنسی تعلیم کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے اس سورت کے تعارف میں ''قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی'' ملاحظہ فرمائیں۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ ۳۔ پڑھیے! اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔[۳]

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ ۴۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔[۴]

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ ۵۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔[۵]

[۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگرچہ قرآن مجید اپنی قدر و منزلت اور عظمت و جلالت کے اعتبار سے اتنا بھاری ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ پھٹ جاتا لیکن آپ گھبرائیں نہیں، آپ کا رب بڑا کریم ہے وہ آپ کے لئے اس کا پڑھنا اور پڑھانا آسان کر دے گا۔

[۴] اس آیت میں لکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر لکھنے میں غفلت برتی جاتی تو آج ہم قدیم علماء کے علوم و فنون سے استفادہ کیسے کر سکتے؟

قلم کی اہمیت

حضرت قتادہ نے فرمایا: قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نہ دین قائم رہتا اور نہ ہی نظام زندگی درست ہوتا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۴)

آج قرآن مجید اور حدیث پاک تحریری شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں پھر بھی اختلافات کا بازار گرم ہے اور اگر یہ دونوں ماخذ تحریری شکل میں نہ ہوتے تو آپ خود اندازہ کریں ہمارے اختلافات کا عالم کیا ہوتا۔

انسانوں میں سب سے پہلے کس نے لکھا؟

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے لکھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ علق (۹۶): زیر آیت نمبر ۴)

[۵] علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام، نبی کریم ﷺ یا عام انسان ہیں، یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم سکھایا اور دیگر انسانوں کو انبیائے کرام علیہم السلام نے علم سکھایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا علم

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار پیشوں کا علم دیا اور فرمایا: اپنی اولاد کو کہنا کہ اگر تم صبر نہ کر سکو تو ان پیشوں کے ذریعہ دنیا حاصل کرو اور دین کے ذریعہ دنیا حاصل نہ کرو کیونکہ دین صرف میرے لئے خالص ہے۔ اس کے لئے خرابی اور جہنم ہے جو دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا ہے۔

(کنز العمال: ۲۹۰۹۱: جلد ۱۰: ص ۲۰۶ ☆ البدر المنیر: امام شعرانی: حدیث نمبر ۱۵۰۷: ص ۲۸۹)

☆ (اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھائے، پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا: اگر تم (اپنے

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ﴿۶﴾ ۶۔ بے شک انسان سرکشی کرتا ہے۔[۶]

خیال میں) سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔} (قرآن: ۲:۳۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے حقائق اور خواص کا علم عطا فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ بقرہ (۲): زیر آیت نمبر ۳۱)

فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت یا عبادت کا سوال نہیں کیا بلکہ مختلف اشیاء کے نام اور اسرار پوچھے، اس سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ انسانی معاشرہ کے لئے صرف عبادت ہی کافی نہیں (جو فرشتوں کے پاس وافر مقدار میں تھی) بلکہ کائنات کی اشیاء کا تفصیلی علم بھی ضروری ہے جس کو آج سائنس کا نام دیا جاتا ہے۔فرشتوں کے پاس توحید و عبادت کے جو علوم تھے وہ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیئے تھے اور تخلیق کے بعد جو علم سب سے پہلے سکھایا وہ سائنسی اور دنیاوی علم تھا کیونکہ دینی اور دنیاوی علوم کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

سائنسدان اس انسان کو کہتے ہیں جو اس مادی دنیا کی کسی چیز کی حقیقت اور خاصیت کا مطالعہ کرتا ہے اور اس چیز کے ایک دو خواص کا اس نے انکشاف کر لیا لیکن اس چیز کے کتنے خواص ابھی باقی ہیں یہ کسی سائنسدان کو معلوم نہیں مگر آدم علیہ السلام تو دینی علوم کے علاوہ کائنات کی ہر چیز کی حقیقت اور اس کے تمام خواص سے آگاہ تھے، لہٰذا آج دنیا کا کوئی سائنسدان حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ہر سائنسدان ان کا احسان مند ہے کیونکہ ان حقائق کی اصل تو اولاد آدم میں منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے، جو بھی کوشش کرے گا وہ اپنی استعداد کے مطابق ان حقیقتوں کو دریافت کرتا جائے گا۔ چونکہ ان کا تعلق مادی تجربات سے ہے جس میں کافر و مسلمان کی کوئی تفریق نہیں ہے اس لئے جو جتنا زیادہ تجربات کرے گا وہ اتنا بڑا سائنسدان بن جائے گا۔

میرے خیال میں دین اسلام کو نافذ کرنے اور کامیاب حکومت کرنے کے لئے سائنسی علوم بھی ضروری ہیں۔ کیونکہ اب گھوڑے اور تلوار کے ذریعہ جہاز اور ایٹم بم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ جب تک مسلمان سائنسی علوم میں دلچسپی لیتے رہے اس وقت تک مسلمان دنیا میں سُپر پاور تھے اور اہلِ یورپ نے بھی ترقی اُس وقت کی جب انہوں نے مسلمانوں سے سائنسی علوم سیکھے اور آج پچاس سے زائد اسلامی حکومتیں کاسۂ گدائی لے کر اس لئے بھیک مانگ رہی ہیں کہ سائنسی علوم میں کنگال ہو چکی ہیں۔

لمحہ فکریہ

قرآن مجید کی سب سے پہلے نازل ہونے والی پانچ آیات میں نماز، روزہ، حج یا زکوٰۃ کا حکم نہیں بلکہ پڑھنے، پڑھانے اور لکھنے کا ذکر ہے اور یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس قوم کی مذہبی کتاب کا نام قرآن یعنی پڑھنا ہے اور اس کتاب کے نازل ہونے والے پہلے لفظ میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے مگر وہ قوم آج علم کے میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے ہے۔ علم و فن کی اہمیت کے لئے اس سورت کے تعارف میں ''قرآن کی پہلی وحی اور اسلام کی تعلیمی پالیسی'' ملاحظہ فرمائیں۔

[۶] اس سورت کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں یعنی ان آیات سے نزولِ قرآن کی ابتدا ہوئی۔ اس سورت کی بقیہ

اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰىؕ ﴿۷﴾	۷۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے۔
اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجۡعٰىؕ ﴿۸﴾	۸۔ بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے۔
اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يَنۡهٰىؕ ﴿۹﴾	۹۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔
عَبۡدًا اِذَا صَلّٰىؕ ﴿۱۰﴾	۱۰۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔
اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓىۙ ﴿۱۱﴾	۱۱۔ بھلا دیکھیے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔[۷]

چودہ آیات کافی عرصہ بعد نازل ہوئیں کیونکہ ان آیات کا تعلق ابو جہل سے ہے۔ (تفسیر قرطبی) جس میں وہ نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے اور ظاہر ہے یہ اس دور کا واقعہ ہے جب آپ ﷺ نے نبوت اور دعوت کا اعلان کر دیا اور اہل مکہ آپ ﷺ کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے۔ اس واقعہ کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس طرح نقل کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل نے (اپنے کافر ساتھیوں سے) کہا: کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ کہا گیا: ہاں۔ ابو جہل نے کہا: لات اور عزّیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو میں ان کی گردن کو روندوں گا یا ان کے چہرے کو مٹی میں ملا دوں گا، پھر ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو ابو جہل آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ اس سے پوچھا گیا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میرے اور ان کے درمیان ایک ہولناک خندق تھی جس سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو اچک لیتے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (مسلم: ۷۰٦۵: صفات المنافقین: باب ٦)

جب کوئی انسان مال و دولت اور قوت و اقتدار کے حوالے سے ترقی کرتا ہے اور اپنی ضروریات زندگی میں کسی کا محتاج نہیں رہتا تو وہ انسان اکثر خود غرضی اور سرکشی کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنے لگتا ہے یعنی طاقت کے نشہ میں دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ابو جہل بھی چونکہ بڑا مالدار تھا اور اپنے خاندان کا ایک اہم رہنما شمار ہوتا تھا اس لئے وہ بھی اتنا سرکش ہو گیا تھا کہ اس نے نبی ﷺ کو نماز پڑھنے سے منع کیا اور بصورت دیگر حملہ کرنے کی دھمکی دی، لیکن سرکش انسان کی یہ کتنی بڑی حماقت ہے کہ وہ اس خالق حقیقی سے غفلت کر رہا ہے جس نے اس کو پانی کے ایک معمولی قطرہ سے پیدا کیا اور بالآخر اسے پھر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اپنی سرکشی کا حساب دینا ہے۔

[۷] ابو جہل اگر نبی ﷺ کی دعوت قبول کر لیتا اور لوگوں کو پرہیزگاری کی تلقین کرتا تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہوتا، لیکن جب اس نے نبی ﷺ کو جھٹلا دیا اور ان کی فرمانبرداری سے منہ پھیر لیا تو کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سرکشی اور بدعملی کو

اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی ﴿۱۲﴾

۱۲۔ یا وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا۔

اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿۱۳﴾

۱۳۔ بھلا دیکھیے تو اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾

۱۴۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ (اسے) دیکھ رہا ہے۔

کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ ۬ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ ﴿۱۵﴾

۱۵۔ خبردار! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ﴿۱۶﴾

۱۶۔ وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے۔[۸]

فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ ﴿۱۷﴾

۱۷۔ پس وہ اپنے ہم نشینوں کو بلا لے۔

سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ ﴿۱۸﴾

۱۸۔ ہم بھی عنقریب دوزخ کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔

کَلَّا ؕ لَا تُطِعۡہُ وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ ہرگز نہیں! آپ اس کی کوئی بات نہ مانیں اور آپ سجدہ کریں اور قریب ہو جائیں۔[۹]

دیکھ رہا ہے اور وہ اسے اس کی بدعملی کی سخت سزا دے گا۔

[۸] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل کہنے لگا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے کس چیز سے ڈرا رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! اس وادی کے اکثر لوگ میری مجلس میں بیٹھنے والے ہیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر قرطبی) ان آیات میں ابوجہل کو وارننگ دی گئی ہے کہ اگر وہ سرکشی اور کذب بیانی سے باز نہ آیا تو ہم اس جھوٹے اور خطاکار کو اس کی پیشانی کے اوپر والے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے۔ آج بے شک وہ مدد کے لئے اپنے ہم نشینوں کو بلا لے، ہم بھی میدان حشر میں دوزخ کے فرشتوں کو بلا کے حساب بے باک کر دیں گے۔ پھر دنیا نے بہت جلد جنگ بدر کا دن بھی دیکھا جس میں اسلام کے سپاہیوں نے ابوجہل کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر بدر کے گڑھے میں پھینکا اور اسی طرح میدان حشر میں دوزخ کے فرشتے اس کو پیشانی کے بل گھسیٹ کر جہنم رسید کریں گے۔

[۹] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جھوٹے اور خطاکار کی باتوں کی ہرگز کوئی پرواہ نہ کریں بلکہ اپنے رب کے لئے سجدوں کا سلسلہ جاری رکھیں اور ان کے ذریعہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس

وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو، لہٰذا سجدہ میں بہت دعا کیا کرو۔ (مسلم: ۱۰۸۳: کتاب الصلاۃ: باب ۴۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا السَّمَاۗءُ انْشَقَّتْ اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ میں سجدہ کیا۔ (مسلم: ۱۳۰۲: کتاب المساجد: باب ۲۰) اس سے مراد سجدہ تلاوت ہے، لہٰذا اس آیت کو ہر پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۳ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۸ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ علق کی تفسیر آج ہی چند گھنٹوں میں مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة القدر (۹۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قدر ہے'' جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

لیلۃ القدر

اس سورت میں قرآن مجید اور لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے یعنی:

☆ قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی نے اس کو نازل فرمایا ہے۔

☆ نزول قرآن کا سلسلہ لیلۃ القدر میں شروع ہوا۔

☆ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

☆ اس رات میں جبریل امین اور کثیر تعداد میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اس رات میں عبادت کرنے والوں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

☆ یہ رات غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک سراسر سلامتی والی ہے۔ جو شخص اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی اور رحمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز منگل ۴ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲۹ محرم ۱۴۳۲ھ

ایاتھا ۵ ۹۷ سورۃ القدر مکیۃ ۲۵ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ ۱۔ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔[۱]

---

[۱] یعنی قرآن مجید کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ ہمارا کلام ہے اور ہم نے ہی اس کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی قدر و منزلت والی کتاب، بڑی قدر و منزلت والے رسول پر اور بڑی قدر و منزلت والی امت کے لئے نازل فرمائی۔ نیز اس رات میں قدر و منزلت والے فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں، عبادات کی قدر و منزلت بھی بڑھادی جاتی ہے اور جو شخص قدر و منزلت والا نہیں ہوتا اگر وہ اس رات میں عبادت کرے تو وہ بھی قدر و منزلت والا بن جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

قرآن مجید کی قدر و منزلت

قرآن مجید کی قدر و منزلت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ جس رات میں نازل ہوا وہ رات قدر والی ہوگئی، وہ جس غار میں نازل ہوا وہ غار قدر والی ہوگئی، وہ جس مہینہ میں نازل ہوا وہ مہینہ قدر والا ہوگیا اور وہ جس کاغذ پر لکھا گیا وہ کاغذ بھی قدر والا ہوگیا، اسی طرح جو شخص اس پر عمل کرے گا وہ بھی قدر والا ہو جائے گا۔

لیلۃ القدر سے کون سی رات مراد ہے؟

اتنی بات تو قرآن مجید سے واضح ہے کہ یہ رات ماہ رمضان کی کوئی رات ہے کیونکہ نزول قرآن کا سلسلہ ماہ رمضان میں شروع ہوا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ (قرآن: ۲: ۱۸۵) مگر اس رات کی تاریخ کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں دو احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری: ۲۰۱۷: کتاب لیلۃ القدر: باب ۳)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان کی ستائیسویں رات کو خواب میں لیلۃ القدر کو دیکھا، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے، پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (مسلم: ۲۷۶۳: کتاب الصیام: باب ۴۰)

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِؕ ۝۲ ۲۔ اور آپ کیا سمجھے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟

لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍؕ ۝۳ ۳۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔[۲]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) میں سے کوئی ایک رات ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات لیلۃ القدر ہے۔

☆ حضرت زر بن حُبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کس بنیاد پر یہ کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اس علامت کی بنیاد پر جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔

(مسلم: ۱۷۷۷: کتاب الصیام: باب ۴۰)

بہرحال لیلۃ القدر کو متعین نہ کرنے میں کئی حکمتیں ہیں تاکہ ماہ رمضان کے بابرکت مہینے میں اہل ایمان صرف ایک رات پر اکتفانہ کریں بلکہ کم از کم پانچ راتیں تو جاگ کر اپنے رب کو یاد کریں۔

[۲] بعض نسبتوں کی وجہ سے بعض مقامات دیگر مقامات سے افضل ہیں اور ان میں جا کر عبادت کرنا دیگر مقامات سے زیادہ فضیلت کا حامل ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔

(ابن ماجة: ۱۴۱۳: ابواب اقامة الصلاة: باب ۱۹۸)

اسی طرح بعض نسبتوں کی وجہ سے بعض اوقات دیگر اوقات سے افضل ہیں اور ان میں عبادت کرنا دیگر اوقات سے زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ ان میں ماہ رمضان، جمعہ کا دن اور لیلۃ القدر شامل ہیں۔

لیلۃ القدر کی فضیلت

☆ امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے با اعتماد اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں تو انہوں نے اپنی امت کی عمروں کو کم سمجھا کیونکہ وہ اتنے عمل نہیں کر سکیں گے جتنے لمبی عمر والے پہلے لوگ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(موطا امام مالک: کتاب الاعتکاف: باب لیلۃ القدر: جلد اول: ص ۳۲۱)

☆ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار سال تک

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝

۴۔ اس رات میں فرشتے اور روح (جبریل امین) اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے اترتے ہیں۔

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

۵۔ یہ رات طلوع فجر تک (سراسر) سلامتی ہے۔[۳]

ہتھیار پہنے رہا، مسلمانوں کو اس پر بہت تعجب ہوا (یعنی مسلمانوں کی تو اتنی لمبی عمریں ہی نہیں، لہٰذا وہ پہلے لوگوں جتنی نیکیاں نہیں کر سکیں گے۔) تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ (شعب الایمان: ۳۶۶۸: جلد ۳: ص ۳۲۳)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کو قائم کیا تو اس کے بھی گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری: ۲۰۱۴: کتاب فضل لیلۃ القدر: باب ۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو میں اس میں کون سی دعا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یہ دعا مانگنا: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (ترمذی: ۳۵۱۳: کتاب الدعوات: باب ۸۴) یعنی اے اللہ تعالیٰ! بے شک تو بہت معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے، سو مجھے بھی معاف فرما دے۔

[۳] یعنی اس رات میں جبریل امین اور کثیر تعداد میں فرشتے اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، ہر اس کام کے لئے جو اس رات میں مقدر ہوتا ہے۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک یہ ساری رات سلامتی والی ہے، اس میں فرشتوں کی آمد اور رحمتوں کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جو بھی اس رات کو قیام کرتا ہے فرشتے اس کی سلامتی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور یہ سارے فرشتے ہر اس شخص کے لئے دعائے مغفرت اور التجائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔ لیلۃ القدر میں عبادت کرنے والوں کا جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے سبب فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! اس مزدور کی جزا کیا ہونی چاہیے جس نے اپنا کام پورا کر دیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو پورا اجر دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے غلاموں اور میری کنیزوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب وہ دعا کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنے کرم، اپنی بلندی اور اپنی رفعت مکانی کی قسم ہے! میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا، پھر (نماز عید کے بعد) اللہ تعالیٰ انہیں فرماتا ہے: اب تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، بے شک میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں بلکہ تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ اس حال میں گھر لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیئے گئے ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان:

۳/۱۷ : جلد ۳ : ص ۳۴۳ ، مشکوٰۃ المصابیح ۲۰۹۶ : کتاب الصوم : باب لیلۃ القدر) یعنی لیلۃ القدر میں عبادت کرنے والوں کو عید الفطر کے دن یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم ، برطانیہ

بعد از مغرب بروز منگل ۴ جنوری ۲۰۱۱ ء بمطابق ۲۹ محرم ۱۴۳۲ ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی سورہ قدر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البَیِّنَۃ (۹۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "بینہ" ہے۔ اس کا دوسرا نام لم یکن ہے اور یہ دونوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

عظیم الشان رسول کی ضرورت

اس سورت کی ابتدا میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے مشرکین اور کافر اہل کتاب اپنے کفر وشرک میں اتنے سخت ہو چکے تھے کہ وہ اس وقت تک اپنے کفر وشرک سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس کوئی غیر معمولی روشن دلیل نہ آجائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک عظیم الشان رسول یعنی حضرت محمد ﷺ کو بھیجا جن کی پوری زندگی ان کے لئے ایک غیر معمولی روشن دلیل تھی کیونکہ وہ خود آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ نیز وہ عظیم الشان رسول انہیں قرآن مجید پڑھ کر سناتا ہے جو پاک صحیفوں میں محفوظ ہے اور اس میں درست احکام درج ہیں۔

دین مستقیم ہمیشہ ایک ہی رہا ہے

آیت نمبر چار اور پانچ میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے اگرچہ اہل کتاب کے آپس میں عقائد کے اعتبار سے اختلافات تھے مگر اس بات پر سب متفق تھے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں کیونکہ ان کے اوصاف ان کی کتابوں میں واضح طور پر موجود تھے، لیکن جب نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو وہ دو فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض تو نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے اور بعض نے پہچاننے کے باوجود انکار کر دیا۔ اس جگہ اہل کتاب کو تلقین کی جارہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے بلکہ آپ ﷺ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اپنی قوموں کو اسی دین مستقیم کی تبلیغ کی ہے۔

بدترین لوگ اور بہترین لوگ

اس سورت کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ تمام مخلوق میں بدترین لوگ وہ ہیں جو کفر وشرک کرتے ہیں اور تمام مخلوق میں بہترین لوگ وہ ہیں جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور یہی وہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۵ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳۰ محرم ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۸ ۹۸ سورۃ البینۃ مدنیۃ ۱۰۰ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۱﴾

۱۔ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، (وہ) اور مشرکین اس وقت تک (کفر وشرک سے) الگ ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آجائے۔ [۱]

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿۲﴾

۲۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں جو پاک صحیفے پڑھ کر سناتے ہیں۔ [۲]

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾

۳۔ جن میں درست احکام درج ہیں۔

وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾

۴۔ اہل کتاب فرقوں میں نہ بٹے مگر اس کے بعد کہ جب ان کے پاس روشن دلیل آگئی۔ [۳]

---

[۱] نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں دو قسم کے لوگ آباد تھے، بعض مشرک اور بعض اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور پھر اہل کتاب میں سے بعض توحید پر قائم تھے اور بعض توحید کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اس آیت میں مشرکین اور کافر اہل کتاب کا ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ لوگ اپنے کفر و شرک میں اتنے سخت ہو چکے تھے کہ وہ اس وقت تک اپنے کفر و شرک سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس کوئی غیر معمولی روشن دلیل نہ آجائے۔ اور اس کے بعد بھی اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان پر حجت قائم ہو جائے گی اور وہ روز قیامت کوئی عذر نہ کر سکیں گے۔

[۲] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک عظیم الشان رسول یعنی حضرت محمد ﷺ کو بھیجا جن کی پوری زندگی ان کے لئے ایک غیر معمولی روشن دلیل تھی کیونکہ وہ خود آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ نیز وہ عظیم الشان رسول انہیں قرآن مجید پڑھ کر سناتا ہے جس میں درست احکام درج ہیں اور وہ پاک صحیفوں میں محفوظ ہے۔ قرآن مجید خود بھی اور جن صحیفوں میں وہ محفوظ ہے وہ سب ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک ہیں، ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں اور شیاطین کی دسترس سے بہت دور ہیں۔

[۳] اس آیت کی تفسیر میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے اگرچہ اہل کتاب کے آپس میں

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ﴿۵﴾

۵۔ حالانکہ ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کریں، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین مستقیم ہے۔[۴]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ﴿۶﴾

۶۔ بے شک اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، (وہ) اور مشرکین دوزخ کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے، وہی لوگ تمام مخلوق میں بدترین ہیں۔[۵]

عقائد کے اعتبار سے اختلافات تھے مگر اس بات پر سب متفق تھے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں کیونکہ ان کے اوصاف ان کی کتابوں میں واضح طور پر موجود تھے۔ (تفسیر مظہری) بلکہ دشمنوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کرنے کے لئے بھی نبی آخر الزمان ﷺ کے نام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے، جیسا کہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت سے پہلے یہودی جب کبھی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے امکانات مخدوش ہو جاتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے، وہ مقام کھولتے جہاں حضور اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر ہوتا اور وہاں ہاتھ رکھ کر اس طرح دعا مانگتے: اے اللہ! ہم تجھے تیرے اس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کا تو نے آخر زمانہ میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا، آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما تو حضور اکرم ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ بقرہ (۲): زیر آیت نمبر ۸۹) لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ بنی اسرائیل سے ہوگا اور جب نبی کریم ﷺ کو قبیلہ قریش سے مبعوث کیا گیا تو وہ اس معاملہ میں دو فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض تو نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے اور بعض نے پہچاننے کے باوجود صرف نسلی تعصب کی وجہ سے انکار کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ اس سے پہلے (نبی ﷺ کے وسیلے سے) کفار پر فتح کی دعا مانگتے تھے اور جب ان کے پاس وہ نبی تشریف فرما ہوا جسے وہ جانتے تھے تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (قرآن: ۸۹:۲)

[۴] یعنی نبی کریم ﷺ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے بلکہ آپ ﷺ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اپنی قوموں کو یہی حکم دیا تھا کہ وہ ہر قسم کے باطل سے منہ موڑ کر پورے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، یہی وہ عقیدہ و عمل کی بنیادی چیزیں ہیں جن کے مجموعہ کو دین مستقیم کہا جاتا ہے اور ہر نبی نے اسی دین کی تبلیغ کی ہے۔

[۵] تمام مخلوق میں بدترین لوگ وہ ہیں جو کفر و شرک کرتے ہیں، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ﴿۷﴾

۷۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہی لوگ تمام مخلوق میں بہترین ہیں۔[۶]

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ع ﴿۸﴾

۸۔ ان کی جزا ان کے رب کے ہاں دائمی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے، یہ (جزا) اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا رہا۔[۷]

[۶] علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: اس آیت سے علمائے اہل سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مومنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں اور تمام مخلوق میں ملائکہ بھی داخل ہیں، لہٰذا مومنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں، تاہم اس میں تفصیل یہ ہے کہ رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ، عام مومنین صالحین سے افضل ہیں اور عام مومنین صالحین عام ملائکہ سے افضل ہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن: سورہ بینہ (۹۸): زیر آیت نمبر ۷)

نیز فرشتے نافرمانی کا اختیار ہی نہیں رکھتے اس لئے اطاعت کرنا ان کی فطرت ہے جبکہ انسان نافرمانی کا اختیار بھی رکھتا ہے اور شیطانی وساوس اسے نافرمانی کی ترغیب بھی دیتے ہیں اس کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا راستہ اختیار کرتا ہے، خون پسینہ کی کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور مشکلات اور مصائب پر صبر کرتا ہے۔ یہ ساری مشقتیں ایسی ہیں جو انسان ہی کو لاحق ہوتی ہیں اور اسی لئے وہ بہترین خلائق حتیٰ کہ فرشتوں سے بہتر ہونے کا حق رکھتا ہے۔

[۷] جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اگر کبھی خطا کر بیٹھیں تو فوراً توبہ اور نیکی کر کے اسے بخشوانے کا انتظام کر لیتے ہیں۔ یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بندگی کو دیکھ کر ان پر راضی ہو جائے گا اور وہ آپنے رب تعالیٰ کی بندہ نوازی دیکھ کر راضی ہو جائیں گے۔

☆ حضرت ابو سعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تیری اطاعت کے لئے تیار ہیں، ہر قسم کی خیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہوگئے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہوا کہ ہم تجھ سے راضی نہ ہوں، اے ہمارے رب! تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز نہ عطا کروں؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے افضل چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا

حلال کرتا ہوں۔ میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (بخاری:۶۵۴۹: کتاب الرقاق: باب ۵۱)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت چاشت بروز بدھ ۵ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳۰ محرم ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ بینہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الزلزال (۹۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''زلزال'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

زمین کی خبریں

اس سورت کی ابتدائی پانچ آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن زمین میں ایک زلزلہ آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین اپنے اندر مدفون انسانوں اور ان کے منتشر ذرات کو ایک زندہ انسان کی صورت میں باہر نکال کھڑا کر دے گی۔

اس دن زمین جب اپنے رب کے حکم سے اپنے اوپر ہونے والے تمام اعمال اور احوال کی خبریں بیان کرے گی تو انسان حیران ہو کر کہے گا: اس زمین کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ تو بالکل خاموش اور بے جان پڑی رہتی تھی لیکن آج تو باتیں بھی کر رہی ہے اور ہمارے حالات بھی بیان کر رہی ہے، حالانکہ ہم جب اس کے اوپر کوئی کام کرتے تھے تو ہمارے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بھی کبھی ہمارے خلاف گواہی دے گی۔

انسان کے اعمال

اس سورت کی چھٹی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سب لوگوں کو ان کے اعمال دکھا دیے جائیں گے اور ان کے مطابق ان کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

چھوٹی نیکی اور چھوٹی برائی

اس سورت کے آخر میں ہر انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اس کی بالکل معمولی سی نیکی اور برائی کو بھی ریکارڈ کیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن وہ سب کو دکھا دی جائے گی، لہٰذا کسی چھوٹے گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی چھوٹی سی چنگاری پورے گھر کو جلا دیتی ہے اسی طرح چھوٹی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی پانی کا ایک گھونٹ انسان کی جان بچا سکتا ہے۔

سورہ زلزال کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذا زلزلت (۹۹) پڑھی وہ نصف قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل ھو اللہ احد (۱۱۲) پڑھی وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل یا ایھا الکافرون (۱۰۹) پڑھی وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۳: ابواب فضائل القرآن: باب ۱۰)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعرات ۶ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق یکم صفر ۱۴۳۲ھ

ایاتها ۸ | ۹۹ سُوْرَۃُ الزَّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۳ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ — ۱۔ جب زمین زلزلہ سے ہلا دی جائے گی۔[۱]

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ — ۲۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳ — ۳۔ اور انسان کہے گا: اسے کیا ہو گیا ہے؟[۲]

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ — ۴۔ اس دن وہ (زمین) اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی۔

بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا ۝۵ — ۵۔ کیونکہ آپ کے رب نے اسے حکم دیا ہے۔[۳]

[۱] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے تو زمین میں زبردست زلزلہ آئے گا جس سے سب لوگ فنا ہو جائیں گے۔ پھر جب چالیس سال بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری بار صور پھونکیں گے تو پھر ایک زلزلہ آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین اپنے اندر مدفون انسانوں اور ان کے منتشر ذرات کو ایک زندہ انسان کی صورت میں باہر نکال کھڑا کر دے گی۔ اس آیت میں دوسرا زلزلہ مراد ہے کیونکہ بعد والی آیات اسی کو ترجیح دیتی ہیں۔

[۲] علامہ بغوی لکھتے ہیں: ان دو آیات میں تقدیم اور تاخیر ہے۔ (تفسیر بغوی) یعنی چوتھی آیت پہلے اور تیسری آیت بعد میں ہوگی اور معنی اس طرح ہوگا: جس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کرے گی تو انسان کہے گا: اس زمین کو کیا ہو گیا ہے؟ (تفسیر مظہری) یہ زمین تو بالکل خاموش اور بے جان پڑی رہتی تھی لیکن آج تو باتیں بھی کر رہی ہے اور ہمارے حالات بھی بیان کر رہی ہے، حالانکہ ہم جب اس کے اوپر کوئی کام کرتے تھے تو ہمارے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ بھی کبھی ہمارے خلاف گواہی دے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی چوتھی آیت تلاوت فرمائی یعنی: {اس دن وہ (زمین) اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی} اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہوں گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر بندے اور ہر بندی کے متعلق گواہی دے گی کہ اس نے فلاں دن زمین کی پشت پر یہ کام کیا تھا اور فلاں دن یہ کام کیا تھا۔

(ترمذی: ۲۴۲۹: ابواب صفۃ القیامۃ: باب ۷)

[۳] یعنی زمین کا باتیں کرنا کوئی تعجب والی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس طرح انسانی اعضاء کو قوت گویائی عطا

يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۙ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ؕ﴿۶﴾

۶۔ اس دن لوگ گروہ در گروہ پلٹ کر آئیں گے [۴] تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔[۵]

فرمائے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین بھی گواہی دے گی۔

[۴] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو سب لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور گروہ در گروہ میزان عدل کی طرف چلے آئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔ (قرآن: ۷۸:۱۸)

[۵] میزان عدل پر سب لوگوں کو اس لئے جمع کیا جائے گا تا کہ سب لوگوں کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔

اس ساری سورت میں اگر غور کیا جائے تو میرے خیال میں یہ جملہ ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور غالباً اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو نصف قرآن کے برابر قرار دیا ہے کیونکہ یہ جملہ انسان کے ذہن وضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے بہت کافی ہے۔ یعنی جزا وسزا کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا سب سے پہلے میدان حشر والوں کو اہل جنت کی نیکیاں اور اہل دوزخ کی برائیاں دکھائی جائیں گی، پھر ان کی روشنی میں اس کی جزا وسزا کا فیصلہ کیا جائے گا تا کہ اس انسان کو خود بھی اور سارے حشر والوں کو بھی مشاہدہ ہو جائے کہ وہ دنیا میں کیا کرتا رہا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہر انسان کو عنقریب (پہلے) اس کی کوشش (سعی) دکھا دی جائے گی (اور) پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (قرآن: ۵۳: ۴۰۔۴۱) دنیا میں خواہ انسان چھپ کر عمل کرے یا اعلانیہ، آخرت میں اس کے سارے اعمال ظاہر کر دیئے جائیں گے جن کو سب لوگ دیکھ لیں گے اور پھر ان اعمال کے مطابق ہر انسان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

دور حاضر میں کسی ملزم کے جرم کو ثابت کرنے کے تین مراحل

نمبر ایک In writing: اگر ملزم کے سامنے ایک تحریری رپورٹ رکھ دی جائے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تم نے یہ بات کہی ہے یا تم نے یہ جرم کیا ہے تو وہ اس تحریر کا انکار کر سکتا ہے کہ یہ کسی نے جھوٹ لکھا ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔

نمبر دو By witness: اگر ملزم کے سامنے گواہ پیش کر دیا جائے کہ تم نے اس کے سامنے یہ بات کہی ہے تو وہ اس کا بھی انکار کر سکتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔

نمبر تین Visual film: اگر ملزم کے سامنے CCTV کی فلم جاری کر دی جائے جس میں وہ یہ بات کہتے ہوئے خود دکھائی دے تو اب وہ انکار نہیں کر سکے گا اور اس کا سر ندامت سے جھک جائے گا۔

قیامت کے دن جزا وسزا کا فیصلہ کرنے کے تین مراحل

نمبر ایک: قیامت کے دن سب سے پہلے نامہ اعمال کی تحریر پیش کی جائے گی اور اسے کہا جائے گا: اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا ؕ (قرآن: ۱۷:۱۴) (اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج کے دن اپنا حساب کرنے کے لئے تو خود ہی

کافی ہے)۔ قیامت کے دن کوئی نابینا اور اَن پڑھ نہیں ہوگا،اس دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کو پڑھا لکھا پیدا کرے گا اور ہر شخص اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔

نمبر دو : اور اگر وہ نامہ اعمال کی تحریر کا انکار کرے گا جیسا کہ قیامت کے دن مشرکین کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ (قرآن:۶:۲۳) (قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا رب ہے! ہم مشرک نہیں تھے) جب مشرکین جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ مشرک نہیں تھے تو ان کی اس واضح غلط بیانی کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں کو سیل کر دے گا اور ان سے بولنے کی قوت سلب کر کے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو دے دے گا اور فرمائے گا: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (قرآن:۳۶:۶۵) (آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔)

نمبر تین : اور اگر وہ ان گواہوں کو بھی مسترد کرے گا تو اللہ تعالیٰ زمین کے ذروں کو حکم دے گا جو اس انسان کی زندگی کی ویڈیو فلم چلا دیں گے جس میں اس کے سارے اعمال سب کو نظر آ جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

۱۔ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ (قرآن:۷۸:۴۰) اس دن ہر شخص (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا۔

۲۔ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔ (قرآن:۵۳:۴۰) اور بے شک ہر انسان کی کارکردگی عنقریب (سب کو) دکھا دی جائے گی۔

۳۔ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۔ (قرآن:۸۶:۹) جس دن سب راز ظاہر کر دیئے جائیں گے۔

۴۔ لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (قرآن:۹۹:۶ تا ۸) تاکہ سب لوگوں کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں، پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

آج سے چند سو سال پہلے جب مفسرین یہ آیات پڑھتے تھے کہ ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے اور انسان کے اعمال سب کو دکھا دیئے جائیں گے تو اس کی کوئی عقلی تاویل، عقلی توجیہ اور اس کی کوئی Logical and Intellectual Explanation نظر نہیں آتی تھی، اسلام کے احکام کے لئے اگرچہ ہم کسی عقلی توجیہ کے محتاج نہیں ہیں مگر عقلی توجیہ اگر مل جائے تو بات سمجھانے میں آسانی ہو جاتی ہے، لہٰذا آج آڈیو اور ویڈیو کی ایجاد نے بات آسان کر دی ہے۔ جس طرح CD اور DVD کو مشین میں ڈالا جائے تو وہ کسی کی بات بھی سناتی ہے اور اس کی شکل بھی دکھاتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن ہاتھ پاؤں باتیں سنائیں گے اور قدرت کے کیمرے ان کی شکلیں دکھائیں گے۔

قدرت کے کیمرے

آج دنیا کا سب سے چھوٹا میڈیکل ویڈیو کیمرہ صرف 1.2 ملی میٹر چوڑا ہے۔(World's smallest medical

video camera is made by "Medigus". ▪ is 1.2 Millimetres wide. www.medigus.com - on 8th January 2011) جب ڈاکٹر اس چھوٹے سے کیمرہ کو انسان کے جسم میں داخل کرتا ہے تو وہ اندر کے احوال دکھا دیتا ہے، اسی طرح اس زمین اور اس کے متعلقات کے بے شمار ذرات یعنی دیواریں، پہاڑ اور درخت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے ویڈیو کیمرے ہیں جو ہماری شکل، ہماری گفتگو اور ہماری حرکات و سکنات کو ریکارڈ کر رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ وہ صرف ہمارے ظاہری اعمال نہیں بلکہ دل کے ارادوں کی بھی فلم بنا رہے ہیں اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا تو وہ ہماری زندگی کی ساری فلم چلا دیں گے اور حشر کی بڑی بڑی سکرینوں پر ہمارے سارے احوال دکھا دیں گے۔

Wiki Leaks or Facts Release

یہ 2010ء کا بڑا عجیب وغریب واقعہ ہے کہ مختلف ممالک کے حکمران، سفارت کار اور سیاسی لیڈر آپس میں جو خفیہ بات چیت کرتے اور سفارت کار اس کو لکھ کر اپنی حکومت کو Cable کر دیتے، جولین اسانج (Julian Assange) جو وکی لیکس کا Founder ہے اس نے ان خفیہ رازوں کو Find out کر کے انٹرنیٹ پر جاری کر دیا ہے، جس نے آج دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے، بڑے بڑے لیڈروں کی نیند حرام ہو گئی ہے اور وہ پچھتا رہے ہیں کہ کاش! وہ ایسی بات نہ کہتے۔

ابھی تو وکی لیکس کی صرف تحریر سامنے آئی ہے، صرف Written version سامنے آیا ہے تو لیڈروں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ جب گواہ سامنے آ کر گواہی دے گا اور پھر ویڈیو فلم چلا دی جائے گی تو پھر ان لیڈروں کا کیا حشر ہو گا۔

اب ذرا ان لیڈروں سے ہٹ کر آیئے ہم اپنے گریبان میں منہ ڈالتے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ جب ہم بند کمرے میں بیٹھ کر کسی کی غیبت کرتے ہیں یا کوئی غلط کام کرتے ہیں تو فرشتے ہماری اس حرکت اور گفتگو کو ہمارے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہوتے ہیں، ہمارے ہاتھ اور پاؤں گواہ بن رہے ہوتے ہیں اور یہ دیواریں ویڈیو فلم بنا رہی ہوتی ہیں اور قیامت کے دن حجت قائم کرنے کے لئے یہ تینوں گواہ پیش کئے جائیں گے تاکہ کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

آج جو کچھ ہم چھپ چھپ کر کرتے ہیں قیامت کے دن یہ سب کچھ پہلے نامہ اعمال کی صورت میں لکھا ہوا پیش کیا جائے گا۔ پھر ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے اور آخر میں سب کے سامنے DVD چلا دی جائے گی جس کو ہمارے ماں باپ، ہمارے استاد اور شاگرد، ہمارے شہر والے، ہمارے دوست اور دشمن سب دیکھیں گے۔ آج تو صرف وکی لیکس نے لوگوں کو شرمندہ کر دیا ہے قیامت کے دن جب Facts Release ہوں گی تو پھر کیا عالم ہو گا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ پھر پوچھا: مومنوں میں سب سے زیادہ دانا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور موت سے بعد والی زندگی کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے۔ (ابن ماجہ: ۴۲۵۹: ابواب الزہد: باب ۳۱)

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ﴿۷﴾

۷۔ پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ٪﴿۸﴾

۸۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔[۶]

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تسبیح اٹھائے اور روزانہ ''یا موت، یا موت'' کا ورد شروع کردے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے موت کو یاد رکھے کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے قیامت کے دن جب یہ کام لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا تو کیا یہ کام اس کے لئے مصیبت تو نہیں بن جائے گا؟ لہٰذا ہر شخص کو اس دن سے ڈرنا چاہیے جس میں صرف Wiki Leaks نہیں بلکہ Facts Release کی جائیں گی۔

سب کو اعمال دکھانے میں کیا حکمت ہے؟

قیامت کے دن سب کو نظر آجائے گا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کس طرح اذیت پہنچائی جاتی تھی اور ابو جہل کیسے مظالم ڈھایا کرتا تھا اور اس مشاہدہ کے بعد جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جنت کا پروانہ ملے گا اور ابو جہل کو جہنم رسید کیا جائے گا تو کسی کو اعتراض یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوگی۔

[۶] ہر انسان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اس کی ذرہ برابر یعنی بالکل معمولی سی نیکی اور برائی کو بھی ریکارڈ کیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن وہ سب کو دکھا دی جائے گی، لہٰذا کسی چھوٹے گناہ کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی چھوٹی سی چنگاری پورے گھر کو جلا دیتی ہے اسی طرح چھوٹی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو کیونکہ کبھی پانی کا ایک گھونٹ انسان کی جان بچا سکتا ہے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: نیکی میں سے کچھ بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملے۔ (مسلم: ۶۶۹۰: کتاب البر: باب ۴۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی تیرے لئے صدقہ کا درجہ رکھتا ہے۔ (ترمذی: ۱۹۵۶: ابواب البر: باب ۳۶)

☆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی آگ کا ذکر کیا، پھر اس سے پناہ مانگی اور اپنا چہرہ پھیر لیا۔ پھر دوزخ کی آگ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور اپنا چہرہ پھیر لیا، پھر فرمایا: دوزخ کی آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دینے سے ہو، اگر یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کہنے سے۔ (بخاری: ۶۰۲۳: کتاب الادب: باب ۳۴) اس باب کے آغاز میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری: کتاب الادب: باب ۳۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور انسان کو برے انجام سے بچا لیتا ہے۔ (ترمذی: ۶۶۴: ابواب الزکوٰۃ: باب ۲۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح

پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (ترمذی:۲۶۱۶:ابواب الایمان:باب ۸)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو فرمایا: تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ جس چیز کا تم کو حکم کیا گیا ہو، اس کا اگر دسواں حصہ بھی تم میں سے کسی نے چھوڑا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اس کا اگر دسواں حصہ بھی ان میں سے کوئی کرے گا تو نجات پا جائے گا۔

(ترمذی:۲۲۶۷:ابواب الفتن:باب ۷۹)

یہ حدیث ان لوگوں کے لئے امید کی کرن ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین پر کسی درجہ میں بھی عمل کرنے کی توفیق دی ہے، انہیں اپنے عمل کو تھوڑا اور قلیل سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے، یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے، نا معلوم خدا کو ہماری کون سی ادا پسند آجائے جس پر ہمارا کام بن جائے۔ بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ بے عملی ترقی پذیر ہے نیکیوں کا اجر زیادہ ملے گا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے فساد کے وقت جس نے میری سنت پر عمل کیا اس کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ (مشکوۃ المصابیح:۱۷۶:کتاب الایمان:باب ۵:فصل ثانی)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت چاشت بروز جمعرات ۶ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق یکم صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ زلزال کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العٰدیٰت (۱۰۰)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "عادیات" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

انسان بڑا ناشکرا ہے

اس سورت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کے چند احوال بیان کرنے کے بعد اکثر انسانوں کی عمومی کمزوری بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی خارجی دلیل لائی جائے بلکہ انسان کا اپنا عمومی عمل خود اس کا گواہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان مال کی محبت میں اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ اپنے محسن حقیقی کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر مال جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔

روز قیامت کو یاد رکھو

اس سورت کے آخری حصہ میں ناشکرے انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس دن کو یاد رکھے جس میں اس کے ظاہری اور باطنی سارے احوال ظاہر کر دیئے جائیں گے اور ان کے مطابق اس کی جزا وسزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

ایاتہا ۱۱ ۱۰۰ سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿١﴾ ا۔ قسم ہے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی جو ہانپتے ہیں۔[۱]

---

[۱] مجاہدین اسلام جن گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے ہیں وہ گھوڑے اتنے بابرکت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مختلف احوال کی قسمیں کھائی ہیں۔ یعنی جب وہ تیز دوڑتے ہیں تو ان کے سینے سے ہانپنے کی آواز نکلتی ہے، جب ان کے سُم پتھروں سے ٹکراتے ہیں تو آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں اور صبح سویرے جب وہ دشمن پر اچانک حملہ کرتے ہیں تو زمین سے گرد وغبار اڑاتے ہوئے دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں۔

جہاد میں کام آنے والے گھوڑے اگر اتنے بابرکت بن جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قسمیں کھاتا ہے تو خود اندازہ کرو جو مجاہدین اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں اترتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مرتبہ کتنا بلند ہوگا؟

دور حاضر میں ملک وملت کی حفاظت کے لئے گھوڑوں کی جگہ ٹینک، جہاز اور جو دیگر مشینری استعمال ہوتی ہے وہ بھی اسی طرح بابرکت ہیں جس طرح اس دور میں گھوڑے تھے۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے باعث تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا:

۱۔ ثواب کی نیت سے تیر بنانے والا۔

۲۔ تیر اندازی کرنے والا۔

۳۔ تیر اندازی میں مدد کرنے والا۔ (ابن ماجۃ: ۲۸۱۱؛ ابواب الجهاد: باب ۱۹)

اُس دور میں سب سے مہلک ہتھیار تیر تھا اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی کی مشقوں میں خود بھی حصہ لیا اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ترغیب دی، جیسا کہ حضرت اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلم (قبیلہ) کے چند افراد کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کرو، تمہارا باپ بھی تیر انداز تھا، تیر اندازی کرو اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی فرماتے ہیں: ان میں سے ایک فریق نے ہاتھ روک لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے، تم تیر اندازی نہیں کر رہے؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیر اندازی کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تیر اندازی کرو میں تم تمام کے ساتھ ہوں۔

(بخاری: ۲۸۹۹؛ کتاب الجهاد: باب ۷۸)

مذکورہ قرآن وحدیث کے حوالہ جات سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ملک وملت کی حفاظت کے لئے اسلحہ بنانا، اس کی

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲ — ۲۔ پھر پتھروں پر سُم مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ — ۳۔ پھر صبح کے وقت اچانک حملہ کرتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴ — ۴۔ پھر اس جگہ سے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ — ۵۔ پھر اسی وقت (دشمن کے) لشکر میں گھس جاتے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ — ۶۔ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔[۲]

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ — ۷۔ اور بے شک وہ خود بھی اس پر گواہ ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ — ۸۔ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝۹ — ۹۔ کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکالا جائے گا جو کچھ قبروں میں (مدفون) ہے؟[۳]

تربیت حاصل کرنا اور اس کے جملہ لوازمات میں مالی یا عملی حصہ لینا جنت کا باعث اور فرضِ کفایہ ہے اور زیادہ ضرورت کے وقت یہ فرضِ عین بھی ہو جاتا ہے۔

[۲] اس سورت میں اکثر انسانوں کی عمومی کمزوری بیان کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھانے کے بعد پوری تاکید سے فرمایا کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی خارجی دلیل لائی جائے بلکہ انسان کا اپنا عمومی عمل خود اس کا گواہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان مال کی محبت میں اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ اپنے محسن حقیقی کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر مال جمع کرنے میں لگا رہتا ہے۔

گھوڑوں کو انسان نے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان تو صرف ان کے چارے اور پانی کا انتظام کرتا ہے اور اس کے بدلے میں وہ انسان کی اتنی فرمانبرداری کرتے ہیں کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دشمنوں کے لشکر میں گھس جاتے ہیں، جدھر مالک اشارہ کرتا ہے ادھر دوڑے چلے جاتے ہے، تیروں اور نیزوں کی بارش میں بھی دشمنوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے برعکس انسان کو دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی کے ایک معمولی قطرہ سے پیدا کیا اور اس کو اتنا عقل و شعور بخشا کہ وہ تمام جانوروں پر حکومت کر رہا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتا۔

[۳] جو شخص آج اپنے محسن حقیقی سے غافل ہے اور ان کی نافرمانی میں سرگرم ہے، کیا اسے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن جب اسے

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ ۱۰۔ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں (پوشیدہ) ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ ۱۱۔ بے شک ان کا رب اس دن ان سے خوب باخبر ہوگا۔[۴]

قبر سے نکال کر میزان عدل پر کھڑا کیا جائے گا اور اس کے دل میں جو نفاق اور ریا چھپا ہوا تھا وہ سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا تو پھر وہ کہاں منہ چھپائے گا اور کون اسے پناہ دے گا؟

[۴] اگرچہ اللہ تعالیٰ آج بھی سب لوگوں کے جملہ احوال سے خوب آگاہ ہے مگر آج وہ اکثر درگزر فرماتا ہے اور اس نے انسان کے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ اس آیت میں ناشکرے انسان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ نافرمانی سے باز آجائے ورنہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری اور باطنی احوال ظاہر کر دے گا تو پھر اسے کون بچائے گا؟

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت اشراق بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ عادیات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علٰی سید المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة القارعة (۱۰۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قارعہ'' ہے، اس سورت کا پہلا لفظ ہی اس کا نام ہے۔

اس سورت کی پہلی پانچ آیات میں قیامت کے ابتدائی مرحلہ کا ذکر کیا گیا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور پھونکیں گے اور نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔

اس سورت کی آخری چھ آیات میں قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر کیا گیا ہے، جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری بار صور پھونکیں گے اور سارے لوگ قبروں سے اٹھ کر میزان عدل پر پہنچ جائیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

ایاتہا ١١ | ١٠١ سورۃ القارعۃ مکیۃ ٣٠ | رکوعہا ١

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡقَارِعَۃُ ۙ﴿۱﴾

١۔ کھڑکھڑانے والی۔

مَا الۡقَارِعَۃُ ۚ﴿۲﴾

٢۔ وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟

وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ؕ﴿۳﴾

٣۔ اور آپ کیا سمجھے کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟[١]

یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ﴿۴﴾

٤۔ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔[٢]

وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ﴿۵﴾

٥۔ اور پہاڑ رنگ برنگی دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔

فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۶﴾

٦۔ پس جس شخص کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے۔[٣]

---

[١] کھڑکھڑانے والی یعنی قارعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اس کی شدت کو بیان کرنے کے لئے سوال کیا جا رہا ہے کہ لوگ کیسے سمجھیں کہ وہ کتنی سخت ہوگی۔ یعنی لوگ اس کی شدت کا اندازہ نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے پہلے دنیا میں اس جیسی کوئی مثال ہی نہیں جس کے حوالے سے اس کی شدت کو بیان کیا جائے۔

[٢] حضرت اسرافیل علیہ السلام جب پہلی بار صور پھونکیں گے اور نظام کائنات درہم برہم ہونا شروع ہوگا تو اس وقت لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے اور چراغ پر گرنے والے پروانوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ رہے ہوں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور رنگ برنگی دھنی ہوئی اون کی طرح اڑ رہے ہوں گے۔

[٣] پہلی پانچ آیات میں قیامت کے ابتدائی مرحلہ کا بیان کیا گیا ہے جبکہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی۔ یہاں سے آخر تک قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر ہو رہا ہے جب انسان دوبارہ زندہ ہو کر میزان عدل پر پہنچ جائیں گے اور ان کے اعمال تولے جائیں گے تو جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی، ان کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے اور ان کو ایسی زندگی بخشی جائے گی جس پر وہ مطمئن اور خوش ہوں گے۔

فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ۝۷

۷۔ تو وہ (اپنی) پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔

وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۝۸

۸۔ اور جس شخص کے (نیکیوں کے) پلڑے ہلکے ہوں گے۔[۴]

فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ۝۹

۹۔ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔

وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا ہِیَہۡ ۝۱۰

۱۰۔ اور آپ کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے؟

نَارٌ حَامِیَۃٌ ۝۱۱

۱۱۔ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

[۴] اور جس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر غالب ہوں گی یعنی نیکیوں والا پلڑا ہلکا ہوگا تو وہ جہنم کے اس گڑھے میں پھینکا جائے گا جس کا نام ہاویہ ہے اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً ایک گھنٹہ میں سورہ قارعہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التکاثر (۱۰۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''تکاثر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

زیادہ مال کی ہوس

اس سورت میں مال و دولت کے پرستاروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ مال و دولت نے تمہیں آخرت سے غافل کر رکھا ہے لیکن مرتے ہی تمہیں اس کا یقین ہو جائے گا اور یہ مال و دولت تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا۔ کاش! تم اسی دنیا میں یقینی طور پر جان لیتے اور آخرت سے غفلت نہ کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔

نعمتیں انسان کے لئے آزمائش ہیں

آج انسان جن نعمتوں کے سہارے تکبر کرتا ہے اور دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتا، اسے سوچنا چاہیے کہ یہ نعمتیں دراصل انسان کے لئے آزمائش ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

سورہ تکاثر کی فضیلت

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ہر روز ایک ہزار آیات کی تلاوت کرے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہر روز ایک ہزار آیات کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص (ہر روز) اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟

(مستدرک للحاکم: ۲۰۸۱: جلد ۱: ص ۷۵۵)

☆ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے سامنے سورہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہا ہوں، جو اس کو سن کر رویا اس کے لئے جنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سورت پڑھی، اس کو سن کر بعض لوگ روئے اور بعض نہیں روئے، جو لوگ نہیں رو رہے تھے انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے بہت کوشش کی لیکن ہم رونے پر قادر نہ ہو سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے سامنے دوبارہ پڑھتا ہوں، پس جو رویا اس کے لئے جنت ہے، جو رونے پر قادر نہ ہو وہ رونے کی کوشش کرے۔

(تفسیر در منثور: سورہ تکاثر: جلد ۸: ص ۶۱۰)

فقیر ! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتھا ۸ ۱۰۲۔ سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۝۱ | ۱۔ تمہیں زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے غافل کر دیا۔[۱]

حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ | ۲۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ | ۳۔ ہرگز نہیں! تم عنقریب جان لو گے۔[۲]

ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ | ۴۔ پھر ہرگز نہیں! تم عنقریب جان لو گے۔

کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۝۵ | ۵۔ ہرگز نہیں! کاش تم یقینی طور پر جان لیتے۔[۳]

---

[۱] یعنی زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس اور اس پر فخر کرنے نے تمہیں آخرت سے غافل کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تم حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر مال جمع کرنے میں لگے رہے حتیٰ کہ تمہیں موت آگئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کے لئے اس کے مال سے صرف تین نصیب ہیں، ایک وہ جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، دوسرا وہ جو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا اور تیسرا وہ جو اس نے صدقہ کر کے (آخرت کے لئے) ذخیرہ کر لیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم: ۷۴۲۲: کتاب الزھد: باب ۱)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (بخاری: ۶۴۳۶: کتاب الرقاق: باب ۱۰)

[۲] یعنی جس مال و دولت پر تم فخر کرتے ہو یہ ہرگز قابل فخر نہیں ہے اور جونہی تمہیں موت آئے گی اور تم قبر میں پہنچو گے تو تمہیں اس مالی ہوس اور دنیا بھی تفاخر کا نقصان معلوم ہو جائے گا۔

[۳] مرنے کے بعد تم جان لو گے کہ تم نے آخرت سے غفلت کر کے غلطی کی تھی مگر اس وقت اعتراف کا تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نہ ہوگا، کاش! تم آج یقینی طور پر جان لیتے اور آخرت سے غفلت نہ کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝٦ — ۶۔ بے شک تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔[۴]

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝٧ — ۷۔ پھر تم اسے (دوزخ کو) یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔

ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨ — ۸۔ پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔[۵]

---

[۴] دولت پر تکبر کرنے والوں اور آخرت سے غافل لوگوں کو بالآخر دوزخ دیکھنا ہی پڑے گا۔ دوزخ کے عذاب کا ابتدائی حصہ تو انہیں قبر میں دکھا دیا جائے گا اور آخرت میں یقین کی آنکھ کے ساتھ دوزخ کا مکمل مشاہدہ کرلیں گے۔

[۵] اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جیسے آنکھ، کان، دل، مال و دولت اور اولاد وغیرہ، اور قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کس نے ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کیا اور کس نے ان کی ناقدری کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (قرآن: ۳۶:۱۷)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عدالت سے علیحدہ نہیں ہو سکیں گے جب تک اس سے پانچ سوالوں کا جواب نہ لیا جائے:

۱۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں صرف کی (اچھے یا برے)؟
۲۔ اس نے اپنی جوانی کس کام میں صرف کی (اچھے یا برے)؟
۳۔ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا (حلال طریقہ سے یا حرام سے)؟
۴۔ اس نے اپنا مال کہاں خرچ کیا (اچھے کاموں میں یا برے کاموں میں)؟
۵۔ اس نے اپنے علم پر کیا عمل کیا (یعنی اپنے علم پر کتنا عمل کیا)؟ (ترمذی: ۲۴۱۶: ابواب القیامۃ: باب ۱)

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ ا جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز جمعہ ۷ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں سورہ تکاثر کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

اس طرح آج ایک دن میں سورہ عادیات، سورہ قارعہ اور سورہ تکاثر یعنی تین سورتوں کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العصر (۱۰۳)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''عصر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد، اعمال اور باہمی معاملات کو بڑے اختصار اور جامع انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے امام شافعی نے فرمایا کہ یہ سورت قرآن مجید کے تمام علوم کی جامع ہے۔

سورہ عصر کی فضیلت

☆ امام طبرانی نے عبید اللہ بن حصن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے جب دو شخص آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے سورہ عصر نہ پڑھ لیتا، اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو سلام کر کے جدا ہوتے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ العصر)

☆ امام شافعی نے فرمایا: اگر اس سورت کے سوا کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو یہی سورت لوگوں کے لئے کافی تھی کیونکہ یہ سورت قرآن مجید کے تمام علوم کی جامع ہے۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ العصر)

☆ امام شافعی نے فرمایا: اگر لوگ صرف اسی سورت میں غور و تدبر کریں تو یہی ان کے لئے کافی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورۃ العصر)

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۳ ۱۰۳ سورۃ العصر مکیۃ ۱۳ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝۱ ۔ ۱۔ قسم ہے زمانہ کی۔[۱]

---

[۱] مفسرین نے عصر یعنی زمانہ کے متعلق کئی اقوال بیان کئے ہیں، میں ان میں سے دو پر اکتفا کر رہا ہوں۔

۱۔ زمانہ سے مراد نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہے

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں: عصر سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے زمانہ کی قسم کھائی ہے، سورہ بلد میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے شہر مکہ کی قسم کھائی ہے۔ (قرآن: ۹۰: ۲) اور سورہ حجر میں آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے، پس گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے زمانہ کی قسم! آپ کے شہر کی قسم! اور آپ کی زندگی کی قسم! یہ سب آپ کی نسبتیں ہیں، جب نسبتوں کی تعظیم واجب ہے تو صاحب نسبت کی تعظیم کا کیا حال ہوگا۔ (تفسیر کبیر: سورۃ العصر (۱۰۳): زیر آیت نمبر ۱) اس سے معلوم ہوا جس طرح آپ کی زندگی تمام لوگوں سے افضل ہے اسی طرح آپ کا زمانہ بھی تمام زمانوں سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ (مسلم: ۶۴۷۳: کتاب فضائل الصحابۃ: باب ۵۲)

۲۔ زمانہ سے مراد وقت ہے

وقت اپنی مقررہ رفتار کے ساتھ مسلسل رواں دواں ہے اور ہر لمحہ ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے۔ اگر کسی کا ایک لمحہ بھی غلط کام کی نذر ہو گیا اور وہ چاہے کہ کاش! وہ لمحہ واپس آجائے تو وہ دوبارہ اس لمحہ میں غلط کام نہیں کرے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، لہٰذا اسے ہر اقدام سے پہلے خوب غور و فکر کر لینا چاہیے تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

☆ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہو یا اس طرح جیسے کوئی شخص راستہ عبور کر رہا ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے! جب تم شام کو پاؤ تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کو پاؤ تو شام کا انتظار نہ کرو (کیا پتہ کس وقت موت آجائے؟) اور اپنی صحت کے ایام میں بیماری کے ایام کے لئے نیک عمل کر لو اور اپنی زندگی میں موت کے لئے نیک عمل کر لو۔ (بخاری: ۶۴۱۶: کتاب الرقاق: باب ۳)

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو

اور کیا خبر صبح ہوگی یا نہیں اور پہنچ جائے گا تو زیر زمیں

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢

۲۔ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ [۲]

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣

۳۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔ [۳]

اہل علم کہتے ہیں: انسان کی زندگی تین سانس ہیں، ایک وہ جو گزر گیا وہ اب واپس نہیں آسکتا، دوسرا وہ جو مستقبل میں آئے گا اس کا کسی کو یقین نہیں ہے کہ وہ آئے گا یا اس سے پہلے اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا، لہٰذا انسان کی زندگی وہی ایک سانس ہے جو وہ حال میں لے رہا ہے اور اس کو اسی سانس کی قدر کرنی چاہیے اور اس میں کوئی غلط کام نہیں کرنا چاہیے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی ــــ گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

An English Proverb: Yesterday is history, tomorrow is mystery and today is a gift, that is why it is called the present.

انگریزی کی ضرب المثل ہے: گزشتہ کل تو اب تاریخ بن گیا ہے، آئندہ کل ایک معمہ ہے اور آج کا دن ایک تحفہ ہے اور اسی لئے اس کو Present یعنی تحفہ کہتے ہیں کیونکہ Present کا ایک معنی تحفہ بھی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی نے کسی بزرگ کا ایک بڑا حکمت آمیز قول نقل کیا ہے: وہ بزرگ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک برف فروش سے سورہ عصر کا مطلب سمجھا ہے جو برف بیچنے کے لئے بازار میں آواز لگا رہا تھا: اِرْحَمُوْا مَنْ يَذُوْبُ رَأْسُ مَالِهٖ، اِرْحَمُوْا مَنْ يَذُوْبُ رَأْسُ مَالِهٖ۔ (اس شخص پر رحم کرو جس کا اصل زر پگھلا جا رہا ہے، اس شخص پر رحم کرو جس کا اصل زر پگھلا جا رہا ہے۔ یعنی اے لوگو! اس برف کو جلدی خرید و ورنہ یہ پگھل رہی ہے اور میرا سرمایہ ختم ہو رہا ہے۔) جب بزرگ نے اس برف فروش کی یہ آواز سنی تو پکار اٹھے: سورہ عصر کا یہی مطلب ہے۔ (تفسیر کبیر: سورہ عصر) یعنی جس طرح گرم موسم میں برف خود بخود پگھل جاتی ہے اسی طرح انسان کی زندگی بھی گزر رہی ہے اور جس انسان نے اس سے بروقت فائدہ نہ اٹھایا اور غلط کاموں میں صرف کر ڈالا تو وہی انسان خسارہ میں ہے۔ زندگی کے حوالے چند اور حکمت کی باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

1: Life is like an ice cream, enjoy it before it melts.

2: Life is like riding a bicycle. To keep your balance you must keep moving.

3: Even if you [illegible] on the right track you will get run over if you just sit here.

4: Life without endeavor is like entering a jewel mine and coming out with empty hands.

5: I slept and dreamed that life was beauty, I awoke and found that life [illegible] duty.

6: You only live once, but if you work it right, once is enough.

[۲] زندگی کا وقت ایک انمول سرمایہ ہے اور اکثر لوگ اس کی صحیح قدر نہیں کرتے اور اس لئے خسارے میں رہتے ہیں۔

[۳] اس آیت میں ان لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جو زندگی کے حوالے سے خسارے میں نہیں ہوں گے۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں، نیک اعمال کریں، ایک دوسرے کو حق کی تلقین کریں اور حق کے راستے میں جو مشکلات آئیں ان پر صبر کرنے کی نصیحت کریں تو یہ لوگ زندگی کے امتحان میں کامیاب وکامران ہوں گے۔

پہلی دو صفات کا تعلق انفرادی زندگی سے ہے اور دوسری دو صفات کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے تاکہ پورا معاشرہ امن وسکون کے ساتھ زندگی گزارے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، سربراہ مملکت اپنے عوام کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے عوام کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال کیا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، ایک شخص اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا اور تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(بخاری: ۸۹۳: کتاب الجمعۃ: باب ۱۱)

☆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لئے بہتر ہے اور یہ امتیاز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ یعنی اگر اس کو راحت پہنچے اور وہ اس پر شکر ادا کرے تو یہ راحت اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ تکلیف اس کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم: ۲۹۹۹: کتاب الزھد: باب ۱۳) اہل علم کہتے ہیں: جس نعمت کے بعد شکر اور مصیبت کے بعد صبر کی توفیق ملے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں اور جس نعمت کے بعد تکبر اور مصیبت کے بعد بے صبری کی نوبت آجائے وہ نعمت اور مصیبت دونوں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی سورہ عصر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الھمزۃ (۱۰۴)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "ھُمَزَۃ" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں اس مالدار کی مذمت بیان کی گئی ہے جو مال جمع کرنے اور اس کو گن گن کر رکھنے میں ایسا مشغول رہتا ہے کہ اسے موت یاد ہی نہیں اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا اور کبھی فنا نہیں ہوگا۔ ایسے شخص کی دنیا میں ایک نشانی یہ ہے کہ وہ مال و دولت کے نشہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور لوگوں کو طعنے دینے اور ان کی عیب جوئی میں سرگرم رہتا ہے اور آخرت میں اسے ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو چاروں اطراف سے آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں گھری ہوئی ہوگی۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتھا ۹ | ۱۰۴ سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۲ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۨ ۙ﴿۱﴾ — ۱۔ ہر اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو طعنہ زنی اور عیب جوئی کرتا ہے۔[۱]

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾ — ۲۔ جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھتا ہے۔[۲]

یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخْلَدَہٗ ۚ﴿۳﴾ — ۳۔ وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۫ۖ﴿۴﴾ — ۴۔ ہرگز نہیں وہ حطمہ میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔[۳]

وَمَاۤ اَدْرٰىکَ مَا الْحُطَمَۃُ ؕ﴿۵﴾ — ۵۔ اور آپ کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟

نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ۙ﴿۶﴾ — ۶۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ؕ﴿۷﴾ — ۷۔ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ۙ﴿۸﴾ — ۸۔ بے شک وہ (آگ ہر طرف سے) ان پر چھا جائے گی۔

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ۠﴿۹﴾ — ۹۔ (آگ کے) لمبے لمبے ستونوں (کی صورت) میں۔

---

[۱] یعنی خواہ کوئی شخص کسی کے سامنے اس پر طعنہ زنی کرے یا اس کے پس پشت اس کی عیب جوئی کرے دونوں صورتوں میں وہ ہلاکت اور عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔

[۲] وہ شخص طعنہ زنی اور عیب جوئی اس تکبر کی وجہ سے کرتا ہے کیونکہ اس نے بہت سا مال جمع کر رکھا ہے اور اس کو گن گن کر رکھنے میں ایسا مشغول رہتا ہے کہ اسے موت یاد ہی نہیں اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا اور کبھی فنا نہیں ہوگا۔

[۳] متکبر اور بخیل شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا، یہ اس کی غلط فہمی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ قیامت کے دن

وہ خالی ہاتھ اٹھایا جائے گا اور جہنم کی وادی حطمہ میں پھینک دیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ایسی آگ ہے جو صرف دوزخیوں کے جسم نہیں بلکہ ان کے دلوں تک بھی پہنچ جائے گی اور چاروں طرف سے آگ کے لمبے لمبے ستون انہیں اس طرح گھیر لیں گے کہ وہ کہیں بھاگ نہیں سکیں گے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز ہفتہ ۸ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۳ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں سورہ ہمزہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اس طرح آج ایک دن میں سورہ عصر اور سورہ ہمزہ یعنی دو سورتوں کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفیل (۱۰۵)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''فیل'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

ہاتھی والوں کا واقعہ

تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے، میں یہاں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں!

حبشہ کے بادشاہ نے ابرہہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا، ابرہہ نے دیکھا کہ اہل عرب بیت اللہ کی بڑی عزت کرتے ہیں، ہر سال حج کے لئے وہاں جاتے ہیں اور تجارت کا سامان بھی ساتھ لے جاتے ہیں، اس طرح اہل مکہ کو مالی فائدہ بھی ہوتا اور بیت اللہ کے متولی ہونے کی وجہ سے ان کی عزت بھی کی جاتی۔ ابرہہ نے یمن کے سرسبز و شاداب شہر یعنی صنعاء میں ایک خوب صورت اور عظیم الشان عبادت خانہ بنوایا تاکہ لوگ بے آب و گیاہ شہر مکہ میں کالے پتھروں سے بنے ہوئے کعبہ کو چھوڑ کر صنعاء کے عبادت خانہ کا حج کرنے آئیں، اس طرح ہماری عزت اور دولت میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ ابرہہ نے پورے عرب میں منادی کرادی کہ میں نے تمہارے لئے صنعاء میں ایک خوب صورت عبادت خانہ بنوادیا ہے، لہٰذا تم اس کا حج کرنے آؤ، یہاں کے خوش گوار موسم سے لطف اٹھاؤ اور ہم تمہاری خوب میزبانی کیا کریں گے، مگر لوگوں نے ابرہہ کے بنائے ہوئے عبادت خانہ کو نظرانداز کردیا، اس پر ابرہہ کو بڑا دکھ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ کعبہ کو گرادے گا۔ اسی اثناء میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آگیا کہ بنی کنانہ کے کسی آدمی نے رات کے وقت ابرہہ کے بنائے ہوئے عبادت خانہ میں قضائے حاجت کردی جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اس نے اپنے عبادت خانہ کی توہین کا بدلہ لینے کے لئے کعبہ پر چڑھائی کا اعلان کردیا اور ۶۰ ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ روانہ ہوگیا جس میں ہاتھیوں کا ایک دستہ بھی شامل تھا۔ اہل عرب جو مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں مقیم تھے، انہوں نے اتنا بڑا لشکر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ ہی انہوں نے ہاتھی دیکھے تھے، اس لئے اہل مکہ اس لشکر کا نام سنتے ہی گھبرا گئے اور مقابلہ کی جرأت نہ کرسکے۔ ابرہہ کا لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو اس کے لشکریوں نے اہل مکہ کو خوفزدہ کرنے کے لئے ان کے مال مویشی لوٹ لئے جس میں حضرت عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ ابرہہ نے مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب کو بلا بھیجا، جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے بڑی تعظیم کی، اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا: میں صرف کعبہ کو گرانے آیا ہوں اگر اہل مکہ نے مزاحمت نہ کی تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اور اگر انہوں نے مزاحمت کی تو انہیں بھی تباہ و برباد کردیا جائے گا، پھر ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب سے پوچھا: کیا تمہاری کوئی خواہش ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا: تمہارے لشکریوں نے میرے دو سو اونٹ غصب کر لئے ہیں مجھے وہ واپس کردیئے جائیں۔ اس پر ابرہہ حیران ہوکر کہنے لگا: تمہیں اپنے اونٹوں کی فکر ہے اور اس کعبہ کی فکر نہیں جس کی وجہ سے تمہاری عزت ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: میں اونٹوں کا مالک ہوں، ان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے، کعبہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ لوٹ آئے اور اہل مکہ سے کہا کہ تم لوگ مکہ سے نکل کر پہاڑوں میں چلے جاؤ کیونکہ ہم اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور پھر چند آدمیوں کے ساتھ کعبہ میں گئے اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما! ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر غالب آ جائے اور اگر تو قبلہ کو ان پر چھوڑنا چاہتا ہے تو تو جو چاہتا ہے وہ کر!

اس دعا کے بعد حضرت عبدالمطلب بھی دیگر اہل مکہ کے ساتھ پہاڑوں میں چلے گئے اور دور سے دیکھنے لگے کہ ابرہہ کا لشکر کیا کرتا ہے۔ دوسری صبح کو ابرہہ نے لشکر کو کعبہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا، مگر جب سب سے بڑے ہاتھی کا منہ کعبہ کی طرف کیا گیا تو وہ بیٹھ گیا اور کوشش کے باوجود نہ اٹھا اور جب اس کا منہ دوسری طرف کیا جاتا تو وہ بھاگنے لگتا۔ اسی اثنا میں سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول آ گئے جن کی چونچ اور پنجوں میں چنے اور مسور کے دانے کے برابر کنکریاں تھیں، انہوں نے اولوں کی طرح وہ کنکریاں اس لشکر پر برسانا شروع کر دیں جو بندوق کی گولیوں کی طرح ان کے جسموں سے پار ہو رہی تھیں، اس سے پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، بہت سے لشکری وہیں مر گئے اور جو لشکری ابرہہ کے ساتھ واپس بھاگنے میں کامیاب ہو گئے ان کے جسموں میں بھی ان کنکریوں کے زہریلے اثرات کی وجہ سے ایسی بیماریاں پیدا ہو گئیں کہ وہ زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکے اور اسی بیماری سے ابرہہ اور دیگر لشکری بھی جلد ہی موت کے گھاٹ اتر گئے۔

فقیر! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۵ ۱۰۵۔ سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ ۱۹ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱

۱۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟[۱]

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲

۲۔ کیا اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کے مکروفریب کو ناکام نہیں کردیا؟[۲]

---

[۱] اس سورت میں ہاتھی والوں کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا ذکر اس سورت کے تعارف میں کردیا گیا ہے۔ ماوردی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کے پچاس دن بعد ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ (تفسیر قرطبی) یعنی یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے سال سترہ محرم کو پیش آیا تھا، یہ کوئی زیادہ پرانا واقعہ نہیں تھا، ابھی کئی ایسے لوگ زندہ تھے جنہوں نے اصحاب فیل کی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے عرب کا بچہ بچہ اس واقعہ پر اس طرح یقین رکھتا تھا جیسے اس نے اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کو دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے چالیس سال بعد جب نبی کریم ﷺ کو نبوت ملی اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے اس واقعہ کا اعلان کیا تو کسی نے بھی اس واقعہ کا انکار نہیں کیا کیونکہ سب لوگوں کے ہاں یہ واقعہ بالکل حق اور سچ تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے پیارے نبی! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یعنی آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ اصحاب فیل کا کیا حشر ہوا۔

اس سورت میں ایک طرف کفار مکہ کو اصحاب فیل کا واقعہ یاد دلایا جارہا ہے کہ جس کعبہ کی وجہ سے سارے عرب میں تمہاری عزت کی جاتی ہے اس کو اصحاب فیل سے کس نے بچایا تھا، وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے غیب سے ابابیل بھیج کر کعبہ کو بچایا اور اب تم اسی کی تکذیب کررہے ہو، اگر تم اس کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو وہ اگر اصحاب فیل کو تباہ و برباد کرسکتا ہے تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کفار کی کثرت اور ان کی اذیت رسانی سے گھبرائیں نہیں جس طرح میں نے ہاتھی والوں سے کعبہ کی حفاظت کی تھی اسی طرح میں آپ کی بھی حفاظت کروں گا اور یہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گے۔

[۲] ابرہہ نے اعلان یہ کیا تھا کہ چونکہ صنعاء میں اس کے عبادت خانہ کی توہین کرنے والا کعبہ کے ماننے والوں میں سے ہے، لہٰذا میں اس کا بدلہ چکانے کے لئے کعبہ کو گرانے آرہا ہوں۔ بظاہر یہ کوئی خفیہ تدبیر یا مکروفریب نہیں تھا مگر قرآن مجید نے اس کو

وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۙ﴿۳﴾ — ۳۔ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے۔ [۳]

تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۪ۙ﴿۴﴾ — ۴۔ جو ان پر کنکر کی پتھریاں مارتے تھے۔

فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ﴿۵﴾ — ۵۔ پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا۔

مکر وفریب اس لئے قرار دیا ہے کیونکہ دراصل اس کو بیت اللہ سے حسد تھا تا کہ لوگ ادھر نہ جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اس باطنی فریب اور ظاہری حملہ دونوں کو ناکام بنا دیا، نہ تو وہ کعبہ کی عمارت کو گرا سکا اور نہ ہی لوگوں کے دلوں سے اس کا احترام نکال سکا۔

[۳] اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے جن کی چونچ اور پنجوں میں چنے اور مسور کے دانے کے برابر کنکریاں تھیں، انہوں نے اولوں کی طرح وہ کنکریاں اس لشکر پر برسانا شروع کر دیں جو بندوق کی گولیوں کی طرح ان کے جسموں سے پار ہو گئیں اور ان کے جسموں کو اس طرح ریزہ ریزہ کر دیا جیسے کھائے ہوئے بھوسے کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوں۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت چاشت بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ فیل کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ قریش (۱۰۶)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''قریش'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

مکہ میں کھیتی باڑی اور باغات نہیں تھے اس لئے قریش کی گزر اوقات کا ذریعہ صرف تجارت تھی اور عرب میں تجارتی سفر محفوظ نہیں تھے کیونکہ وہاں لوٹ مار اور قتل و غارت گری عام تھی، جگہ جگہ ڈاکوؤں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے اور وہ دن دہاڑے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کو کعبہ کی وجہ سے ایسی عزت دے رکھی تھی کہ لوگ ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اس لئے وہ امن و سکون کے ساتھ گرمیوں کے موسم میں شام کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم ٹھنڈا تھا اور سردیوں کے موسم میں یمن کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم گرم تھا اور اہل مکہ کی خوراک کے لئے غلہ وغیرہ لے آتے۔ اگر اللہ تعالیٰ قریش پر احسان نہ کرتا اور ابرہہ کعبہ کو گرا دیتا تو عرب میں قریش کا احترام باقی نہ رہتا اور پھر ان کے تجارتی سفر بھی محفوظ نہ رہتے، لہٰذا ان دونوں سورتوں میں قریش کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد کرائے جا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سفروں کو محفوظ نہ بناتا تو وہ بھوکے مر جاتے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ ناشکری نہ کریں اور بیت اللہ کے رب یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں کعبہ کی وجہ سے تجارتی سفروں میں امن و سکون عطا فرمایا اور تجارت کے ذریعہ ان کی بھوک کا مداوا کیا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو چن لیا اور بنی کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنی ہاشم کو چن لیا اور بنی ہاشم سے مجھے چن لیا۔ (ترمذی: ۳۶۰۵: ابواب المناقب: باب ۱)

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از ظہر بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتھا ۴ ۱۰۶ سورۃ قریش مکیۃ ۲۹ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍۙ ۝۱

۱۔ قریش کو رغبت دلانے کے لیے۔ [۱]

اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِۚ ۝۲

۲۔ انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کر دیا۔

فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِۙ ۝۳

۳۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ [۲]

الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۝۴

۴۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں خوف سے امن بخشا۔

[۱] اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں یعنی مکہ میں کھیتی باڑی اور باغات نہیں تھے اس لئے قریش کی گزر اوقات کا ذریعہ صرف تجارت تھی اور عرب میں تجارتی سفر محفوظ نہیں تھے کیونکہ وہاں لوٹ مار اور قتل و غارت گری عام تھی، جگہ جگہ ڈاکوؤں نے ڈیرے لگا رکھے تھے اور وہ دن دہاڑے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے قریش کو کعبہ کی وجہ سے ایسی عزت دے رکھی تھی کہ لوگ ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اس لئے وہ امن و سکون کے ساتھ گرمیوں کے موسم میں شام کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم ٹھنڈا تھا اور سردیوں کے موسم میں یمن کے تجارتی سفر پر جاتے کیونکہ وہاں کا موسم گرم تھا اور اہل مکہ کی خوراک کے لئے غلہ وغیرہ لے آتے۔ اگر اللہ تعالیٰ قریش پر احسان نہ کرتا اور ابرہہ کعبہ کو گرا دیتا تو عرب میں قریش کا احترام باقی نہ رہتا اور پھر ان کے تجارتی سفر بھی محفوظ نہ رہتے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں امن و سکون کی وجہ سے تجارتی سفروں کی رغبت پیدا فرمائی۔

[۲] اگر اللہ تعالیٰ ان سفروں کو محفوظ نہ بناتا تو وہ بھوکے مر جاتے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ ناشکری نہ کریں اور بیت اللہ کے رب یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں کعبہ کی وجہ سے تجارتی سفروں میں امن و سکون عطا فرمایا اور تجارت کے ذریعہ ان کی بھوک کا مداوا کیا۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعۃ الکرم، برطانیہ

بعد از ظہر بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی ایک گھنٹہ میں سورہ قریش کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الماعون (۱۰۷)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام "ماعون" ہے جو اس سورت کی آخری آیت سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے کے متعلق سید محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں تین اقوال نقل کئے ہیں:

۱۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

۳۔ ھبۃ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا نصف حصہ مکہ میں نازل ہوا اور نصف حصہ مدینہ میں نازل ہوا۔

اس سورت کے مضامین تیسرے قول کی تائید کرتے ہیں کیونکہ اس کے ابتدائی حصہ میں منکر اسلام اور منکر قیامت کا ذکر ہے اور وہ مکہ میں بہت زیادہ تھے اور اس کے آخری حصہ میں منافقین کا ذکر ہے جو نماز میں غفلت اور ریاکاری کرتے تھے اور منافقین صرف مدینہ میں تھے مکہ میں کوئی منافق نہیں تھا کیونکہ مکہ میں دکھلاوے کی نماز پڑھنے کا امکان نہیں تھا، وہاں تو مسلمان چھپ کر نماز پڑھتے تھے، اعلانیہ نماز پڑھنا تو جان پر کھیلنے کے مترادف تھا، لہٰذا میرے خیال میں یہ سورت اس لئے مکی ہے کیونکہ اس کے نزول کی ابتدا مکہ میں ہوئی تھی۔

اس سورت میں کفار کی دو صفات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ یتیم کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ اور منافقین کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ نماز میں غفلت کرتے، ریاکاری کے لئے نماز پڑھتے اور عام استعمال کی معمولی چیزوں سے بھی انکار کر دیتے۔

اس سورت میں کفار اور منافقین کی جن پانچ کمزوریوں کا ذکر کیا گیا ہے مسلمانوں کے لئے ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے یعنی مسلمانوں کو یتیم اور مسکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، نماز میں غفلت اور ریاکاری سے اجتناب کرنا چاہیے اور غریب پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا چاہیے۔

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

ایاتہا ۷ — ۱۰۷ سُورَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ۱۷ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱

ا۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے؟[۱]

---

[۱] اس سورت میں خطاب بظاہر نبی کریم ﷺ سے ہے مگر مراد آپ کی امت ہے یعنی آپ اپنی امت سے پوچھیں: کیا وہ اس شخص کو پہچانتے ہیں جو روز جزا اور دین اسلام کو جھٹلاتا ہے؟ اور جو نہیں پہچانتے انہیں آپ بتادیں کہ منکر قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اگر کوئی یتیم اس کے دروازے پر سوال لے کر آئے تو وہ اسے دھکے مار کر نکال دیتا ہے اور اگر اس کے رشتہ داروں میں کوئی یتیم ہو جائے تو وراثت سے اس کا حصہ غصب کرنے سے بھی باز نہیں آتا اور دوسری نشانی یہ ہے کہ اگر اس کے پڑوس میں کوئی مسکین بھوکا ہو تو نہ خود اس کو کھانا کھلاتا ہے اور نہ کسی اور کو اس کے کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا ہے

وہ یتیم اور مسکین کی مدد اس لئے نہیں کرتا کہ یہ خود محتاج اور بے سہارا ہیں، اگر ان کی مدد کی جائے تو یہ اس کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے لیکن اگر اس کا قیامت پر ایمان ہوتا تو وہ یتیم اور مسکین پر ضرور شفقت کرتا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اجر عظیم کی امید رکھتا۔

اس آیت کی تفسیر میں سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ یہاں یتیم کو دھکے مارنے والے سے مراد ابو جہل ہے۔ اس کو ایک یتیم کا ٹرسٹی بنایا گیا تھا، ایک دن وہ یتیم بچہ ابو جہل کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے اور اس سے سوال کیا کہ وہ اس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال سے کچھ اسے دیدے تو ابو جہل نے بڑی نفرت کے ساتھ اس یتیم کو وہاں سے نکال دیا۔ (تفسیر روح المعانی) اسی واقعہ کو جاری رکھتے ہوئے علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: قریش کے سرداروں نے اس یتیم کو کہا کہ تم محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ تمہارے لئے ابو جہل سے سفارش کریں اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ محمد (ﷺ) انکار کر دیں گے اور وہ محمد (ﷺ) کا مذاق اڑائیں گے مگر کفار کو کیا خبر کہ نبی ﷺ کسی محتاج کا سوال رد نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ اسی وقت یتیم کو ساتھ لے کر ابو جہل کے پاس تشریف لے گئے تو ابو جہل (مجبوراً آپ کی تعظیم کے لئے) کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ کے فرمانے پر یتیم کو اس کا مال دے دیا۔ قریش کے سرداروں نے ابو جہل کو طعنہ دیا کہ کیا تم نے بھی اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟ ابو جہل نے کہا: خدا کی قسم! میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، لیکن بات یہ ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کے دائیں بائیں نیزے ہی نیزے دیکھے اور خوفزدہ ہو گیا کہ اگر میں ان کی بات نہ مانتا تو وہ نیزے میرے جسم میں پیوست ہو جاتے۔ (تفسیر روح البیان)

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ | ۲۔ پس یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ | ۳۔ اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ | ۴۔ پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے۔ [۲]

یتیم کی کفالت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۹: ابواب الادب: باب ۶)

مسکین کو کھانا کھلانا

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی ننگے مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو کستوری کی سربمہر شراب پلائے گا۔

(ابو داؤد: ۱۶۸۲: کتاب الزکوٰۃ: باب ۴۱)

☆ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھجور اور دودھ ملا کر حلوہ بنایا، اسی اثنا میں ایک مسکین آ گیا، آپ نے وہ حلوہ اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا، اہل مجلس میں سے کسی نے کہا: امیر المومنین! اس لذیذ حلوے کی قدر یہ بے چارہ مسکین کیا سمجھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: لیکن مسکین کا رب تو جانتا ہے کہ یہ کیا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن: سورہ مزمل (۷۳): زیر آیت نمبر ۲۰: جلد ۵: ص ۴۱۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سنگدلی کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر۔

(تفسیر قرطبی: سورۃ الضحیٰ (۹۳): زیر آیت نمبر ۹)

[۲] اس سورت کی پہلی تین آیات میں منکر قیامت کی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں اور آخری چار آیات میں منافق کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں جن کی وجہ سے وہ خرابی اور عذاب کا مستحق قرار پائے گا۔

نماز سے غفلت

وہ اپنی نماز سے غافل ہیں یعنی وہ نماز پڑھتے تو ہیں مگر اس کے ظاہری اور باطنی آداب اور لوازمات کی پرواہ نہیں کرتے۔

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے برا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔

الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾	۵۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔
الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾	۶۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔
وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴿٧﴾	۷۔ اور استعمال کی معمولی چیز بھی دینے سے منع کرتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ اپنی نماز میں چوری کیسے کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنی نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا۔ (سنن دارمی: کتاب الصلاۃ: باب ۷۸)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے اور جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (ابو داؤد: ۹۰۹: کتاب الصلاۃ: باب ۱۶۵)

☆ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو، پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لئے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴۵۳۸: جلد اول: ص ۳۹۲)

ریاکاری کی نماز

وہ دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں یعنی ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں تاکہ لوگ انہیں نیک کہیں اور ان کی تعریف کریں۔

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (جس دن) ہمارا رب اپنی پنڈلی ظاہر فرمائے گا تو ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت اس کو سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لئے سجدہ کرتا تھا وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو اس کی کمر تختہ کی طرح سخت ہو جائے گی۔ (بخاری: ۴۹۱۹: کتاب تفسیر القرآن: سورہ قلم: باب ۲)

عام استعمال کی معمولی چیزوں میں بخل کرنا

یعنی اگر کوئی غریب پڑوسی ان سے نمک، پانی یا عارضی طور پر عام استعمال کی کوئی چیز مانگے تو وہ اتنے خود غرض اور بخیل ہیں کہ عام استعمال کی معمولی چیز بھی پڑوسی کو دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم روز قیامت کے اندھیرے ہیں، اور بے حیائی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا، اور بخل (شح) سے بچو کیونکہ اس (بخل) نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ بخل نے ان کو ظلم کا حکم دیا تو وہ ظلم کرنے لگے، جب انہیں فسق و فجور کا حکم دیا تو وہ فسق و فجور کرنے لگے اور جب انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطع رحمی کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر: سورۃ الحشر (۵۹): زیر آیت نمبر ۹)

اس سورت میں کفار اور منافقین کی جن پانچ کمزوریوں کا ذکر کیا گیا ہے مسلمانوں کے لئے ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے یعنی مسلمانوں کو یتیم اور مسکین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، نماز میں غفلت اور ریا کاری سے اجتناب کرنا چاہیے اور غریب پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا چاہیے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج مغرب کے بعد ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ ماعون کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الکوثر (۱۰۸)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''کوثر'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ عرب اس شخص کو ''ابتر'' (یعنی بے نسل) کہتے تھے جس کے بیٹے اور بیٹیاں ہوں، پھر اس کے بیٹے فوت ہو جائیں اور صرف بیٹیاں رہ جائیں، پس کہا جاتا ہے کہ ایک دن عاص بن وائل نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو کر کچھ باتیں کر رہا تھا، (جب وہ فارغ ہوا) تو قریش کے سرداروں کی ایک جماعت نے عاص بن وائل سے پوچھا: تم کس آدمی کے پاس کھڑے تھے؟ تو اس نے جواب دیا: اس ابتر (یعنی نبی کریم ﷺ) کے پاس کھڑا تھا تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ کوثر: زیر آیت نمبر ۳) کیونکہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پیدا ہونے والی چاروں بیٹیاں (یعنی حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہن) زندہ تھیں مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پیدا ہونے والے دونوں بیٹے (یعنی حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ ؓ) کم سنی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا اتنی عمر رسیدہ ہو چکی تھیں کہ عام طور اس عمر میں بچے پیدا نہیں ہوتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی تبلیغ سے اسلام پھیل رہا تھا اور مکہ والے پریشان تھے کہ اسلام کو کیسے روکا جائے، اس پر عاص بن وائل کہنے لگا: محمد (ﷺ) ابتر ہیں یعنی ان کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا جو ان کی وفات کے بعد ان کا جانشین بنے، لہٰذا جب آپ (ﷺ) فوت ہو جائیں گے تو ان کا ذکر مٹ جائے گا اور اہل مکہ کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا، اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔

علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے اس سورت میں خبر دی ہے کہ یہ کافر (عاص بن وائل) خود ابتر ہوگا، اگر چہ اس کی اولاد تھی مگر وہ اللہ تعالی کی رحمت سے کٹ گیا اور اس کو ہمیشہ لعنت کے ساتھ ہی یاد کیا جائے گا۔ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر ہمیشہ زندہ رہے گا، ان کا ذکر اذان اور خطبہ میں اللہ تعالی کے نام کے ساتھ بلند ہوتا رہے گا اور ایمان والے قیامت تک ان کے فرمانبردار رہیں گے اور آپ ﷺ ایمان والوں کے لئے والد کی طرح ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورۃ الکوثر) نیز اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی نسل کو آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے جاری فرمایا جو آج دنیا کے کونے کونے میں موجود ہے۔

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتہا ۳ ۱۰۸ سورۃ الکوثر مکیۃ ۱۵ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ ۱۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔[۱]

[۱] سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: کوثر، کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنیٰ ہے کسی چیز کا اتنا زیادہ ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ کوثر)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت میں بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہا جاتا ہے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ کوثر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر (یعنی بہت زیادہ) عطا فرمایا۔ اب یہاں پر صفت کا ذکر تو ہے مگر موصوف کا ذکر نہیں یعنی کیا چیز بہت زیادہ عطا فرمائی؟ اس کے جواب میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو کوئی ایک چیز بہت زیادہ عطا فرمائی ہوتی تو اس کا ذکر کیا جاتا مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جتنی نعمتیں اور عظمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ساری کی ساری اپنی تعداد، اپنی قدر و قیمت اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے اتنی اعلیٰ اور زیادہ ہیں کہ ان کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

مفسرین نے کوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کیے ہیں، میں ان میں سے دو پر اکتفا کر رہا ہوں:

۱۔ جنت کی ایک نہر

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک نہر پر آیا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے، میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ جبریل نے جواب دیا: یہ کوثر ہے۔ (بخاری: ۴۹۶۴: کتاب تفسیر القرآن: سورہ کوثر)

☆ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انا اعطینک الکوثر کے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جو تمہارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی ہے، اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی ہیں اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کی مثل ہے۔

(بخاری: ۴۹۶۵: کتاب تفسیر القرآن: سورہ کوثر)

۲۔ حوض کوثر

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ٢ ـ پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں۔[۲]

لئے شفاعت کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر آپ سے ملاقات نہ کرسکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس بھی آپ سے ملاقات نہ کرسکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (ترمذی: ۲۴۳۳: ابواب صفة الجنة: باب ۹)

☆ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ میدان حشر میں نبی کریم ﷺ جس حوض سے اپنی امت کو پانی پلائیں گے اس کے بارے میں ہم نے بہت سی احادیث "التذکرۃ" میں ذکر کی ہیں۔ اور علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ حوض کوثر کے چاروں کونوں پر چاروں خلفاء تشریف فرما ہوں گے اور جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا تو دوسرے خلفاء اس کو پانی نہیں دیں گے۔
(تفسیر قرطبی: سورہ کوثر)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آپ حوض پر بھی میرے صاحب ہیں اور غار میں بھی میرے صاحب ہیں۔ (ترمذی: ۳۶۷۰: ابواب المناقب: باب ۳۹)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور شہدائے احد کے لئے اس طرح دعا فرمائی جس طرح میت پر دعا کی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ منبر کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! مجھے تم پر اپنے بعد شرک کا اندیشہ نہیں لیکن مجھے تم پر اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کروگے۔
(بخاری: ۶۴۲۶: کتاب الرقاق: باب ۷)

[۲] پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم احسانات کا ذکر فرمایا اور اب دوسری آیت میں ان احسانات کا شکر ادا کرنے کی تلقین کی جارہی ہے یعنی:

نماز پڑھا کرو

نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے کسی حکم پر عمل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، نماز پڑھنے کو دیکھیں تو ساری ساری رات نماز میں گزار دیتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج کر پھٹ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) بخش دیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس بات کو پسند نہ کروں کہ میں

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۳ ۔ ۳۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے۔ [۳]

اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہوں۔ (بخاری: ۴۸۳۷: کتاب التفسیر: سورہ ۴۸)

قربانی دیا کرو

اس حکم پر عمل کرنے میں بھی آپ اپنی مثال آپ ہیں، صرف حجۃ الوداع کے موقع پر تریسٹھ (۶۳) اونٹ خود اپنے ہاتھ مبارک سے قربان کئے۔

☆ علامہ نور الدین حلبی شافعی لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ قربانی کے لئے سو (۱۰۰) اونٹ اپنے ہمراہ لائے تھے، ان میں سے تریسٹھ (۶۳) اونٹ نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور آپ ﷺ نے ہر سال کے لئے ایک اونٹ ذبح فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے بقیہ سینتیس (۳۷) اونٹ ذبح کیے۔ (السیرۃ الحلبیۃ ا جلد ۳: ص ۳۷۷) یہاں پر امام محمد بن یوسف شامی نقل کرتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ قربانی کے جانور ذبح کرنے لگے تو پانچ پانچ اونٹوں کو اکٹھے پیش کیا جاتا اور ہر اونٹ دوڑ کر نبی کریم ﷺ کے قریب آتا تاکہ آپ ﷺ اس کو ذبح فرمائیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے ایک گائے بھی ذبح کی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد: جلد ۸: ص ۶۵۵)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جس کے ہاتھ، پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ سو وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ۔ پھر فرمایا: اس کو پتھر پر تیز کرو، میں نے اس کو تیز کیا، پھر آپ ﷺ نے چھری پکڑ کر مینڈھے کو گرایا اور اس کو ذبح کرنے لگے، پھر دعا کی: اللہ کے نام سے، اے اللہ! اس کو محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما! پھر اس کی قربانی کی۔ (مسلم: ۵۰۹۱: کتاب الاضاحی: باب ۳) اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کردار ملاحظہ فرمائیں: حضرت حنش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں، سو میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد: ۲۷۹۰: کتاب الضحایا: باب ۱)

[۳] نبی کریم ﷺ کی تبلیغ سے اسلام پھیل رہا تھا اور مکہ والے پریشان تھے کہ اسلام کو کیسے روکا جائے، اس پر عاص بن وائل کہنے لگا: محمد (ﷺ) ابتر ہیں یعنی ان کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا جو ان کی وفات کے بعد ان کا جانشین بنے، لہٰذا جب آپ (ﷺ) فوت ہو جائیں گے تو ان کا ذکر مٹ جائے گا اور اہل مکہ کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا، اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔

علامہ محمد علی صابونی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں خبر دی ہے کہ یہ کافر (عاص بن وائل) خود ابتر ہوگا، اگر اس کی اولاد تھی مگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کٹ گیا اور اس کو ہمیشہ لعنت کے ساتھ ہی یاد کیا جائے گا۔ اس کے برعکس نبی

کریم ﷺ کا ذکر خیر ہمیشہ زندہ رہے گا، ان کا ذکر اذان اور خطبہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بلند ہوتا رہے گا اور ایمان والے قیامت تک ان کے فرمانبردار رہیں گے اور آپ ﷺ ایمان والوں کے لئے والد کی طرح ہوں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: سورۃ الکوثر) نیز اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی نسل کو آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاری فرمایا جو آج دنیائے اسلام کے کونے کونے میں موجود ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز اتوار ۹ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۴ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج عشاء کے بعد ہی تقریباً تین گھنٹوں میں سورہ کوثر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اس طرح آج سورہ فیل، سورہ قریش، سورہ ماعون اور سورہ کوثر یعنی چار سورتوں کی تفسیر مکمل ہوگئی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الکافرون (۱۰۹)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''کافرون'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

یہ سورت قریش کے اس گروہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ ایک سال ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور ہم ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اعلان نبوت سے پہلے بھی شرک نہیں کیا تو اب کیسے کر سکتا ہوں؟ تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر انہیں بتا دیا: میں تو بہر حال پہلے بھی اپنے دین پر قائم تھا اور اب بھی ہمیشہ کے لئے میرا تو یہی دین ہے، ہاں تم اگر اسلام قبول نہیں کرتے اور اپنے دین پر ہی قائم ہو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے اور تم ہی اس کے متعلق جوابدہ ہو گے۔

سورہ کافرون کی فضیلت

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذا زلزلت (۹۹) پڑھی وہ نصف قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل ھو اللہ احد (۱۱۲) پڑھی وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل یا ایہا الکافرون (۱۰۹) پڑھی وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی: ۲۸۹۳: ابواب فضائل القرآن: باب ۱۰)

☆ حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت نوفل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قل یا ایہا الکافرون ساری سورت پڑھ کر سویا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بری کرتی ہے۔

(ابوداؤد: ۵۰۵۵: کتاب الادب: باب ۹۸)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ
بعد از فجر بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتھا ۶ ۱۰۹ سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ ۱۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝۱

۱۔ آپ فرمادیں: اے کافرو!

لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲

۲۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔[۱]

وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳

۳۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴

۴۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

---

[۱] مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سورت میں خطاب خاص طور پر کافروں کی اس جماعت کو ہے جو صلح کے خواہش مند تھے مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (تفسیر مظہری، تفسیر قرطبی) اور بعد میں ایسا ہی ہوا کہ ان مخصوص ضدی اور متعصب کفار کی موت کفر پر ہی ہوئی، اس طرح یہ سورت آپ ﷺ کے سچا نبی ہونے کی دلیل بھی ہے کیونکہ جن کے متعلق آپ ﷺ نے خبر دی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو واقعی وہ ایمان نہ لائے اور کفر پر ہی مر گئے۔ اس سورت کے مخاطب سارے کفار نہیں ہیں کیونکہ جو کفار تعصب سے بالاتر ہو کر قرآن مجید میں غور وفکر کرتے ہیں وہ اس وقت بھی ایمان لے آئے تھے اور آج بھی ایمان لا رہے ہیں۔

علامہ بغوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت قریش کے جس گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان میں حارث بن قیس، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف شامل تھے، انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: یا محمد! آئیں آپ ہمارے دین کی اتباع کریں اور ہم آپ کے دین کی اتباع کرتے ہیں، یعنی آپ ایک سال ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور ہم ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی پناہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں (میں نے اعلان نبوت سے پہلے کبھی شرک نہیں کیا تو اب کیسے کر سکتا ہوں؟) تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ ﷺ مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور وہاں قریش کی ایک جماعت کے سامنے کھڑے ہو کر یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ (اس سے پہلے قریش کو امید تھی کہ شاید وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کوئی سمجھوتا کر لیں گے) مگر اس کے بعد ان کی

وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝۵

۵۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔[۲]

لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ۝۶

۶۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔[۳]

امیدیں خاک میں مل گئیں اور انہوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اذیت پہنچانی شروع کر دی۔ (تفسیر بغوی: سورہ کافرون)

[۲] اس سورت میں بعض جملوں کا تکرار تاکید کے لئے ہے جیسا کہ پہلے سورہ رحمان (۵۵) اور سورہ مرسلات (۷۷) میں بھی گزر چکا ہے۔ اہل عرب اپنی شاعری اور نثر دونوں میں تاکید کے لئے بعض الفاظ یا جملوں کا تکرار لاتے رہتے ہیں۔

[۳] یعنی میں تو بہر حال پہلے بھی اپنے دین پر قائم تھا اور اب بھی ہمیشہ کے لئے میرا تو یہی دین ہے، ہاں تم اگر اسلام قبول نہیں کرتے اور اپنے دین پر ہی قائم ہو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے اور تم ہی اس کے متعلق جوابدہ ہو گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو چاہو کرو، بے شک وہ تمہارے تمام کاموں کو دیکھنے والا ہے۔ (قرآن: ۴۱:۴۰)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بوقت چاشت بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی چند گھنٹوں میں سورہ کافرون کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ النصر (۱۱۰)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام "نصر" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

☆ حضرت ابن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ سورہ نصر قرآن مجید کی آخری سورت ہے۔(تفسیر ابن کثیر) یعنی اس کے بعد کئی آیات کا نزول تو ہوا ہے مگر کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی جیسا کہ سورہ فاتحہ سب سے پہلے نازل ہونے والی پوری سورت ہے اگرچہ کئی آیات اس سے پہلے بھی نازل ہوئی ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ یہ سورت نبی کریم ﷺ پر ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی جب آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں تھے۔ اس سورت سے نبی کریم ﷺ نے سمجھ لیا کہ یہ ان کا آخری حج ہے۔
(تفسیر درمنثور)

مکی اور مدنی سورتیں

جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں چاہے وہ مکہ میں نازل ہوئیں یا مکہ سے باہر، وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں چاہے وہ مدینہ میں نازل ہوئیں یا مدینہ سے باہر، وہ مدنی کہلاتی ہیں، اسی طرح یہ سورت اگرچہ مکہ میں نازل ہوئی ہے مگر چونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس لئے یہ مدنی ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عصر بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

ایاتہا ۳ ۱۱۰ سورۃ النصر مدنیۃ ۱۱۴ رکوعہا ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱

۱۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آجائے۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲

۲۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔[۱]

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

۳۔ تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔[۲]

---

[۱] اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد اسلام کا غلبہ اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے کیونکہ فتح مکہ سے پہلے لوگ انفرادی طور پر اکا دکا اسلام میں داخل ہوتے تھے مگر فتح مکہ کے بعد بڑے بڑے گروہ اور پورے پورے قبیلے اسلام میں داخل ہونے لگے۔

یہ سورت اگرچہ فتح مکہ کے دو سال بعد حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی مگر اس میں فتح مکہ کی یاددہانی کرائی جارہی ہے، یعنی اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں حتیٰ کہ صرف دو سالوں میں عرب کے اکثر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا، اس سے آپ ﷺ نے جان لیا کہ ان کا مشن مکمل ہو گیا ہے اور اب ان کے جانے کا وقت آگیا ہے۔

[۲] کسی دنیادار لیڈر کو جب اتنی نمایاں کامیابی ملے تو وہ اپنی فتح کے جشن مناتا ہے اور خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور بعض دفعہ متکبر ہو کر ظلم وستم پر اتر آتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تلقین فرمائی کہ اس نمایاں کامیابی پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح بیان کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔ مغفرت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو گناہگار ہو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں اور جو نیکوکار ہو اس کے درجات بلند کر دیئے جائیں، لہٰذا نبی کریم ﷺ کے استغفار و توبہ کا مطلب ان کے درجات کی بلندی ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس سورت (یعنی سورہ نصر) کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے: سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔ (بخاری: ۴۹۶۷: کتاب تفسیر القرآن: سورہ نصر) (تو پاک ہے، اے ہمارے رب! اور تیری حمد کے ساتھ، اے اللہ! تو مجھے بخش دے۔)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ بار توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری: ۶۳۰۷: کتاب الدعوات: باب ۳)

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اٹھتے بیٹھتے اور جاتے آتے یہ پڑھتے تھے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ میں نے پوچھا: آپ آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے یہ ذکر کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور پھر آپ ﷺ نے سورہ نصر پڑھی۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورہ نصر)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ہی تقریباً اڑھائی گھنٹوں میں سورہ نصر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اَلْحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ اللھب (۱۱۱)

یہ سورت مکی ہے، اس کا نام ''لہب'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے جب قریش کو اکٹھا کیا اور صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر انہیں اسلام کی دعوت دی تو ابولہب نے کہا: تم پر ہلاکت ہو، کیا تم نے ہم کو اس لئے جمع کیا تھا؟ اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل اس سورت کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام

دونوں کا انجام اس دنیا میں بھی بڑا عبرت ناک ہوا اور آخرت میں بھی آگ کا عذاب ان کا منتظر ہے۔

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

آیاتھا ۵ ۱۱۱ سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ ۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں / کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ ۱۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے۔[۱]

---

[۱] ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں مگر آپ کی دعوت تین مرحلوں پر مشتمل ہے: پہلے آپ ﷺ نے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، پھر اہل عرب اور پھر دیگر ممالک میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ پہلے مرحلے پر جب آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے تبلیغ کا آغاز فرمایا تو اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ (قرآن: ۲۶:۲۱۴) تو نبی ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا: اے بنی فہر! اے بنی عدی! یہ قریش کے خاندان تھے حتیٰ کہ وہ سب آپ کے گرد جمع ہو گئے اور جو خود نہ آسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیجا تا کہ وہ دیکھے کہ انہیں کیوں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ ابولہب بھی آ گیا اور دیگر قریش بھی آ گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں تم کو بتاؤں کہ دشمن کا ایک بڑا لشکر اس (پہاڑ کے پیچھے) وادی میں کھڑا ہے تا کہ تم پر حملہ کر دے، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! کیونکہ ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو میں تم کو متنبہ کر رہا ہوں (کہ شرک سے باز آ جاؤ ورنہ) تمہارے سامنے سخت عذاب ہے۔ اس پر ابولہب نے کہا: تم پر سارا دن ہلاکت ہو، کیا تم نے ہم کو اس لئے جمع کیا تھا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری: ۴۷۷۰: کتاب تفسیر القرآن: سورہ شعراء)

ابولہب کا انجام

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا، سرخ رنگ کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب مشہور تھی۔ ابولہب آپ ﷺ کا حقیقی چچا مگر سخت دشمن تھا۔

سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ جنگ بدر کے سات روز بعد ابولہب ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو طاعون کی طرح ایک پھوڑا (عدسہ) نکل آیا، اس کے گھر والے اس سے علیحدہ ہو گئے کہ کہیں انہیں بھی یہ پھوڑا نہ نکل آئے اور قریش اس پھوڑا سے اسی طرح دور بھاگتے تھے جس طرح طاعون سے دور بھاگتے تھے۔ چنانچہ تین روز تک اس کی لاش پڑی رہی، اس میں تعفن اور بدبو پیدا ہو گئی اور لوگ اس کے بیٹوں کو لعن طعن کرنے لگے تو انہوں نے چند حبشیوں کو کرائے پر لیا، انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے اتنے پتھر پھینکے کہ اس کی لاش ان میں چھپ گئی۔ (تفسیر روح المعانی: سورہ لہب)

مَآ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَؕ ﴿۲﴾

۲۔ نہ تو اس کے مال نے اسے کوئی فائدہ پہنچایا اور نہ ہی اس نے جو اس نے کمایا۔ [۲]

سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍۚ ﴿۳﴾

۳۔ وہ عنقریب شعلوں والی آگ میں جائے گا۔

وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِۚ ﴿۴﴾

۴۔ اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے والی ہے۔ [۳]

فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

۵۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی۔ [۴]

---

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو آگ کے عذاب سے ڈرایا تو ابولہب نے کہا: جو کچھ میرا بھتیجا کہتا ہے اگر وہ حق ہوا تو میرے پاس مال اور اولاد بہت ہے، میں ان کو فدیہ دے کر اپنے آپ کو بچا لوں گا تو اس وقت اس سورت کی یہ دوسری آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی: سورہ لہب) یعنی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو اس کا مال اس کے کام نہ آیا حتیٰ کہ اس کے بیٹے اسے بیمار چھوڑ کر بھاگ گئے اور مرنے کے بعد اس کو دفن کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ یہ عبرت ناک انجام تو اس کا اس دنیا میں ہوا اور آخرت میں تو شعلوں والی آگ اس کا انتظار کر رہی ہے۔

[۳] ابولہب کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے متصل تھا اور اس کی بیوی جنگل سے خاردار لکڑیاں جمع کر کے لاتی اور رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بچھا دیتی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر بغوی: سورہ لہب)

[۴] شعبی اور مقاتل نے کہا ہے: اس سے مراد وہ رسی ہے جس سے ابولہب کی بیوی لکڑیاں جمع کر کے باندھ کر اٹھاتی تھی، ایک روز وہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہی تھی کہ تھوڑی دیر ستانے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی، اس اثنا میں ایک فرشتہ آیا اور اس رسی کو پیچھے سے کھینچا جس سے اس کا گلا گھٹ گیا اور وہ مر گئی۔ (تفسیر بغوی: سورہ لہب)

فقیر ۱ محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از عشاء بروز پیر ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی تقریباً دو گھنٹوں میں سورہ لہب کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

آج ایک ہی دن میں سورہ کافرون، سورہ نصر اور سورہ لہب یعنی تین سورتوں کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاخلاص (۱۱۲)

یہ سورت مکی ہے، اس کے متعدد نام ہیں مگر اس کا زیادہ مشہور نام ''اخلاص'' ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کو بیان کرتی ہے جو کہ اسلام کا بنیادی اور سب سے اہم عقیدہ ہے۔

سبب نزول

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ اپنے رب کا نسب نامہ بیان کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر یوں فرمائی) یعنی اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے کیونکہ جو پیدا ہوتا ہے وہ عنقریب مرجاتا ہے اور جو مرتا ہے اس کا کوئی وارث ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کو نہ موت آئے گی اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا: اس کا کوئی مشابہ نہیں ہے، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے۔ (ترمذی: ۳۳۶۴: تفسیر القرآن: باب ۱۱۲: سورہ اخلاص)

سورہ اخلاص کی فضیلت

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایک رات میں تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہر شخص تہائی قرآن (ایک رات میں) کیسے پڑھ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: {قل ھو اللہ احد} تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم: ۱۸۸۶: کتاب فضائل القرآن: باب ۴۵: سورہ اخلاص)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اخلاص پڑھی۔

(مسلم: ۱۸۸۹: کتاب فضائل القرآن: باب ■۴: سورہ اخلاص)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کا معمول یہ تھا کہ وہ جب جماعت کراتے تو ہر رکعت کی قراءت کے بعد آخر میں سورہ اخلاص پڑھتے۔ جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے پوچھو: وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے، اس لئے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو جا کر خوش خبری سنادو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری: ۷۳۷۵: کتاب التوحید: باب ۱)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص مسجد قباء میں امامت کراتے تھے، وہ جب بھی نماز میں کوئی سورت ملاتے تو سورہ اخلاص سے ابتدا کرتے، پھر اس کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ ان کے مقتدیوں نے انہیں کہا: آپ پہلے یہ سورت پڑھتے ہیں اور اس کو کافی نہیں سمجھتے، پھر کوئی اور سورت ملاتے ہیں، آپ یا

تو اس سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ کر کوئی اور سورت پڑھیں۔ انہوں نے جواب دیا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، تم کو پسند ہو تو میں تم کو امامت کراتا ہوں اور اگر پسند نہ ہو تو میں امامت نہیں کراتا۔ لوگ ان کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے اس لئے کسی اور کو امام بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم اپنے مقتدیوں کی بات کیوں نہیں مانتے؟ اور ہر رکعت میں اس سورت کے التزام کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا ہے۔

(بخاری: ۷۷۴: کتاب الاذان: باب ۱۰۶)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ (قل ھو اللہ احد) پڑھ کر اس کا ثواب فوت شدہ لوگوں کی ارواح کو پہنچائے، اس شخص کو اللہ تعالیٰ اتنا اجر عطا فرمائے گا جتنی فوت شدہ لوگوں کی تعداد ہے۔ (کنز العمال: جلد ۱۵: ص ۶۵۵: حدیث نمبر ۴۲۵۹۶)

☆ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے غربت اور تنگدستی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو اگر اس میں کوئی شخص موجود ہو تو اسے سلام کیا کرو اور اگر اس میں کوئی شخص موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام کیا کرو اور ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد۔۔۔۔ {یعنی سورہ اخلاص} پڑھا کرو۔ اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا کثیر رزق عطا فرمایا کہ وہ اپنے پڑوسیوں پر بھی سخاوت کرنے لگا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ اخلاص)

قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ عمرو بن دینار (جو امام حدیث ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں) سورہ نور (۲۴) کی آیت نمبر ۶۱ کے ضمن میں لکھتے ہیں: یعنی جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں پر سلام کہا کرو، اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو: السلام علی النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ (شرح الشفاء: فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ والسلام: جلد ۲: ص ۱۱۸) ملا علی قاری شرح شفاء میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ای لأن روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔ یعنی حضور ﷺ کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔

(شرح الشفاء: فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ والسلام: جلد ۲: ص ۱۱۸)

☆ اس سورت کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ جبریل امین نبی ﷺ کے پاس موجود تھے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ادھر آتے دکھائی دیے، جبریل امین نے کہا: یہ ابو ذر رضی اللہ عنہ آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ابو ذر کو پہچانتے ہو؟ جبریل امین نے جواب دیا: وہ یہاں کی نسبت ہمارے ہاں (یعنی فرشتوں میں) زیادہ مشہور ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کس وجہ سے انہیں یہ فضیلت ملی ہے؟ جبریل امین نے جواب دیا: ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے دل میں چھوٹا سمجھتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ سورہ اخلاص کثرت سے پڑھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: سورہ اخلاص) توحید خالص کے حوالے سے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں پر عقیدۂ توحید کو کچھ تفصیل سے بیان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان سے مراد یہ ہے کہ انسان اس حقیقت کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے کہ ☆ اللہ تعالیٰ ایک ہے ☆ اس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں ہے ☆ صرف وہی عبادت کے لائق ہے ☆ سب سے پہلے بھی اللہ تھا اور سب سے آخر بھی اللہ ہی ہوگا یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ☆ وہ ہر خوبی کا مالک اور ہر کمزوری سے پاک ہے ☆ وہ ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے ☆ وہ ہر چیز کا رازق اور پروردگار ہے ☆ وہ خود زندہ ہے اور سب کی زندگی وموت اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

نہ اس کی اولاد ہے اور نہ والدین ☆ نہ اس کو نیند آتی ہے اور نہ اونگھ ☆ وہ بے نیاز ہے اور ساری کائنات اس کی نیاز مند ہے ☆ اس کا علم کائنات کے ہر ذرے کو حاوی ہے ☆ ظاہر و باطن اس کے سامنے عیاں ہے اور دل کی گہرائی سے اٹھنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے ☆ وہ ہر جگہ موجود ہے ☆ وہ نظر نہیں آتا مگر اپنی قدرتوں سے سمجھا جاسکتا ہے ☆ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا مہربان اور سب سے زیادہ درگزر کرنے والا ہے ☆ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا طاقتور اور سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

اسمائے حسنیٰ

اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا ذاتی نام بھی ایک ہے یعنی "اللہ"۔ اس کی صفات بہت زیادہ ہیں اس لئے اس کے صفاتی نام بھی بہت زیادہ ہیں، مثلاً رحمٰن، رحیم، رازق، خالق، قدوس، سلام، عزیز، علیم، قدیر، سمیع، بصیر، حکیم، غفور، شکور وغیرہ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب ونقص سے پاک ہے اسی طرح اس کی صفات اور اس کے خوبصورت نام (اسمائے حسنیٰ) بھی ہر عیب اور نقص سے پاک ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے اسی طرح اس کا نام بھی بابرکت ہے، اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اپنے ہر جائز کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے تاکہ اس کے نام کی برکت اس کام میں شامل ہو جائے۔

اسمائے حسنیٰ کی برکت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو ان کو یاد کرلے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (بخاری: ۲۷۳۶: کتاب الشروط: باب ۱۸)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو منتخب کرکے الگ کھڑا کردے گا، پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے، ہر رجسٹر حد نگاہ تک بڑا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر بالکل ظلم نہیں ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: اشھدان

لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب تم میزان پر حاضر ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے (ننادے) رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا، پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہو جائے گا اور کاغذ کے پرزے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا، سو اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔ (ترمذی: ۲۶۳۹: ابواب الایمان: باب ۱۷)

توحید کا تصور

ایک خدا کا تصور ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح ایک جانور مکمل بچہ جنم دیتا ہے کیا تم اس میں کوئی ناک یا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھتے تھے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (قرآن: ۳۰:۳۰) اللہ تعالیٰ کی (پیدا کردہ اسلامی) فطرت پر (قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق (فطرت) میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی دین قیم ہے۔ (بخاری: ۱۳۵۹: کتاب الجنائز: باب ۷۹) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی فطرت میں توحید کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اگر ابو جہل اور ابو لہب کی فطرت میں قبولیتِ توحید کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہیں قبولِ اسلام کی دعوت دینا اور پھر انہیں جہنم کا مستحق قرار دینا صحیح نہ ہوتا۔

ایک خدا کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا استدلال

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خدا کے وجود پر دلیل طلب کی۔ آپ نے پوچھا: تمہارا پیشہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کا پیشہ سمندری تجارت ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اپنی زندگی کا کوئی خاص واقعہ سناؤ۔ اس نے کہا: "ایک دفعہ میں سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ طوفان سے میری کشتی ٹوٹ گئی اور میں ایک لکڑی کے تختے کے سہارے تیر رہا تھا کہ اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں۔" اسی اثناء میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس تاجر سے پوچھا: "سچ بتاؤ جب تمہاری کشتی ٹوٹ چکی تھی اور تمہارا تختہ طوفانی موجوں کے رحم و کرم پر تھا کیا اس وقت تمہارے دل میں کسی برتر ہستی کے حضور عجز و نیاز اور دعا کے جذبات پیدا ہوئے تھے جو تمہیں اس مشکل سے نجات دلائے؟" تاجر نے اثبات میں جواب دیا تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس انتہائی مصیبت کے وقت جس ہستی کے لئے تمہارے دل میں نیازمندی اور عاجزی کے جذبات پیدا ہوئے تھے وہی تیرا حقیقی خدا ہے۔" (تفسیر کبیر: سورۃ یونس ۱۰: زیر آیت نمبر ۲۲) انسان ماحول اور والدین سے متاثر ہو کر اکثر اس فطرت کو دبا دیتا ہے لیکن مصیبت میں یہ فطرت ابھر کر سامنے آ جاتی ہے اسی لئے مشرکین بھی جب مصائب میں گھر جاتے ہیں تو بتوں کی بجائے صرف ایک خدا کو پکارتے ہیں۔

ایک خدا کی طرف رجوع

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ چیز انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے خواہ وہ کافر ہی ہو کیونکہ اس وقت سارے جھوٹے اور مادی سہارے ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور صرف ایک خدا کی رحمت کا سہارا باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف وہ رجوع کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ یونس ۱۰: زیر آیت نمبر ۲۲) اسی لئے نبی کریم ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مظلوم کی بددعا سے بچو خواہ وہ کافر ہو کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا'' (مسند احمد: ۳: ۱۵۳) اور اس کی بددعا بہت جلد درجہ قبولیت تک پہنچ جاتی ہے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کا قبول اسلام

عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کے بارے میں مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ کسی دوسرے ملک جاتے ہوئے کشتی میں سوار ہوا تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آ گئی جس پر ملاح نے کشتی میں سوار لوگوں سے کہا: اب ایک خدا کو اخلاص کے ساتھ پکارو تمہارے خدا یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! اگر ایک خدا کے بغیر مجھے سمندر میں کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے بغیر مجھے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی تو میں حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایمان لے آؤں گا اور میں انہیں ضرور معاف کرنے والا اور کریم پاؤں گا، چنانچہ عکرمہ کو جب اس طوفان سے نجات ملی تو وہ سیدھے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (سنن نسائی: کتاب تحریم الدم: باب ۱۴)

ابن سعد نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی کو آندھی اور طوفان نے گھیر لیا تو کشتی والے اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور اس کی توحید کا اقرار کرنے لگے۔ عکرمہ نے انہیں کہا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: اے عکرمہ! یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نفع نہیں دے سکتا تو عکرمہ بولے: یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف حضرت محمد ﷺ ہمیں بلاتے ہیں تو آؤ واپس چلتے ہیں، چنانچہ جب طوفان سے نجات ملی تو حضرت عکرمہ واپس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (تفسیر روح المعانی: سورۃ یونس ۱۰: زیر آیت نمبر ۲۲)

بائبل اور توحید

ہر آسمانی کتاب کی بنیادی اور مرکزی تعلیم یہی تھی کہ خدا ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ہر حیثیت سے یکتا و بے مثال ہے۔ موجودہ بائبل میں بھی غور کیا جائے تو بے شمار مقامات پر ایک خدا کا تصور موجود ہے۔ اس وقت میرے سامنے The Living Bible کا برٹش ایڈیشن 1975ء ہے۔ اس سے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1) How great [illegible] you, Lord God! We have never heard of any other god like you. And there is no other god. (2 Samuel :7:22:P.313)

اے پروردگار خدا! آپ اتنے بزرگ و بالاتر ہیں کہ ہم نے آپ جیسا کوئی دوسرا خدا کبھی سنا تک نہیں اور نہ ہی تیرے سوا کوئی اور خدا ہے۔ (۲ سموئیل)

2) You alone are God. You have made the skies and the heavens, the earth and the seas, and every thing in them. You preserve it all; and all the angels of heaven worship you. (Nehemiah:9:6:P.491)

تو اور صرف تو ہی اکیلا خدا ہے۔ تو نے ہی آسمان، جنت، زمین، سمندر اور ان کی وسعتوں میں بسنے والی ہر چیز پیدا فرمائی۔ تو ان سب کا پروردگار ہے اور سارے فرشتے تیری عبادت کرتے ہیں۔ (نحمیاہ)

3) Next Satan took him to the peak of a very high mountain and showed him the nations of the world and all their glory. "I 'll give it to you," he said, "if you will only kneel and worship me."
"Get out of here, Satan," Jesus told him, "The Scriptures say, "Worship only the Lord God. Obey only him." (Metthew:4:8 to 10:P.886)

پھر شیطان انہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) ایک بہت اونچے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا، دنیا کی سب قومیں اور ان کی شان و شوکت انہیں دکھائی اور ان سے کہا: اگر آپ جھک کر صرف میری عبادت کریں تو یہ سب کچھ آپ کو دے دوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: دور ہو جا اے شیطان! کیونکہ مقدس صحیفے کہتے ہیں کہ تو صرف اپنے پروردگار خدا کی عبادت کر اور صرف اسی کی فرمانبرداری کر۔ (متی کی انجیل)

4) One of the teachers of religion asked, "Of all the commandments, which is the most important? "Jesus replied, "the one that says, 'Hear, O Israel! The Lord God is the [illegible] and only God. And you must love him with all your heart and soul and mind and strength ... "
The teacher of religion replied, "Sir, you have spoken a true word in saying that there is only [illegible] God and no other." (Mark:12:28 to 32:P.941)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مذہبی استاد نے پوچھا: سب حکموں میں زیادہ اہم کون سا حکم ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اے اسرائیل سن! اول یہ ہے کہ پروردگار ہمارا خدا صرف ایک ہے اور تو اس خدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔۔۔ مذہبی استاد نے جواب دیا: جناب! بہت خوب آپ نے سچ فرمایا کہ خدا

صرف ایک ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ (مرقس کی انجیل)

5) And this is the way to have eternal ▒ - by knowing you, the only true God, and Jesus Christ, the one you sent ▒ earth. (John:17:3:P.1018)

(ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر کے بعد آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے) دائمی زندگی حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ انسان تجھ کو ایک اور سچا خدا جانے اور مسیح کو زمین پر تیرا بھیجا ہوا (رسول یقین کرے)۔
(یوحنا کی انجیل)

توحید کے متعلق چند عقلی دلائل

۱۔ کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے

اگر ایک سے زائد خدا مان لئے جائیں تو سوال پیدا ہوگا کیا اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے یا سب نے ایک دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے؟ اگر تو اس کائنات کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے تو پھر دوسروں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے اور اگر سب نے ایک دوسرے کی امداد سے پیدا کیا ہے تو ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے خدا کہا جائے کیونکہ جو خود دوسروں کی امداد کا محتاج ہے وہ مخلوق کی امداد کیا کرے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں

اگر ان میں سے ایک کامل قدرت کا مالک ہے اور دوسرے اس کی امداد کے محتاج ہیں تو جو کامل ہے اسے کیا ضرورت ہے کہ اس عظیم الشان کائنات کی تخلیق میں دوسروں کو شریک کرے؟ مثال کے طور پر اگر ایک سائنسدان تنہا کوئی چیز ایجاد کرسکتا ہے تو وہ اس اعزاز میں کسی دوسرے کو شامل کرنا برداشت نہیں کرے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سب زیادہ طاقتور ہے

اگر سب یکساں قوت اور اختیار کے مالک ہیں تو ان میں باہمی اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہے اور جب ایک خدا دوسرے خدا کے مقابلے میں آئے گا تو کائنات درہم برہم ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور خدا نہیں ہے ورنہ ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔ (قرآن: ۲۳:۹۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی نظام کائنات چلا رہا ہے

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سب اتفاق سے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے تو کیا نظام کائنات چلانے میں سب کی قوت صرف ہو رہی ہے یا ایک کی؟ اگر ایک کی قوت صرف ہو رہی ہے تو دوسرے بے کار ہوں گے اور اگر سب کی قوت صرف ہو رہی ہے تو پھر سوال یہ ہوگا کہ سب علیحدہ علیحدہ اس نظام کائنات کو چلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چلا سکتے تو سب عاجز اور محتاج ہوئے جو شان خداوندی کے خلاف ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظام کائنات چلا سکتا ہے اور پھر بھی

سب مل کر چلا رہے ہیں تو یہ طاقت کا ضیاع اور اس کی بے جا نمائش ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ عاجز نہیں ہے

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوں تو نظام کائنات برباد ہو جائے گا کیونکہ ان میں سے ایک اگر ایک چیز کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کی مخالفت کا ارادہ کرے تو ان میں سے ایک عاجز آ جائے گا۔ (تفسیر قرطبی: سورۃ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۲) یعنی ایک خدا اگر آج سورج کو مغرب سے طلوع کرنا چاہے اور دوسرا مشرق ہی سے طلوع کا ارادہ کرے، تو اگر آج سورج مغرب سے طلوع ہو جائے تو دوسرا خدا عاجز آ گیا اور اگر مغرب سے طلوع نہ ہو تو پہلا خدا عاجز آ گیا تو جو عاجز آ گیا وہ خدا نہیں ہو سکتا، لہٰذا خدا ایک ہی ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اگر ایک جسم میں دو دل، ایک بدن میں دو روح، اور ایک نظام شمسی میں دوسرا سورج نہیں سما سکتے تو اس جہان بالا و پست میں بھی ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں سما سکتا۔ (تفسیر روح البیان: سورۃ الانبیاء (۲۱): زیر آیت نمبر ۲۲) اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جیسا کہ آج دنیا میں کوئی ایسا ملک، کارخانہ، سکول یا کالج نہیں ہے جس کے دو سربراہ ہوں۔ فیصلہ کن طاقت کا مالک ہمیشہ ایک ہی سربراہ ہوتا ہے ورنہ وہ ادارہ فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔

۷۔ خدا سے پہلے کون تھا؟

ایک دہریے (خدا کے منکر) نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: اگر خدا ایک ہے تو اس سے پہلے کون تھا؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اگر گنتی جانتے ہو تو بیان کرو؟ چنانچہ جب وہ ایک، دو اور تین پر پہنچا تو امام ابوحنیفہ نے پوچھا: اب مجھے بتاؤ تین سے پہلے کیا ہے؟ اس نے کہا: دو۔ اور دو سے پہلے؟ اس نے کہا: ایک۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: ایک سے پہلے کیا ہے؟ تو دہریہ کہنے لگا: صفر یعنی کچھ نہیں۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے فرمایا: یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ایک سے پہلے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

۸۔ خدا ہر جگہ ہے

ایک دہریے نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: ہر موجود کے لئے مکان کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ قیام کرتا ہے تو خدا کہاں رہتا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن منگایا اور دہریے کو کہا: کیا اس میں مکھن ہے؟ دہریے نے کہا: ہاں۔ امام ابوحنیفہ نے پوچھا: دودھ کے کون سے حصہ میں مکھن ہے؟ دہریہ کہنے لگا: کسی ایک گوشہ کو مختص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دودھ کے ہر ہر قطرہ میں مکھن موجود ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہر جگہ موجود ہے کسی ایک مکان کو مختص نہیں کر سکتے۔

۹۔ خدا موجود ہے

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک بوڑھی عورت چرخہ کات رہی تھی یعنی روئی سے دھاگہ بنا رہی تھی اور ساتھ ساتھ کلمہ توحید کا ورد بھی کر رہی تھی۔ ایک مسافر نے پوچھا: جس خدا کا تو ذکر کر رہی ہے کیا تیرے پاس اس کے وجود کی کوئی دلیل بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں! میرا یہ چرخہ خدا کے وجود کی دلیل ہے۔ مسافر کہنے لگا: یہ کیسے؟ اس بوڑھی خاتون نے کہا: اگر میں اس چرخہ کو

چلاؤں تو یہ چلتا ہے اور اگر میں اس کو حرکت نہ دوں تو نہیں چلتا۔ چونکہ نظام کائنات سرگرم عمل ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ کوئی اس کو چلا رہا ہے اور وہ صرف ایک ہی خدا ہے جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے۔

۱۰۔ خدا صرف ایک ہے

مسافر نے اس بوڑھی عورت سے پھر پوچھا: اس کا تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ ساری کائنات کو چلانے والا خدا صرف ایک ہے؟ اس بوڑھی خاتون نے جواب دیا: اس کا ثبوت بھی میرا چرخہ ہے۔ اگر میں تنہا اس کو چلاؤں تو یہ صحیح کام کرتا ہے اور اگر دو آدمی اس کو چلائیں تو دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (جیسے کار کو ایک ڈرائیور چلائے تو کار صحیح چلتی ہے اور اگر ایک وقت میں دو ڈرائیور چلائیں تو حادثہ کا خطرہ ہوتا ہے) چونکہ نظام کائنات اپنی پوری رفتار اور ترتیب کے ساتھ چل رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو چلانے والا ایک ہے۔ اور اگر دو یا تین خدا ہوتے تو اختلاف رائے سے نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتے تو یہ دونوں (زمین و آسمان) برباد ہو جاتے۔ (قرآن: ۲۱:۲۲)

۱۱۔ خدا نظر نہیں آتا

ایک دہریہ پرائمری سکول میں ایک کلاس کو کہہ رہا تھا: بچو! کیا میں تمہیں نظر آ رہا ہوں؟ بچوں نے ہاں میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ میں موجود ہوں۔ اسی طرح کرسی اور میز کے بارے سوال کرنے کے بعد پوچھا: کیا تمہیں خدا نظر آ رہا ہے؟ بچوں نے نفی میں جواب دیا تو استاد کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ خدا موجود نہیں ہے، اگر ہوتا تو نظر آتا۔ ایک طالب علم اٹھ کر کلاس سے مخاطب ہوا: کیا تمہیں استاد صاحب کی عقل نظر آ رہی ہے؟ طلبہ نے نفی میں جواب دیا تو وہ طالب علم کہنے لگا: اس کا مطلب ہے کہ استاد صاحب میں عقل نہیں ہے۔ اسی طرح بے شمار چیزیں ہیں جن کو ہم مانتے ہیں لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آتیں جیسے روح، ہوا، آواز، اخلاص اور نفاق وغیرہ۔

۱۲۔ خدا نظر نہیں آتا

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا: آج سائنس اتنی ترقی کر گئی ہے کہ دور کی چیزیں دوربین سے اور باریک چیزیں خوردبین سے دیکھی جا سکتی ہیں، اگر خدا کہیں ہوتا تو وہ بھی نظر آ جاتا۔

بزرگ فرمانے لگے: تیرے دماغ میں شیطان داخل ہو گیا ہے اس کے وساوس سے بچو وہ خود تو جہنم کی آگ میں جلے گا مگر تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ سائل نے کہا: شیطان بھی آگ سے ہے تو آگ کو آگ کیا نقصان پہنچائے گی؟ بزرگ نے مٹی کا ایک ڈھیلا مار کر اس کے پاؤں کو زخمی کر دیا۔ اس نے شور مچایا: دیکھو تم نے مجھے زخمی کر دیا ہے، یہ کتنا بڑا ظلم ہے؟

بزرگ کہنے لگے: تیرا خمیر مٹی سے اٹھایا گیا ہے تو مٹی کو مٹی کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ وہ کہنے لگا: میرے پاؤں سے خون بہہ رہا ہے اور مجھے درد ہو رہا ہے۔ بزرگ کہنے لگے: مجھے دکھاؤ درد کہاں ہے؟ مجھے خون اور زخم تو نظر آ رہا ہے مگر کوئی درد نظر نہیں آ رہا۔ بزرگ کی اس کارروائی سے سائل شرمندہ ہو گیا کہ واقعی اس کے سوالات میں کوئی وزن نہیں تھا، لہٰذا ضروری نہیں کہ ہر چیز جو موجود

ہے وہ نظر بھی آئے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی چیز اپنی جنس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

۱۳۔ ایک مسلمان اور کافر کا مکالمہ

ایک کافر نے کسی مسلمان سے پوچھا کہ تم ایک ایسے خدا پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہیں نظر نہیں آتا؟ مسلمان نے اس سے اس کے پردادا کا نام پوچھا اور کہا: کیا تو نے اپنے پردادا کو دیکھا تھا؟ کافر نے کہا: میں نے تو اس کی قبر تک نہیں دیکھی کیونکہ وہ کسی اور ملک میں رہتا تھا۔ مسلمان نے کہا: جب تو نے اسے دیکھا نہیں تو تو اسے پردادا کیوں کہتا ہے؟ کافر کہنے لگا: اس نے اپنے والدین اور رشتہ داروں سے سنا ہے۔ مسلمان کہنے لگا: جن لوگوں سے تو سن کر پردادا پر ایمان رکھتا ہے یہ لوگ جھوٹ بول سکتے ہیں مگر ہم نے خدا کے متعلق ایک ایسے سچے اور سچے انسان (حضرت محمد ﷺ) سے سنا ہے جس کی سچائی کی گواہی اس کے دشمن بھی دیتے تھے۔ اپنے اور بیگانے ان کو صادق اور امین کے نام سے یاد کرتے تھے۔

۱۴۔ خدا کی ضرورت ہے

ایک دفعہ مختلف مذاہب کے نوجوان بچے اور بچیاں بی بی سی ٹیلی ویژن پر ایک مباحثہ میں شریک تھے، موضوع سخن تھا: کیا خدا کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایک نوجوان بچی کہنے لگی: ہر انسان سے غلطی ہو سکتی ہے۔ جب انسان زندگی میں پہلی بار غلطی کرتا ہے تو اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، بعض دفعہ وہ غلطی اتنی سنگین اور شرمناک ہوتی ہے کہ انسان نہ تو والدین کو بتانا پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوستوں سے اس کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے اور تنہا پریشانی سے اس کا دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ اب ایسی صورت حال میں انسان گھبرا کر خودکشی بھی کر سکتا ہے یا ہمیشہ کے لئے مجرمانہ زندگی کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

لیکن اگر اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو تنہائی میں جا کر خدا کے سامنے روئے اور خوب روئے، اپنی غلطی کا اعتراف کرے، توبہ کر کے آئندہ غلطی نہ کرنے کا عزم مصمم کرے، خدا کی رحمت سے غلطی معاف ہونے کی امید رکھے اور اطمینان کے ساتھ نئی زندگی کا سفر شروع کرے، لہٰذا پریشانیوں سے نجات کے لئے ہر انسان کو خدا کی ضرورت ہے۔

۱۵۔ خدا کے وجود پر مناظرہ

حضرت امام ابوحنیفہ کا ایک دہریہ سے خدا کے وجود پر مناظرہ ہونا قرار پایا، آپ معین مقام پر تاخیر سے پہنچے تو دہریے نے تاخیر کا سبب پوچھا: آپ نے فرمایا: میں دریا کے پار رہتا ہوں، وقت مقررہ سے پہلے میں دریا پر پہنچ گیا تھا مگر سارے ملاح تو مناظرہ سننے کے لئے آج یہاں آ گئے ہیں اس لئے وہاں کوئی ملاح نہیں تھا۔ دہریہ کہنے لگا: ابھی تو مناظرہ شروع ہی نہیں ہوا اور سارے ملاح اس وقت تک یہاں ہیں، پھر آپ نے دریا کیسے پار کیا؟ امام ابوحنیفہ کہنے لگے: میں پریشان کھڑا تھا کہ میرے دیکھتے ہی دریا کے کنارے سے ایک درخت گرا، خود بخود اس کے تختے بن گئے، جو کشتی کی صورت میں جڑ گئے اور کشتی بغیر ملاح کے تیر کر میرے قریب آ گئی اور مجھے اپنے اوپر سوار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ اس پر دہریہ چلا اٹھا یہ خلاف فطرت ہے، ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ درخت خود بخود گرے، اس کے تختے بنیں اور کوئی بنانے والا نہ ہو، پھر وہ تختے خود بخود کشتی کی صورت اختیار

کریں اور بغیر ملاح کے آپ کو دریا عبور کرادیں، یہ ناممکن ہے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جب ایک معمولی سی کشتی خود بخود نہیں بن سکتی بلکہ اپنی تشکیل میں کاریگر کی محتاج ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنی بڑی کائنات کا صانع کوئی نہ ہو۔ پورا نظامِ عالم ایک ضابطہ اور قانون کے تحت چل رہا ہے، کہیں بھی رخنہ نہیں۔ آج سورج اگر لندن کے علاقے میں سات بجے طلوع ہوا ہے تو دس سال بعد بھی اس تاریخ کو اسی وقت طلوع ہوگا۔ کائنات کا یہ نظم اور اس کی ترتیب خود اس امر کی شاہد ہے کہ اس کے پیچھے ایک مدبّر ہستی ہے جو اس کائنات کو ایک ضابطہ کے ساتھ چلا رہی ہے اور وہی ہستی کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

اس قدر منظم نظام کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ اس کا کوئی بنانے والا نہیں اور یہ بذاتِ خود وجود میں آ گیا ہے کوئی اہل عقل اس تصور کو تسلیم نہیں کر سکتا، یہ اتنا ہی بڑا جھوٹ ہے جیسے کوئی کہے کہ پریس میں دھماکہ ہوا اور ڈکشنری تیار ہوگئی حالانکہ ڈکشنری بنانے کے لیے حروف تہجی کے اعتبار سے الفاظ کو ایک خاص ترتیب دی جاتی ہے جو بذاتِ خود ممکن نہیں ہے، جبکہ نظام کائنات تو ڈکشنری سے بے شمار گنا زیادہ پُراسرار ہے تو وہ خود بخود کیسے بن سکتا ہے۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کو نیند نہیں آتی

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اطمینان قلب کے لئے فرشتوں سے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ کو نیند یا اونگھ آسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ تم اپنے ہاتھ میں پانی سے بھری ہوئی دو کچی شیشیاں لو۔ آپ نے اس پر عمل کیا، کچھ دیر بعد نیند کا جھونکا آیا تو ہاتھ سے شیشیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ! جب تم نیند میں دو شیشیاں نہ سنبھال سکے تو اگر مجھے نیند آتی تو میں زمین و آسمان کو کیسے سنبھال سکتا۔

۱۷۔ امام شافعی

امام شافعی ایک شہتوت کے درخت کے سامنے کھڑے تھے، کسی نے ان سے وجود باری تعالیٰ کے متعلق سوال کیا تو امام شافعی نے فرمایا: اس شہتوت کے درخت کو دیکھو، اس کے پتوں کو اگر بکریاں کھائیں تو دودھ حاصل ہوتا ہے، اگر شہد کی مکھی کھائے تو شہد بنتا ہے، اگر ریشم کا کیڑا کھائے تو اس سے ریشم حاصل ہوتا ہے اور اگر ہرن کھائے تو اس سے مشک حاصل ہوتا ہے۔ ان چاروں چیزوں کے حقائق اور آثار مختلف ہیں اور شہتوت کے پتوں کا تقاضا ایک ہی ہوسکتا ہے کیونکہ ایک طبیعت کا تقاضا بھی ایک ہوتا ہے، پس اگر ان پتوں کی طبیعت کا تقاضا دودھ ہے تو اس سے ریشم، شہد اور مشک کیسے حاصل ہوا، اسی طرح اگر ان پتوں کی طبیعت کا تقاضا ریشم ہے تو دوسری چیزیں کیسے وجود میں آگئیں۔

معلوم ہوا یہ پتے اپنی ذات میں کسی چیز کا تقاضا نہیں رکھتے، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، وہ چاہے تو اس پتہ کو بکریوں کے منہ میں ڈال کر ان سے دودھ نکال دے اور چاہے تو مکھیوں سے ان پتوں کو چٹوا کر ان کو شہد بنا دے، اور چاہے تو ہرن کو کھلا کر ان کو مہکتی ہوئی مشک میں تبدیل کر دے اور اگر چاہے تو ان پتوں کو کیڑوں کی خوراک بنا کر اس سے ریشم بنا دے۔

۱۸۔ خالق حقیقی

امریکہ کا شہرہ آفاق سائنس دان ''تھامس ایڈیسن'' جس نے ایک ہزار سے زیادہ ایجادات کی ہیں، وہ ایک روز کہنے لگا:

میرے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت بڑا موجد ہوں، یہ بالکل غلط ہے، میں قطعاً ایسا موجد نہیں جو قابل ذکر ہو۔ جب میں سوچتا ہوں کہ میں ایک زیرک انسان تو کجا ایک بے وقوف آدمی بنانے پر بھی قادر نہیں جو احمقوں کی سی باتیں کر سکے، اس کے باوجود مجھے موجد کہنا بڑی بے انصافی ہے۔ پھر اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ (That is the real inventor) حقیقی موجد اس کی ذات ہے۔ (ریڈرز ڈائجسٹ: اگست ۱۹۷۳ء)

فقیر ا محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

قبل از فجر بروز منگل ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۶ صفر ۱۴۳۲ھ

ایاتها ۴ — ۱۱۲ سُوْرَةُ الْإِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ۲۲ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ — ۱۔ آپ اعلان فرما دیجئے: وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔[۱]

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ — ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔[۲]

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ — ۳۔ اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔[۳]

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ — ۴۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔[۴]

---

[۱] مکہ والے سیکڑوں خداؤں کو پوجتے تھے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے جب انہیں ایک خدا کی دعوت دی تو وہ پوچھنے لگے: آپ کے رب کی صفات اور اس کا نسب نامہ کیا ہے؟ تو ان کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ یعنی ہمارے پیارے نبی! ان کو بتا دو: وہ اللہ ہے، وہ ایک ہے اور ایسا ایک ہے جس کا کوئی دوسرا نہیں، وہی معبود ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

[۲] وہ بے نیاز ہے، ساری کائنات اپنے وجود اور بقا میں اس کی محتاج ہے لیکن وہ کسی بات میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے۔

[۳] مشرکین کا خیال یہ تھا کہ مخلوق کی طرح خدا کی بھی جنس ہوتی ہے اس لئے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور اسی لئے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے رب کا نسب نامہ کیا ہے؟ اس آیت میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جب کوئی ہم جنس ہی نہیں تو پھر اس کی بیوی اور اس کی اولاد کہاں سے آئے گی؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے۔ (قرآن: ۶:۱۰۱)
نیز والدین اپنی اولاد کے محتاج ہوتے ہیں تاکہ اولاد بڑھاپے میں ان کی مدد کرے اور ان کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد کی وارث بنے مگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا، اس کو کسی وارث کی ضرورت نہیں ہے، وہ قادر مطلق ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے۔

[۴] اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر نہیں یعنی اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے افعال میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ (قرآن: ۴۲:۱۱)

توحید خالص

شرک کی کئی قسمیں ہیں: مثلاً عدد میں شرک، منصب و رتبہ میں شرک، حسب و نسب میں شرک اور قوت و تاثیر میں شرک۔

اس مختصر سورت نے شرک کی تمام قسموں کی نفی کردی ہے۔ پہلی آیت نے عدد کی نفی کردی کہ وہ صرف ایک ہے۔ دوسری آیت نے منصب و رتبہ کی نفی کردی کہ دنیا میں کوئی بھی بے نیازی کے منصب پر فائز نہیں ہے، تیسری آیت نے حسب ونسب کی نفی کردی کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس ہی نہیں ہے اور چوتھی آیت نے قوت وتاثیر کی نفی کردی کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اور کوئی اس جیسا نہیں ہے۔ الغرض اس سورت نے ہر قسم کے مشرکانہ خیالات کی نفی کر کے مکمل اور خالص توحید کا درس دیا ہے اسی لئے اس سورت کا نام سورہ اخلاص ہے۔

توحید خالص کا اعلان

سورہ اخلاص جس کا مضمون توحید خالص پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے اعلان کو اپنی طرف منسوب نہیں فرمایا بلکہ زبان رسالت کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کا اعلان کرے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ میرے کلام کا امین اور میرے عرفان کا وسیلہ زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جب یہ زبان کہے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے تو وہ قرآن ہوگا اور جب یہ زبان کہے کہ یہ میری بات ہے تو وہ حدیث ہوگی۔ جس کی زبان کی یہ عظمت ہے اس کی ذات کا مقام کیا ہوگا؟ سبحان اللہ!

زبان رسالت کا مقام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک حق کا معیار ہے، وہ جب بھی کھلتی ہے تو اس سے صرف دو ہی چیزیں نکلتی ہیں یعنی قرآن یا حدیث، تیسری کوئی چیز نہیں نکلتی۔ کسی حدیث کی سند میں گفتگو ہوسکتی ہے کہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں لیکن جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے وہ غلط نہیں ہوسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات العیاذ باللہ اگر غلط ہو جائے تو سارا قرآن غلط ہو جائے گا۔ ہم قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہیں اور اس کا ثبوت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے، جبریل امین اور اللہ تعالیٰ نے براہ راست ہم پر نازل نہیں کیا۔

اس زبان مبارک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے وہ تو صرف وحی ہے جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔ (قرآن: ۵۳: ۳۔ ۴) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد بھی ملاحظہ کریں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لکھنا بند کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (دارمی: مقدمۃ: باب ۴۳)

علامہ اقبال

علامہ اقبال کے متعلق مشہور ہے کہ ان سے کسی غیر مسلم نے پوچھا: تم ایک ایسے خدا پر ایمان رکھتے ہو جو تمہیں نظر نہیں آتا

تو پھر تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ علامہ اقبال نے جواب دیا: ہم نے ایک ایسی زبان سے سنا ہے جس کی سچائی کی گواہی اس کے دشمن بھی دیتے ہیں۔

انفرادی گواہی

علامہ مقریزی لکھتے ہیں: جنگ بدر شروع ہونے سے پہلے ایک کافر شخص نے ایک دن تنہائی میں ابوجہل سے پوچھا: کیا محمد (ﷺ) تیرے خیال میں جھوٹے ہیں؟ اس پر ابوجہل نے کہا: ''محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں صادق اور امین کہا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے خاندان کے پاس پہلے ہی حاجیوں کی میزبانی اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں، اب اگر نبوت بھی ان میں آجائے تو ہمارے لئے کیا باقی رہے گا۔'' یہ سن کر اخنس کفار کا لشکر چھوڑ کر واپس چلا گیا اور جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔

(امتاع الأسماع: جلد اوّل: ص ۹۱)

اجتماعی گواہی

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھے اور آواز دی: مکہ کے قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن صبح یا شام کو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں (ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرسنانے والا ہوں۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا: تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا ہے؟ تو اس وقت سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ (بخاری: ۴۸۰۱: کتاب تفسیر القرآن: سورہ سبا: باب ۲)

فقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ: جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از مغرب بروز منگل ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۶ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ اخلاص کی تفسیر مکمل ہو گئی۔

اس میں عقیدہ توحید، ''بائبل'' اور توحید کے عقلی دلائل اس فقیر کی تصنیف ''اسلامی عقائد'' سے نقل کئے گئے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفلق (۱۱۳)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام "فلق" ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

سبب نزول

قرآن مجید کی آخری دونوں سورتوں کے نزول کا سبب وہ واقعہ ہے جب لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے نبی کریم ﷺ پر جادو کیا اور نبی کریم ﷺ کے جسم میں کچھ کمزوری محسوس ہوئی، اس وقت جبریل امین یہ دو سورتیں لے کر نازل ہوئے اور ان کی تلاوت سے نبی کریم ﷺ کی کمزوری جاتی رہی اور جادو کا اثر ختم ہو گیا۔ (تفسیر قرطبی: سورہ فلق)

آخری دو سورتوں کی فضیلت

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بستر پر لیٹتے تو سورہ اخلاص اور آخری دو سورتیں پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں میں پھونک مارتے، پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر ملتے اور جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچتے وہاں تک اپنی ہتھیلیوں کو اپنے جسم پر ملتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں: جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں بھی اسی طرح اپنی ہتھیلیوں میں پھونک مار کر ان کے جسم پر ملوں۔

(بخاری: ۵۷۴۸: کتاب الطب: باب ۳۹)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آج رات مجھ پر ایسی سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی مثل کبھی نہیں دیکھی گئی: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

(مسلم: ۱۸۹۱: کتاب فضائل القرآن: باب فضل قراءۃ المعوذتین)

☆ حضرت ابن عابس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: اے ابن عابس! کیا میں تمہیں ان کلمات کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالی سے پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ (نسائی: ۵۴۳۴: کتاب الاستعاذۃ: باب ۱)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ طلب کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتان (یعنی آخری دو سورتیں) نازل ہوئیں۔ جب یہ دو سورتیں نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے سوا کو ترک کر دیا۔ (ترمذی: ۲۰۵۸: ابواب الطب: باب ۱۶)

فقیر ! محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از فجر بروز بدھ ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۷ صفر ۱۴۳۲ھ

ایاتھا ۵ ۱۱۳ سُورَۃُ الفَلَقِ مَکِّیَّۃٌ ۲۰ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ ۱۔ آپ کہیں: میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ [۱]

مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ ۲۔ ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا ہے۔

وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ ۳۔ اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ [۲]

[۱] ان دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ اور آپ کے واسطے سے پوری امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھیں۔ یعنی اپنا ہر کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کریں تاکہ اس میں برکت ہو اور اسی سے پناہ مانگیں تاکہ کسی شریر کا شر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے، لہٰذا یہ دونوں سورتیں ہر قسم کے جادو، نظر بد اور تمام جسمانی اور روحانی آفات سے بچنے کے لیے بہترین تعویذ ہیں۔

صبح سے مراد وہ وقت ہے جب رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن کی روشنی ہر طرف پھیل جاتی ہے اور رات کی تاریکی میں جس خوف اور شر کا خدشہ ہوتا ہے دن کی روشنی اس کو زائل کر دیتی ہے، لہٰذا اے ایمان والو! جس رب نے رات کی تاریکی کو ختم کر کے دن کی روشنی مہیا کی ہے اسی کی پناہ مانگو تاکہ وہ تمہیں اپنی مخلوق کے شر کی تاریکی سے نکال کر امن و سلامتی کی روشنی سے سرفراز فرمائے۔

[۲] گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے جس میں رات کی تاریکی، گرہوں میں پھونکیں مارنے والیاں اور حاسدین سب شامل ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ ان کا شر بڑا خطرناک اور عام ہے، مثلاً خطرناک درندے، موذی جانور، چور، ڈاکو، جنات اور شیاطین اکثر رات کی تاریکی میں ہی حرکت میں آتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج غروب ہو جائے تو اپنے جانوروں اور بچوں کو باہر نہ جانے دو حتیٰ کہ رات کی تاریکی ختم ہو جائے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد باہر شیاطین پھیل جاتے ہیں۔ (مسلم: ۵۲۵۳: کتاب الاشربۃ: باب ۱۲)

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ ۴۔ اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونک مارتی ہیں۔[۳]

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ۵۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔[۴]

[۳] عرب میں جادوگر جب کسی کو نقصان پہنچانا چاہتے تو ایک دھاگہ لے کر اس میں گرہیں لگاتے اور جادو کے منتر پڑھ کر ہر گرہ میں پھونک مارتے۔ جس طرح پاک کلام کے اچھے اثرات ہوتے ہیں اسی طرح شیطانی منتروں کے بُرے اثرات ہوتے ہیں۔ چونکہ جب کوئی دشمن یا بدخواہ کسی پر جادو کراتا ہے تو اسے علم نہیں ہوتا کہ کون اس پر جادو کرا رہا ہے، للہٰذا اسے اپنے رب سے ہی پناہ مانگنی چاہیے تاکہ وہ اسے اس جادو کے شر سے محفوظ رکھے۔ اگرچہ اس دور میں کچھ مرد بھی جادو کرتے تھے مگر اکثر عورتیں ہی اس میں ملوث ہوتی تھیں اس لیے اس سورت میں جادو کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

۲۔ جادو۔

۳۔ کسی ایسی جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

۴۔ سود کھانا۔

۵۔ یتیم کا مال کھانا۔

۶۔ میدان جنگ سے بھاگ جانا۔

۷۔ پاکدامن ایماندار اور نیک عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری: ۲۷۶۶: کتاب الوصایا: باب ۲۳)

[۴] کسی شخص کو اچھے حال میں دیکھ کر خوش ہونا اور اس جیسا بننے کی کوشش اور تمنا کرنا رشک کہلاتا ہے اور یہ اچھی چیز ہے، مگر کسی شخص کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور اس کی بدحالی کی کوشش اور تمنا کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ بہت بری چیز ہے۔ ابتدائی مراحل میں حسد صرف بدخواہ کے دل میں ہوتا ہے اور وہ خفیہ سازشوں میں سرگرم ہوتا ہے اور جس کے ساتھ حسد کیا جا رہا ہو اسے علم نہیں ہوتا کہ کون اس کے ساتھ حسد کر رہا ہے، البتہ رب تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون کس سے حسد کرتا ہے اس لئے انسان کو اپنے رب تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے تاکہ وہ اسے حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے۔

حسد کی مذمت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد: ۴۹۰۳: کتاب الادب: باب ۴۴)

☆ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مومن کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور جہنم کی گرمی اکٹھے نہیں ہوں گے اور نہ کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع ہوں گے۔

(نسائی: ۳۱۱۱: کتاب الجہاد: باب ۸)

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

بعد از ظہر بروز بدھ ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء بمطابق ۷ صفر ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہی سورہ فلق کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

اس فقیر نے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ بعد از مغرب جامعہ الکرم میں تفسیر امداد الکرم کو لکھنا شروع کیا تھا آج ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ بعد از ظہر یعنی دس سال تین ماہ اور بارہ دنوں میں سورہ فلق تک مکمل ہوگئی ہے، اگر چاہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم آج سورہ والناس بھی لکھی جاسکتی ہے مگر میری خواہش ہے کہ اگلے ماہ عمرہ کے لئے جاؤں اور حصول برکت کے لئے اللہ تعالیٰ کے گھر کے سامنے مسجد حرام میں بیٹھ کر آخری سورت کی تفسیر مکمل کروں اور پھر مدینہ شریف جا کر روضہ رسول کے قریب بیٹھ کر صحیح بخاری کی شرح امداد البخاری کا آغاز کروں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

★الحمد للہ رب العالمین★الرحمٰن الرحیم★ملک یوم الدین★

اللھم صل وسلم علی حبیبک الکریم وحبیبنا الکریم سیدنا محمد علیہ التحیۃ والتسلیم

وعلی الہ واصحابہ اجمعین وعلی اتباعہ الی یوم الدین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الناس (۱۱۴)

یہ سورت مدنی ہے، اس کا نام ''الناس'' ہے جو اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

گزشتہ سورت میں عام مخلوق کے شر سے یعنی خاص طور پر رات کی تاریکی، جادوگروں اور حاسدوں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس سورت میں انسان کے سب سے بڑے حاسد یعنی شیطان سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔

گزشتہ سورت کی طرح اس میں بھی بظاہر خطاب اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت بھی اس خطاب میں داخل ہے۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، جب بھی کوئی مناسب موقع دیکھتا ہے تو انسان کو بہکانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے، لہٰذا انسان کو ہر وقت شیطان سے محتاط رہنا چاہیے۔

☆ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دُعا کرے: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ (میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے، اس کے عقاب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں اور شیاطین کے حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں) تو پھر شیاطین اس کو نقصان نہیں پہنچا ئیں گے، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا سکھاتے اور جو نابالغ بچے تھے اُن کے گلے میں یہ دعا لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

(ترمذی: ۳۵۲۸: کتاب الدعوات: باب ۹۴)

نقیر: محمد امداد حسین پیرزادہ : جامعہ الکرم، برطانیہ

اٰیاتھا ۶ ۱۱۴ سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۱ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں رکرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾

۱۔ آپ کہیں: میں سب انسانوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾

۲۔ سب انسانوں کے بادشاہ کی۔

اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾

۳۔ سب انسانوں کے معبود کی۔[۱]

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾

۴۔ وسوسہ ڈالنے والے (شیطان) خناس کے شر سے (جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت پیچھے ہٹ کر چھپ جاتا ہے اور غفلت کے وقت آ کر پھر وسوسہ ڈالتا ہے۔)[۲]

---

[۱] اللہ تعالیٰ اگرچہ تمام مخلوقات کا رب، بادشاہ اور معبود ہے مگر یہاں پر انسانوں کی طرف نسبت کرنے میں انسان کے شرف و فضل کا اظہار ہے کیونکہ انسان تمام مخلوقات سے اشرف اور افضل ہے۔

[۲] شیطان کے ناموں میں سے ایک وسواس ہے۔ (تفسیر البحر المحیط: سورۃ الناس) اور خناس شیطان کی صفت ہے جس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیطان انسان کے دل کے پاس رہتا ہے، جب انسان (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) سہو یا غفلت میں ہو تو وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری: سورۃ الناس) لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تازہ رکھے تاکہ شیطان وسوسہ اندازی نہ کر سکے۔

ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنات میں سے ایک ساتھی مقرر کر رکھا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ (مسلم: ۲۸۱۴: کتاب المنافقین: باب ۱۶)

☆ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے لئے آئیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے، کچھ دیر

الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ | ۵۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ | ۶۔ خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ [۳]

آپ ﷺ سے گفتگو کی، پھر کھڑی ہوئیں اور واپس جانے لگیں تو نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ چل پڑے حتی کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے (حجرہ) کے پاس مسجد کے دروازے تک پہنچے تو انصار کے دو آدمی وہاں سے گزرے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا (اور جلدی سے گزر گئے، رات کا وقت تھا)۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہے۔ ان دونوں نے بطور تعجب کہا: سبحان اللہ، یا رسول اللہ! (کیا ہم آپ پر کسی قسم کا شک کر سکتے ہیں؟) نبی کریم ﷺ کا یہ قول ان پر گراں گزرا تو نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے اندر اس طرح چلتا ہے جس طرح خون اس کی رگوں میں چلتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔

(بخاری: ۲۰۳۵: کتاب الاعتکاف: باب ۸)

[۳] شیاطین کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اور یہ شیاطین جنات میں بھی ہیں اور انسانوں میں بھی ہیں مگر انسان نما شیطان کا وسوسہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمدرد دوست کے رنگ میں آتا ہے اور میٹھی میٹھی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اکساتا ہے۔

بڑا مشہور واقعہ ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام میدان منیٰ میں جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے جا رہے تھے تو شیطان نے بظاہر ایک ہمدرد دوست کی صورت میں پوری کوشش کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کا حکم پورا نہ کریں مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں، شیطان ان کو گمراہ نہیں کر سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک شیطان کو ان لوگوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (قرآن: ۱۶: ۹۹) خدانخواستہ اگر کوئی انسان کسی وقت شیطان کے دھوکے میں آ کر کوئی خطا کر بیٹھے تو اسے فوراً اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے سچی توبہ کرنی چاہیے۔

توبہ واستغفار کی فضیلت

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس نے کہا: اے میرے رب! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم کی روحیں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۴۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی: ۲۴۹۹: صفة القیامة: باب ۴۹)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے گناہوں کا انبار اتنا زیادہ ہو کہ وہ آسمانوں تک پہنچ جائے اس کے بعد بھی اگر تم توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا۔

(ابن ماجۃ: ۴۲۴۸: ابواب الزھد: باب ۳۰)

رب تعالیٰ کی پناہ مانگو

قرآن مجید کی پہلی سورت یعنی سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی: ''ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا'' اور جب انسان سیدھے راستے پر چلتا ہے تو شیطان اس کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ چونکہ شیطان بڑا مکار ہے اور برائیوں کو خوش نما بنا کر نیکیوں کے رنگ میں پیش کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آخری سورت یعنی سورۃ الناس میں یہ تعلیم دی کہ شیطان کے وساوس سے بچنے کے لئے اپنے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا: اگر شیطان تمہیں دیکھتا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ (تفسیر مظہری: سورہ اعراف (۷): زیر آیت نمبر ۲۷) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے میرے پروردگار! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ آمین!

تفسیر کی تکمیل

آج میری زندگی کا قابل فخر دن ہے کہ مسجد حرام میں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر کلام اللہ کی تفسیر مکمل کر رہا ہوں اور کل مدینہ منورہ جا کر شرح صحیح بخاری لکھنا شروع کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس وقت میرے سامنے دائیں طرف حطیم اور میزاب رحمت ہیں اور بائیں طرف کعبہ مکرمہ کا دروازہ اور حجر اسود ہیں۔ ہزاروں خوش نصیب خواتین و حضرات طواف کعبہ میں مصروف ہیں اور میں مقام ابراہیم کے پیچھے تقریباً بیس میٹر کے فاصلہ پر بیٹھ کر سورۃ الناس کی تفسیر لکھ رہا ہوں۔

نماز عصر کے بعد اگرچہ وہاں پر سورج کی تپش تھی مگر اتنی نہیں تھی کہ نا قابل برداشت ہو اور میں نے اس جگہ کو اس لئے منتخب کیا کیونکہ اس وقت کوئی اور آدمی وہاں موجود نہیں تھا، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورج کے سامنے بادل آگئے، ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور میرے آس پاس ساری جگہ لوگوں سے بھر گئی اور نماز مغرب سے پہلے جب سورۃ الناس کی تفسیر مکمل ہوئی تو آسمان سے بارش کے قطرے گرنا شروع ہو گئے، میں نے اس بوندا باندی کو اپنی تفسیر کی قبولیت کی نشانی سمجھا اور تفسیر کی کاپی کو اپنے رومال میں لپیٹ لیا تاکہ بارش کے قطروں سے تحریر کو نقصان نہ پہنچے اور اس رات عشاء کے بعد بھرپور بارش ہوئی۔

یارب العالمین! جس طرح تو نے اس کم علم اور گناہگار فقیر کو اپنے کلام کی تفسیر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اسی طرح اس کو قبول فرما، اس کو لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ اور میرے لئے آخرت میں نجات کا وسیلہ بنا دے۔ اپنے اس گھر کے صدقے اور اس حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے جس نے تیرے اس گھر کو سیکڑوں بتوں سے پاک کیا مجھ پر،

میرے والدین اور میری اولاد پر، میرے اساتذہ اور مشائخ پر، میرے شاگرد طلبہ اور طالبات پر، میرے جملہ احباب، خیر خواہ اور طریقت کے بہن بھائیوں پر، جامعہ الکرم کے معاونین، سٹاف، طلبہ، طالبات اور ان کے والدین پر، مسلم چیرٹی کے ٹرسٹی، سٹاف اور معاونین پر، اس تفسیر پر نظر ثانی کرنے والے محترم علامہ محمد دین سیالوی پر، میرے بڑے بیٹے بختیار حیدر پیرزادہ پر جو اس تفسیر کا انگریزی ترجمہ کر رہا ہے، اس سے چھوٹے بیٹے ذوالفقار حیدر پیرزادہ پر جو جامعہ الکرم میں درس نظامی پڑھاتا ہے، عمرہ پر میرے ساتھ آنے والے اپنی فیملی کے افراد (یعنی دو چھوٹے بیٹے جنید گل پیرزادہ، معروف گل پیرزادہ، میرا نواسہ اسامہ علی حسین، میری بیوی نسیم اختر، میری چھوٹی بیٹی سعدیہ پیرزادہ، میری نواسی اقصیٰ حسین) پر، سعودی عرب میں سفری سہولیات مہیا کرنے والے عزیزم محمد انور صدیقی اور اس کے سارے احباب اور ان کی فیملیز پر، جن خواتین وحضرات نے مجھے دعاؤں کے لئے کہا ان سب پر اور اس تفسیر کے پڑھنے والوں پر بلکہ سب مومن مردوں، مومن عورتوں اور پورے عالم اسلام پر اپنا فضل وکرم فرما، شیطان کے وساوس سے بچا، دینی اور دنیاوی مشکلات آسان فرما اور دنیا وآخرت میں حسنات وبرکات سے سرفراز فرما۔ اس تفسیر سے استفادہ کرنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ بھی مذکورہ ہم سب خواتین وحضرات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللھم ربنا أتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الأخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ : بانی و پرنسپل جامعہ الکرم، برطانیہ، بانی و چیئر مین مسلم چیرٹی یو کے
بعد از عصر بروز پیر ۷ مارچ ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

اس فقیر نے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء کو جامعہ الکرم میں تفسیر امداد الکرم لکھنا شروع کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج ۷ مارچ ۲۰۱۱ء کو مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں اس کی تکمیل کر رہا ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے دس سالوں میں پورے قرآن مجید کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین۔

نوٹ:

عمرہ پر آنے سے پہلے میں نے اردو زبان میں سیرۃ النبی ﷺ کے بارے میں ایک کتاب پڑھی جس میں کوئی نقطے والا لفظ نہیں تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی تفسیر میں جدت اور دلکشی پیدا کرنے کے لئے آخری سورت کا ترجمہ اور تفسیر ایسے الفاظ میں لکھوں گا جس میں کوئی نقطے والا لفظ نہ ہو لیکن جب میں نے لکھنے کی کوشش کی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے پاس اردو زبان کا اتنا ذخیرہ نہیں ہے کہ میں اس کا حق ادا کر سکوں، اس لئے میں نے تفسیر تو حسب معمول عام اردو زبان میں لکھی مگر نقطوں کے بغیر جو کچھ میں لکھ سکا وہ بھی حاضر خدمت ہے۔

۱۔ کہو (اے رسول اکرم!) سارے لوگوں کے مالک کے سہارے کا سائل ہوں۔

۲۔ سارے لوگوں کے حاکم کے۔

۳۔ سارے لوگوں کے الٰہ کے۔ [۱]

۴۔ وسوسوں کے داعی اور مکرر حملہ آور مردود کی الم رسائی سے۔ [۲]

۵۔ وہ لوگوں کے دلوں کو وسوسوں سے معمور کرے گا۔

۶۔ گو وہ آگ والی روحوں سے ہو اور گو وہ اولاد آدم سے ہو۔ [۳]

[۱] گو اللہ سارے عالم کا مالک، حاکم اور الٰہ ہے مگر لوگوں کا مالک، حاکم اور الٰہ اس لئے وارد ہوا کہ اولاد آدم سارے عالم سے اعلیٰ اور اکرم ہے۔

[۲] اللہ کے رحم سے محروم اور مردود کا اک اسم وسواس ہے۔ وہ مکرر دھوکہ دہی کا دلدادہ اور آدمی کا کھلا عدو ہے۔ اگر آدمی اللہ کا ورد کرے اور اس کے اسمائے گرامی سے دل کو معطر رکھے، اس دل سے وہ مردود دور رہے گا اور اگر آدمی اللہ کے ورد سے سہو اور کاہلی کرے اس دل کی طرف وہ مردود لوٹ آئے گا اور اس کو وسوسوں سے اس طرح مالا مال کردے گا کہ وہ دل دائماً گمراہ اور مسلسل سرگرداں رہے گا۔

[۳] اللہ کے رحم سے محروم اور مردود اس کام کا عادی ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں کو وسوسوں سے معمور کرے، گو وہ مردود آگ والی روحوں سے ہو اور گو وہ اولاد آدم سے ہو، مگر اولاد آدم والا مردود دوسرے مردود سے اس لئے سرکردہ مکار اور مہلک ہے کہ وہ حامی اور مددگار کی طرح ہمدردی کا کلام کرے گا اور دھوکہ دہی سے گمراہی کی سعی کرے گا، سو ہر مسلم کو حکم ہے کہ وہ اس مردود کے مکر سے دور رہے اور دل کو اللہ کے ورد سے معمور رکھے۔

فقیر : محمد امداد حسینؒ پیرزادہ : کمرہ نمبر ۱۵۰۴ ۳ ہلٹن ہوٹل

الحرم الشریف، بالمقابل باب الملک فہد، مکہ مکرمہ، سعودی عرب

بعد از عشاء بروز پیر ۷ مارچ ۲۰۱۱ء بمطابق ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ الیٰ یوم الدین۔

الرحمٰن علّم القرآن

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انبیائے کرام علیہم السلام

امت مسلمہ

نیکی اور گناہ

شراب اور قتل

دانستہ قتل کرنے والے کی توبہ مقبول نہیں ہوتی	85	10	5	2783
مال و دولت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے	57	7	9	2447
انسان اس مال کا دائمی مالک نہیں ہے	57	7	9	2447
حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اولاد کے لئے مال جمع نہ کیا	57	7	9	2447
مجرم اولاد کے لئے مال چھوڑنا اچھا نہیں ہے	57	7	9	2447
صدقہ کرنے کی فضیلت	57	7	9	2447
بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال	57	7	9	2447
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بکری کا شانہ بچا کر رکھا	57	7	9	2447
آدمی کے لئے اس کے مال سے صرف تین نصیب ہیں	57	7	9	2447
وارث کے مال سے زیادہ محبت کرنا	57	7	9	2447
قرض حسن سے کیا مراد ہے؟	57	11	15	2453
بخل قیامت کے اندھیرے ہیں	59	9	9	2488
قرض حسن سے کیا مراد ہے؟	64	17	18	2553
ایک کھجور کا صدقہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے	64	17	18	2553
مساکین کے حقوق	69	34	17	2619
میں بیمار، بھوکا اور پیاسا تھا تو نے میری پرواہ نہیں کی	69	34	17	2619
وہ مؤمن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا سوئے	69	34	17	2619
بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والا مجاہد، قائم اللیل کی طرح ہے	69	34	17	2619
یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے والا	69	34	17	2619
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان کو کھانا کھلایا	69	34	17	2619

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت کو پسند نہیں فرمایا	89	15	10	2807
جس کے پاس دو وادیاں ہوں وہ تیسری کی خواہش کرتا ہے	89	20	14	2811
دنیا پرست کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھرے گی	89	20	14	2811
دو بوڑھے سیر نہیں ہوتے، طالب علم اور طالب دنیا	89	20	14	2811
اصل تونگری تو دل کی تونگری ہے	93	8	7	2845
وادیوں کو سونا بنانے کی پیشکش	93	8	7	2845
مجھے دنیا سے کیا لینا ہے؟	93	8	7	2845
مجھے مسکین زندہ رکھ	93	8	7	2845
دو وادیوں والا تیسری کی خواہش کرتا ہے	102	1	1	2913
آدمی کہتا ہے: میرا مال، میرا مال	102	1	1	2913
قیامت کے دن پانچ سوالات کا جواب دینا ہوگا	102	8	5	2914
[illegible]				
یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا	76	8	9	2705
یتیم کی کفالت کرنا	76	8	9	2705
یتیم کی کفالت کا ثواب	89	17	11	2808
یتیم کی سرپرستی	89	19	13	2810
یتیم کے رونے سے عرش لرزتا ہے	93	9	8	2846
سنگدلی دور کرنے کے لئے یتیم پر شفقت کرو	93	9	8	2846
سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک ہو	107	1	1	2929
صبر و شکر				
مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر ادا کرو	57	23	27	2459

ماخذ و مراجع

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان، ۱۹۹۵ (۵ جلدیں)

۲۔ الدر المنثور: امام جلال الدین السیوطی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۸ جلدیں)

۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی): محمد بن احمد الأنصاری القرطبی: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان (۳۰ جلدیں)

۴۔ التفسیر الکبیر: امام فخر الدین الرازی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۶ جلدیں)

۵۔ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: شیخ احمد الصاوی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۶۔ فی ظلال القرآن (اردو): سید قطب شہید: ادارہ منشورات اسلامی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶

۷۔ جامع البیان (تفسیر طبری/تفسیر ابن جریر): ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۸۴ (۱۵ جلدیں)

۸۔ تفسیر روح البیان: امام اسماعیل حقی: دار لفکر، بیروت، لبنان (۱۰ جلدیں)

۹۔ صفوۃ التفاسیر: محمد علی الصابونی: دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۸۱ (۳ جلدیں)

۱۰۔ تفسیر البیضاوی: امام ناصر الدین البیضاوی: دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ (۲ جلدیں)

۱۱۔ تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی: اردو): شاہ عبد العزیز دہلوی: علیمی پریس، دہلی، انڈیا

۱۲۔ تفسیر ابن کثیر: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دار القلم، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)

۱۳ تفسیر مظہری: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: دار الاشاعت، کراچی، پاکستان، ۱۹۹۹ (۱۲ جلدیں)

۱۴۔ تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان نعیمی: مکتبہ اسلامیہ، گجرات، پاکستان

۱۵۔ تفسیر روح المعانی: امام شہاب الدین السید محمود البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۸ (۱۰ جلدیں)

۱۶۔ تفسیر الشعراوی: محمد متولی الشعراوی: دار اخبار الیوم، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۱ (۱۴ جلدیں)

۱۷۔ تفسیر الحسنات: علامہ ابو الحسنات القادری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور پاکستان (۷ جلدیں)

۱۸۔ تفسیر الخازن: امام علاء الدین البغدادی: دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۹۷۹ (۷ جلدیں)

۱۹۔ تنویر المقباس: عبداللہ بن عباس: المکتبۃ الشعبیۃ، قاہرہ مصر ۱۹۷۲

۲۰۔ البحر المیحط: محمد بن یوسف الغرناطی: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)

۲۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی): امام عبداللہ بن احمد النسفی: دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۹۹۶

۲۲۔ خزائن العرفان: سید محمد نعیم الدین مراد آبادی: حفیظ بک ڈپو، دہلی، انڈیا

۲۳۔ احکام القرآن: امام احمد بن علی الجصاص: دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان

۲۴۔ زہرۃ التفاسیر: محمد ابو زہرۃ: دار الفکر العربی، قاہرہ، مصر

۲۵۔ تفسیر المنار: محمد رشید رضا: دار الفکر، بیروت، لبنان

۲۶۔ تفسیر الکشاف: محمود بن عمر الزمخشری: دار لکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷

۲۷۔ فتح القدیر: محمد بن علی الشوکانی: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم: حافظ ابن ابی حاتم: دار الفکر، بیروت، لبنان (۱۴ جلدیں)

۲۹۔ تفسیر جلالین: متن حاشیہ صاوی، دار الفکر، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۳۰۔ تفسیر منیر: دکتور وہبہ زحیلی، دار الفکر، دمشق، شام (۱۷ جلدیں)

۳۱۔ زاد المسیر: عبدالرحمٰن الجوزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۸ جلدیں)

۳۲۔ تفسیر ماجدی: عبدالماجد دریابادی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۳۔ تفسیر احکام القرآن: ابوبکر بن العربی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۳۴۔ تفسیر معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی، پاکستان (۸ جلدیں)

۳۵۔ تفہیم القرآن: سید ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ انڈیا (۶ جلدیں)

۳۶۔ تفسیر عثمانی: شبیر احمد عثمانی، دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی، پاکستان (۲ جلدیں)

۳۷۔ تفسیر بغوی: الحسین بن مسعود البغوی، دار الفکر، بیروت، لبنان، حاشیہ تفسیر خازن (۷ جلدیں)

۳۸۔ تفسیر تبیان القرآن: علامہ غلام رسول سعیدی: فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، پاکستان

۳۹۔ تفسیر ابی السعود: قاضی محمد بن محمد: دار الفکر، بیروت، لبنان

۴۰۔ تفسیر حقانی: علامہ عبدالحق حقانی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی، پاکستان

۴۱۔ تفسیر المراغی: احمد مصطفیٰ المراغی: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

کتب احادیث

۴۲۔ صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل البخاری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۳۔ صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۴۔ سنن ترمذی: محمد بن عیسیٰ: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۵۔ سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوینی: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۶۔ سنن ابو داؤد: سلیمان بن الأشعث: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۷۔ سنن النسائی: احمد بن شعیب: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۸۔ مسند احمد: امام احمد بن حنبل: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۴۹۔ الموطا: امام مالک بن انس: دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۹۸۱
۵۰۔ مشکوٰۃ المصابیح: امام ابو محمد البغوی: قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۸ھ
۵۱۔ المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد الطبرانی: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل، عراق، ۱۹۸۴ (۲۵ جلدیں)
۵۲۔ المستدرک: امام الحاکم النیشاپوری: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۴ جلدیں)
۵۳۔ الجامع الصغیر: محمد ناصر الدین الالبانی: مکتبہ الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ (۲ جلدیں)
۵۴۔ ریاض الصالحین: یحییٰ بن شرف النووی الشافعی: دار القلم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۰
۵۵۔ سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی: عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ (۴ جلدیں)
۵۶۔ شعب الایمان: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰
۵۷۔ الترغیب و الترہیب: عبد العظیم المنذری: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۶۸
۵۸۔ السنن الکبریٰ: احمد بن الحسین البیہقی: نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، (۱۰ جلدیں)
۵۹۔ المعجم الاوسط: سلیمان بن احمد الطبرانی: مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب (۱۱ جلدیں)
۶۰۔ صحیح ابن حبان: دار الفکر، بیروت، لبنان۔ (۶ جلدیں)
۶۱۔ سنن دارمی: امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، دار الدعوۃ، استنبول، ترکی (۱۹۸۱ء)
۶۲۔ مصنف عبد الرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۱۱ جلدیں)
۶۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، دار الفکر، بیروت، لبنان
۶۴۔ معجم صغیر: امام طبرانی: دار الفکر، بیروت، لبنان
۶۵۔ جمع الجوامع: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
۶۶۔ جامع صغیر: امام جلال الدین سیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

دیگر کتب

۶۷۔ معجزات الرسول: محمد متولی الشعراوی: مکتبۃ الاسلامیۃ الشعراویۃ، قاہرہ مصر

۶۸۔ الخصائص الکبری: امام جلال الدین السیوطی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ء (۲ جلدیں)

۶۹۔ السیرۃ النبویۃ: عبد الملک بن ہشام: دار الجیل، بیروت، لبنان، (۴ جلدیں)

۷۰۔ البدایۃ و النہایۃ: الحافظ اسماعیل ابن کثیر: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۸۲ء (۷ جلدیں)

۷۱۔ المفردات: امام راغب الاصفہانی: مکتبۃ مصطفی البابی، مصر ۱۹۶۱

۷۲۔ لسان العرب: ابن منظور: دار المعارف، قاہرہ مصر (۸ جلدیں)

۷۳۔ المنجد: دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۷۵ء

۷۴۔ شرح المواہب اللدنیۃ: امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی: دار الفکر، بیروت، لبنان۔

۷۵۔ دلائل النبوۃ: احمد بن الحسین البیہقی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ (۷ جلدیں)

۷۶۔ کتاب المبسوط: شمس الدین السرخسی: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۰ء، (۱۵ جلدیں)

۷۷۔ الفتاوی العالمگیریۃ: علامہ نظام الدین: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ء (۶ جلدیں)

۷۸۔ فتاوی قاضی خان: حسن بن منصور الفرغانی الحنفی: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان، ۱۹۸۵ء (۶ جلدیں)

۷۹۔ رد المحتار: ابن عابدین: دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء (۸ جلدیں)

۸۰۔ حاشیۃ الطحطاوی: امام احمد الطحطاوی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۱۔ مراقی الفلاح: حسن بن عمار الحنفی: میر محمد کتب خانہ، کراچی، پاکستان

۸۲۔ فتاوی افریقیۃ: امام احمد رضا قادری: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۳۔ بہار شریعت: علامہ محمد امجد علی: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور پاکستان

۸۴۔ امداد الفقہ: محمد امداد حسین پیرزادہ: دار السلام، قاہرہ مصر، ۲۰۰۳

۸۵۔ اسلامی عقائد: محمد امداد حسین پیرزادہ: الکرم پبلی کیشنز، ایشن ہال، ناٹنگھم شائر، یو کے، ۱۹۹۹ء

۸۶۔ کنز العمال: علامہ علاء الدین البرہان فوری: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ء (۱۶ جلدیں)

۸۷۔ مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الہیثمی: دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۹۸۸ء (۱۰ جلدیں)

۸۸۔ نزہۃ المجالس (اردو) عبد الرحمن صفوری شافعی: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

۸۹۔ نورالایضاح: الشیخ حسن بن علی: کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، پاکستان

۹۰۔ قصیدہ البردہ: امام بوصیری: انگریزی ترجمہ، محمد امداد حسین پیرزادہ، الکرم پبلی کیشنز ایٹن ہال ناٹنگھم شائر، یوکے

۹۱۔ السیرۃ النبویۃ: الحافظ اسماعیل بن کثیر: دارالفکر، بیروت، لبنان

۹۲۔ ضیاء النبی: پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۴۱۵ھ (۷ جلدیں)

۹۳۔ صراط مستقیم: شاہ اسماعیل دہلوی: اسلامی اکیڈمی، لاہور، پاکستان

۹۴۔ القول الجمیل (اردو): شاہ ولی اللہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، پاکستان

۹۵۔ سبل الہدیٰ والرشاد: امام محمد بن یوسف الشامی: وزارۃ الاوقاف، قاہرہ، مصر (۱۲ جلدیں)

۹۶۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم: امام عبدالرحمٰن الجوزی: دارالفکر، بیروت، لبنان (۱۳ جلدیں)

۹۷۔ تاریخ الاسلام: مورخ شمس الدین الذھبی: دارالکتاب العربی، بیروت (۵۲ جلدیں)

۹۸۔ امتاع الاسماع: تقی الدین المقریزی: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۵ جلدیں)

۹۹۔ حلیۃ الأولیاء: امام ابو نعیم الاصفہانی: درالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۱۲ جلدیں)

۱۰۰۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: وہبہ زحیلی دارالفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۹ء (۸ جلدیں)

۱۰۱۔ الفقہ الحنفی وادلتہ: شیخ صاغرجی، دارالکلم الطیب، دمشق، شام ۲۰۰۰ء (۳ جلدیں)

۱۰۲۔ الفقہ علی المذاھب الاربعۃ: عبدالرحمٰن الجزیری، دارالفکر، بیروت، لبنان (۵ جلدیں)

۱۰۳۔ لسان المیزان: ابن حجر عسقلانی، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان ۲۰۰۲ء (۱۰ جلدیں)

۱۰۴۔ الادب المفرد: امام بخاری، مکتبۃ الآداب

۱۰۵۔ السیرۃ الحلبیۃ: نورالدین الحلبی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)

۱۰۶۔ شرح شفا: قاضی عیاض، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (۲ جلدیں)

۱۰۷۔ طبقات ابن سعد: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۱ء (۱۱ جلدیں)

۱۰۸۔ بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء (۱۰ جلدیں)

۱۰۹۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، پاکستان (۲ جلدیں)

۱۱۰۔ تاریخ بغداد: الخطیب البغدادی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، مصر (۱۰ جلدیں)

۱۱۱۔ الہدایۃ: علی بن ابی بکر الفرغانی، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، پاکستان (۲ جلدیں)

۱۱۲۔ فقہ السنۃ: السید السابق: دارالفکر، بیروت لبنان، ۱۹۸۲ء (۳ جلدیں)

۱۱۳۔ عمدۃ القاری: علامہ بدرالدین عینی، دارالفکر، بیروت لبنان، (۲۵ جلدیں)

۱۱۴۔ فتح الباری: امام ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت لبنان (۱۴ جلدیں)
۱۱۵۔ الاحکام الفقهية: احمد محمد عساف، دار احیاء العلوم، بیروت، لبنان
۱۱۶۔ جامع بیان العلم وفضله: یوسف بن عبد اللہ قرطبی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء
۱۱۷۔ المقاصد الحسنة: شمس الدین السخاوی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان ۱۹۸۷ء
۱۱۸۔ الفاروق: علامہ شبلی نعمانی، مشتاق بک کارنر، اُردو بازار، لاہور، پاکستان
۱۱۹۔ المواهب اللدنیه: امام احمد قسطلانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان (۴ جلدیں)
۱۲۰۔ الحاوی للفتاوی: امام جلال الدین، دار الکتب العلمیة، لبنان (۲ جلدیں)
۱۲۱۔ الکواکب السائرة: شیخ نجم الدین، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان (۳ جلدیں)
۱۲۲۔ الفوائد المجموعة: محمد بن علی الشوکانی، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
۱۲۳۔ حقوق الاولاد: محمد شریف الصواف، دار الفکر، دمشق، شام
۱۲۴۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، المکتبة العصریة، بیروت، لبنان ۱۹۸۸ء (۴ جلدیں)
۱۲۵۔ سیرة النبی: سید سلیمان ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار لاہور، پاکستان
۱۲۶۔ الخطبة العصریة: ابراهیم محمد الجمل مکتبة القرآن، قاہرہ، مصر
۱۲۷۔ کتاب الخراج: امام ابو یوسف: مکتبة الازهریة للتراث، قاہرہ، مصر
۱۲۸۔ شرح شمائل ترمذی: سلیمان بن عمر الازہری: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
۱۲۹۔ البدر المنیر: امام شعرانی: مکتبہ عالم الفکر، قاہرہ، مصر
۱۳۰۔ الکامل لابن اثیر: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان
۱۳۱۔ ارشاد العباد: عبد العزیز محمد سلمان: مطابع الخالد، ریاض، سعودی عرب
۱۳۲۔ نسیم الریاض: شہاب الدین خفاجی: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان
۱۳۳۔ اسد الغابة: ابو الحسن الجزری: دار المعرفة، بیروت، لبنان
۱۳۴۔ الاصابة: حافظ ابن حجر عسقلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان
۱۳۵۔ جلاء الافهام: ابن قیم الجوزیة: دار الحدیث، قاہرہ، مصر
۱۳۶۔ سیرة عمر بن خطاب: ابو الفرج بن الجوزی: دار الدعوة الاسلامیة، قاہرہ، مصر
۱۳۷۔ الفاروق عمر: محمد حسنین ہیکل: دار المعارف، قاہرہ، مصر
۱۳۸۔ فیوض القرآن: سید حامد حسن بلگرامی: فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان
۱۳۹۔ نزہة القاری شرح بخاری: مفتی محمد شریف الحق امجدی: دائرۃ البرکات، گھوسی، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

۱۴۰۔ منہاج البخاری: محمد معراج الاسلام: عرفان القرآن، اعوان ٹاؤن، لاہور، پاکستان

۱۴۱۔ ارشاد الساری شرح بخاری: شہاب الدین قسطلانی: دار الفکر، بیروت، لبنان

۱۴۲۔ ایہا الولد: امام غزالی: Awakening Publications 200 UK Swansea

۱۴۳۔ دلائل النبوۃ: ابونعیم الاصبہانی: دار ابن کثیر، بیروت

English Books

144) **Miracles of the Qur'an** : *Muhammad Mutawali ash-Sha'raawi Published by Daar-ul-Taqwa Ltd. Londom*

145) **Encyclopedia Britannica** : *Peter B. Norton Joseph Espsito, USA, 1995, 15th-edition (32 volumes)*

146) **Islam & the West** : *H.R.H. Charles Prince of Wales, Printed by Uniskill Ltd. Eynsham, Oxford, UK.*

147) **Muhammad at Madinah** : *Montgomery Watts. Oxford University Press, 2006.*

148) **Oxford Encyclopedia Dictionary**: *Published by Oxford University Press, USA, 1991.*

149) **Shari'ah the Islamic Law** : *Abdur Rahmaan Doi (Zia-un-Nabi)*

150) **The Holy Bible** : *Published by Collins, London, 1954.*

151) **The Living Bibble** : *British Edition, 1975.*

152) **The Hutchinson Encyclopedia** : *1999 Edition.*

153) **The New Universal Encyclopedia** : *Caxton Publishing Co, Ltd. London.*

154) **The English Pig** : *Published by The Hambledon Press, London 1998.*

155) **American Government** : *Lowi & Ginsberg. Published by W.W.Norton Publications 1998.*

156) **Fream's Agriculture** : *Printed by Butler & Tanner Ltd. London, 16th Edition 1983.*

157) **Oxford Advanced Learner's Dictionary** : *4th Edition 1989.*

158) **The Hans Wehr Dictionary of Modern Written Arabic:** *Edited by J. M. Cowan, 3rd Edition.*

159) **The 100 : Michael H. Hart,** *Citadel Press, 1987, Secaucus, New Jersey, USA.*

160) **The Bible, The Qur'an and Science:** *Maurice, 1979, North America, Trust Publication, USA.*

دعا ختمِ قرآن پاک

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ

بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًی

وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ

مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَاٰنَآءَ

النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اٰمِیْنَ

تصدیق

میں نے اس قرآن مجید کو بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں حتی الامکان کوئی کمی بیشی اور کتابت کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ خراب ہو جائے تو اس کا متن کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا میری تصدیق متن کی صحت کی حد تک ہے۔

تصدیق کنندہ

حافظ قاری محمد عادل ولیجہ مظاہری

رجسٹرڈ پروف ریڈر

وزارت اوقاف۔ حکومت پنجاب